منتخب المناقب

(ملفوظات)

فخر الاولیاء، شہبازِ چشت خواجہ خواجگان

قبلہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

تحریر

یار محمد صاحب چشتی پاکپتنی

اللہ بخش رضا

زیرِ سرپرستی

پیرِ طریقت زبدۃ العارفین

حضرت خواجہ غلام سلیمان تونسوی



کعبۃ اللہ شریف کا صدیوں پرانا لکڑی کا دروازہ

منتخب المناقب (اُردُو ترجمہ)

ملفوظات

حضرت غوثِ زمان، دلیل العرفان، فرد الحقیقۃ، ہادی طریقت، فخر الاولیاء
محبوب بارگاہ خواجہ شاہ محمد سلیمان خان قدس سرہٗ العزیز تونسہ شریف

حسب ارشاد و سرپرستی

پیر طریقت زبدۃ العارفین حضرت خواجہ غلام سلیمان تونسوی مدظلہٗ العالیٰ

تالیف

حضرت خواجہ یار محمد چشتی پاک پٹنی رحمۃ اللہ علیہ پاکپتن شریف

فارسی مسودہ کا کاتب

خدا بخش ذوقیؔ

سعادت خاص، اشاعت وطباعت

ملک محمد رفیق کھرسانواں

اردو ترجمہ

از احقر اللہ بخش رضا ایم اے فارسی
فاضل جامعہ انوار العلوم و فاضل تنظیم المدارس پاکستان
امام وخطیب جامع مسجد دربار عالیہ حضرت محب اللہ المتعال
خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانی قدس سرہ ملتان

نام کتاب: منتخب المناقب (ملفوظات)
ملفوظات: فخر الاولیاء شہباز چشت خواجہ خواجگان
قبلہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
تحریر فارسی: خدا بخش ذوقیؔ تونسہ شریف
اُردو ترجمہ: اللہ بخش رضاؔ ملتان
ترتیب وتزئین: جناب خواجہ محمد عمیل صاحب تونسہ شریف
ملک علی رضا کھر سانواں
تصاویر: صاجزادہ منصور علی مہاروی صاحب
کمپوزنگ: عبدالرؤف نایابؔ ٹی ایم اے کوٹ ادو
پروف ریڈنگ: صاجزادہ محمد عاصم ناصر مہاروی صاحب
سید امیر محمد شاہ بخاری صاحب، مولانا فقیر محمود صاحب
معاونت: ملک محسن رضا کھر سانواں، ملک محمد جمیل کھر سانواں
طالب حسین سلیمانی تونسوی، ماسٹر غلام حسین صاحب
مولوی عبدالرحمان کھوسہ، نور الٰہی انصاری کوٹ ادو
شاکر مہروی سانواں، حفیظ اللہ بلوچ تونسہ شریف
چھاپہ خانہ: جھوک پرنٹرز ملتان

زِ نورِ محمد سلیمان سرفراز است



فخر الاولیاء شہباز چشت حضرت

شاہ محمد سلیمان تونسویؒ

انتساب

قطب زمان محبوب حضرت شہباز چشت فخر الاولیاء

خواجہ خواجگان حضرت شاہ محمد سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شہنشاہ اقلیم غوثیت، غوث العاشقین

سراج الواصلین فخر العارفین سیّدی، مرشدی

حضرت خواجہ حاجی محمد غوث صاحب مہاروی قدس سرّہٗ العزیز

کے نام

فہرست عنوانات

(اردو ترجمہ منتخب المناقب)

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
56	ملک مارواڑ میں قحط کا خونی منظر	:19
56	فائدہ	:20
58	دوسرا واقعہ	:21
60	تیسرا واقعہ	:22
60	فائدہ	:23
61	چوتھا واقعہ	:24
69	فائدہ	:25
71	دوسرا طریقہ	:26
73	سوال................جواب	:27
76	محبوب الٰہیؒ کی محبوبیت کی خوشبو	:28
77	مزار حضرت امیر خسروؒ پر حاضری	:29
78	حضرت شاہ چراغؒ دہلوی کے مزار پُر انوار پر	:30
80	اجمیر شریف روانگی اور خواجہ غریب نوازؒ کی بارگاہ میں حاضری	:31
82	جوگی حضرت خواجہ غریب نوازؒ سے حیات جاودانی پا گیا	:32
86	خضر بیابانی سے ملاقات	:33
87	اجمیر شریف سے واپسی	:34
87	سپاہیانہ لباس میں ملبوس ولی سے ملاقات	:35
91	فائدہ	:36
92	قسم اول	:37
96	ہندوستان سے واپسی اور متعلقہ امور کا ذکر	:38

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار

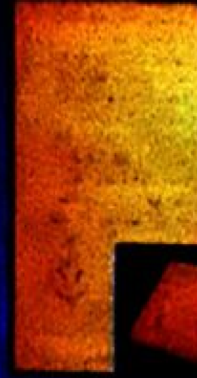
صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
181	فرمایا عالم دین کا ادب دولت مند پر فوقیت رکھتا ہے	:74
183	فائدہ	:75
184	فرمایا قیامت کے دن مال کا حساب اور عبادت کا ثواب ہے	:76
186	فرمایا دولت مبغوض اللہ ہے	:77
186	بادشاہ کو فقیر کی تلاش	:78
188	ایک عابد کا حال	:79
189	آپؒ نے توکل کا مقام بتایا	:80
191	مرشد کامل کی نگاہ	:81
196	امر معروف اور نہی عن المنکر	:82
197	فائدہ	:83
199	زیارت قبور پر حضرتؒ کی تحقیقی گفتگو ور ہنمائی	:84
207	ارواح کی قسمیں اور ان کے مقامات	:85
208	آپؒ کا تین بار دعا مانگنا اور اس کا ثبوت	:86
210	تنگدست کی معاونت وامداد کا اجر	:87
212	آپؒ کی علمی عظمت	:88
214	انتہائی اہم مسائل پر سوالات اور آپؒ کی طرف سے تحقیقی جوابات	:89
228	عشرہ مبشرہ کے علاوہ جنت کی بشارت پانے والے	:90
236	غائبانہ بیعت کا جواز وثبوت	:91
240	خواب میں کسی کامل بزرگ کو دیکھنا	:92
240	ارادت اور مشیت	:93

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
:224	بادشاہوں اور حاکموں کی اصلاح	430
:225	طغیانی کے باوجود دریائے سندھ کا پانی کم رہا	430
:226	فائدہ	437
:227	فائدہ	439
:228	تونسہ شریف میں ربیع الاول شریف میں اچانک لوگوں کا ہجوم	440
:229	فائدہ	443
:230	دوسرا عجیب واقعہ	445
:231	فائدہ	449
:232	تیسرا عجیب واقعہ	449
:233	چوتھا عجیب واقعہ	450
:234	پانچواں عجیب واقعہ	452
:235	چھٹا عجیب واقعہ	452
:236	منقبت و مناجات از کاتب فارسی مسودہ	454
:237	مناجات مقبول	461
:238	تکمیل تاریخ.............دعائے تکمیل	464
:239	کاتب منتخب کی طرف سے استفادہ و مناجات	469
:241	شجرۂ مبارک	
:242	تواریخ اعراس مشائخ عظام سلسلہ چشتیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین	

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات















ر کا احاطہ، تلوار مبارک، مہر مبارک، نقش پا اقدس، مصر کے بادشاہ کو لکھے گئے خط کا نسخہ، عصا مبارک
توپاکی میوزیم ترکی سے حاصل کی گئی تصاویر

بسم اللہ الرحمان الرحیم

کلماتِ خیر

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ﷺ

مجموعہ فارسی زبان میں منتخب المناقب شریف (ملفوظات) کے نام سے جو کہ حضرت خواجہ یار محمدؒ بن تاج محمود صاحب چشتیؒ ساکن پاکپتن شریف کا تحریر کردہ ہے۔ اس کے حاشیہ پر میاں محمد درزی صاحب مرید خلیفہ حضرت فخر الاولیاءؒ کے تحریر کردہ ملفوظات شریف بہ موسوم راحت العاشقین (گلشنِ اسرار) درج ہیں کیونکہ دونوں مجموعہ ہائے ملفوظات فارسی زبان میں تحریر کئے گئے تھے۔ مجھے بذریعہ اسد نظامی صاحب یہ ملفوظات میسر آئے جس کی اصل کاپی فقیر محمود صاحب مدرس مدرسہ محمودیہ کے پاس موجود ہے۔ وقت حاضر کے تقاضوں کو دیکھتے ہوئے محسوس کیا کہ اکثریت کے فارسی سے ناشناس ہونے کے باعث اُردو ترجمہ شائع کروا کے راہ ھدایت کے طلب گاروں تک پہنچایا جائے۔ اس کیلئے اللہ بخش رضا صاحب خطیب جامع مسجد حضرت خواجہ حافظ جمال اللہؒ ملتانی کی خدمات ایک مخلص مرید طالب حسین سلیمانی کے ذریعہ حاصل کیں۔ جنہوں نے عرصہ تین سال میں بااحسن وبخوبی تکمیل کو پہنچایا۔ اس کے بعد سید محمد امیر شاہ بخاری صاحب (سیماڑ شریف) اور غلام حسین صاحب ریٹائرڈ ماسٹر فارسی سے سے ملفوظات ہٰذا کے اُردو ترجمہ کا بغور مطالعہ کروایا۔ مزید اطمینانِ قلبی کی خاطر فقیر محمود صاحب مدرس مدرسہ محمودیہ تونسہ شریف سے اصل ملفوظات فارسی کو سامنے رکھ کر اردو ترجمہ کا مقابلہ کروایا۔

لیکن حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے شاید اپنے ملفوظات کے ترجمہ کی کمل صحیح، کتابت اور تزئین و آرائش کی سعادت اپنے پیرزادوں حضرت خواجہ قبلہ عالمؒ کی اولاد کو ہی بخشنا تھی کہ صاحبزادہ محمد عاصم ناصر مہاروی نے ترجمہ و تصحیح اور کتابت و طباعت کی سعادت کا شرف اور منفرد تزئین و آرائش کیلئے صاحبزادہ منصور علی مہاروی نے دیگر مہاروی صاحبزادگان سے حاصل کردہ تشبیہات و تبرکات کی تصاویر خلوصِ محبت سے فراہم کیں۔ کہ آج سے پہلے ان تبرکات کی تصاویر کہیں اور کبھی بھی شائع نہیں ہوئیں۔ زہے نصیب! بس محبت و عشق اور عقیدت کے ڈھنگ نرالے ہیں۔

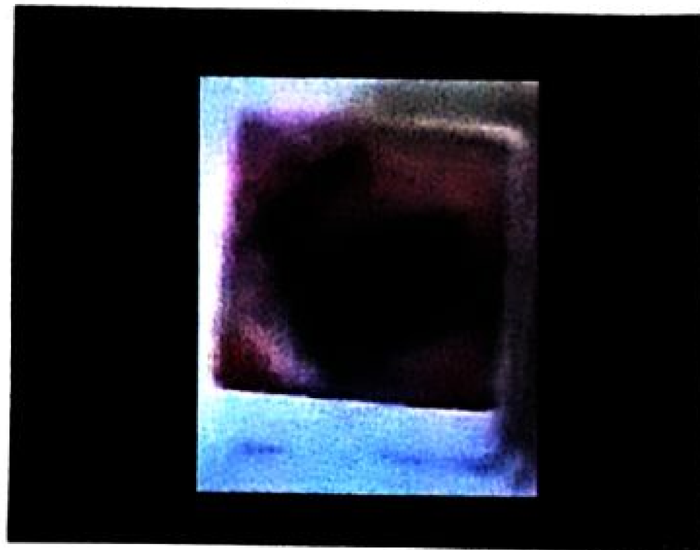
ملفوظات ہذا کی اشاعت و طباعت کی خاطر ملک محمد رفیق کھر صاحب نے خصوصی دلچسپی کا اظہار کیا اور کتاب (منتخب المناقب) کی طباعت و اشاعت اپنے خصوصی تعاون سے مکمل کروائی۔ اللہ تعالیٰ ان کو بزرگانِ چشت کے طفیل اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ کیونکہ ملفوظات شریف میں حضرت فخر الاولیاءؒ کی زندگی کے ہر پہلو کا ذکر موجود ہے جس میں آپؒ کے بچپن، لڑکپن، جوانی اور پیر سالی کے حالات و واقعات درج ہیں۔ لہٰذا پڑھ کر محسوس کیا کہ اس سے ہر طبقہ اور ہر عمر کے انسان استفادہ حاصل کر سکتے ہیں۔ امید ہے کہ آج کے پُرفتن دور میں ملفوظات شریف کی یہ کتاب گم گشتہ راہ لوگوں کیلئے راہ نمائی کا باعث ہوگی اور لوگوں کے منتشر ذہنوں کیلئے یکسوئی و اطمینان قلبی کا باعث ثابت ہوگی نیز روحانیت کے متلاشی احباب کی ترقی کیلئے مشعلِ راہ ثابت ہوگی۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب سے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

خیر رجہ محمد مسلیمان تونسوی

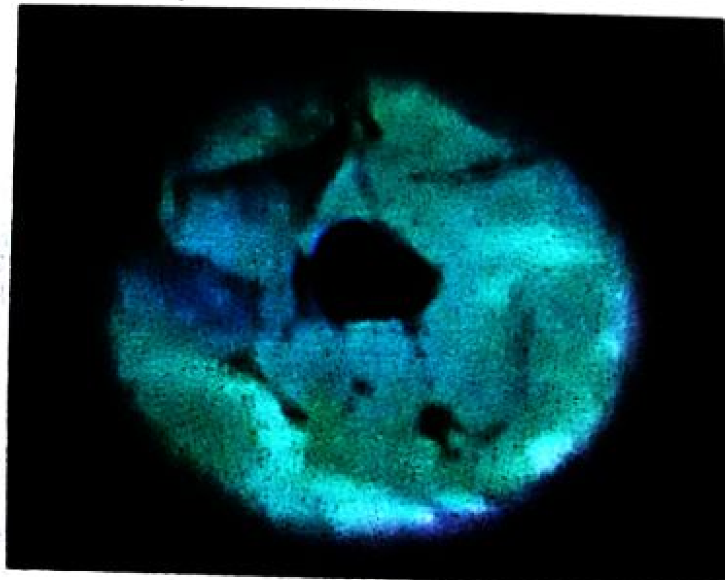
عمامہ شریف حضور اکرم ﷺ



(چھوٹا سا حصہ) غلاف پر نور حضور اکرم سیدنا رسولِ عربی ﷺ



(چھوٹا سا حصہ) نعلین اطہر سرکار دو عالم ﷺ



بات اس کتاب کی!

(تعارف کتابِ ہذا)

توجہاں ہے اُس جگہ، کیا آسماں کی قدر ہے
قدر تیری ہے جہاں، وہاں گفتگو قدر کیا

بات عشق کی ہے اور بات جنوں کی ہے۔ بات ہے قلب کی اور بات ہے واردات قلب کی۔ بات ہے قدیم کی اور بات ہے حادث کی۔ بات فناء کی ہے اور بات بقاء کی ہے۔ بات تصوف کی ہے اور فُقر کی ہے۔ بات شریعت کی ہے اور بات طریقت کی ہے۔ بات ہے جسم کی اور بات ہے روح کی۔ بات ہے سالک کی اور راہِ سلوک کی۔ بات حجاب کی ہے اور بات ہے کشف کی۔ بات استدلال کی ہے اور بات عنایات کی ہے۔ بات نفی اثبات اور پاس انفاس کی ہے۔ مجاہدہ کی بات ہے اور مشاہدہ کی بات ہے۔ بات حق اور حقیقتِ ایمان کی ہے۔ بات خیال اور تصورِ مراد کی ہے۔ بات اقسامِ محبت اور رموزِ محبت کی ہے۔ بات ہے وصل کی اور بات ہے ہجر کی۔ رضا کی بات ہے اور جود وسخا کی بات ہے۔ بات سفر کی ہے اور بات بھوک کی ہے۔ بات ہے محاضرہ کی ہے اور مکاشفہ کی۔ بات ہے قبض وبسط کی، انس وہیبت اور قہر ولطف کی۔ بات معبود اور عابد کی ہے۔ اسم اور صفات کی ہے۔ بات ہے نُور کی اور نُور علیٰ نُور کی۔ بات ہے رُشد کی اور ارشاد کی۔ بات ہے محِب کی اور محبوب کی۔ بات ہے ذکر کی اور مراقبہ کی، معجزہ کی اور کرامت کی۔ بات

کرم کی ہے اور وفا کی ۔ منقبت کی ہے اور مناجات کی۔ بات طالب ومطلوب کی ہے، بات حاضر وغائب کی ہے۔ بات ہے گڑ گوجی اور کوٹ مٹھن کی۔ اور یہ بات وہ بات ہے جو مہار شریف سے چلتی تونسہ پہنچی اور وہاں سے پھیلی تو ہند وسندھ، عرب وعجم اور فرش سے عرش تک جا پہنچی۔

اور یہ بات ہے قطبِ زماں، دلیلُ العرفان، فردِ الحقیقۃ ، ہادیِ طریقت فخرالاولیاء، محبوبِ بارگاہ، شہبازِ چشت المختصر قبلہ عالم خواجہ نورمحمد مہارویؒ کے "روہیلہ " محمد سلیمان تونسویؒ کی جو ولایت کا شاہ ہے۔ اور درج بالا سب باتیں، بات ہیں اس کتاب کی۔ اور یہ کتاب بات ہے خواجہ یارمحمدؒ چشتی پاک پتنی کی۔ اور بات بہت پرانی ہے اور اصل میں بات فارسی میں ہے۔

خدا کا لاکھ شکر ہے کہ بندہ بات ہی بات میں منتخب المناقب کے تعارف کا بارِگراں اُٹھا گیا کہ جسے سہیلِ معارفت، قطبِ محبت، اہلِ تسلیم کے سردار، شیخ باوقار، آگاہِ راز ودانائے رموز، زبانِ وفاومحبت، زینتِ طریقت وولایت، رفیع المرتبہ، قبلۂ من ، پیر ومرشد شاہ سلیمانؒ ثانی حضرت خواجہ غلام سلیمان تونسوی نے عاجز کے ناتواں کندھوں پر ڈال دیا تھا۔ اور اصل بات یہ ہے کہ خود آپ ہی کی توجہ اور عنایت سے غلام کی بات رہ بھی گئی اور بات بن بھی گئی۔ ورنہ

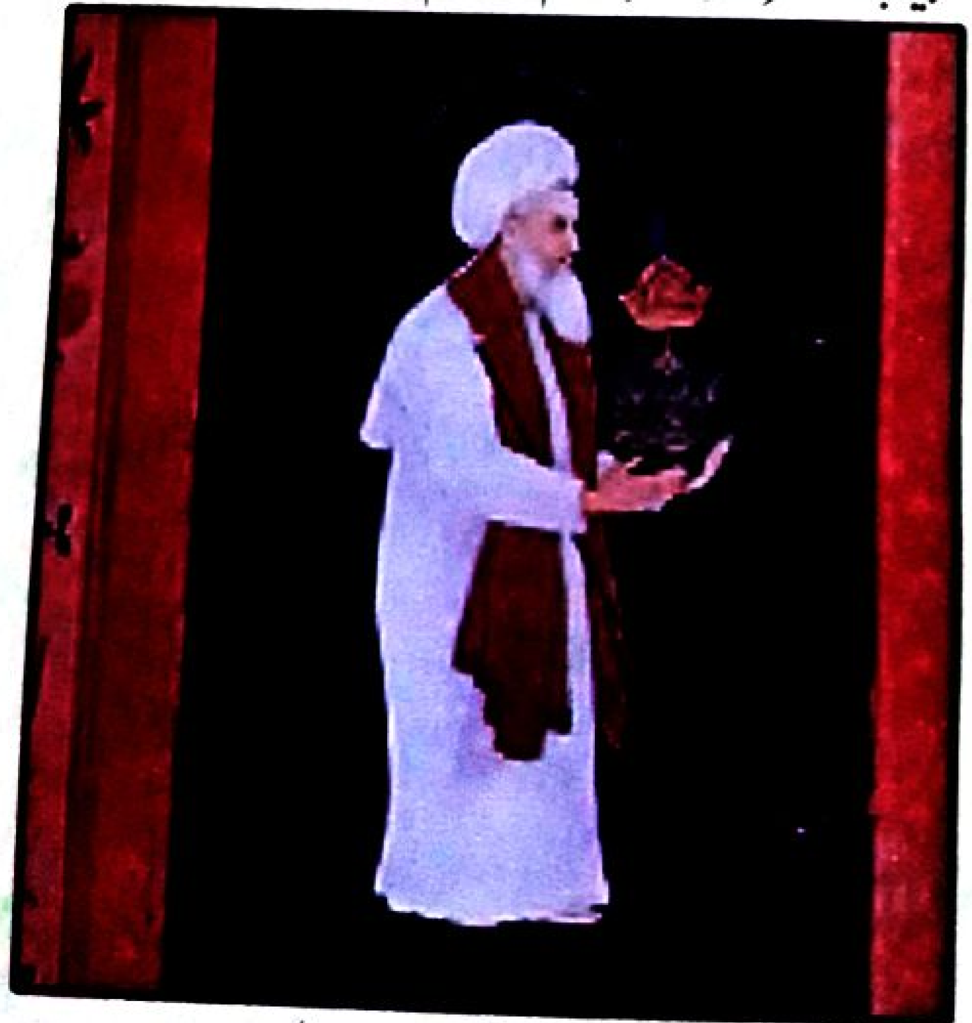
من آنم کہ من دانم

فدائے نقشِ نعلینِ قبلۂ عالمؒ وپیر پٹھانؒ

صاحبزادہ محمد عاصم مہاروی



شبیہ مبارک حضرت علیؓ و حضرت امام حسنؓ و امام حسینؓ (برٹش لائبریری لندن)



شبیہ مبارک حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ (برٹش لائبریری لندن)

آغازِ کتاب

بسم اللہ الرحمان الرحیم

بے انتہا حمد و ثنا خاص ہے اللہ تعالےٰ وحدہٗ لاشریک کے لئے کہ جس نے عالم کون وفساد کو اپنے جمالِ مطلق اور کمالِ برحق کے آئینہ سے نہایت آراستہ کیا، لامتناہی پرستش اور نہ ختم ہونے والی عبادت خاص کر ذات وحدہٗ کیلئے ہے کہ جس نے عقول سلیم کو کثرت موجودات کے ہوتے ہوئے اپنی وحدانیت کی طرف رہنمائی فرمائی اور عارفوں کے قلوبِ آگاہ کو وسعت اور حوصلہ کے انوار کا پرتو بنا کر وحدت کے انوار و تجلیات سے نوازا۔ اور محققین کے قلوب بے اشباہ کو بدرجہ الشراح کر کے اپنی وحدانیت کے متعلق علم عطا فرمایا۔ ایسا علم جو علم الاولین والآخرین سے عبارت ہے انہیں عطا کیا اور اپنی ذات اقدس کو جو ظاہر و آشکار ہونے کے باوجود مستور و پوشیدہ تھی۔ کائنات کے پردہ میں سے منصۂ شہود پر جلوہ گری فرمائی۔

چنانچہ اس مضمون کو کلامِ حدیث میں یوں بیان فرمایا۔

"کُنتُ کَنزاً مَخفِیاً فاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ مَخلَقتُ الْخَلق"

ترجمہ: تھا میں ایک خزانہ مخفی۔ پس چاہا کہ پہچانا جاؤں۔ پس پیدا کیا میں نے مخلوق کو۔

فرما کر: ظاہر فرمایا۔ مولانا جامی قدس سرہٗ نے اسے اپنے الفاظ میں اس طرح بیان کیا۔

زد خندہ کہ من بہ عکس خوبان جہاں

بے پردہ نہاں باشم و در پردہ عیاں

ترجمہ: یعنی وہ ذات مسکرائی کہ میں دنیا کے حسینوں کے عکس سے بے پردہ ہو کر بھی پوشیدہ ہوں اور پردہ میں ہوتے ہوئے بھی آشکار ہوں۔

اور تحفہ درود دنا محدود یعنی بے شمار درود کا تحفہ حضور سیدی ﷺ کی ذات پاک پر نثار ہو۔ کہ آپ کا نور حقیقی باعتبار خلقت وجودِ ذی جود کی تجلی اول ہے۔ بلکہ بمقتضائے فرمان "انا احمد" بلامیم عین وجود اقدس ہے۔ اور اعتبار ذات عنصری تمام صفات اور تمام اسماء صفات احدیہ کا مظہر اتم ہے۔ بلکہ بہ مصداق ارشاد۔ انا سید ولد آدم ولا فخر "یعنی میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور اس میں مجھے فخر نہیں" آپ تمام تعینات کیلئے باعث کمال اور باعث فخر ہیں۔

(1) رازدانی حقائق ہمہ اوست رمز خوانی دقائق ہمہ اوست

(2) اوست محبوب بارگاہ الٰہ کاشف لا الٰہ اِلا اللّٰہ

ترجمہ: (1) وہ تمام حقائق کے رازوں کو جاننے والے ہیں اور تمام باریکیوں کے رموز و اسرار کو سمجھنے والے ہیں۔

(2) آپ بارگاہ الٰہ کے محبوب ہیں اور لا الٰہ اِلا اللّٰہ کے راز کھولنے والے ہیں اور آپ کے آل واصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین پر سلام۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مقرب اور برگزیدہ ہیں۔ اور تمام اولیاء کرام قدس اللہ اسرارہم پر۔ جو کہ تمام عالم اور عالمیان کا نظام ان کے ذوات شرائف کے سلسلہ سے وابستہ ہے۔ دنیا اور دنیا والوں کو جملہ فیوض و برکات ان کے وجود کریم کے واسطے سے عطا ہو رہے ہیں۔ اما بعد

مسکین بے تسکین فقیر الی اللہ الصمد یار محمد ابن تاج محمد غفر اللہ، اللہ تعالیٰ ان

کواوران کے والدین کوحسن عاقبت سے نوازے۔میرے ایک پیر بھائی حافظ احمد یار
صاحب نام،شہر شریف پاکپتن، اللہ تعالےٰ اس شہر کو جمیع حوادث اور فتنوں سے محفوظ و
امون رکھے۔اللہ تعالےٰ ان کی سعی کو مشکور فرمائے کہ ایک جامع کتاب جو کہ مشتمل
ہے مناقب شریفہ حضرت قطب الاقطاب ،غوث الاغواث ، فرد الحقیقہ ، ہادی
طریقتہ، ظہر نور کبریا ٔ،فخر الاولیا ٔ محبوب بارگاہ رحمان ہادینا و مولانا حضرت خواجہ محمد
لیمان صاحب قدس اللہ سرہٗ العالی وعمنا بفیوضہ التوالی کے اوصاف و احوال تحریر
کر کے پیش کیا۔اس کتاب کی ترتیب میں انہوں نے حتی الامکان کوشش کی ہے۔
گرچہ اس بحرِ ذخائر کے اوصاف و مناقب شریفہ میں سے عشر عشیر بلکہ لاکھوں میں سے
یک وصف کے لکھنے کا حق ادا نہ ہو سکا۔لیکن پھر بھی انہوں نے اپنی ہمت اور دسترس
کے مطابق اظہار محبت کیلئے کچھ نہ کچھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے مگر حقیقت

یہ ہے ۔ اشعار

1) اگر ہر موئی من گردد زبانی — زتو رانم بہر یک داستانی
2) کنم عمری دراز این کاروباری نب — نباشد غیر ازیں ہم کاروباری
3) نیارم گوہر وصف تو سفتن — سر موئی ز اوصاف تو گفتن
4) تعالیٰ اللہ چہ حسن و دلربائی است — کہ از اوصاف این عالم جدائی است
5) جمال مطلق است اما نہانی — در آمد در لباس اسم و شانی
6) چہ می گویم نہانی بل عیان است — فیوض ذات او اندر جہان است
7) جہانی خیرہ ماندہ در جمالش — نمی آید باندیشہ ٔ کمالش
8) بجز حیرت نشد حاصل ہمانا — اگرچہ شد مفکر اہل معنٰی

(9) چو مطلق در مقید شد ہویدا	بعنوان سلیمان گشت پیدا

(10) طلسم گنج پنہانی است این اسم	کشادِ راز رحمانی است این اسم

(11) چو شد اسماء حسنیٰ را ظہوری	زہر اسمی بہر یک تافت نوری

(12) جمال اسم اعظم در جمالش	شدہ ظاہر ازان است این کمالش

ترجمہ: (1) اگر میرا ہر ہر بال زبان بن جائے تو ان میں سے ہر زبان سے تیرے اوصاف بیان کروں۔

(2) طویل عمر تک یہی کام کرتا رہوں گا۔ کیونکہ اس کے بغیر کوئی اچھا کام نہیں ہو سکتا۔

(3) تیرے گوہر کے اوصاف کو میں بیان ہی نہیں کر سکتا بلکہ تیرے تو ایک بال کے نوک کی تعریف بھی بیان نہیں کر سکتا۔

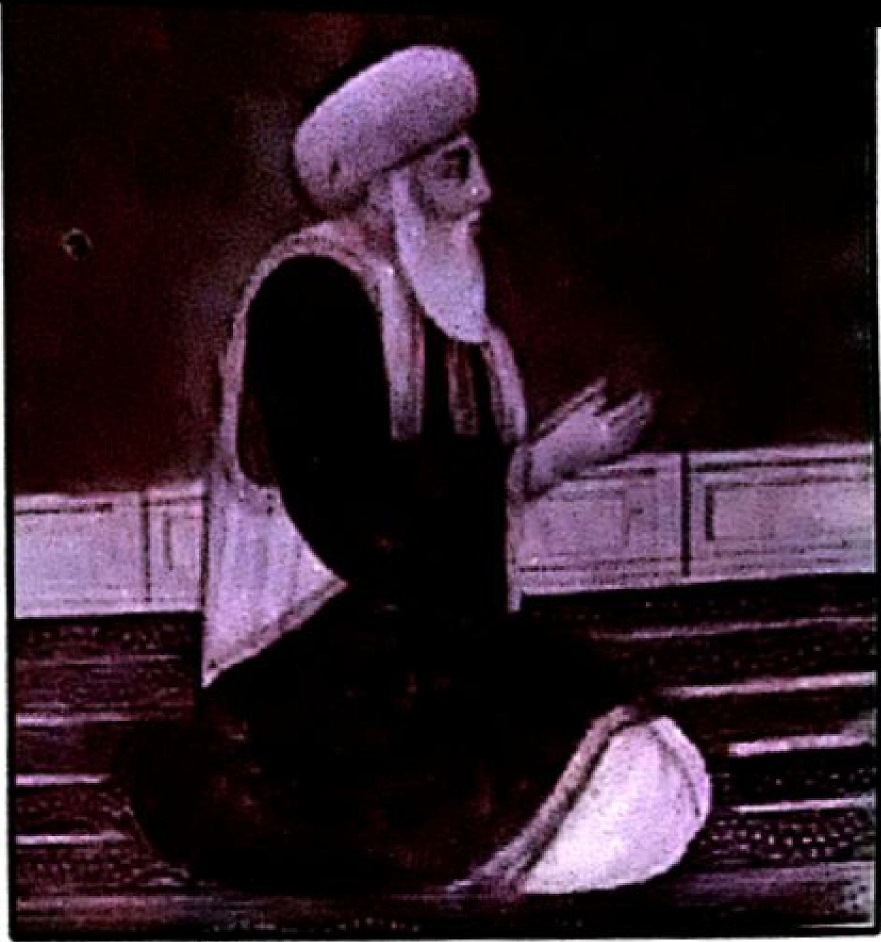
(4) اللہ تعالیٰ کی شان، کہ کس قدر حسن اور جمال ہے یہ عالم بھی آپ کے اوصاف بیان کر رہا ہے۔

(5) جمال مطلق جلوہ فرما ہے مگر پوشیدہ ہے۔ بلکہ اسم اور شان کی لباس میں تشریف لایا ہے۔

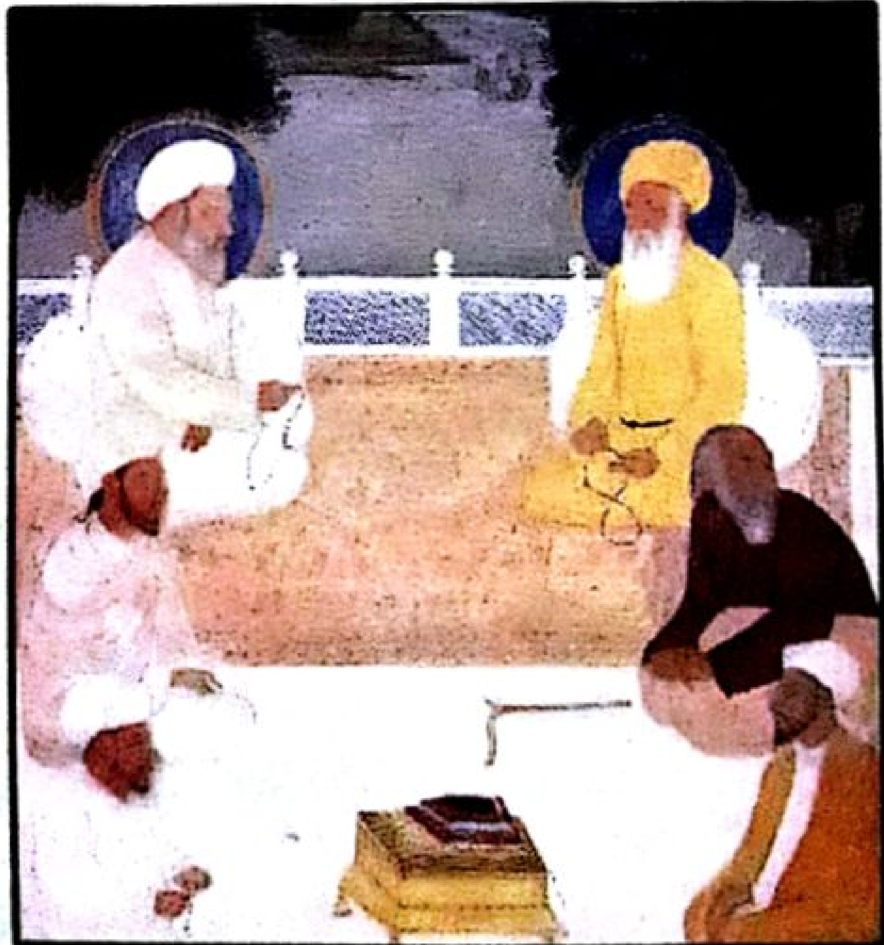
(6) میں کیا کہوں کہ پوشیدہ ہو۔ بلکہ بالکل عیاں ہے۔ کیونکہ اس کی ذات کے فیوض اور برکات دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔

(7) جہاں اس کے حسن کے سامنے شرمندہ رہا۔ اور فکر میں اس کا کمال نہیں آ سکتا۔

(8) ان کو سوائے حیرت کے کچھ حاصل نہ ہوا اگرچہ اہل حقیت سوچ میں پڑے



شبیہ مبارک حضرت ابو بکر صدیقؓ (توپا کی میوزیم ترکی)



شبیہ مبارک حضرت غوث اعظمؒ، بوعلی قلندرؒ، نظام الدین اولیاءؒ، خواجہ غریب نوازؒ، قطب پاکؒ، بابا صاحبؒ (برٹش لائبریری لندن)

رہے۔

(9) جب مطلق، مقید میں ظاہر ہوا اور سلیمان کے عنوان سے آشکار ہوا۔

(10) یہ نام مخفی خزانے کا طلسم ہے اور یہ اسم گرامی رحمانی راز کو کھولنے والا ہے۔

(11) جب اسمائے حسنیٰ کا ظہور ہوا تو ہر ایک اسم پاک سے نور چمکنے لگا۔

(12) اس کے حسن میں اسم اعظم کا جمال ہے اور اس لئے ان سے یہ کمالات ظاہر ہوئے۔

پس یہ کتاب مناقب کی ایک ایسی کتاب ہے۔ جو دلکش اور ایمان افروز ہے۔ جب اس کتاب کو پہلے سجادہ نشین، مساکین کے ملجا و ماویٰ، مساکین کے ہادی طالبین کے رہنما، خاندان ولایت نقادہ کا خلاصہ، دودمان عنایت کرامتہ، فیض روش حضرت خواجہ اللہ بخش رحمۃ اللہ المستر شدین، بطول بقائهِ و انعامهِ بشرف بقائهِ نے ملاحظہ فرمایا تو اس مسکین بے تسکین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر چہ میں نے اس کتاب کو اول سے آخر تک مطالعہ کیا۔ اور اسے طالبان راہِ حق اور راسخ الاعتقاد مریدوں کیلئے فرحت بخش اور مفید خیال کرتا ہوں اور سمجھتا ہوں۔ لیکن اس میں حضرت فخر الاولیاء سرہٗ العزیز کے ملفوظات میں سے جو کچھ لکھا گیا ہے۔ اگر مؤلف موصوف نے خود اپنے کانوں سے سن کر لکھا ہے تو ہر ایک بے بہا موتی ہے۔ بلکہ حیات ابدی کیلئے قیمتی سرمایہ ہے۔ اگر ان کے صحیح خلاصہ کا انتخاب کیا جائے تو اس سے طالبان راہِ حق کو عظیم فائدہ پہنچے گا۔ کیونکہ اس زمانے کے سالکین کی ہمتیں ضعیف ہو چکی ہیں اور قویٰ کمزور۔ اس لئے طویل عبارت سے طبیعت میں ملول اور اکتاہٹ ہوگی۔ ہاں اگر کسی کو بلند ہمت اور ارجمند ارادہ عطا ہو گا تو وہ اس کتاب شریف کا مطالعہ کر کے کامل

فائدہ حاصل کر سکے گا۔ بندہ اس کتاب کو کامل اور تمام خلاصوں اور مواد کے ساتھ ایک علیحدہ بیاض میں تحریر کرتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ پس ارشاد واجب الانقیاد کی تعمیل کرتا ہوا ان کے انتخاب کا مرحلہ شروع کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت و کرم سے امید ہے کہ وہ ذات کریم اسے احسن اور بہتر طریقے پر اتمام فرمائے گا۔ "بالمن والجود"

حضرت کا اسمِ گرامی

پس یہ جان لیں کہ اس منتخب المناقب میں فخر الاولیاءؒ سے مراد ذات کریم، صفات مظہر نور کبریا، محبوب بارگاہ رحمان حضرت خواجہ محمد سلیمان خان قدس سرہٗ ہیں۔

(1) زنور فخر چوں خلعت بہ پوشید ملقب ہم بہ فخر الاولیاء شد

(2) جہانی بر در او خاک بوسید بہ عالم فاش ختم الاولیاء شد

ترجمہ: (1) فخر کے نور سے جب انہوں نے خلعت زیب تن کی تو فخر الاولیاء کے لقب سے مشہور ہوئے (مولانا محبّ النبی فخر الدینؒ نے بلندیوں تک پہنچایا)

(2) دنیا نے ان کے در کی خاک بوسی کی اور عالم میں اولیاء کرام کیلئے نگینہ بن گئے۔ اور یہ بھی جان لیں کہ مقصود حقیقی اس منتخب ذکر میں اس فخر الاولیاء کے ملفوظات شریفہ ہیں۔ خاص طور پر مناقب شریفہ کے مؤلف نے اپنے کانوں سے سُن کر تحریر کیا مگر بعض ایسے ملحقات و واقعات کو جو انتہائی اہم اور ضروری معلوم ہوئے۔ تو ان کو بھی اس کتاب شریفہ میں لکھ دیا ہے۔ یا ایسے دوسرے واقعات جو روایات صحیح سے معلوم ہوئے یا خود اس کاتب منتخب نے حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی زبان دُرفشان سے سماعت کیے تو انہیں اسی انداز میں مگر قدرے اختصار سے درج کیا گیا ہے۔ انشاء اللہ

تعالیٰ ہوالمسئول بالتوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق۔

تنبیہ

جان لیں کہ آغاز سے قبل ملفوظات شریفہ کے مقاصد کے ذکر میں آیا ہے وہ نقل کیے جاتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ کہ مؤلف موصوف کہتا ہے کہ میاں یار محمد سوکڑی جو حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے پرانے مخلص اور ہم صحبتوں میں سے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت فخر الاولیاء نے حضرت قبلہ عالمؒ کے وصال کے بعد چند سال کوہ درگ میں جو کہ فخر الاولیاء کی جائے ولادت اور آبائے کرام کی جائے سکونت ہے اور وہاں ان کی ملکیتی زمینیں ہیں۔ تو اول ایام میں آپ وہیں رہتے تھے۔ بندہ یعنی یار محمد مذکور جو کہ فخر الاولیاء کے قدیمی دامن گیروں میں سے تھا۔ قدم بوسی اور شرف زیارت کیلئے وہاں حاضر ہوا۔ اور چند دن وہاں قیام کیا۔ اسی وجہ سے میں وہاں کے حال سے واقف ہو چکا تھا۔ نیز گھر کے بعض کاموں کیلئے بندہ کو حکم فرمایا کرتے تھے۔ لنگر شریف (ڈیوڑھی) کے کام ان دنوں آپ کی والدہ ماجدہ اپنے ہاتھ سے فرمایا کرتی تھیں۔ بندہ لنگر شریف سے بعض فقرأ، غربأ اور مہمانوں کیلئے کھانا لایا کرتا تھا۔ گھر کے کاموں میں نسوار لانا اور دیگر امور بھی سرانجام دیتا تھا۔ ایک دن جب میں ڈیوڑھی شریف پر گیا اتفاق سے مائی صاحبہ نے کوئی چیز پڑھی اور دعا طلب کی۔ بندہ کو جب انہوں نے دیکھا تو فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس فرزند ارجمند کا لنگر زیادہ سے زیادہ ہوتا جائیگا۔ بندہ نے عرض کی کہ اے مائی صاحبہ! کیا آپ آج اس کیلئے دعا فرما رہی ہیں؟ مائی صاحبہ نے جواب دیا کہ ہمیں تو ان کی ترقی دارین اور لنگر وغیرہ کے متعلق ان

کی ولادت سے پہلے ہی بشارت ملی تھی۔ بندہ نے عرض کی وہ کیسے؟ فرمایا کہ اس مدت کے دوران جب کہ یہ آفتاب جہانتاب ابھی برج حمل میں شرف اندوز تھے۔ تو اس ضمن میں دو امور کی بشارت ظہور پذیر ہوئی ایک حالت بیداری میں اور دوسری حالت خواب میں۔

بشارت بیداری میں

بیداری میں جو بشارت تھی وہ یہ ہے کہ ایک دن ایک سن رسیدہ درویش جو کہ اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا اور نہ ہی سنا تھا۔ وہ سرخرو اور سعید مو بکھرے ہوئے بال، قلندرانہ لباس میں ملبوس ہمارے دروازہ پر آیا اور صدا دی۔ کہ اے اس گھر کے مالک! ذرا باہر آ جاؤ اس فرزندار جمند کے والد شریف نے وہ آواز سنی۔ تو اندر سے دروازے پر آئے۔ دیکھا کہ ایک فقیر گدا تدبیر کھڑا ہے۔ جب دونوں ایک دوسرے کے سامنے ہوئے۔ اس فقیر نے پہلے تو السلام علیکم کہا۔ پھر پوچھا کہ میاں صاحبؒ! کیا اس گھر کے مالک تم ہی ہو۔ انہوں نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ یا حضرت! اول تو ہر گھر اور ہر شخص کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور بندہ کو بھی کہتے ہیں۔ فقیر نے کہا کہ تمہارے گھر میں امیدواری ہے۔ عنقریب اولادِ نرینہ پیدا ہوگی اور وہ سرمدی مراتب، کثیر البرکت طویل العمر، قطب الاولیاء، غوث العرفاؑ اور صاحب لنگر ہوگا بلکہ اب بھی اس کی برکت سے تمہارے گھر میں تاثیر خیر و برکت موجود ہے۔ جب کہ تمام عالم اور عالمیان کو اس کے ظاہری اور باطنی فیض سے بہرہ یاب ہونا ہے۔ بلکہ قیامت تک اس کا فیض جاری رہے گا۔ دو چیزیں ماحضر کے طور پر لے آؤ تاکہ مین



آبائی گھر حضرت شاہ محمد سلیمان تونسویؒ (گڑگوجی شریف بلوچستان)



مزار مبارک والدہ شریف حضرت فخر الاولیاءؒ (گڑگوجی شریف)



وہ جگہ جہاں شاہ محمد سلیمانؒ کی والدہ چشمے سے پانی لینے جاتیں اور نماز پڑھتی تھیں

بھی اس سے اپنا حصہ لیتا جاؤں، ہوسکتا ہے کہ اس کے پیدا ہونے کے وقت میں دنیا میں نہ رہوں۔ والد شریف نے اگر چہ اس فرزند مبارک کی ولادت کی بات سن کر ذہن میں سی اَن سی کی مگر اپنی پرانی روایت و عادت کے مطابق جو وہ فقرا اور درویشوں کی خدمت کرتے رہتے تھے گھر کے اندر لوٹے۔ کھانے کیلئے چیزیں تیار کرا کے درویش کے سامنے لاکر رکھ دیں۔ درویش نے اس سے صرف ایک دو لقمے تناول فرما کر کہا کہ یہ باقی کھانا تم اور گھر کے افراد کھالیں اور ساتھ ہی فرمایا کہ نومولود فرزند کو محبّ و محبوب خداجان کر اس کی پاکیزہ پرورش و تربیت کی طرف کامل توجہ دینی ہوگی اور پھر خود ہی السلام علیکم کہہ کر ایک طرف کو روانہ ہو گئے۔ دو تین قدم اٹھانے کے بعد ایسے اوجھل ہو گئے کہ اس کے بعد پھر کبھی کسی نے انہیں وہاں نہ دیکھا۔

خواب میں بشارت

جو کچھ خواب میں دیکھا گیا تھا وہ یہ ہے کہ اس فرزند ارجمند کی ولادت کے قریبی ایام میں، میں نے خواب میں دیکھا کہ آفتاب جہانتاب آسمان کی بلندیوں سے نزول کر کے میری گود میں اتر آیا۔ اتر کر ٹھہر گیا تمام گھر کے کیا اندر اور کیا باہر ہر طرف اجالا ہی اجالا ہو گیا۔ بلکہ یوں نظر آیا کہ جہان اس کی روشنی سے منور ہوا۔ اور پھر یوں نظر آرہا تھا کہ ہزارہا خلقت میرے پاس آکر مجھے مبارکبادیں دے رہی ہے اور مجھے کہہ رہے ہیں کہ اس آفتاب کی عجب ضیاء اور روشنی ہے باوجود اس کے کہ گھر کے اندر تمہاری گود میں قرار گرفتہ ہے مگر تمام عالم کو روشنی بخش رہا ہے اور اس کی رنگ برنگی تجلیات دلوں اور جانوں کو چمکا رہی ہیں۔ جب میں اس خواب سے

بیدار ہوئی تو ایسی حالت ظاہر ہوئی کہ میں اس صورتحال سے حیران و متفکر رہ گئی اور اس کی تعبیر سے مطلع نہ ہوئی۔ مگر میں نے اس کا اظہار کسی کے سامنے نہ کیا لیکن منتظر رہی۔ آخر ایک دن اس کریم ازلی کے کرم سے یہ فرزند ارجمند متولد ہوا۔ اس صباحت وملاحت اور نورانی چشمان کے ساتھ نور وفور سے ظہور فرمایا کہ خوشی و فرحت کے ابواب کھل گئے بلکہ اس سے بھی زیادہ کھل گئے جتنا کہ بیان کیا جائے اس اثناء میں تمام عزیز واقارب بلکہ اس علاقہ کے رہنے والے ہمارے گھر آنے لگے اور اس فرزند ارجمند کے نورانی چہرہ اور حسن جمال کو دیکھ کر تعجب کرنے لگے اور مبارک باد دینے لگے تب میں سمجھ گئی کہ وہ آفتاب جہاں تاب کہ جس کے بارے میں دیکھا تھا کہ آسمان سے اتر کر میرے دامن میں قرار گرفتہ ہو گیا یہی فرزند ہے۔ پس میں ایزدمنان کا شکر بجالائی۔ گھر کے ہر فرد خصوصاً اس کے والد بزرگوارؒ کے سامنے اپنے اس خواب کا اظہار کیا۔ ذکر لطائف کی ضمن میں وہ بشارت جو مناقب حنیفہ کے مؤلف نے بیان کئے اگر وہ تمام بشارتیں جو اس فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے حق میں وارد ہوئیں انہیں جمع کر کے تحریر کیا جائے تو ان سے ایک الگ کتاب مرتب ہو جائے۔ لیکن اس سلسلہ میں دو اور واقعات جو اس مسکین بے تسکین مصنف نے اپنے کانوں سے اس فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی زبان حقائق بیان سے سنے۔ دیگر یہ کہ بندہ نے اپنے والد بزرگوار سے۔ جو کہ انہوں نے بھی اس کان حقائق سے سن کر یاد رکھے ہوئے تھے۔ یہ حدِ تواتر تک بھی پہنچے ہوئے ہیں اور ہر آدمی اس بارے میں رطب اللسان ہے اس لئے اس موقع پر مناسب سمجھ کر ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ بھی منتخب ملفوظ شریفہ کے مقاصد کے مطابق ہے اور یہ سابقہ بشارات کے ساتھ مناسبت بھی رکھتا ہے۔

حکایت اول

یہ کہ ایک دن بندہ قدم بوسی کا شرف حاصل کرنے محفل شریف میں حاضر ہوا۔اس وقت زمین درگ کے مردم خیز ہونے کے بارے میں جسے فخرالاولیاءقدس سرہ' کی جائے ولادت ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔تو اس پر بات چیت چل پڑی۔آپ نے فرمایا کہ اس کوہستانی خطے میں بہت سے صاحب نسبت اور اہل صفالوگ پیدا ہوئے۔کہ جن کے حالات کے بارے میں کسی کو بھی علم نہیں۔اور علم ظاہری سے متعلق بھی کوئی بات واضح نہیں ہوتی۔فرمایا میری بچپن کی زندگی کے زمانے میں جب کہ ہم وہاں رہتے تھے وہاں ایک آدمی میرا سر حلق (مونڈنا) کرتا تھا۔وہ ظاہری علم بھی نہیں پڑھا ہوا تھا البتہ قرآن شریف کے صرف پانچ پارے پڑھا ہوا تھا۔ جس وقت وہ میرا سر حلق کرنے آتا تو میں اسے پتھر مارتا، اور اپنے قریب نہ آنے دیتا۔اور وہ کوئی کھانے کی چیز مجھے دیتا اور دلاسا دیتا اور اس سلسلے میں بڑی سعی وجہد کرتا اور وہ جو بھی حیلہ کرسکتا تھا کرتا،تاکہ کسی طریقے سے میرے سر کے بال مونڈ لے۔پہاڑ میں ویسے بھی کوئی حجام مقرر نہیں ہوتے تھے۔پس وہاں کے لوگوں نے جب اسے اس قدر سعی وکوشش کرتے دیکھا تو ملامت کے طور پر طعنہ دیتے ہوئے لوگ اسے کہنے لگے کہ میاں! تجھے کیا ضرورت ہے ذکریاؒ کے بیٹے کے سر مونڈنے کی باوجود اسکے کہ وہ تجھے پتھر مارتا ہے اور اپنے قریب تک نہیں آنے دیتا۔اور تو اُس کا سر مونڈنے کیلئے اس قدر کوشش کرتا ہے اس کے علاوہ تو اسے اپنی طرف سے کوئی کھانے کی چیز بھی دیتا ہے۔اس شخص نے ان لوگوں کے جواب میں صرف اس قدر

اظہار کیا اور کہا کہ میں اس بچے سے اگر چہ اور کوئی حاجت نہیں رکھتا لیکن صرف یہ حاجت رکھتا ہوں کہ وہ میرا جنازہ پڑھائے۔ اور یہ بھی ہے کہ میرے جنازہ کی امامت بھی کریں گے۔ پس کافی مدت کے بعد میں ایک مرتبہ ملک سندھ سے اپنے وطن پہاڑ کی طرف جا رہا تھا۔ ایک مرد باران خان جعفر میرے ہمراہ تھے۔ ہم ایک مقام پر پہنچے ہی تھے کہ ایک طرف سے لوگوں کی آواز ہمیں سنائی دی۔ باران خان مذکور نے کہا کہ آپ یہاں ٹھہر جائیں تاکہ میں آگے جا کر دیکھ لوں کہ یہ آواز کن لوگوں کی ہے۔ مبادا وہ بلوچ ہوں اور وہ کہیں ہمارے کپڑے نہ چھین لیں۔ پس میں ایک چٹان کی اوٹ میں بیٹھ گیا۔ باران خان نے آگے جا کر دیکھا اور واپس آ کر کہا کہ آپ آ جائیں یہ لوگ جعفر ہیں اور خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔ جب ہم آگے گئے اور دیکھا کہ وہ ایک میت کو غسل اور کفن دیئے ہوئے بیٹھے ہیں جنازہ کی امامت کرنے کیلئے کوئی موجود نہ تھا اس لئے حیران و پریشان کھڑے ہیں ہم نے پوچھا کہ یہ میت کس شخص کی ہے۔ انہوں نے اسی شخص کا نام لیا جو میری حجامت کیا کرتا تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ میری نمازِ جنازہ کا امام بھی لڑکا ہوگا۔ پس میں نے اس کی نماز جنازہ کی امامت کی اور اسے دفن کیا۔

حکایت دوم

یہ کہ تونسہ شریف میں ایک شخص محمد نامی المعروف مڈر بیروالہ قوم جعفر سے تعلق رکھتا تھا۔ کبھی کبھی وہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ کی خدمت میں دعا کرانے کیلئے حاضر ہوتا تھا۔ اور مصنف کا بھی اس سے اٹھنا بیٹھنا رہتا تھا۔ اسے

حضرت فخرالاولیاء کا استاد زادہ بھی کہتے تھے ان کے والد بزرگوار کہ جن کو حاجی صاحب کہتے تھے وہ حضرت فخرالاولیاء کے استاد تھے۔اور یہ بات بہت مشہور اور حدِ تواتر تک پہنچی ہوئی ہے۔اور روایات کثیرہ میں آیا ہے۔لیکن بندہ کاتب منتخب نے اپنے والد بزرگوار سے جو کچھ حضرت فخرالاولیاء قدس سرہٗ کی زبان حقائق بیان سے خود سنا ہے وہ ذیل میں تحریر کیا جاتا ہے۔جو کہ تمام روایات کا خلاصہ اس میں درج ہے۔وہ یہ ہے۔حضرتؒ فرماتے ہیں" کہ چھوٹی عمر میں جب میں پند نامہ شیخ عطار رحمتہ اللہ علیہ حاجی صاحب کی خدمت میں پڑھتا تھا۔اور میرا گزر بسر حاجی صاحب کے اہل وعیال کے ساتھ ہوتا تھا۔جو کچھ وہ کھاتے تھے مجھے بھی وہ اپنے عیال میں سے سمجھ کر شریک طعام کرتے تھے۔اور پڑھنے سے فراغت کے بعد ایک آسان کام جو میرے حال کے لائق تھا میرے ذمہ لگاتے تھے۔چنانچہ ان کی بکریاں وغیرہ چرانا میرے ذمہ ہوتا تھا۔حاجی صاحب خود انتہائی بوڑھے اور معمر تھے۔ان کی اہلیہ جواں سال تند خو، جھگڑالو اور تیز مزاج تھی۔وہ خواہ مخواہ مجھ سے جھگڑتی اور مجادلہ آمیز باتیں کہتی رہتی تھی۔اور میں بھی اسے ترکی بہ ترکی جواب دیتا اور جھگڑتا تھا اتفاقاً ایک دن دلب (دلیہ) پر جھگڑنے لگی۔میں نے ایک پتھر اٹھا کر اس تند خو کی طرف پھینک مارا اچانک وہ دلب کے دیگ پر جالگا۔دیگ ٹوٹ گئی اور دلب (دلیہ) بہہ گیا۔پس میں اس تند خو کے خوف سے بھاگ کر ایک درخت کے قریب پتھر کے اوٹ میں تن تنہا پریشانی کے ساتھ بیٹھ گیا۔حاجی صاحب ہمارے جھگڑے کے وقت گھر میں موجود نہ تھے۔جب وہ گھر آئے اور ہمارے مابین جھگڑے اور میرے بھاگ جانے کا معلوم ہوا تو میری تلاش میں چل پڑے۔جب وہاں پہنچے جہاں میں پریشانی کی حالت میں

بیٹھا ہوا تھا تو بہت ہی شفقت اور مرحمت کرتے ہوئے فرمایا کہ تم کوہستان سے مشرق

کی طرف چلے جاؤ گے۔ کیونکہ تمہارے علم کا نصیبہ اس ملک میں ہے۔ تم بہت ہی خوش

قسمت ہو کیونکہ اس ملک میں تمہیں بہت علم بھی حاصل ہوگا اور ولایت کاملہ بھی عطا

ہوگی۔ تمام لوگ چاہے حاکم ہوں یا بزرگ سب تمہارے حکم کے تابع ہوں گے۔ اس

پر حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ انہوں نے میرے مستقبل کے حالات اس

قدر تفصیل سے بیان فرمائے کہ اس سے بڑھ کر شاید ہی کسی نے بتائے ہوں۔ چنانچہ

انہوں نے جو کچھ بیان کیا آج تک وہ نوبت بہ نوبت اور باری باری مجھ پر ظاہر ہوتے

گئے اور حاجی صاحبؒ نے یہ بھی فرمایا کہ میں ایک وصیت تمہیں اپنے فرزند کے بارے

میں کرتا ہوں۔ تمہیں اسے بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ حاجت کے وقت اس کی حاجت روائی

کرنی ہوگی۔ جب میں فوت ہو جاؤں گا تو میری یہ بیوی دوسرے شوہر سے نکاح

کرے گی۔ میری اولاد اور مال کو ضائع و برباد کرے گی۔ اور جس وقت حق جل شانہٗ

کی رحمت تیری دستگیری کرے۔ تیری بات ہر شخص کے ہاں قبول ہوگی حکام اور بزرگ

تمہارے آستانے پر آکر سر جھکائیں گے۔ تو اس وقت میرے اس بیٹے کو نہ بھولئے گا

بلکہ اسے بھی یاد رکھئے گا۔ اس کے حال پر نظر کرم رکھیں اور اس کا جو مال ضائع ہو چکا

ہوگا۔ وہ اس کے حیطۂ تصرف میں لانے کی طرف کوشش فرمایئے گا۔ اس کے علاوہ یہ

کہ اسے اپنے دامن سے وابستہ رکھنا۔ حق یہ ہے کہ اس فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے

انصرام وفا کے ساتھ ان کی وصیت پر عمل کرنے اور اسے پوری کرنے کی بھرپور کوشش

فرمائی۔ کہ حاجی صاحب کا وہ فرزند ڈربیر والہ حاضر خدمت رہا خوش حال اور آرام و

سکون کے ساتھ حضرتؒ کے آستان فیض نشان میں شکر گزاری کے ساتھ رہا۔ یہاں

تک کہ جب اس کا وقت اخیر آیا تو آپ خود اس کے سرہانے تشریف لے گئے اور
اسے تلقین سے سرفراز فرمایا۔اور کلام ہدایت فرجام کے آخر میں یوں ارشاد فرمایا کہ
تمہارے والد بزرگوار کی آخری وصیت یہی تھی۔الحمد اللہ! کہ میں نے ان کی آخری
وصیت بھی پوری کردی۔پس اسے فی امان اللہ فرما کر رخصت کیا ابھی آپ ان کے گھر
کے دروازے پر تھے کہ وہ جان بحق ہو گئے۔

نظم

(1) خوشا عاشق کہ یار اورا نوازد بوقت نزع اورا سرفرازد

(2) رخش بنماید و دل شاد سازد زغم ناکیٔ مرگ آزاد سازد

ترجمہ:(1) وہ عاشق کتنا خوش نصیب ہے کہ محبوب اسے نوازتا ہے اور موت
کے وقت اسے سرفراز کرتا ہے۔یعنی حالت نزع میں دستگیری کرتا ہے۔

(2) اسے اپنا چہرہ دکھاتا ہے اور اس کا دل خوش کرتا ہے اور موت کے غم سے اسے
آزاد کرتا ہے۔

چنانچہ ایک اور بزرگ نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

درظلمتِ فراق اگر جاں دہم چہ غم

غم نیست گر زماہ رخت پرتوی کند

ترجمہ: اگر جدائی کے اندھیرے میں جان دیدوں تو کیا غم ہے۔لہٰذا غم نہیں کہ اگر وہ
چاند جیسے چہرے والا محبوب پرتو ڈال دے۔

اس فخر الاولیاء کی ایسی بشارتیں اور ایسے واقعات لاتعداد، بے حساب اور مشہور ہیں مگر
اختصار کیلئے ان پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

نظم

(1) ہر کرا نورِ ازل شد یارِ او — می شناسد اہلِ دل انوارِ او

(2) می شناسد مر ورا شجر و حجر — مرغ و ماہی می شناسد بحر و بر

(3) گرچہ در غیب است او را بنگرند — در شہادت سِرِّ او را لؤ برند

(4) لیکن این بُو را دماغ دیگر است — بوئے ایشاں ہم ز باغ دیگر است

(5) دیدن ایشاں بچشم دیگر است — نی بدین چشمی کہ در رُو و سر است

(6) حسِ تن را طاقتِ این بوئے نیست — چشمِ تن را ہم نظر ایں سوئے نیست

(7) یار زندہ دل شناسد یار را — فرق داند یار را و مار را

(8) سرِ پنہاں نیست پنہاں می کنند — از تجاہل پردہ بر رو می تنند

(9) گر ترا بخت و سعادت یاور است — ہم ترا بہرہ ز فضلِ داور است

(10) خاکِ راہِ شاں شوی از جاں و دل — ہر چہ غیرِ شاں شوی زاں دل گسل

(11) زیرِ پائے خاصِ حق شو خاکِ تو — تا شوی از ہر تدنس پاکِ تو

(12) پاکئ تن باشدت ز آبِ روان — پاکئ جان و دلت زاں سروران

ترجمہ:(1) ہر وہ بندہ کہ نورِ ازل جس کا یار ہو جائے تو اہلِ دل اسے اس کے انوار سے سمجھتے ہیں۔

(2) اس کو درخت اور پتھر بھی جانتے ہیں، پرندے، مچھلی اور بحر و بر اسے پہچان لیتے ہیں۔

(3) اگرچہ وہ پوشیدہ ہے لیکن اسے دیکھ لیتے ہیں اور شہادت میں اس کے راز کی

بُو پالیتے ہیں۔

(4) لیکن اس خوشبو کو سونگھنے والا دماغ اور ہے کیونکہ ان کی خوشبو کا تعلق اور باغ سے ہے۔

(5) ان کا دیکھنا اور آنکھوں یعنی چشم باطن سے ہے۔ نہ کہ اس منہ اور اس سر کی آنکھوں سے ان کو دیکھا جا سکتا ہے۔

(6) جسم کے حواس کو یہ خوشبو سونگھنے کی طاقت نہیں ہے۔ کیونکہ جسم کی آنکھوں کی نظر اس طرف نہیں ہے۔

(7) زندہ دِل یار کو پہچانتا ہے اور محبوب کو جانتا پہچانتا ہے۔ وہ یار اور " مار " کا فرق جانتا ہے۔

(8) یہ ایک پوشیدہ بھید ہے اسے پوشیدہ کرتے ہیں تجاہل سے وہ منہ پر پردہ تان لیتے ہیں۔

(9) اگر تیری خوش قسمتی تیرا یاور ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی مہربانی تیرے ساتھ ہے۔

(10) تو جان و دل سے ان کی راہوں کی خاک ہو جا جو کچھ ان کا غیر ہے ان سے کٹ جا دور ہو جا۔

(11) تو خاصان حق کے پاؤں کی مٹی بن جاتا کہ تو ہر میل کچیل یعنی گناہ سے پاک ہو جائے۔

(12) جسم کی پاکی جاری پانی سے تجھے حاصل ہو سکتی ہے مگر روح اور دل کی پاکی تجھے ان محبوبانِ خدا (کی صحبت) سے حاصل ہو سکتی ہے۔

اس فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے ملفوظات شریفہ کا ذکر مطابق ترتیب کتاب

مناقب شریفہ مؤلفہ میاں یار محمد رحمۃ اللہ علیہ جان لیں کہ مقصود منتخب ذکر ملفوظات شریفہ مرقومہ صاحب کتاب مناقب شریفہ ہی سے ہے۔ پس صاحب کتاب موصوف لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ اتفاق خوش یثاق ایسا ہوا کہ بندہ یعنی مؤلف کتاب موصوف حضور لامع النور، پیر ہدایت تفسیر فخر الاولیاء قدس سرہ العزیز کی شرف زیارت اور قدم بوسی کیلئے تونسہ شریف حاضر ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس خطہ کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ اور ان دنوں حضرت صاحبزادہ والا تبار، سجادہ نشین حضرت قبلہ عالم قدس سرہ جناب میاں نور احمد صاحب" فرزندِ ثانی حضرت قبلہ عالمؒ کو عرس کی تقریب میں نواب محمد صادق خان کی طرف سے روکنے اور جلاوطن کرنے کیلئے نواب مذکور نے بذریعہ مولوی عبدالرحمٰن بہڈیرا کو پیغام دے کر بھیجا تھا۔ جس سے فخر الاولیاءؒ کو شدید پریشانی لاحق ہوئی۔ تو صاحبزادہ نور احمد مہاروی صاحب" موصوف فخر الاولیاءؒ کی خدمت میں تونسہ شریف میں تشریف لائے۔ تو انہیں تقریباً ایک ماہ یہاں قیام کرنے کا اتفاق ہوا ۔ روزانہ دو مرتبہ جناب فخر الاولیاء اور صاحبزادہ صاحب رضی اللہ عنہا کو باہم مل بیٹھنے اور گفتگو کرنے کا موقع میسر ہوتا تھا۔ اور بندہ مؤلف کتاب مذکور بھی خدمت میں حاضر رہا کرتا تھا۔ چنانچہ ان کی باتیں اکثر لوگوں کے حالات وواقعات کے مطابق ہوتیں اور وہ ایک دوسرے سے محو گفتگو رہتے تھے۔ چنانچہ ایک دن گفتگو کے دوران حضرت صاحبزادہ صاحب" موصوف نے بزرگوں سے بیعت کے بارے میں جناب فخر الاولیاءؒ سے

حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ سے پہلی ملاقات

استفسار فرمایا کہ یا حضرتؒ! آپؒ کو حضرت قبلہ عالمؒ کے حضور بیعت وصحبت کا اتفاق کس طرح پیش آیا؟ کس جگہ اور کہاں پہلی ملاقات کا موقع ہاتھ آیا؟ اگرچہ اس بارے میں جناب فخر الاولیاءؒ نے اس سے قبل کسی شخص کے سامنے اس کا انکشاف نہیں فرمایا تھا۔ لیکن اس واسطے سے کہ جناب صاحبزادہ صاحبؒ نے آنجنابؒ سے اس بارے میں سوال کیا تھا تو ان کی خوشنودی کی خاطر ان کیلئے بیان کرنا ضروری ہوا چنانچہ آپؒ نے جواب میں فرمایا کہ جس زمانے میں یہ طالب دُعا تحصیل علم کیلئے کوٹ مٹھن پہنچا۔ میاں احمد علی صاحب کے پاس جو کہ حضرت قاضی محمد عاقل صاحب کے بڑے فرزند ہیں۔ ان کے پاس تحصیل علم کرتا تھا اگرچہ خورد سالی اور نوعمری تھی۔ اس کے باوجود ہم کوٹ وغیرہ کے مواضعات کے قریبی لوگوں میں نماز و روزہ کے امر معروف کیلئے نکلا کرتے تھے۔ اور اس سلسلہ میں چھوٹوں بڑوں کے ساتھ میں انتہائی سختی کے ساتھ پیش آتا تھا۔ اور بے تحاشہ لوگوں پر درشتی کرتا اور چشم نمائی کیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دن بازار میں کچھ لوگ رقاصاؤں کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ میں وہاں پہنچا اور تماشا کرنے والوں کو پکڑا۔ اور چھری سے ان کے سروں کے بال کاٹ دیئے۔ اتفاق سے ان کے بالوں کے ساتھ ان کے کانوں کے لَو بھی کٹ گئے۔ اس وجہ سے ان لوگوں نے وہاں شور مچانا اور احتجاج کرنا شروع کر دیا۔ لیکن ہم اس سے ذرہ بھر بھی خائف نہ ہوئے۔ پس یہی خبر حضرت قاضی صاحب کو بھی پہنچی۔ انہوں نے میاں احمد علی صاحب کو کہلا بھیجا کہ اس میاں کو سمجھا دو۔ کہ اے میاںؒ! اس ملک کے

لوگ بہت سخت ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص تمہیں ایذا پہنچائے۔ اس لئے ایسے کاموں سے باز آ جاؤ۔ اس پیغام و فرمان کے پہنچنے کے باوجود ہم اپنی اسی روش پر زیادہ مستحکم ہو گئے۔ چونکہ حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ حضرت قبلہ عالمؒ کے خواص میں سے تھے۔ اس لئے ان کے فقراٗ میں حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ کی بزرگی اور بزرگانہ کردار و عمل کا ذکر ہوتا رہتا تھا۔ اور ان کی خدمت میں بھی لوگوں کی آمد و رفت کا ہجوم رہتا تھا۔ ان کی طریق بیعت، رشد و ہدایت اور سماع و سرود کے بارے میں مہاروی فقراٗ کا ذکر چلتا رہتا تھا۔ ہم نے اس فعل کو نامناسب سمجھ کر فیصلہ کیا کہ کسی طرح اس بزرگ کے پاس جا کر انہیں بھی امر معروف کریں گے۔ اس حقیقت کو حضرت قاضی صاحب نے بھی کسی طرح سن لیا۔ بلکہ ایک دن انہوں نے مجھ سے اس بارے میں پوچھا بھی کہ "اے میاںؒ! کیا تم ہمارے پیر و مرشدؒ کو بھی امر معروف کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟" لیکن اس وقت میں نے اس بارے میں کوئی جواب نہ دیا بلکہ خاموش رہا۔ کچھ عرصہ بعد کوٹ مٹھن میں خبر آئی کہ میاں صاحبؒ مہاراں والہ اوچ شریف میں سید جلال الدینؒ کی خانقاہ شریف آ رہے ہیں۔ پس قاضی صاحب اور دیگر فقراٗ حضرات زیارت کیلئے کوٹ مٹھن سے اوچ شریف کی طرف تیار ہو کر روانہ ہو گئے۔ ہم بھی امر معروف کا عزم لے کر فقراٗ کے ہمراہ اوچ کی طرف چل پڑے۔ ایک دو دوسرے درویش جو کہ میرے ہم سبق تھے امر معروف کیلئے ہمراہ ہو گئے تھے۔ راستے میں دریائے سندھ حائل تھا۔ قاضی صاحب اور دوسرے کچھ فقراٗ کشتی پر سوار ہو گئے ایک دوسری کشتی پر ہم چڑھ بیٹھے۔ جب ہماری کشتی دریا کے وسط میں پہنچی تو ہماری اس کشتی میں ایک سوراخ ہو گیا۔ پانی اس سوراخ سے کشتی میں آنے لگا ملاحوں نے اس سوراخ

زِ نورِ محمد جہاں روشن است



قبلہ عالم حضرت

خواجہ نور محمد مہارویؒ

کو بند کرنے کی جتنی بھی کوشش کی کوئی کارگر نہ ہوئی۔ انہوں نے آواز دی کہ اے فقیرو! سوراخ بند نہیں ہو رہا بلکہ بڑھتا جا رہا ہے۔ چونکہ موسم طغیانی کا تھا اس بناء پر ملاحوں کو کشتی غرق ہونے کا شدید خطرہ لاحق ہو گیا۔ اس وقت میں نے ایک دوست سے کہا کہ یہ مخلوق جس بزرگ کی زیارت اور افادہ کیلئے جا رہی ہے اور کشتی اس مرحلہ میں پہنچ چکی ہے کہ غرق ہونے کے قریب ہے۔ خدانخواستہ اگر کشتی غرق ہو جاتی ہے تو وہ عجیب بزرگ ہے اس بزرگ نے اچھا فائدہ دیا کہ اتنی خلقت اس کے پیچھے غرق ہو رہی ہے۔ لہٰذا ان تمام لوگوں کا خون اس بزرگ کے ذمہ ہے پس اگر واقعی وہ بزرگ ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے کشتی کو سلامتی کیساتھ ساحل پر پہنچا دے اور ہمیں خیریت سے دریا عبور کرا دے ابھی ہم یہی باتیں کر رہے تھے کہ قدرت الٰہی سے کشتی کو دریا کی موجوں نے ایسا دھکا دیا کہ اس دھکے سے کشتی اچانک کنارے پر پہنچ گئی اور ہم سلامتی سے کشتی سے اتر آئے پس اس حالت کو دیکھ کر اور سلامتی سے دریا عبور کرنے پر میں نے دوست سے کہا کہ "اے دوست! یقیناً وہ بزرگ کوئی بزرگ ہی معلوم ہوتے ہیں" آخر کار جب ہم وہاں سے اوچ شریف پہنچے تو ظہر کا وقت تھا۔ ہم نے ایک جگہ نماز ادا کی پھر ان کی کچہری میں پہنچے۔ بے شمار خلقت اور بہت سے علماء و فقراء ان کی کچہری میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت قبلہ عالمؒ سادہ طریقے پر سفید ٹوپی اور کرتہ پہنے ہوئے اس مجلس میں تشریف فرما تھے جب کہ ہمارا خیال یہ تھا کہ میاں صاحبؒ کوئی عمدہ پوشاک پہنے ہوئے ہوں گے اور انتہائی جسیم شخص ہوں گے۔ ایک اور شخص لحیم و جسیم محفل میں موجود تھے میں نے نہیں پہچانا کہ ان میں سے قبلہء عالمؒ کون سے ہیں کسی سے پوچھا کہ حضرت صاحبؒ ان میں سے کون سے ہیں۔ اس

آدمی نے انگلی سے اشارہ کیا کہ یہ حضرت صاحبؒ ہیں جب ہم نے انہیں سادگی سے دیکھا تو یقین آیا کہ واقعی یہ ایک بزرگ ہیں لیکن امر معروف کا جو خیال ہم اپنے دل میں رکھتے ہیں کس طرح اس کا اظہار کرسکیں گے۔ اسی خیال میں ہم کبھی کچہری کے اس طرف جا بیٹھتے اور کبھی کچہری کے دوسری طرف جا بیٹھتے۔ کبھی دور جا بیٹھتے اور کبھی نزدیک آجاتے اور کبھی اٹھ جاتے چونکہ بے شمار خلقت آئی ہوئی تھی اور حضرت قبلہ عالمؒ کی قدم بوسی کررہی تھی اگرچہ ہم امر معروف کیلئے مستعد تھے لیکن جرأت نہیں پاتے تھے یہاں تک کہ شام ہوگئی اور نماز کھڑی ہوگئی۔ نماز پڑھ کر ہم واپس ڈیرہ پر آگئے اسی خیال میں تھے کہ آج پہلا دن تھا کل سویرے وہ کام کرلیں گے کہ جس کیلئے ہم آئے ہیں جب دوسرا دن ہوا تو کیا پہلا اور کیا آخری پہر دروازے پر بیٹھے بیٹھے گزار دیا۔ یا پھر کچہری کے اس طرف یا کچہری کے دوسری طرف پھر کر وقت گزارا اور جتنا کہ اپنے خیال کے مطابق مقصد طے کرآئے تھے ہرگز اس کام کی جرأت اپنے میں نہیں پاتے تھے جب ہم حضرتؒ کے روبرو پہنچے تو گویا اس کام سے بے حس ہوچکے تھے یہاں تک کہ دوسرا دن بھی گزر گیا پھر اس کے بعد ہم واپس ڈیرہ پر آگئے اور اسی گزشتہ خیال میں محو تھے۔ عشاء کے وقت مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت قاضی صاحبؒ نماز عشاء کیلئے اس مسجد میں تشریف لائے۔ مجھے انہوں نے دیکھا تو فرمایا "اے میاں"! تو امر معروف کیلئے آیا تھا۔ کیوں امر معروف نہ کیا۔ حضرت قبلہ عالم علی الصبح جانے کیلئے تیار ہیں تو کب انہیں امر معروف کریگا۔ صاجزادہ صاحب اور ہم بلحاظ ادب ابھی تک جواب دینے سے خاموش تھے کہ قاضی صاحب نے ایک دو درویشوں کے ساتھ جو مسجد میں آئے ہوئے تھے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا

کہ آج عصر کے وقت حضرت قبلہ عالمؒ نے اس میاں کو کھڑے ہوئے دیکھا تو مجھ سے پوچھا کہ قاضی صاحب! یہ فقیر کون ہے؟ میں نے عرض کی۔ حضور! یہ فقیر روہیلہ ہے کہتا ہے کہ یہ درگ نامی پہاڑ کے علاقہ میں سکونت رکھتا ہے۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے پھر پوچھا کہ یہاں وہ کس تقریب پر آ رہا ہے۔ میں نے عرض کی کہ وہ کوٹ میں میاں احمد علی کے درس میں پڑھتا ہے اور کوٹ کے لوگوں کو نماز و روزہ کا امر معروف کرتا ہے اور کوئی ایسا شخص جو بدعت کے کام کرتا ہے اسے تنبیہ کرتا ہے اور ان کو سزا دیتا ہے اس نے فقرأ سے ان لوگوں کے بارے میں جو کثرت سے حضور انور کی خدمت میں آتے جاتے ہیں، قدم بوسی کرتے اور بیعت ہو جاتے ہیں آپ کی بیعت کا طریقہ اور عوام الناس کے سامنے سرود گوئی اور محفل سماع کے بارے میں جب سنا تو فقرأ اور دوسرے لوگوں کے سامنے کہا کہ اگر میاں صاحبؒ سے کسی طریقہ سے ملاقات ہو جائے تو انہیں اور ان کے خدام کرام سے بھی امر معروف کرونگا۔ اب جبکہ حضور والا کی تشریف آوری کی خبر کوٹ میں پہنچی اور ہم اس طرف چل پڑے تو یہ گروہ فقرأ کے ہمراہ یہاں پہنچ گیا۔ شاید وہ امر معروف کے خیال سے یہاں آیا ہوگا۔ جناب قبلہ عالمؒ اس حقیقت حال کے سننے کے بعد۔ پھر اس میاں کی طرف نظر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہاں قاضی صاحب! یہ ایک عالی ہمت اور بلند ارادہ والا جوان نظر آتا ہے اور امر معروف کی تمام تر صلاحیت اس میں نظر آتی ہے۔ صاحبزادہ نور احمد مہاروی صاحبؒ کو بتایا کہ جب میں نے قاضی صاحب سے یہ باتیں سنیں۔ میں نے خیال کیا معلوم نہیں یہ کیسی باتیں ہیں لیکن خاموش رہا۔ آخر جب دن ہوا تو پتہ چلا کہ حضرت قبلہ عالمؒ جانے کیلئے تیار ہو رہے ہیں۔ اس پر میں نے اپنے ہم سبق ساتھی سے کہا کہ

اے دوست! امر معروف کا موقع میسر نہ ہوا۔ مگر آ ذ میاں صاحبؒ کی روانگی کو دیکھیں پس ہم گئے اور ہم نے دیکھا کہ حضرتؒ ایک لنگی کمر پر باندھے ہوئے کھڑے ہیں اور لوگوں کے ہجوم آپ کے گرد حلقہ باندھے باادب کھڑے ہیں۔ بہت سے لوگ قدم بوسی، دست بوسی اور دعائے خیر کرا رہے ہیں اور رخصت ہوتے جا رہے ہیں۔
اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے میں نے اپنے رفیق سے کہا کہ تمام لوگ سلام کر کے رخصت ہو رہے ہیں اور میرا دل بھی چاہتا ہے کہ سلام کر کے جائیں۔ کئی لوگ رخصت لینے کیلئے ہم سے آگے کھڑے تھے میں نے ہاتھ اٹھایا اور سر تک لے گیا ابھی پیشانی تک نہ پہنچا تھا کہ اچانک قبلہ عالمؒ نے جب کہ چند افراد رخصت لینے کیلئے درمیان میں حائل کھڑے تھے اور میں ابھی چار پانچ ہاتھ کے فاصلے پر دور کھڑا تھا، گویا حملہ آور ہوتے ہوئے آپؒ نے میرے ہاتھ کو کلائی سے پکڑ لیا میں حیران رہ گیا کہ اتنے فاصلے پر ہوتے ہوئے کس طرح آپ نے اپنے دست مبارک کو دراز فرمایا کہ لوگوں کے درمیان سے میرے دستگیر ہوئے۔ پس جب حضرت قبلہ عالمؒ نے جس طریقے سے میرے ہاتھ کو پکڑا میں نے چاہا کہ اپنا ہاتھ ان سے چھڑا لوں۔ مگر انہوں نے میرا ہاتھ اس مضبوطی سے پکڑا اور قابو کیا ہوا تھا کہ جتنی کوشش کی ہاتھ چھڑا نہ سکا۔

(1) ہر کسے را کز ازل لطف الٰہی گشت یار

بروجودش ہر لطیفی میکند لطف آشکار

(2) گرچہ قصد او نباشد ہم بہ زورش می دہند

ہر نعیمی کاں بنامش می بود از کردگار

ترجمہ: (1) جس کسی کے ازل سے اللہ تعالیٰ کی مہربانی ساتھ ہو جائے تو اس

کے وجود پر ہر مہربان مہربانی کا اظہار کرتا ہے۔

(2) اگرچہ اس کا ارادہ نہ ہوگا مگر زور اور زبردستی سے اسے دیتے ہیں اور ہر وہ نعمت جوان کی قسمت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اسے بغیر خواہش کے عطا کی جاتی ہے۔

بلکہ زور سے پکڑنے کی وجہ سے مجھ پر لرزہ طاری ہوا اور بے حس ہو گیا۔ جبکہ امر معروف کرنے والا چھرا جو کہ اس وقت میرے بغل میں تھا اس لرزہ کے دوران بغل سے گر پڑا میں نے اپنے ساتھی کو اشارہ کیا کہ اسے اٹھا کر لے جاؤ۔ میرے ہاتھ کو پکڑنے کے بعد دائیں ہاتھ سے اگر کوئی شخص، عالم اور فقیر کو رخصت فرمارہے تھے تو ہاتھ کے اشارہ سے انہیں خاموش کرا رہے تھے اگر کوئی دعائے خیر کیلئے عرض کرتا تو اسی دست مبارک سے کہ جس سے میرے ہاتھ کو پکڑے ہوئے تھے دعا فرماتے تھے۔ پس اسی وقت جب کہ آپ کھڑے تھے چل پڑے اور اس قدر تیز تیز قدم چل رہے تھے کہ چھوٹے چھوٹے قدم رکھنے والے حضرتؒ کے پیچھے دوڑے، دوڑے آرہے تھے یہاں تک کہ میرے پاؤں سے ایک جوتی بھی کہیں گر گئی اسی رفتار اور صورت میں سید السادات حضرت سید جلال صاحبؒ کے آستانہ مبارک پر پہنچ گئے اور روضہ منور کے اندر داخل ہو گئے اور مزار مبارک کے قریب جا کر کھڑے ہو گئے۔ اگرچہ میں حالت کشیدہ میں تھا مگر اس وقت خیال بدل رہا تھا کہ ہر چند میاں صاحبؒ نے میرا ہاتھ پکڑا ہے اب خدا کرے کہ میرا ہاتھ ہمیشہ اپنے ہاتھ میں پکڑے رہیں۔ پس اسی طرح میرا ہاتھ پکڑے ہوئے ہاتھ باندھ کر کچھ پڑھا اور بخشا اس کے بعد اپنے دونوں ہاتھ میرے ہاتھ سمیت مزار مبارک پر رکھے اور کچھ دیر خاموش کھڑے رہے پھر اپنے ہاتھ

مبارک اٹھا کر دعا خیر فرمائی اور واپس روضہ شریف کے دروازہ پر آئے جو لوگ وہاں موجود تھے انہیں جانے کا اشارہ فرمایا۔ جب لوگ باہر چلے گئے تو دروزاہ اپنے بائیں ہاتھ سے بند کیا اور بیٹھ گئے جیسے کہ میرے ہاتھ کو پکڑے ہوئے تھے اسی طرح خود کوئی کلمہ پڑھا اور مجھے بھی پڑھایا اور میرے سینے پر دم کیا اور اپنے ہاتھوں کو میرے سینے پر بھی پھیرا۔ کچھ کلمات ارشاد فرمائے اور میرے ہاتھ کو چھوڑتے ہوئے زبان مبارک سے فرمایا۔ اے میاں! جہاں بھی علم پڑھتے ہو، جاؤ پڑھو اور خود تیزی سے اٹھے روضہ شریف کے دروازہ سے نکل کر آستانہ کی حویلی کے دروازہ پر پہنچے وہاں آپ کا خادم سواری کے لئے گھوڑی پکڑے کھڑا تھا۔ فوراً اس پر سوار ہوئے اور تشریف لے گئے۔ جب فخر الاولیاء قدس سرہ العزیز نے "فی الفور" کا لفظ حضرت قبلہ عالمؒ کی تشریف کیلئے اپنی زبان پر لائے تو اس وقت آپ کی آنکھیں اشکبار ہوئیں اور ایسے دم بخود ہوئے گویا آپ کی روح مبارک پرواز کر گئی اور محفل شریف میں حاضرین پر عجیب حالت وجد طاری ہوگئی۔ صاحبزادہ صاحب بھی زاروقطار رونے لگے۔

(1) شنیدہ کے بود مانند دیدہ

(2) آنچہ از شیراں بر آرد دو گرد   آں حدیث ہجر محبوب است و درد

(3) ایں حدیث ہجر بس خونخوارہ ایست   تیغ و خنجر را چنیں فوارہ ایست

(1) ترجمہ: سنا ہوا دیکھے ہوئے کی مانند کیسے ہو سکتا ہے۔

(2) جو چیز کہ شیروں سے دھواں اور غبار نکالتی ہے وہ محبوب کی ہجر کی بات ہے۔

(3) جدائی کی یہ بات نہایت ہی خونخوار ہے تیغ اور خنجر کیلئے بھی فوارہ ہے۔

چنانچہ مولانا روم بھی فرماتے ہیں۔

(1) ازفراق تلخ می گوئی سخن هر چہ خواہی کن ولیکن این مکن

(2) ازفراق ایں آبہا شورہ شود ازفراق این خاکہا تیرہ شود

(1) ترجمہ: تو فراق کی تلخی کے بارے میں بات کرتا ہے جو کچھ چاہتا ہے کرلے لیکن یہ نہ کر۔

(2) فراق یعنی جدائی سے یہ پانی کڑوا ہوجاتا ہے اور فراق سے یہ مٹی تاریک ہوجاتی ہے۔

پس کچھ دیر بعد حضرت صاحبزادہ صاحبؒ نے فرمایا۔ یا حضرتؒ! آگے فرمایئے۔ تو فخرالاولیاءؒ کی زبان مبارک سے بمشکل یہی لفظ نکلا کہ اس طریقے پر ہمیں حضرت قبلہ عالمؒ کی ملاقات کا شرف عطا ہوا اور بیعت حاصل ہوئی جو کہ عرض کردی ہے۔ صاحبزادہ صاحبؒ نے فرمایا کہ اچھا سودا حاصل ہوا۔ اس موقع پر فخرالاولیاءؒ نے ہندی کا یہ شعر پڑھا۔

؎ سودا کے لئے بر سر بازار ہوئے ہم
نہ اس کی بکے جس کے خریدار ہوئے ہم

اس موقع پر صاحبزادہ نور احمد مہاروی صاحبؒ نے دریافت کیا، کہ میاں صاحب! جب حضرت قبلہ عالمؒ سوار ہوکر چلے گئے تو آپ نے کیا، کیا اور کہاں چلے گئے۔ اس پر جناب فخرالاولیاءؒ نے فرمایا کہ قبلہ! میں کچھ دیر وہاں حیران کھڑا رہا اور چاہا کہ میں بھی حضرتؒ کے پیچھے چلا جاؤں لیکن خوف ہوا۔ اور دل میں خیال آیا کہ بغیر اجازت کے جانا مناسب نہیں لیکن کشش تمام سے انتظار لاحق ہوا۔ آخر اس پر استقامت پکڑی اور صبر کیا اور دل میں کہا کہ جو کچھ حضرتؒ فرما کر چلے گئے اس پر عمل

کرنا چاہیے۔ پس تسبیح کے اس لفظ کے پڑھنے یا شمار کرنے کیلئے حضرت قبلہ عالمؒ نے جو حکم دیا تھا موجود نہ تھی۔ اس لئے اسی آستانہ سے ایک اینٹ اٹھا کر دوسری اینٹ پر مار کر توڑ دی اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بنا کر اور سو ٹکڑے گن کر چادر میں باندھ لئے۔ اس خیال سے کہ جب تک تسبیح ہاتھ نہ آئے گی ان ٹکڑوں پر وہ وظیفہ پڑھتا رہوں گا۔ اس کے بعد وہاں سے اٹھا اور شہر سے باہر آیا اور کوٹ کی طرف چل پڑا ایک کنویں پر پہنچا۔ دریں اثناء قاضی صاحب چند فقراٗ کے ساتھ جو کہ حضرت قبلہ عالمؒ سے اجازت لے کر واپس آرہے تھے۔ انہوں نے جب مجھے دیکھا تو پوچھا۔ اے میاںؒ! حضرت قبلہ عالمؒ نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ اور کیا فرما کر چلے گئے؟ میں نے جواب میں کہا کہ آپ نے یہی فرمایا کہ "اے میاں! جہاں بھی علم حاصل کرتے ہو۔ جاؤ پڑھو" پس قاضی صاحب نے اپنے ہمراہ درویشوں سے کہا کہ اس میاں کو اپنے ساتھ کوٹ میں لے آؤ تنہا نہ چھوڑو۔ مجبوراً ان کے ساتھ کوٹ پہنچا۔ میرے استاد نے جب مجھے دیکھا تو فرمایا۔ "اے فلاں! قبلہ عالمؒ سے خوش دل ہو کر آئے ہو۔ قبلہ عالمؒ کی توجہ اور مہربانی فرمانے پر تمہیں مبارکباد ہو۔ واللہ اعلم۔ شاید قاضی صاحب نے اس بارے میں کچھ بتایا ہوگا کہ انہوں نے میری شان میں یہ بات فرمائی۔ پس آخر الامر علم کے حصول کے شغل میں ان کی خدمت میں مصروف رہا لیکن قبلہ عالمؒ کی طرف کشش ہر وقت دل میں بڑھتی رہی۔ اس وجہ سے ایک ماہ بعد مہار شریف میں حاضر خدمت ہواٗ۔ ایک ہفتہ کے بعد حکم ہواٗ۔ کہ میاں! جاؤ علم پڑھو۔ بادل نخواستہ کوٹ واپس ہواٗ۔ مگر وہ کشش رات دن دامن گیر رہی۔ حال یہ تھا کہ ایک ماہ کوٹ مٹھن میں گزارتا اور پھر واپس مہار شریف چلا آتا۔ حضرت قبلہ عالمؒ ایک ہفتہ سے زیادہ اپنے ہاں ٹھہرنے

یں دیتے تھے اس لئے کبھی وہاں اور کبھی یہاں سرگرداں رہتا تھا۔ ہاں

نہیں دیتے تھے اس لئے کبھی وہاں اور کبھی یہاں سرگرداں رہتا تھا۔ ہاں ؎

(1) چوں عشق آید ہنر ہا رخت بندد — بجز معشوق عاشق کے پسندد

(2) چوں آتش عشق از دل بر فروزد — متاع عقل و دین را جملہ سوزد

(3) قراری نیست عاشق را بیک جا — زسوز دل شود با آہ ہمتا

(4) شود گردان ز سرگردائی خود — بود حیران ازین حیرائی خود

ترجمہ (1) جب عشق آتا ہے تو ہنر رخصت ہو جاتے ہیں سوائے عشق کے عاشق اور کس کو پسند کرتا ہے۔

(2) جب عشق کی آگ دل میں بھڑک اٹھتی ہے تو عقل اور دین کی تمام دولت کو جلا دیتی ہے۔

(3) عاشق کو ایک ہی جگہ قرار نہیں آتا دل کا جلن آہ کے ساتھ مل جاتا ہے۔

(4) اپنی سرگردانی سے ہر طرف پھرتا رہتا ہے اپنی اس حیرانی سے حیران ہوتا ہے۔

فخر الاولیاءؒ نے لفظ "سرگردان می گردیدم" (پریشان پھرتا تھا) اپنی زبان حقائق بیان سے ارشاد فرمایا تو انہوں نے وجد کھا کر یہ مصرعہ پڑھا۔

؎ سایہ کی طرح ہم نہ اِدھر کے نہ اُدھر کے

پس صاحبزادہ صاحبؒ نے فرمایا۔ "یا حضرتؒ! آپ کا وہ آنا جانا بارگاہِ قبلہ عالمؒ میں یہ رنگ لایا اور اس درجہ پر پہنچایا کہ آج خود قبلہ جہان بن کر بیٹھے ہیں"

خدا کرے کہ آپ کی زیارت جو کہ حضرت قبلہ عالمؒ کی زیارت کی طرح ہے ہمیں ہمیشہ نصیب ہو" جناب فخر الاولیاءؒ نے دست بستہ اپنی زبان مبارک سے فرمایا۔" کہ

صاحبزادہ صاحبؒ! میرے لئے آپ عین قبلہ عالمؒ ہیں۔ چاہیے کہ آپؒ ہم پر ہمیشہ توجہ فرماتے رہیں۔ آخر میں ایک دوسرے نے ناز و نیاز کے ساتھ دعائے خیر فرمائی اور کچہری برخاست ہوگئی۔

مجلس دوم

ایک دن صاحبزادہ صاحبؒ نے جناب فخر الاولیاءؒ سے پوچھا۔ یا حضرتؒ! اس زمانہ میں جب آپ حضرت قبلہ عالمؒ کی زیارت و خدمت سے مشرف ہوئے تو آپ کی عمر شریف کتنی تھی؟ جناب فخر الاولیاءؒ نے اپنی زبان حقائق بیان سے بتایا کہ اس وقت میری عمر پندرہ، سولہ سال تھی۔ انہوں نے پھر پوچھا کہ اس زمانے کی کوئی نشانی آپ کو یاد ہے؟

فرمایا کہ اس زمانے کی اہم نشانی یہ ہے کہ ہماری بیعت کے چند ماہ بعد محب النبی حضرت مولانا صاحبؒ واصل باللہ ہو گئے تھے۔

حضرت مولانا محب النبی قدس سرہٗ کا وصال

کہ حضرت مولانا صاحب قدس سرہٗ کا وصال کس سن ہجری میں واقع ہوا۔ پس حاضرین نے سن وصال کے مصرع پڑھے جو کہ ان میں سے ایک مصرعہ یہ ہے۔

؎ خوشا ای مقبول محبوب الٰہی

ترجمہ: کتنا مبارک ہے وہ محبوب اور مقبول بارگاہ الٰہی

پس جب مصرعوں کے اعداد کو شمار کیا گیا تو سن گیارہ سو ننانوے (۱۱۹۹ھ) برآمد ہوا۔ پس یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت فخر الاولیاءؒ کی بیعت کا سن مذکورہ محقق

ہوا۔ صاجزادہ صاحبؒ نے پھر استفسار کیا کہ یا حضرتؒ! حضرت قبلہ عالمؒ کے وصال کے وقت آپ کی عمر کتنی تھی اور آپ کو حضرت قبلہ عالمؒ کی صحبت، کتنی مدت میسر رہی۔ فرمایا۔ ہماری عمر بائیس سال کی تھی اور حضرت قبلہ عالمؒ کی صحبت تقریباً چھ سال میسر ہوئی۔ صاجزادہ صاحبؒ نے فرمایا، حقیقت یہی ہے کہ آپ کی عمر اتنی ہی تھی اور صحبت بھی اسی قدر حاصل رہی جتنا بتا رہے ہیں کیونکہ حضرت قبلہ عالمؒ کا وصال بارسو پانچ ہجری ہے (۱۲۰۵ھ) حضرت مولانا صاحبؒ کے وصال اور حضرت قبلہ عالمؒ کے وصال کے درمیان چھ سال کا فرق ہے۔ پس آپ کی عمر شریف مولانا صاحبؒ کے وصال کے وقت پندرہ سولہ سال تھی۔ حضرت قبلہ عالمؒ کے وصال تک وہی بائیس سال عمر شریف اور وہی چھ سال صحبت کے حاصل رہے۔ پس اس مقام پر صاجزادہ صاحبؒ نے فرمایا کہ یا حضرتؒ! آپ کی قسمت عجیب تھی کہ اتنی سی عمر اور پھر پیر حقیقی کی صحبت نے آپ کو تھوڑے سے عرصہ میں مقصود حقیقی تک اور اتنے بلند مراتب تک پہنچایا۔ فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے اپنی زبان حقائق بیان سے فرمایا۔ اے قبلہٗ ما! میں کیا جانتا ہوں میں نے کیا، کیا۔ جو کچھ کیا حضرت قبلہ عالمؒ نے اپنی نظر کرم سے کیا اور اس وقت آپ نے یہ شعر پڑھا۔

ے ہر چہ تبریز دید از یک نظر شمس دین

سخرہ زند بر دہہٗ وطعنہ زند بر چلہٗ

ترجمہ: جو چیز شمس دین کی ایک نظر سے تبریز نے دیکھی وہ دہہ یعنی دس دن کا مجاہدہ اور چلہ چالیس دن تک ریاضت پر مسخری کرتا ہے۔

فائدہ

جان لیں کہ مسکین بے تسکین کاتب منتخب کہتا ہے کہ جو کچھ جواب باصواب حضرت فخر الاولیاء نے فرمایا کہ جو کچھ کیا حضرت قبلہ عالم کی نظر عنایت نے کیا۔ برحق ولاشک۔ پس ثابت ہوا کہ مرید کو مقامات عالیہ کی ترقی سوائے پیر کی مدد کے ممکن نہیں۔ خصوصاً ایسے ہی پیر کے بارے میں مولانا جامیؒ نے اس شعر میں بیان فرمایا۔

~ پیر کہ باشد شہ کون و مکان خواجہ داد و ستد کن فکان

ترجمہ: پیر کون ہوتا ہے کون و مکان کا بادشاہ ہوتا ہے داد، دیا، ستد، لیا۔ کا مالک جو کہا ہو پس ہو گیا۔

~ رستن زین پردہ کہ بر جان تست بے مدد پیر نہ امکان تست

ترجمہ: اس پردہ سے بچنا جو کہ تیری جان پر ہے پیر کی مدد کے بغیر اس سے بچنا تیرے بس میں نہیں ہے۔ لیکن صاحبزادہ صاحبؒ نے از راہ تعجب جو سوال فرمائے وہ اپنی جگہ پر صحیح برحق تھے کیونکہ وہ تعجب فی الحقیقت صلاحیت فخر الاولیاء کے جوہر شریف کی تھی اور سوائے اس کے کہ ذات پیر صفات الٰہیہ سے متصف ہوتی ہے۔ "عیاذاً باللہ" کہ وہ بخل و کنجوسی کرے۔ ہر مرید کو فیض دینے کیلئے آمادہ و تیار رہتا ہے لیکن ہر مرید اپنے استعداد کے مطابق فیض حاصل کرتا ہے۔ جیسے شیخ سعدیؒ نے فرمایا۔

~ باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست

در باغ لالہ روید و در شورہ خار و خس

ترجمہ: بارش کی طبعیت کی لطافت میں اختلاف نہیں یعنی یکسانیت ہے لیکن باغ میں

پھول اُگتے ہیں اور شورزمین سے کانٹے دار جھاڑیاں اُگتی ہیں۔

اس نعمت کے حصول کی استعداد سوائے عشق کے درجات و مراتب والے کے نہیں ہو سکتی۔ پس ہر وہ شخص جو عشق میں زیادہ پہنچا ہوا ہے۔ اسے جلد مقصود تک پہنچانا آسان ہوتا ہے۔ اور عشق کے بغیر یہ منزل مشکل بلکہ انتہائی مشکل ہے۔ چنانچہ مولانا روم قدس سرہٗ کے کلام حقیقت فرجام سے یہ معنی بخوبی حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

مثنوی۔ ؎

(1) عشق آن شعلہ است کو چوں برفروخت

ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

(2) تیغ لا بر قتل غیر حق براند

در نگر زان بس کہ بعد از لا چہ ماند

(3) ماند الا اللہ باقی جملہ رفت

شاد باش ای عشق شرکت سوز رخت

ترجمہ: (1) عشق وہ شعلہ ہے کہ جب بھڑک اٹھتا ہے تو سوائے معشوق کے سب کو جلا دیتا ہے۔

(2) لا کی تلوار غیر حق کے قتل پر چلا لے تو دیکھ لے کہ اس سے لا کے بعد کیا رہ گیا۔

(3) الا اللہ رہ گیا باقی سب کچھ چلا گیا۔ اے عشق شرکت جلانے والا خوب خوش ہو جا۔

فائدہ

اس کے علاوہ استفسار و بیان جناب فخر الاولیاءؒ کی سن بیعت اور حضرت قبلہ عالمؒ کے وصال اور حضرت مولانا صاحبؒ کے سن وصال اور سال وصال حضرت فخر الاولیاءؒ بھی واضح ہو گئے کہ حضرت فخر الاولیاءؒ کی عمر شریف تراسی یا چوراسی سال یا کچھ کم و بیش بنتی ہے۔ چنانچہ مؤلف مناقب شریف نے جہاں یہ تحریر کئے ہیں وہاں دیکھنا چاہئے۔

مجلس سوم

ایک دن جناب صاحبزادہ مرحومؒ نے حضرت فخر الاولیاءؒ سے پوچھا کہ یا حضرتؒ! جب آپ دہلی شریف گئے تو بیعت ہونے سے کتنی مدت بعد آپ اس طرف روانہ ہوئے؟ اور کس خیال میں گئے؟ دہلی اور اجمیر شریف کے پیران عظام کی زیارت سے کس طرح مشرف یاب ہوئے۔ فرمایا ہم بیعت ہونے کے چند ماہ بعد محبِ الٰہی حضرت مولاناؒ کی زیارت کیلئے ان کی حیاتِ مبارکہ ہی میں دہلی شریف کا ارادہ کر کے روانہ ہوئے۔ تقریباً بیس دن کے عرصہ میں دہلی شریف میں پہنچے۔ ہمارے دہلی شریف پہنچنے کے تین دن یا پانچ دن بیشتر حضرت مولانا صاحبؒ کا وصال مبارک ہو چکا تھا۔ قل خوانی کے دن تیسرا یا پانچواں دن تھا۔ شاید شب جمعہ کی وجہ سے انہوں نے رکھی تھی ہم بھی حاضر ہوئے اور قل خوانی میں شریک ہوئے اور مزار شریف کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔ مزار شریف کی مٹی ابھی گیلی نظر آ رہی تھی پس صاحبزادہؒ نے اس وقت حاضرین مجلس کی موجودگی میں آپؒ سے دریافت کیا

اور وہاں آپؒ کتنا عرصہ رہے؟ اور جو چیز جناب مولانا صاحب قدس سرہٗ کی طرف سے بطور تبرک آپ کو ملی، وہ کیسے ملی؟ جناب فخر الاولیاءؒ پہلے تو چپ رہے آخر اس کے بعد جواب باصواب سے ان تمام سوالوں کے جواب شروع فرمائے۔

حضرت مولانا صاحب قدس سرہ کی خدمت میں حاضری کی وجہ

آپؒ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ صاحبزادہ صاحبؒ! دہلی شریف کی طرف جانے کی پہلی وجہ تو یہ ہوئی کہ جب قبلہ عالم رضی اللہ عنہ سے بیعت کے بعد علم حاصل کرنے کا حکم ہوا۔ تو میں کوٹ میں پہنچا اور حصول علم میں کوشاں ہوا۔ اگرچہ خود کو بہت مشغول علم رکھنے کی کوشش کی مگر جناب قبلہ عالمؓ کی کشش و محبت ہر لحظہ میرے دل میں بڑھتی جارہی تھی۔ اس کے بعد اس خیال سے کہ بجائے کوٹ کے اس قدر علم تو حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ کے پاس رہ کر بھی پڑھا جا سکتا ہے اور وہاں رہ کر ہر وقت حضور قبلہؒ کی زیارت سے مشرف و مستفید بھی ہوا جا سکتا ہے۔ اسی غرض سے مہار شریف کی طرف روانہ ہوا اور وہاں پہنچ گیا جب حضرت قبلہ عالمؓ نے مجھے دیکھا تو فرمایا کہ کیوں آئے ہو؟ میں نے عرض کی تو پھر حکم ہوا کہ جاؤ اور وہاں جا کر علم حاصل کرو ہفتہ کے بعد واپس روانہ ہوا۔ جب کوٹ میں پہنچا اور مشغلۂ علم شروع کیا تو وہ کشش و محبت پہلے سے بھی زیادہ لاحق ہوئی۔ پھر بے چین ہو کر مہار شریف چلا گیا پس بار بار مہار شریف جاتا تھا۔ ہر مرتبہ حضرت صاحبؓ ایک ہفتہ سے زیادہ اپنے حضور رہنے نہ دیتے تھے۔ میرا حال یہ تھا کہ کبھی اِدھر کبھی اُدھر سایہ کی طرح سرگرداں

رہتا، اور سراسر بے آرام رہ کر وقت گزارتا تھا۔ ایک مرتبہ جب مہار شریف پہنچا تو فرمایا اتنی جلدی کیوں آئے ہو؟ جواب میں اپنی بے قراری جو کہ حضور عالی کی طرف سے قلبی کشش کی صورت میں تھی۔ میں نے عرض کی۔ تو فرمایا کہ کونسا علم پڑھتے ہو۔ میں نے عرض کی "شرح عقائد پڑھتا ہوں" فرمایا "عقیدت میں آئے ہو اور آتے رہو گے" اس کے بعد آپ نے مجھے یہ شعر سنایا۔ ؎

(1) چون شمع از پئ علم باید گداخت　　　که بے علم نتواں خدارا شناخت

(2) بنی آدم از علم یابد کمال　　　نہ از حشمت جاہ و مال و منال

ترجمہ (1): کہ علم کے پیچھے شمع کی طرح پگھلنا چاہیئے کیونکہ بے علم خدا کو بھی نہیں پہچانتا۔

(2) آدم کی اولاد علم سے کمال حاصل کرتی ہے نہ کہ مال و دولت اور جاہ و حشمت سے۔

پھر ارشاد ہوا کہ جاؤ علم حاصل کرو اس بار بھی مجبور ہو کر واپس کوٹ پہنچا اور تحصیل علم میں مشغول ہوا۔ لیکن دل میں انتہائی مجبور ہو کر کہا۔ واللہ اعلم۔ حضرت قبلہ عالمؒ کس وجہ سے ظاہری طور پر خود سے دور بھیجتے ہیں اور باطنی طور پر اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ کہ مجھے نہ یہاں سکون آتا ہے اور نہ وہاں ہفتہ سے زیادہ ٹھہرنے دیتے ہیں۔

اس موقع پر صاحبزادہ صاحبؒ نے یہ شعر پڑھا۔

؎ چون دل بادلبری آرام گیرد　　　زوصل دیگری کے کام گیرد

ترجمہ: جب دل ایک محبوب کے ساتھ آرام و سکون حاصل کرتا ہے تو وہ کسی دوسرے کے ملنے سے کیسے مقصد سکون حاصل کر سکتا ہے۔

پس فرمایا۔ صاحبزادہ صاحبؒ! اس بے قراری میں خیال آیا کہ اس گردش و



حضرت مولانا فخرالدین فخر جہاں دہلوی ؒ

پریشانی سے نجات کیلئے دہلی کی طرف حضرت مولانا صاحب رضی اللہ عنہ جو کہ قبلہ عالمؒ کے پیرومرشد ہیں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر قلبی سکون حاصل کیا جائے۔ پھر کیا تھا۔

دہلی کی طرف روانگی

میں کوٹ سے دہلی کی طرف روانہ ہوا مگر اس روانگی سے پہلے حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا خیال تھا۔ پس اتفاق سے شب گزاری اوچ شریف میں ہوئی حضرت سید جلال صاحبؒ کے روضہ منورہ کے دروازہ پر آ کر سو گیا۔ اس وقت دل میں یہ بات بھی گزری کہ یہی جگہ میری بیعت کی جگہ ہے۔ جب میں سو گیا تو خواب میں کسی کو دیکھا کہ وہ مجھے کہہ رہے ہیں کہ اے میاں! تم نے دہلی دیکھی ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ کہا آؤ میں تمہیں دہلی دکھاؤں۔ جب میں بیدار ہوا تو اپنے آپ سے کہا کہ دہلی کہاں اور میں کہاں۔ پس میں نے تصور کیا کہ شاید یہ خیال میرے ان خیالوں سے ہے کہ میں نے وہاں جانے کی نیت کی ہے۔ آخر کار میں وہاں سے صبح کے وقت روانہ ہوا اور دو منزل میں بہاول پور پہنچ گیا۔ یہاں پھر وہی خیال آیا کہ حضرت قبلہ عالمؒ مجھے اپنے ہاں نہ ٹھہرنے دیں گے پس دہلی جانا چاہیئے۔ اگرچہ میرے پاس نہ زادِ راہ اور نہ ہی سواری کیلئے جانور اور نہ اس طرف کی کوئی واقفیت اور نہ کوئی آشنا۔ صرف توکل علی اللہ پا پیادہ بیکانیر کے راستے روانہ ہوا چلتے چلتے جنگل عبور کیا۔ چار پانچ کوس کے فاصلہ پر بیکانیر کی طرف جاتے ہوئے اتفاقاً مجھے اونٹوں کا ایک قافلہ ملا۔ مرے دل میں خیال آیا کہ یہ اسباب عنایت الٰہی سے ہیں کہ خود بزرگوں کی مدد میسر آئی کہ بیکانیر سے اور کس سبب سے یہ ہو سکتا تھا۔ پس رات دن

اس قافلے کے ساتھ سفر کرتا رہا۔ چند دن میں بیکانیر پہنچ گیا اس جگہ سے جب ہم آگے روانہ ہوئے تو کوئی نہ کوئی کسی راستہ سے مل جاتا۔

ملک مارواڑ میں قحط کا خونی منظر

لیکن صاجزادہ صاحبؒ عجیب بات یہ دیکھی کہ اس زمانے میں ملک مارواڑ (ہندوستان) میں ایسی قحط سالی تھی کہ کوئی شخص بھی فقراُ کو خیرات تک نہ دیتا تھا۔ بلکہ اس طرح ہوا تھا کہ باپ اور مائیں اپنی بیٹیوں اور بیٹوں کو بیچ کر کھانا حاصل کرتے تھے۔ بلکہ یہاں تک سنا گیا کہ والدین اولاد کو قتل کر کے کھاتے تھے۔ نعوذ باللہ منھا۔ فرماتے ہیں۔

؎ چنان قحط سالی شد اندر دمشق کہ یاران فراموش کردند عشق

ترجمہ: دمشق میں ایسا قحط سال ہوا یعنی پڑ گیا کہ دوستوں نے عشق کو بھلا دیا۔

اس وقت صاجزادصاحبؒ نے پوچھا کہ آپ کا گزارہ کیسے ہوتا تھا۔ فرمایا خیر سے چار پہر یا آٹھ پہر بعد اللہ تعالےٰ کی مہربانی اور پیران عظام کی برکت سے کھانے کی کوئی چیز مل جاتی تھی۔

فائدہ

اس موقع پر کاتب مسکین (منتخب) کو دوسری باتیں بھی بتائی تھیں جو کچھ اس موقع کے علاوہ اس مسکین سے بیان فرمایا وہ بھی عرض کیے دیتا ہوں حضرت فخر الاولیاءؒ نے سفرِ ہندوستان بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جس وقت ہم سفر ہندوستان کر رہے تھے اس زمانے میں ایسا قحط تھا کہ بہت سے لوگ بھوک سے مر چکے تھے۔ یہاں تک کہ

بعض گلیوں میں گلی سڑی لاشیں پڑی تھیں کہ جن کی وجہ سے راستہ نہیں ملتا تھا کیونکہ دفن کرنے والے عاجز آچکے تھے اور کسی کسی کو دفن نہیں کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ بعض لوگوں کی الماریاں روپے، پیسے اور زر و جواہر سے بھری پڑی ہیں اور ان گھروں کے مالک فاقہ اور بھوک سے مرے ہیں۔ کیونکہ انہیں کھانے کی چیز کہیں سے نہیں ملتی تھی کہ خرید کر کھالیتے۔ ہم ایسے وقت میں پہنچے کہ اس قدر قحط تھا کہ تھوڑے سے دانے بھاری قیمت پر ہاتھ آتے تھے۔ اس قحط کے دوران بھی بہت سے لوگ زیادہ کھانے یعنی پرخوری کی وجہ سے مرتے تھے۔ کیونکہ جب کوئی چیز کھانے کی ہاتھ لگ جاتی تو حرص کی وجہ سے ایک ہی مرتبہ زیادہ کھالیتے اور ان کا معدہ چونکہ بھوک کی وجہ سے ضعیف اور خشک ہو چکا ہوتا۔ لہٰذا اس کھانے کی طاقت کا بوجھ برداشت نہ کر پاتے اور طعام ہضم نہیں کر سکتے تھے۔ پس اس سبب سے وہ مرجاتے۔ الغرض ہم سفر کر رہے تھے تو اتفاق سے ایک شخص ہمارے پیچھے پڑ گیا ہم سے کہا کہ تمہارے چہرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں کھانے کیلئے کہیں سے کوئی طعام وغیرہ ملتا ہے۔ لہٰذا خدا کا واسطہ کوئی کھانے کی چیز مجھے بھی دیدو اور اس وقت ہمارے پاس صرف ایک روپیہ تھا۔ اور میرے پاس پاپوش یعنی جوتیاں بھی گھس چکی تھیں۔ ننگے پاؤں چلنا دشوار تھا اس لئے چھ آنے دے کر پاپوش خریدا۔ اور باقی دس آنے کا ہم نے آٹا خرید کر روٹی پکائی۔ اس دس آنے کے آٹے سے کوئی تین روٹیاں بنیں۔ ہم دو ساتھی تو تھے ہی اور تیسرا وہ شخص تھا جو کسی کھانے کی چیز کیلئے ہمارے پیچھے پڑا ہوا تھا۔ ہم دونوں ہمراہیوں نے دو روٹیاں مل کر کھائیں۔ اور ہمیں فکر تھی کہ اگر اس شخص کو پوری روٹی ایک بار دیتے ہیں۔ تو وہ حرص کی وجہ سے ایک بار ہی کھائے گا۔ اور مرجائے گا۔ پس ہم اس روٹی سے تھوڑا

سا ٹکڑا توڑتے اور اسے دے دیتے۔ وہ چاہتا کہ پوری روٹی مجھے ایک ہی بار دے دو۔ اسے بتایا کہ ہمارے پاس یہ ایک روٹی تمہاری ہے۔ لیکن تمہیں تھوڑا تھوڑا کر کے دیتے جائیں گے اور تم کھاتے جاؤ ہم نے کچھ وقفہ کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ وہ کھایا ہوا اُسے ہضم ہو چکا ہوگا پھر تھوڑی سی روٹی اور دے دی۔ یہاں تک کہ وہ ایک روٹی ہم نے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اسے کھلا دی۔

دوسرا واقعہ

مولوی محمد عابد سوکڑی کی زبانی۔ مولوی صاحب مذکور علم وعبادت میں اور تقویٰ میں مشہور تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت فخر الاولیاءؒ نے فرمایا کہ سفر ہندوستان کے دوران ایک جگہ انسانی سر کی کھوپڑی کی ہڈی پڑی دیکھی کہ وہ عجیب خطوط ونشانات سے مزّین تھی۔ پس میں نے اسے اپنے پاؤں سے ہلایا اور حرکت دی تا کہ اس کی دوسری سمت دیکھی جائے۔ پس وہ ہڈی بول پڑی اور اس نے یہ شعر کہا۔

؎ برسر من لت مزن اے شہسوار ذی وقار

کاندرین سرے است از اسرار دوست

ترجمہ:- اے ذی وقار شہسوار میرے سر پر پاؤں نہ مار کیونکہ اس میں دوست کے بھیدوں میں سے ایک راز پوشیدہ ہے۔

کاتب منتخب نے مولوی محمود کی زبانی سنا۔ کیونکہ وہ صبح وشام حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ اور حضرت فخر الاولیاءؒ کے قدیمی صحبت یافتہ لوگوں میں سے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ ہم نے واقعہ اور شعر اسی طرح سنا۔ اور بعض دوسرے لوگوں

نے قدری تفاوت سے بیان کیا۔ واللہ علم بالصواب۔ پس مسکین بے تسکین کاتب

نے قدری تفاوت سے بیان کیا۔ واللہ علم بالصواب۔ پس مسکین بے تسکین کاتب منتخب بیان کرتا ہے کہ معلوم نہیں وہ کاسئہ سر یعنی کھوپڑی کون سے اہل اللہ کی تھی کہ وہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے پاؤں مبارک کے مس کرنے کی تاثیر سے زندہ ہوگئی اور اپنی زندگی کا اظہار کربیٹھی۔ اور فخر الاولیاءؒ نے بھی تعجب سے یہ کلام کیا۔۔

(1) زندہ دل را ہر کسی بندہ بود بلکہ مردہ ہم ہُزو زندہ شود

(2) ہم چو عیسےٰ بُد لبُش یحیُ العِظام بلکہ دست و پاش را ہم این مقام

(3) زندہ و پایندہ گشت آں مرد کار کہ بزیر پائیش آمد چون غبار

(4) خشک صحرا از قدومش نوبہار ریگ دریا از وجودش مرغزار

(5) صد ہزاراں دل پراگندہ بود چون سرافیل از دمش زندہ بود

(6) چونکہ شد زندہ نمیرد باز پس یاالٰہی چیست این قدسی نفس

ترجمہ: (1) زندہ دل کا ہر کوئی غلام ہوتا ہے بلکہ مردہ بھی اس سے زندہ ہوجاتا ہے

(2) حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی طرح اس کے لب مبارک مردہ ہڈیوں کیلئے حیات بخش ہوگئے۔ بلکہ اس کے ہاتھ اور پاؤں کو یہ مقام و مرتبہ عطا ہوا۔

(3) وہ مردہ زندہ و پائندہ ہوگیا جو کہ اس کے پاؤں کے نیچے غبار کی طرح آ گیا

(4) خشک صحرا اس کے قدم مبارک سے نوبہار بن گیا۔ اور دریا کی مٹی اس کے وجود مبارک سے باغ و گلزار بن گئی۔

(5) ہزاروں دل پراگندہ ہوجاتے ہیں یعنی پیوند خاک ہوجاتے ہیں مگر حضرت اسرافیل علیہ السلام کے صور پھونکنے سے زندہ ہوجاتے ہیں۔

(6) چونکہ وہ زندہ ہوگیا پھر دوبارہ نہیں مرے گا یااللہ! یہ قدسی نفس کون سی ہستی کی

ہے کہ جس سے مردہ حیات ابدی پاتے ہیں۔

تیسرا واقعہ

واقعہ یوں ہے جو کہ زبان حقائق بیان، مورد انوار رحمانی مصدر فیوضات ربانی، نواختہ درگاہ سلیمانی، معرفت حقیقت آئین جناب استاد محترم مولوی محمد امین کی زبانی اس مسکین بے تسکین کاتب منتخب نے اپنے کانوں سے سنا کہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے بیان فرمایا کہ میں جب سفر ہندوستان کر رہا تھا۔ چاروں طرف سے میری راہ میں پرندے آتے اور فصیح زبان سے کہتے "السلام علیکم میاں سلیمانؒ جی" لفظ جی پر مدٗ لمبا کھینچتے تھے۔ جیسے کہ مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

؎ جملہ مرغان ترک کردہ چیک چیک

باسلیمان گشتہ افصح من اخیک

ترجمہ: یعنی تمام پرندوں نے اپنی اپنی بولیاں "چیک چیک" کو ترک کیا اور سلیمان (حضرت سلیمانؑ) سے فصیح زبان سے ہم کلام ہوتے تھے۔

فائدہ

جان لیجئے کہ جب پروردگار کسی کو اپنی بارگاہ سے نوازتا اور سرفراز فرماتا ہے تو ہر شئے اور ہر شخص اس سے محبت کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ حق تعالےٰ کی سرفرازی میری طرف متوجہ ہو جائے۔ اگرچہ اتنا ہی ہو کہ سلام کے جواب سے مشرف فرمائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

چوتھا واقعہ

سفر ہندوستان سے متعلق حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ پر کچھ ناہنجار لوگوں نے جاسوسی کا الزام لگایا تھا اور وہ تہمت لگانے والے خائب و خاسر اور ذلیل وخوار ہوئے۔ چونکہ خوردسالی کی وجہ سے وہ ضبط تحریر نہ لایا جاسکا۔ اب ہم حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے دہلی میں تشریف لے جانے کے واقعہ کی طرف آتے ہیں۔ چنانچہ صاحب کتاب مناقب شریفہ میں لکھتے ہیں کہ حضرتؒ نے فرمایا ہم کم وبیش ایک ماہ دہلی شریف میں حاضر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم ابھی دہلی شریف سے چند میل کے فاصلے پر تھے کہ عوام سے یعنی عام لوگوں سے ہر طرف ہم نے شوروغوغا اور فریاد وفغاں سُنی کہ "مولوی صاحب کا وصال ہوگیا" اس خبر کے سننے سے ہم نے خیال کیا کہ دہلی بہت بڑا شہر ہے اور ہزاروں مولوی صاحبان یہاں ہوں گے۔ کسی مولوی صاحب کا وصال ہوا ہوگا۔ پس جب ہم شہر میں پہنچے تو حضرت مولانا صاحبؒ کے مکان کا پتہ کیا جو کہ مدرسہ کے حوالے سے مشہور تھا۔ ہم وہاں پہنچے تو ایک ایسی جگہ پر آئے کہ جہاں ایک نانبائی کی دکان تھی نانبائی کہ جس کی داڑھی دوتہائی سفید تھی۔ دکان پر بیٹھا تھا ہم نے اس سے پوچھا کہ مولانا صاحبؒ کا مدرسہ کس طرف ہے؟ طباخی مذکور نے مجھے غور سے دیکھا اور پوچھا کہ میاں تم بھی پنجاب سے آئے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں! نانبائی مذکور نے غم ناک شکل سے چشم پُرآب ہوکر کہا کہ "جو پنجابیوں کا خریدار تھا وہ اس جہاں سے کوچ کرگیا"۔ اس بات سے میں جان گیا کہ شاید مولانا صاحبؒ وصال فرماگئے۔ اس خبر کو سنتے ہی میں بے حس اور پرغش ہوکر اسکی دکان کی

دیوار کے ساتھ بیٹھ گیا اور انتہائی افسوس ہوا کہ میرا اتنا لمبا سفر کر کے آنا بے سود ہوا۔
پس دیر تک اسی حالت میں رہا۔ اس کے بعد وہی طباخی میرے پاس آیا اور میرے
بازو کو پکڑا۔ اور کہا کہ اے میاں" ا خبردار ہوجا اور غمناک نہ ہو کیونکہ تم اگر ان کیلئے
آئے ہو تو پھر وہ ذات اس آیت کے مصداق ہیں "اِن اولیــــاء الــلّٰــــہ
لایمـوتـون "یعنی بیشک اللہ تعالٰی کے ولی مرتے نہیں ہیں۔ وہ ابدی زندہ ہیں۔ اس
حقیقت کے بارے میں اور تیرے آنے کے بارے میں وہ آگاہ ہو گئے ہوں گے۔
اور تیرے مطلوبہ کام پر توجہ فرمائیں گے۔ اُٹھ اور آ چل کہ میں تجھے مدرسہ میں
پہنچاؤں۔ پس وہ مجھے اپنے ہمراہ لے گیا مدرسہ وہاں سے قریب تھا، مجھے وہاں پہنچایا۔
جب وہاں پہنچے تو میں نے دیکھا کہ بیشمار لوگ علماء، فضلاء، زہداء، اغنیاء اور غرباء
ہزاروں کی تعداد میں مدرسہ میں بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ کلام اللہ شریف اور کلمہ شریف
پڑھ رہے ہیں نانبائی مذکور مجھے مولانا شمس الدین نامی شخص جو کہ حضرت مولانا
صاحب قدس سرہ' کے خلیفہ اور متولی تھے سب کے درمیان میں بیٹھے ہوئے تھے ان
کے پاس لے گیا۔ میرے پہنچنے کا حال احوال اور مدرسہ تک پہنچانے اور حضرت مولانا
صاحب قدس سرہ' کے وصال کی خبر سے میرا غش کھانے اور بے حس ہونے تک کے
تمام تر حالات انہیں بیان کئے۔ وہ انتہائی مہربانی سے کرم فرماتے ہوئے اٹھے میرے
ساتھ مصافحہ کیا اور بغل گیر ہو کر ملے اور مجھے اپنے قریب بٹھایا اور اپنی زبان مبارک پر
یہ کلمات لائے کہ مولانا صاحبؒ کا انتقال ہو چکا ہے ان کلمات و گفتار سے تمام مجمع میں
جوش و خروش پیدا ہوا اور اکثر لوگ زاروزار رونے لگے۔ پس میں نے پوچھا یہ مجمع کس
لئے ہے۔ فرمایا یہ حضرتؒ کی قل خوانی کے لئے ہے۔ میں سمجھ گیا کہ تیسرا دن یعنی سوم

ہو گا یا وہی شب جمعہ تھا۔ پھر میں نے خیال کیا کہ شب جمعہ کی وجہ سے ہو گا۔ لیکن بلحاظ
ادب میں نے نہ پوچھا کہ حضرتؒ کے وصال کو کتنے دن ہو چکے ہیں۔ فی الجملہ کچھ دیر
کے بعد جب ختم پڑھا گیا اور مجلس میں قسم قسم کی شیرینی، مشک و عنبر اور رنگ برنگے سمن
اور گلاب کے پھول تقسیم کیے گئے۔ اس کے بعد مزار مبارک پر جانے کیلئے تیار ہوئے
اور مجھے بھی چلنے کیلئے فرمایا اور بتایا کہ جب حضرت مولانا صاحبؒ "فِی
مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُقْتَدِرٍ" کے صدر نشین ہوئے یعنی وصال فرما گئے تو
وصال مبارک سے کچھ عرصہ پہلے ایک دانت مبارک اپنے مکان ہی میں نکلا اور منہ
مبارک سے گرا تو آپ نے اسے خود اٹھایا اور بحفاظت رکھا تھا اور وصیت فرمائی تھی کہ
اسے جسد مبارک کے ساتھ لحد میں دفن کیا جائے۔ اتفاق سے ہمیں اس وقت یاد نہ رہا
آج وہ لے جا کر لحد مبارک میں دفن کیا جائے گا۔ پس تم بھی میرے ساتھ حضرتؒ والا
کی زیارت کیلئے اس تقریب میں شریک ہو جاؤ۔ شاید کہ تمہیں ہی اس بہانے حضرت
ؒ نے شرف زیارت بخشا تھا اور ہمیں اس وقت یاد نہ رہا۔ دوسرے دن صبح کے وقت ہم
وہاں سے حضرت مولانا صاحبؒ کے مزار پر جانے کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ کا
مزار مبارک، شہید المحبت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکیؒ کے آستانہ
مبارک میں ہے جو کہ شہر جہان آباد سے جنوب کی طرف تقریباً آٹھ میل کے فاصلہ پر
ہے اور دہلی کنہ کے نام سے مشہور ہے۔ ہم وہاں پہنچے اور وہاں بھی سب سے پہلے ختم
شریف پڑھا گیا، شرینی تقسیم کی گئی اور مزار مبارک پر رنگ برنگے پھول اور عطریات
نچھاور کیے گئے پھر ایک صندوقچہ لے آئے اور اس کے اندر سے ایک ڈبیا نکالی گئی اور
روئی سے لپٹی ہوئی دندان مبارک نکالی گئی۔ مجھے اور تمام حاضر زائرین کو زیارت کرائی

گئی۔ میں نے جب اس کی زیارت کی تو خود کو سب سے زیادہ نیک بخت اور خوش نصیب سمجھا اور میں نے مزار مبارک کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا اسکے بعد انہوں نے قبر مبارک کے چہرے کی جانب ایک شگاف کیا اور دندان مبارک کو دوسری روئی، عطریات سے معطر کر کے وہاں دفن کیا۔ جب وہاں شگاف کیا گیا تو وہاں سے تر اور پانی سے آلودہ مٹی برآمد ہوئی اور مزار مبارک بھی کہ ہنوز تر بتر تھی۔ نمناک آب و گل کی طرف دیکھا تو اس سے مجھے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا صاحبؒ کے وصال کو تین یا پانچ دن ہوئے ہوں گے اور سات دن کا شبہ بھی ہوتا تھا پس صاحبزادہ صاحبؒ جب وہاں سے فارغ ہوئے دوسرے لوگ اور خصوصاً میں نے بھی جناب خواجہ شہید صاحبؒ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مزار مبارک کی زیارت کی، شرف قدم بوسی حاصل کر کے ختم شریف پڑھا گیا اور شیرینی تقسیم کی گئی۔ ان کا مکان مبارک مختصر سا تھا۔ خاص کر مشرق کی طرف سے ایک قبر تھی اور اس کے متصل حضرتؒ کے مزار مبارک کے ساتھ کھڑے ہو گئے ان کے شرقی جانب کوئی جگہ نہ تھی گویا وہاں سارا چبوترہ ہے میں نے پوچھا یہ دوسرا مزار کس بزرگ کا ہے خدام نے بتایا کہ یہ مزار حضرتؒ کے فرزند کی ہے۔ دونوں مزاروں پر ایک ہی غلاف تھا اور حضرتؒ کے مزار کی جگہ بہت چھوٹی نظر آتی تھی مزار پر خاص نشانات نظر آئے تو معلوم ہوا کہ وہ نشانات مٹی ڈالنے والی ٹوکری سے پڑ گئے ہیں حضرت بابا صاحب قدس سرہٗ نے یہ ٹوکری استعمال کی اور مٹی لا کر ڈالی تھی۔ حضرتؒ کے مزار شریف کے چاروں جانب کو چوبی کنارہ سے آراستہ کیا ہوا تھا۔ پس ختم شریف کے بعد دوسرے درویش جو شہر دہلی سے وہاں حاضری کے لئے آئے تھے۔ شہر دہلی کو واپس ہوئے۔ میرا مطلوب چونکہ حضرت مولانا صاحبؒ تھے ان

سے اجازت لے کر حضرت مولانا صاحب قدس سرہٗ کے مرقد مبارک پر موٗقف د
معتکف ہوا۔ اگر چہ دن رات حضرت مولانا صاحب قدس سرہٗ کے مزار نور بار پر بیٹھا
معتکف رہا۔ لیکن صبح و شام خواجہ صاحبؒ کے مزار مبارک پر حاضری دیتا، ختم پڑھ کر بخشتا
اور واپس آتا تھا۔ اس موقع پر صاحبزادہ نور احمد مہاروی صاحب نے مجھ سے پوچھا
کہ "یا حضرتؒ! مولانا صاحب قدس سرہٗ کے مزار مبارک کے اردگرد کی جگہ کیسی
ہے؟ سنا گیا ہے کہ جگہ بہت تنگ ہے"۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ
حضرت مولانا صاحب قدس سرہٗ کا مزار نور بار حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی
اوشی صاحبؒ کے مزار شریف سے شرقی جانب فاصلے پر ہے اور جس جگہ پر مولانا
صاحبؒ کا مزار مبارک ہے اسی طرف خواجہ صاحبؒ کے مزار شریف کی طرف جانے کا
دروازہ ہے اور مزار شریف خواجہ صاحب رضی اللہ عنہ کے چبوترے پر ہے۔ مولانا
صاحبؒ کیلئے تین چار سیڑھیاں چڑھ کر مغرب کو جانا پڑتا ہے۔ حضرت خواجہؒ کے مزار
نور بار کے پائین میں کھیرنی کا ایک درخت ہے اور غربی جانب بھی تھوڑی سی جگہ
ہے۔ اور حضرت مولانا صاحبؒ کا مزار مبارک مسجد سے غربی صحن کی طرف اور مسجد کی
دیوار کے غربی جانب متصل ہے۔ مسجد کی دیوار کے درمیان مزار شریف کی جگہ صرف
اتنی ہے کہ آدمی پاؤں پر کھڑا ہو کر یا بیٹھ کر ختم پڑھ سکتا ہے۔ مگر دو زانو نہیں بیٹھ سکتا۔ اسی
طرح غربی جانب میں صرف دو آدمی ہی بیٹھ سکتے ہیں۔ اور پائین کی طرف دوسرے
مزارات ہیں اور مزارات کے اور حضرت مولانا صاحب رضی اللہ عنہ کے مزار کے
درمیان مسجد کے صحن کی طرف آنے جانے کا راستہ ہے۔ پس صاحبزادہ صاحبؒ نے
اس کیفیت کے سننے کے بعد فرمایا کہ ابھی سنا گیا ہے کہ وہ جگہ کشادہ ہوگئی ہے۔ اس پر

حضرت فخر الاولیاءؒ نے فرمایا کہ ہم نے بھی سنا ہے ۔ شاید حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ نے جگہ کشادہ کرائی ہوگی ۔ واہ واہ ۔ سبحان اللہ ! خواجہ صاحبؒ کے کس قدر تصرفات ہیں حضرت فخر الاولیاء نے فرمایا کہ صاحبزادہ صاحبؒ ! ہم اگر چہ اس زمانے میں خورد سال اور نو عمر تھے ۔ مگر ان دونوں حضراتؒ کے عجیب وغریب تصرفات و کرامات اور قسم وقسم کے بے پناہ فیضان جو دربار پر دور و نزدیک سے آنے جانے والے زائرین پر کرتے ، میں دیکھا کرتا تھا ۔ صاحبزادہ نور احمد مہاروی صاحبؒ نے فرمایا کہ "دوسرے آنے جانے والوں کے بارے میں آپ جو کچھ فرماتے ہیں وہ بجا ہے ۔ لیکن اپنے بارے میں بھی کچھ فرمایئے" ۔ اس پر حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے اپنی زبان مبارک سے الحمد اللہ پڑھا اور آہستہ سے فرمایا ۔ "صاحبزادہ صاحبؒ ہم اس وقت کیا تھے اور کس حالت پر تھے بلکہ ہم تو حضرت قبلہ عالمؒ اور آنجناب کے زیر سایہ رہے ہیں ۔ پس صاحبزادہ صاحبؒ نے فرمایا ہم نے سنا ہے کہ کسی خاص شخص کی وساطت سے ان کا قلم مبارک تبرک کے طور پر آپ کو ملا ہے وہ واقعہ کیا ہے؟ حضرت فخر الاولیاءؒ کچھ دیر خاموش رہے اور پھر جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ چند دن کے بعد علی الصبح میں حضرت کے مزار پر حضرتؒ کے روئے مبارک کے سامنے بیٹھا ہوا تھا کہ ایک انتہائی حسین شخص جس کی داڑھی مبارک کے نصف بال سفید تھے وہاں آئے ۔ مزار مبارک کی قدم بوسی کی اور کچھ کلام پڑھ کر بخشا ۔ پھر آہستہ آہستہ میرے قریب آ کر بیٹھ گیا ۔ اور مجھے السلام علیکم کہا ۔ میں نے بھی سفید ریش ہونے کی وجہ سے اٹھ کر انہیں وعلیکم السلام کہا انہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا ۔ اس کے بعد مجھ سے پوچھنے لگے ۔ اے میاں جی ! ملک پنجاب کے پہاڑی علاقہ سے آئے ہو ۔ اور مہاراں

شریف سے جہاں تمہاری بیعت ہے مہاراں شریف والے میاں صاحب" بھی مولانا صاحب" کی زیارت کیلئے آئے ہیں۔ میں نے انہیں بتایا کہ ہاں۔ میں بھی حاضر ہوا ہوں۔ لیکن آنجناب کی بارگاہ میں دوسرے ہزاروں لوگ بھی آئے ہیں۔ انہوں نے پھر پوچھا کہ پنجاب کے پہاڑوں سے تم ہی آئے ہونا؟ پھر اس شخص نے میری ٹوپی میرے سر سے تھوڑی سی ہٹا کر دیکھا اور کہا۔ ہاں۔ درحقیقت وہ تم ہی ہو۔ میں نے ان سے پوچھا کہ میری پیشانی پر ٹوپی کے نیچے آپ نے کیا دیکھا ہے؟ کہا کہ میں نے زخم کا وہ نشان جو تمہاری پیشانی کے اوپر ہے دیکھا ہے۔ اور میرا مطلب تم سے ہے۔ پھر کہا اے میاں صاحب! میں حضرت مولانا صاحب" کے غلاموں سے ہوں اور تمہارے لئے انہوں نے وصیت فرمائی ہے۔ اور میں مولانا صاحب" کی طرف سے تمہارے لئے امانت اپنے پاس رکھتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ امانت تمہارے حوالہ کردوں۔ اور تمہارے متعلق مولانا صاحب" نے یہ نشانیاں مجھے اپنی زندگی مبارک ہی میں بتائی تھیں۔ بلکہ آج رات خواب میں بھی مجھ سے فرمایا کہ وہ عزیز چندروز ہوئے یہاں آیا ہوا ہے اور ہمارے مزار پر معتکف ومتوقف ہے۔ جاؤ ہماری وصیت اور تبرک جو امانتاً تمہارے پاس ہے۔ ان کو دیدو۔ اور کہو کہ تسلی کرو تم ہمارے ہو میں اس گفتار سے اپنے طور پر متفکر اور حیران ہوا۔ کہ یہ شخص کیا کہتا ہے۔ پس میں نے اس سے کہا کہ مجھ غریب کو حضرت مولانا صاحب" نے نہیں دیکھا اور نہ ہی سنا ہے۔ یہ کیا فرماتے ہو؟ کوئی اور ہوگا۔ پہلی بات پر کہا کہ حضرت مولانا صاحب قدس سرہٗ نے تمہیں سلام فرمایا اور ساتھ ہی فرمایا کہ ایک شخص ملک پنجاب کے پہاڑوں سے جو کہ میاں صاحب مہاراں والے سے بیعت ہے۔ ہماری زیارت کو آیا ہواُ ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ظاہراً

ہماری ملاقات ان سے نہیں ہوئی۔ مگر ہمارا اسلام انہیں پہنچاؤ اور ان کی تسلی کرادو اور ہمارا یہ تبرک بھی انہیں پہنچادو۔ اس نے بتایا کہ میں نے حضرت صاحبؒ سے نشانی طلب کی ہے اور حضرت والا قدر نے ایک تو تمہاری نوعمری کی نشانی بتائی۔ دوسری نشانی ملک پنجاب کے پہاڑی علاقہ سے متعلق فرمایا۔ تیسری نشانی حضرت مہاروی صاحبؒ سے بیعت ہونے کے متعلق فرمایا اور چوتھی نشانی تمہارے ماتھے کے اوپر زخم کا بھی فرمایا اس وجہ سے میں تمہیں تلاش کرتے کرتے یہاں آیا ہوں۔ اور تمہیں دیکھ کر میں نے تسلی کر لی۔ پس اس نے حضور مولانا صاحب قدس سرہٗ کا سلام مجھے دیا۔ اس کے بعد اس نے ایک بانس کی لکڑی کی سربستہ نالی میرے سامنے رکھ دی۔ جب میں نے اس نالی کا منہ کھولا تو اس کے اندر ایک قلم رکھا ہوا تھا۔ میں نے وہ سر اور آنکھوں پر رکھا۔ پھر اٹھا مزار شریف کی قدم بوسی کی۔ پھر اس شخص نے میرا ہاتھ پکڑ کر مزار شریف پر رکھا اور عرض کی کہ یا حضرتؒ! آپؒ کی فرمودہ وصیت اور عطا کردہ امانت آپ کے مطلوبہ شخص کہ جن کی نشانیاں آپ کی ذات پُر برکات نے بتائیں تھیں آپ کے روبرو ان کے حوالہ کی ہیں۔ پھر میں نے ان سے دُعائے خیر طلب کی۔ انہوں نے ہاتھ اٹھا کر دعائے خیر کی۔ اس کے بعد ہم نے ایک دوسرے کو الوداع کیا۔ بعد ازاں جب میں نے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ حضرت مولانا صاحب رضی اللہ عنہ کے مجاوروں یعنی خلفاء میں سے تھے۔ لیکن وہ در پردہ رہے۔

فائدہ

جان لیں کہ حضرت مولانا صاحب رضی اللہ عنہ نے حضرت فخر الاولیاءؒ کو جس

شخص کی وساطت سے قلم کا تبرک عطا کیا۔ یہ واقعہ حضرت فخر الاولیاءؒ کی زبان حقائق بیان سے تواتر کے ساتھ محقق ہوا۔ چونکہ یہ تبرک مشائخ کرام میں مشہور و معروف نہ تھا اس لئے کسی اور ملفوظ شریف میں اس کا ذکر نہیں آیا۔ جب کہ جبہ مبارک، پیراہن مبارک، نعلین، کلاہ، مصلّے، عصا اور دوسری چیزوں کا ذکر کتب اور مشائخ کرام کے منقولات میں بیان ہوا۔ پس اس موقع پر علماء، فقراؔ اور صلحاؔ نے اپنے بہت سے توجیہات فکر سے بیان کیا ہے۔ لیکن جناب فخر الاولیاء قدس سرہٗ سے قلم کے تبرک کے راز کے بارے میں کسی کو پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ یا پھر آپ کی حقیقی ہیبت اور رعب کی وجہ سے کوئی پوچھ نہ سکا۔ جیسے کہ مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔

ے ہیبت حق است این از خلق نیست

ہیبت این مرد صاحب دلق نیست

ترجمہ: یہ ہیبت اور رعب ودبدبہ حق کی ہے خلق کی وجہ سے نہیں ہے اور یہ ہیبت اس گودڑی پوش کی نہیں ہے۔

پس یہ راقم کہتا ہے کہ ہر شخص نے چونکہ اپنے زعم وقدرت کے مطابق کوئی نہ کوئی پہلو بیان کیا ہے جیسے کتاب مناقب شریفہ کے مؤلف نے تفصیل سے بیان کیا ہے اگر یہ مسکین بھی اختصار کے طور پر چند حروف تحریر کردے تو کچھ نہ کچھ سمجھا جاسکے گا۔ ویسے در حقیقت ان کی تہہ تک پہنچنا محالات سے ہے۔ تاہم یہ مسکین بیان کرتا ہے جو کہ موقع محل کے مطابق مناسبت بھی رکھتا ہے۔ کہ جس طرح ایک بوڑھی عورت یوسفؑ کے خریداروں میں شامل ہونے کیلئے تھوڑی سی سوت کی اَٹی اٹھا کر پہنچ گئی۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تیری یہ سوت اس ماہِ کنعان کی قیمت کے مقابلے

میں کیا حیثیت رکھتی ہے؟ بوڑھیا نے جواب دیا کہ یوسفؑ کے خریداروں میں شامل ہونے کیلئے یہی کچھ کافی ہے۔ پس یہ مسکین کہتا ہے کہ اس تبرک شریف کی توجیہ دو طریقے سے مختصر طور پر نظر کو اور ذہن میں اگر چہ کم تر دکھائی دیتی ہے۔ مگر دونوں کی حیثیت دراصل ایک کی طرف راجع ہوتی ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ قلم کا تصرف کامل سے عبارت ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں ملک کو زیر قلم لایا۔ شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔

ے درآورد ملکی بہ زیر قلم — یعنی وہ ایک ملک کو زیر قلم لایا

اور یہ بھی کہتے ہیں کہ فلاں بادشاہ نے قلم فلاں وزیر یا امیر کے ہاتھ دے دیا۔ یعنی اپنے ملک کا تصرف اس کے حوالہ کر کے یہ واضح کیا کہ فلاں شخص کے کئے ہوئے تمام کام بادشاہ کو مقبول و منظور ہیں۔ اگر وہ کسی کی ترقی یا تنزلی کا حکم صادر کرے گا۔ یا کسی کا خوف و خطر دور کرے گا تو کسی اور کو یارائے سخن نہ ہوگا۔ بلکہ اگر کوئی بادشاہ سے فریاد کرے گا تو پھر بھی اسی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ پس ایسے بادشاہ کا قلم کا تبرک عطا فرمانا ولایت حقیقی کے ایسے نائب کیلئے مناسب ہے کیونکہ قائم مقام حقیقی کا حصہ ہے۔ اس متبرک قلم کے عطا فرمانے سے کئی سال پہلے حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ اس رعایت کی تاکید کر چکے تھے۔

چنانچہ اس حقیقت کو مؤلف مناقب شریفہ نے ذکر کیا تھا۔ کلی اور جزوی تصرفات کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ تمہارا تمام ساختہ پرداختہ ملکِ ولایت حقیقی کا قیام و انہدام اور امور تنزل میں اور تکمیل میں ظاہری اور باطنی حکام میں مقبول ہے۔ پس یہ قطب مدار کا درجہ ہے اور ملک و ملکوت کے تمام امور چاہے ظاہری ہوں چاہے باطنی

تمام تر ان کی ہمت شریف سے وابستہ ہوتے ہیں۔اگر چاہیں تو کسی نادان اور ناواقف کو مسند ولایت پر پہنچا سکتے ہیں۔اور اگر چاہیں تو کسی ولی کو ابدال سے اور اوتاد سے یا دیگر صاحب مدارج کو تنزل کے مقام پر لے آئے۔ "نعوذ باللہ "تو کر سکتے ہیں۔اللہ تعالےٰ نے اپنا تمام فیضانِ رحمت ان کے ہاتھ میں دیا ہوا ہوتا ہے۔کیونکہ ان کا ہاتھ ہر شخص تک پہنچتا ہے۔پس وہ ان کی عطاؤں کے مظہر سے روکنا،قبض کرنا اور کشادہ کرنا ہوتا ہے۔اور محو و اثبات جو کہ قلم کا کام ہے۔"یمحو اللّٰہ مایشاء ویثبت" انہی سے عبارت ہے۔حق تعالےٰ انہی کے دست تصرف پر رکھ دیتا ہے۔پس ان کا ہر کام اور ہر گفتار اور ہر قول و فعل در حقیقت حق تعالےٰ شانہ کی طرف منسوب ہوتا ہے۔جیسے کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گر چہ از حلقوم عبداللہ بود

ترجمہ: اس کی کہی ہوئی بات اللہ تعالےٰ کی کہی ہوئی بات ہوتی ہے اگر چہ وہ اللہ تعالےٰ کے کسی بندے کی حلق سے نکلی ہوئی ہو۔

دوسرا طریقہ

یہ طریقہ قلم کی حقیقت پر کشف ہے اور وہ یہ ہے کہ متعدد حدیث پاک جو کہ اول خلق کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ان میں سے ایک یہ ہے کہ سرور کائنات،خلاصہ موجودات علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التحیات نے ارشاد فرمایا "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ" یعنی اللہ تعالےٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا۔اور دوسری حدیث پاک میں حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں

ارشاد فرمایا "اوّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ القَلَمُ" یعنی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا ایک اور حدیث پاک میں اس طرح ارشاد فرمایا "اوّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ العَقلُ" یعنی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا فرمایا۔ پس ان تمام احادیث کے درمیان توفیق صحیحہ کے بارے میں علماً حدیث رحمہم اللہ نے اس طرح فرمایا ہے کہ یہ تمام چیزیں یعنی نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہیں۔ نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قلم اور عقل فی الحقیقت ایک ہی چیز سے عبارت ہیں جسے حقیقت محمدیہ کہتے ہیں۔ اور ان کے درمیان فرق صرف اعتباری ہے۔ اور حقیقت محمدیہ ﷺ صوفیاء کرام کے نزدیک مرتبہ وحدت سے اول ذات بحت کا تنزل ہے۔ کہتے ہیں جب وجود کا فیضان مبدأ فیاض سے اس مرتبہ کے واسطہ کہ علم اجمال کو اس سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور قلم بھی حقیقتاً اس سے متحد ہے۔ پس تمام فیضان قلم پر منحصر آئے۔ اس وجہ سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جف القلم بما هو فی علم الله" لہٰذا مولانا جامیؒ نے اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ بیت ؎

(1) سخن از کاف ونون دم بر قلم زد قلم بر صفحۂ ہستی رقم زد

(2) چون شد قاف قلم زاں کاف موجود کشاد از چشمہ اش فوارۂ جود

(3) بہ عالم ہر چہ از بالا و پستند ز جوششہائی آن فوارہ ہستند

ترجمہ (1) بات جب کاف ونون کی ہوئی تو لفظ کاف ونون "کُن" نے قلم پر دم مارا جب قلم تخلیق ہوا تو اس نے صفحۂ ہستی پر لکھنا شروع کیا۔

(2) جب قلم کا "قاف" اس کاف " کن" سے موجود ہو گیا یعنی پیدا ہوا تو اس کے چشمہ سے "جود" یعنی سخاوت کا فوارہ پھوٹ پڑا۔

(3) دنیا میں بلند و بالا یعنی تحت وفوق جو کچھ بھی ہے وہ اس فوارہ کے جوش سے موجود ہو گئے ہیں۔

دوسری جگہ پر یوں فرمایا ہے۔

چشمہ قاف قلم تا نکشاد موج جود از دل دریا نہ کشاد

ترجمہ: قاف کے چشمہ نے جب تلک قلم کو ظاہر نہ کیا تو سخاوت کا موج دریا کے دل سے ظاہر نہ ہوا۔

پس قلم کا دینا اشارہ ہے حضرت فخر الاولیآءؒ کی لیاقت وصلاحیت کی طرف جو کہ حقائق اشیاء کی معرفت کی عطا اور مرتبہ کے متعلق اور عطائے مرتبہ علم ہے، کیونکہ قلم خود اس مرتبہ سے عبارت ہے۔

سوال

اگر کسی کو وہم پڑ جائے بلکہ کئی لوگوں کو وہم پڑ گیا کہ یہ مراتب مذکورہ اولیاء کا انتہائی درجہ ہے۔اور حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ اس وقت سلوک کے ابتدا میں تھے۔ لہٰذا یہ کس طرح متصور ہو سکتا ہے؟

جواب

اس کا جواب دو طریقوں سے ہے۔ایک ظاہری اور دوسرا تحقیقی۔ظاہری جواب یہ ہے کہ قلم کا عطا ہونا ایک اشارہ تھا اس طرف کہ حضرت فخر الاولیآءؒ کو یہ مراتب حاصل ہونے والے ہیں تسلی رکھیں کہ ان کا نصیبہ انہیں ملے گا۔اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ یہ سوال دوسرے اہل اللہ کے دیکھنے اور سننے سے ظاہر ہوتا ہے۔اِلاّ یہ کہ حضرت

فخر الاولیاءؒ کا حال دوسروں کی طرح نہ رہا بلکہ جو کچھ دوسروں کو سخت مجاہدہ اور انتہائی ریاضتوں کے بعد حاصل ہوتا ہے وہ ان کو شروع حال میں حسب استعداد عشق حاصل ہوا۔ اور چونکہ اس نعمت عظمیٰ کی انتہا نہیں ہوتی ہمیشہ زیادتی کے طالب ہوتے ہیں بلکہ اس سے بھی اعلیٰ و بلند ترین مقامات پر پہنچتے ہیں پس حضرت مولانا جامیؒ کے قول کے مصداق حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کا بے شک و شبہ اعلیٰ مقام روشن اور واضح ہے جیسے کہ فرمایا۔

اول او آخر ہمہ منتہی　　زآخر او جیب تمنا تہی

ترجمہ: اس کا اول اور انجام تمام انتہا تک پہنچے ہوئے ہیں اور اس کا آخر کسی خواہش سے خالی ہے یعنی آغاز ہی سے اتنا عطا ہوا کہ انجام یا آخر میں کوئی خواہش باقی نہ رہی۔

اس حقیقت کے تمام رموزات کو ان اشعار میں درج کیا گیا ہے۔ پس سمجھ لیں۔

(1) قلم سرّ ایست ز اسرار الٰہی　　از و یک نقطہ از مہ تا بہ ماہی

(2) قلم فیض کمال ہر وجود است　　قلم قسمت کنِ آن بحر جود است

(3) قلم رمزی ز امر کن فکان است　　قلم سر دفتر کون و مکان است

(4) قلم مقبول آن شاہ ازل شد　　از ان مالک بملک لم یزل شد

(5) قلم محو و ثبت را بیان است　　بہ نوکش بستہ کار دو جہان است

(6) قلم راز خدا را محرم آمد　　از ان بحف القلم ز ان مکرم آمد

(7) چہ می پرسی ز کُنہ او کہ چون است　　کہ آں معیار علم بے چگون است

(8) ز کُنہ او کسی آگاہ نباشد　　جز آں کس کو ز خود آگاہ نباشد

(9) پس آن بہتر کہ در مقصود پیچیم نہ در تفصیل این مشکل بہ پیچم

ترجمہ: (1) قلم اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ بلندی سے پستی تک جو کچھ ہے اس کے ایک ہی نقطہ سے ہے۔

(2) قلم کا فیض ہر وجود کا کمال ہے۔ قلم اس کی سخاوت کے سمندر کا تقسیم کرنے والا ہے۔

(3) قلم امر کن فکان کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ قلم کون و مکان کے دفتر میں سرفہرست ہے یعنی سب سے پہلے ہے۔

(4) قلم اس شاہ ازل کی بارگاہ میں مقبول ہوا۔ اس لئے کہ اس کا مالک خود لم یزل ہوا۔

(5) قلم محو اور ثبت کا بیان ہے کیونکہ اس کے نوک سے دونوں جہانوں کے کام وابستہ ہیں۔

(6) قلم خداوند تعالےٰ کے رازوں کا جاننے والا ہے اس وجہ سے جوفِ قلم قابل احترام ہوا۔

(7) اس کی حقیقت کے بارے میں کیا پوچھتے ہو کہ کیا ہے کیونکہ وہ علمِ بے چگوں کا معیار ہے۔

(8) اس کی گہرائی یعنی حقیقت سے کوئی بھی آگاہ نہیں ہوا۔ سوائے اس کے کہ وہ اپنے آپ سے آگاہ نہیں ہوا۔

(9) بس یہی بہتر ہے کہ اس کے مقصود لپیٹ لیں کہ اس مشکل کی تفصیل میں پڑ جائیں۔

پس مؤلف مناقب شریفہ لکھتے ہیں کہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی ذات کافی مدت تک حضرت مولانا صاحب رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر معتکف رہے اور اس کے بعد رخصت یاب ہوئے۔ حضرت فخر الاولیاءؒ نے چالیس دن یا اس سے کچھ کم فرمایا ہے۔ بندہ کو اچھی طرح یاد نہ رہا۔ لیکن اغلب یہ ہے کہ چالیس دن فرمایا ہے۔ پس فرمایا کہ حضرت مولانا صاحب رضی اللہ عنہ سے رخصت ہو کر ایک ہفتہ حضرت قطب صاحب قدس سرہٗ کے مزار شریف پر معتکف بیٹھا۔ اور ان کی توجہات سے بھی فیض یاب ہوا۔ پس صاحبزادہ صاحب مرحوم نے پوچھا کہ یا حضرتؒ! مولانا صاحب قدس سرہٗ سے رخصت کے بعد حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کی طرف کیسے گئے۔ بیان فرمائیے۔ اس پر حضرت فخر الاولیاء نے فرمایا۔

محبوب الٰہیؒ کی محبوبیت کی خوشبو

اس کے بعد میں حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ عنہ کی زیارت کرنے گیا۔ جب میں آں حضرتؒ کی زیارت سے مشرف ہوا تو چند دن وہاں متوقف رہا۔ تو میں نے ان کی محبوبیت کی قسم وقسم کے تصرفات کو دیکھا۔ پہلی یہ کہ ان کے تمام روضہ ومزار مبارک سے عنبر آمیز خوشبو آرہی تھی۔ میں نے گمان کیا کہ شاید روزانہ مزار شریف پر عطر کی شیشی چھڑکتے ہیں۔ جو اس قدر بہترین خوشبو آتی رہتی ہے جب کہ صبح وشام مجھے وہاں بیٹھنے اور ٹھہرنے کا اتفاق ہوا مگر میں نے کسی وقت بھی ظاہری طور پر عطر چھڑکتے نہیں دیکھا۔ چار پانچ دن کے بعد میں نے خادموں سے پوچھا کہ تم لوگ کس وقت مزار شریف پر عطر پاشی کرتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم کسی وقت بھی



تربت حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ (پاکپتن شریف)



مزار مبارک حضرت نظام الدین اولیاءؒ (دہلی)



مزار مبارک حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ (مہرولی دہلی)



تربت مبارک حضرت امیر خسرو دہلویؒ (دہلی)

نہیں چھڑ کتے۔ میں نے پوچھا تو پھر اس قدر زیادہ عطر کی خوشبو کہاں سے آ رہی ہے۔
انہوں نے جواب دیا کہ یہ خود بخود حضرتؒ کی محبوبیت کی خوشبو ہے۔ سبحان اللہ!
حضرتؒ کی عجب شان محبوبیت ہے کہ زمین کا یہ ٹکڑا بھی عطر بیز بنا ہوا ہے۔ دوسری بات
یہ کہ وہاں بیٹھنے سے میں انتہائی قلبی اور ذہنی سکون پاتا تھا یہاں تک کہ وہاں سے اٹھنے
اور دور ہونے کو دل نہیں چاہتا تھا آپ کے تصرفات وکرامات اس طرح واضح نظر
آتے تھے کہ وہاں گیا ہوا کوئی بھی شخص آپ کی کوئی نہ کوئی کرامت دیکھے بغیر نہیں لوٹا۔
کیا صوری اور کیا معنوی ہر قسم کے لطف ولطائف آنے جانے والوں کو میسر فرماتے
تھے۔ بلکہ آپ ظاہری اور باطنی فیض اس حد تک بخشتے تھے کہ بیان کرنا مشکل ہے۔

مزارِ حضرت امیر خسروؒ پر حاضری

پس فرمایا کہ حضرت امیر خسروؒ جو کہ اپنے پیر جناب سلطان المشائخ کے
عاشق صادق ہیں۔ میں ان کے روضہ پر بھی گیا ان کا روضہ حضرتؒ کے پائین کی
طرف تھوڑے سے فاصلہ پر ایک ہی آستانہ میں واقع ہے انہیں جذب وعشق اور محبت
الٰہی میں سوختہ پایا اور ایسی تاثیر دیکھی ہے کہ ان کے مزار کو دیکھتے ہی خود بخود گریہ
طاری ہو جاتا ہے۔ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ ایک سپاہی وہاں زیارت کرنے آیا،
اس وقت اس پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ روتے روتے بیہوش ہو کر گر پڑا۔ اس کی
پگڑی ایک طرف گری اور تلوار جو ہاتھ میں رکھتا تھا دوسری طرف جا پڑی۔ ایک دن
ایک بیلدار جنہیں اس ملک میں اوڈ کہتے ہیں مزار پر آیا۔ اس کا ایسا حال ہوا کہ اس کا
بیلچہ کسی طرف گر پڑا۔ اس پر گریہ طاری ہوا اور بیہوش ہو کر گر پڑا۔ خسرے جو کہ

مجرا کرنے آئے تھے باوجود مجرانہ لباس کے زمین پر گر پڑے اور لوٹ پوٹ ہونے لگے۔ میں نے ان حالات پر غور کیا اور سوچا کہ امیر صاحبؒ کی سوختہ دلی اور جذب وعشق کی وجہ سے جب عوام الناس پر ایسا اثر وارد ہوتا ہے۔ تو خواص کس حال میں پہنچے ہوں گے۔ اس کے بعد حضرت فخر الاولیاءؒ نے یہ شعر پڑھا۔

از سوختگان عشق چون ناید این ظہور

کہ جان ودلش شدز آتش عشق پرسوز

ترجمہ: عشق کے جلے ہوؤں سے کس طرح یہ ظاہر نہ آئے کیونکہ ان کی جان اور دل عشق کی آگ سے پُرسوز یعنی جلانے والے بن گئے۔

پس فرمایا۔ صاحبزادہ صاحب! پھر چند دن کے بعد آنجناب امیر خسروؒ سے اجازت لے کر

حضرت شاہ چراغ دہلویؒ کے مزار پُرانوار پر

حضرت خواجہ شاہ نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہٗ کے مکان پر آیا جو کہ حضرت سلطان المشائخ قدس سرہٗ کے مکان سے تقریباً تین کوس جنوب کی طرف واقع ہے۔ وہاں پہنچا ان کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اور حضرت شیخ کمال الدین صاحب المعروف "علامہ" رحمتہ اللہ علیہ کے مزار شریف پر حاضر ہوا جن کا مزار شریف بھی حضرت خواجہ چراغؒ دہلوی کے آستانے میں مزار مبارک سے شرقی جانب تھوڑے سے فاصلہ پر واقع ہے۔ وہاں پہنچ کر زیارت سے مشرف ہوا۔ جہاں خواجہ صاحبؒ کا روضہ مبارک ہے وہاں شیخ صاحبؒ کا میدان نما آستانہ ہے۔ لیکن آپ کا مزار فیض

ہار کنارہ کچا چونہ دار ہے۔ چند دن تک آستانہ پر اقامت پذیر رہا ان دونوں حضرات کے گوناگوں فیوضات کا میں نے مشاہدہ کیا جو کہ وہاں حاضری دینے والوں پر وارد ہوتے رہتے تھے۔ صاحبزادہ نوراحمد مہاروی صاحبؒ نے پوچھا کہ ہر مکان پر آنے والوں کے احوالِ گرامی آپ نے بتائے مگر آپ نے اپنے بارے نہ بتایا۔
حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کیونکہ ہمارے ساتھ حضرت قبلہ عالمؒ کی توجہ شامل حال تھی اس لئے آپ کی توجہ سے تمام حضراتؒ کی عنایات ہمیں میسر ہوتی رہیں۔ پھر انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

ہر کس بہ درِ ایشان از صدق دل رسید

بی نیل مقصود کس از در شان باز نگردید

ترجمہ: جو آدمی بھی ان کی بارگاہ درِاقدس پر پہنچا مقصود حاصل کئے بغیر ان کے دروازے سے واپس نہ لوٹا۔

پس فرمایا کہ ایک ہفتہ کے بعد وہاں سے رخصت ہو کر دہلی شہر میں آیا اور مولانا صاحبؒ کے مدرسہ میں مولانا شمس الدین کے پاس آ کر رہا۔ پھر شاہ کلیم اللہ جہان آبادیؒ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ جو کہ شہر دہلی ہی میں ہے۔ زیارت سے مشرف ہوا۔ اگرچہ ان کا روضہ نہیں ہے۔ لیکن ان کی جگہ بہشت کا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا۔ وہاں سراسر مسرت حاصل ہوئی اور تمام پیروںؒ کی زیارت کے بعد وہاں سے عازم اجمیر شریف ہوا۔

اجمیر شریف روانگی اور

خواجہ غریب نوازؒ کی بارگاہ میں حاضری

صاحبزادہ صاحبؒ! جب میں دہلی سے اجمیر شریف کی طرف روانہ ہوا۔ اگر چہ اس طرف میری واقفیت کا کوئی ذریعہ نہ تھا لیکن میں نے بتوکل الٰہی ایک سو کوس سے زائد فاصلہ طے کیا اور بلآخر اجمیر شریف پہنچ گیا۔ حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ معین الدین قدس سرہٗ کے جناب میں زیارت کی سعادت سے مشرف ہوا۔ میں جتنا عرصہ وہاں رہا رات دن روضہ منورہ کے حضور میں گزارے حضرت غریب نوازؒ کے ظاہری فیضان کمالیہ سے سینکڑوں کرامات وخوارق میں نے دیکھے اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ حضرت خواجہ صاحبؒ ظاہر بیٹھے ہوئے خلائق کو فیضان بخش رہے ہیں۔ دوسرے لوگ تو اپنی جگہ مگر لنگوٹ کس فقراء بھی سینکڑوں کی تعداد میں روضہ منورہ پر آتے تھے اور کہتے تھے کہ خواجہ صاحبؒ! ہمارا روزینہ ہمیں دلوایئے۔ اگر کسی قدر دیر ہو جاتی تو غصہ میں آکر بے حجابانہ کہہ اٹھتے تھے کہ یا خواجہ دیدو! یا خواجہ دیدو اگر نہیں دیں گے تو آپؒ کے روضہ کے کلس پر ڈنڈے ماریں گے۔ اس بات کے کہنے کے دوران وہ پسینہ سے شرابور ہو جاتے تھے۔ آخر اس دوران کوئی نہ کوئی آجاتا اور انہیں انکا روزینہ دے جاتا تھا۔ اس کے بعد وہ عاجزی و نیاز کرتے چلے جاتے تھے یوں معلوم ہوتا تھا کہ حضرت خواجہ صاحبؒ ان کی باتوں کو پسند کرتے تھے اور اسی وقت ان کو اپنے مقصد تک پہنچاتے تھے۔ فیوضات خواجہؒ سے جلد اور مستقل طور پر بہرہ یاب ہونے کیلئے بہت سے لوگ فقراء بن بیٹھے تھے کہ گداگر مستقل فیض یاب ہو جاتے ہیں۔



مہر مبارک حضرت شیخ ابو اسحاق شامی چشتیؒ





مزار مبارک خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیریؒ



تربت مبارک حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشیؒ (مہرولی دہلی)

حضرتؒ کے آستانہ پر مسلمان اور ہندو یکساں حاضر ہوتے تھے۔ خصوصاً شام سے عشاء تک زائرین وسائلین کا بہت ہنگامہ خیز رش رہتا۔ آستانہ میں ہر طرف چراغوں اور فانوس کی خوب روشنی ہوتی۔ خصوصاً دیواروں اور اندرون روضہ شریف میں بے پناہ روشنی ہوتی تھی۔ مومی فیتہ سے نہایت ہی گرمی ہوتی تھی اور مجلس سماع ہمیشہ جاری رہتی۔ رقاصائیں اور سرود کہنے والی اول اور آخر شب میں حاضری دیتی تھیں۔ صبح وشام ان کی باری بہ مشکل ایک مرتبہ آتی تھی۔ مزار شریف کے غسل کا حال یہ تھا کہ ہمیشہ صندل پاشی ہوتی رہتی تھی اور یہ بات بھی سنی گئی کہ خدام کے علاوہ دوسرے تمام لواحقین، روضہ منورہ پر کام کرنے والے یعنی روشنی کرنیوالے، فرش بچھانے والے، قوال، رقاص، ماشکی، متولی، سپاہی، چوکیدار، نقارچی، مدرسہ کے علماء، حفاظ اور آستانہء عالیہ کے احاطہ میں بنی سفید پتھروں کی مسجد کے امام اور مسافر حضور خواجہ غریب نوازؒ کے خزانہ سے وظیفہ حاصل کرتے ہیں۔ روضہ منورہ کے تمام کاربار، یہاں تک کہ عرس شریف کی نگرانی متولی حضرات کرتے ہیں۔ صاحبزادہ صاحبؒ نے پوچھا کہ خزانہ کہاں سے جمع ہوتا ہے؟ اس پر حضرت فخر الاولیاءؒ نے فرمایا۔ سنا گیا کہ دہلی کے بادشاہوں کی طرف سے حضور والاؒ کی بارگاہ میں جاگیریں نذر گزاری ہوئی ہیں جو کہ بیس موضع جات سے پیداوار بطور نذرانہ جمع کرتے ہیں اور اس سے ہی خرچ کرتے ہیں اور یہ بھی بتایا گیا کہ اس کے علاوہ دہلی اور دکن کے بادشاہوں، نوابوں اور امیروں کی طرف سے ہندوستان کے تمام اضلاع سے نذرونیاز کے علاوہ نقدی اور اجناس میں سے لاکھوں کی آمدنی ماہانہ جمع ہوجاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

جوگی حضرت خواجہ صاحبؒ سے حیات جاودانی پا گیا (خضر بیابانی)

پس اس موقع پر جناب صاحبزادہ صاحبؒ نے شادی دیو جوگی کا ذکر کیا جو کہ اجمیر میں خواجہ صاحبؒ سے مقابلہ کے لئے آیا تھا تو اس کے بارے میں انہوں نے حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ' العزیز سے پوچھا کہ اگر اس کے بارے میں آپ کو کچھ معلومات ہوں تو بتایئے۔ کیونکہ سنا ہے کہ وہ جوگی خواجہ صاحبؒ سے حیات جاودانی پا کر جنگل میں راہ گم کردہ مسافروں کی مدد کرتے ہیں اور پیاسوں کو پانی پلانے پر بھی مقرر ہیں۔ آپ سے بھی ان کی ملاقات ہوئی ہوگی؟ وہ کیسے ہے؟

پس اس پر حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ' العزیز نے کچھ دیر سکوت فرمایا۔ اس کے بعد فرمایا صاحبزادہ صاحبؒ! ایسے سنا گیا کہ جس وقت حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ' اجمیر میں تشریف لائے تو چالیس درویش آپ کے ہمراہ تھے۔ سب سے پہلے آپ انا ساگر نام کے مقام پر تالاب کے قریب آ کر ٹھہرے۔ یہ تالاب اکثر پانی سے بھرا رہتا تھا۔ بعض لوگ اسے چشمہ بھی کہتے ہیں اور زیادہ تر پہاڑی ندی سے اور بارش کے پانی سے اسے بھرتے تھے۔ فقراؑ اس کے پانی سے وضو کرنے کیلئے پانی حاصل کرتے۔ اور بعض فقراؑ نے وہاں نماز و نوافل ادا کرنا شروع کیا۔ جب ہندو وہاں آئے اور انہوں نے دیکھا تو فقراؑ سے کہنے لگے کہ تم مسلمان کہاں سے آئے ہو؟ یہ جگہ تو ہماری پوجا پاٹ کی جگہ ہے۔ یہاں تم نے کیوں ڈیرہ ڈالا ہے؟ یہاں سے اٹھو اور چلے جاؤ کیونکہ اگر راجا نے سنا تو تمہیں مار پیٹ کر یہاں سے اٹھائے گا۔

درویشوں نے حضرت خواجہ صاحبؒ کی خدمت میں اس امر کے بارے میں آ کر گذارش کی۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ بادشاہ کو کہو کہ پانی کی یہ جگہ ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترکہ ہوگی۔ پس ایک طرف تم اپنا کام کرو اور دوسری طرف ہم۔ پس انہوں نے کہا کہ ایک طرف تو بادشاہ کے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔ لہٰذا تم اٹھو اور یہاں سے چلے جاؤ۔ خواجہ صاحب قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا ایک طرف اونٹ بیٹھے ہوں گے اور ایک طرف ہم بیٹھیں گے۔ اس تکرار کے دوران اونٹ بھی پہنچ گئے اور انہیں وہاں بٹھا دیا گیا اور خواجہ صاحبؒ کو پھر بار بار اٹھنے کیلئے کہتے رہے۔ یہاں تک رات ہوگئی۔ پس راجا کو اطلاع دے دی گئی۔ راجا نے کہلا بھیجا کہ اگر فقراء راتوں رات اٹھ کر چلے گئے تو بہتر ورنہ علی الصبح انہیں مار مار کر اٹھوائیں گے۔ پس آخر شب کے وقت ساربان جب اونٹوں کو چرانے کیلئے اٹھانے آئے اور انہیں اٹھانے کی کوشش کی تو اونٹ نہ اٹھ سکے۔ ساربانوں نے اونٹوں کو اٹھانے کی ہر چند کوشش کی مگر اونٹوں کو نہ اٹھنا تھا نہ اٹھے۔ علی الصبح یہ خبر بھی راجہ کو پہنچا دی گئی۔ راجا نے بگڑ کر حضرت صاحبؒ کو کہلا بھیجا کہ ہمارے اونٹوں پر تم نے جادو کر دیا جو کہ اٹھ نہیں سکتے خبردار ہو جاؤ کہ ہمارا پیر و مرشد بھی آتا ہے۔ پس ان میں سے ایک جوگی جے پال نام اور دوسرا شادی دیو جو کہ تمام جادوگر تھے راجا کے مددگار بن گئے۔ راجا نے ان کو طلب کیا اور کہا کہ یہاں ایک جادوگر فقیر آیا ہوا ہے جو کہ ہمیں خراب کرنا چاہتا ہے تم میری ایسی مدد کرو کہ وہ یہاں سے چلا جائے۔ چنانچہ وہ اس کوشش میں لگ گئے۔ لیکن کہاں جادو اور کہاں کرامت۔ پس خواجہ صاحبؒ نے سب سے پہلے اپنا آفتابہ ایک درویش کو دیا اور کہا کہ وہ اسے تالاب سے بھر کر لائے۔ جب اس درویش نے آفتابہ تالاب کے

اندر ڈالا تو تالاب کا تمام پانی آفتابہ میں آ گیا اور اس میں مکمل سما گیا اور تالاب خشک ہو گیا۔ ایسا لگتا تھا کہ اس میں کبھی پانی ہی نہ تھا۔ تالاب کے خشک ہونے کی وجہ سے پانی نایاب ہو گیا کیونکہ اس تالاب کے علاوہ کہیں بھی پانی نہ تھا۔ لوگوں نے راجا تک فریاد پہنچائی۔ اس فریاد کے سننے پر راجا نے جوگیوں کو سختی سے تاکید کی کہ جلدی کرو اور اس فقیر جادوگر کا سامنا کرو تم تو تمام عمر ہم سے ماہوار وظیفہ، روزینے اور انعامات حاصل کرتے رہے اور خوب کھاتے رہے اگر تم سے ایک فقیر یہاں سے دور نہیں ہو سکا تو پھر تم پر ہمارا اعتقاد ختم ہو جائے گا اور آئندہ ہماری طرف سے اور راج دربار سے تمہیں کچھ نہیں دیا جائے گا۔ پس انہوں نے اپنی سحرکاری اور جادوگری کا پورا زور لگایا۔ جیسے فرعون کے جادوگروں نے حضرت موسیٰ علےٰ نبینا کے مقابلے میں بھرپور زور لگایا تھا۔ مگر کذب اور مکر کس طرح سچ کے برابر ہو سکتا ہے۔ صاحبزادہ صاحبؒ نے کہا کہ ہاں! حضرت خواجہ صاحبؒ گویا موسیٰ وقت تھے۔ کیونکہ حضرت پیغمبرؐ نے فرمایا "اولیاء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل " ترجمہ: یعنی میری امت کے اولیاء انبیاء بنی اسرائیل کی طرح ہیں" اور راجہ مظہر فرعون تھا اس پر حضرت فخرالاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ بے شک ان کے احوال اسی طرح کے تھے آخر دو تین دن کے بعد شادی دیو وغیرہ کے مقابلے میں حضرت خواجہ صاحبؒ نے اپنی کرامت کے ساتھ ان جادوگروں پر غلبہ پایا۔ بلآخر انہوں نے حق کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا اور خواجہ صاحب کے دستِ راست پر اسلام قبول کر کے مسلمان ہو گئے۔ جبکہ جے پال جوگی نے چند دن مقابلہ کیا لیکن ادھر یہ حال تھا کہ تمام تالاب کا پانی خواجہ صاحبؒ کے آفتابہ میں سما چکا تھا۔ غریب خلقت نے خواجہ صاحبؒ کی خدمت میں فریاد کرتے ہوئے

درخواست کی کہ پیاس کی وجہ سے ہمارا برا حال ہو چکا ہے۔ مہربانی کر کے ہماری قسمت کے لئے امداد فرمائیں۔ پس خواجہ صاحبؒ کو ان پر رحم آیا تو آپؒ نے فرمایا کہ ہمارا آفتابہ تالاب میں انڈیل دیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا حسب سابق تالاب پانی سے بھر گیا۔ پس خواجہ صاحبؒ کی ان کرامات کی وجہ سے آخری جوگی بھی شرمندہ ہو کر تائب ہو گیا اور خواجہ صاحبؒ کے دستِ حق پرست پر مسلمان ہو گیا۔ اور حضرت خواجہ صاحبؒ کی خدمت میں درخواست کی کہ یا حضرتؒ! اب ایسا کرم فرمائیں کہ ہمیں حیات دارین نصیب ہو جائے۔ حضرت خواجہ صاحب غریب نوازؒ نے فرمایا کہ "خضر" بیابانی ہو۔ جاؤ جنگل میں رہو اور اجمیر شریف کی حدود میں راہ گم گشتگان کی راہ نمائی کرو اور پیاسوں کو " گم نامی " میں پانی پلایا کرو۔ پس وہ جوگی جس کا نام جے پال تھا، مسلمان ہو گیا اور حضرت خواجہ صاحبؒ کی طرف سے خضر بیابانی سے ملقب ہو گیا اور ان مواضعات کے جنگل میں رہنے لگا۔ اور اس نے ہم سے بھی ملاقات کی۔

جبکہ ہم چند دن کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ کے حضور سے رخصت ہوئے اور اپنی منزل کی طرف بیکانیر کے راستے واپس ہوئے اس خیال سے کہ سیدھے ملک پنجاب پہنچ سکیں۔ اتفاق سے ایک اور شخص بھی اس راستے سے ہمارے ہمراہ ہو گیا۔ اس نے بتایا کہ وہ بیکانیر میں رہتا ہے۔ ہم جب منزل کی جانب رواں تھے تو ایک منزل پر جنگل میں ہمارے اس ہمراہی کو سخت پیاس لگی اس نے مجھ سے پانی مانگا۔ میں نے اس سے کہا کہ میرے پاس پانی نہیں ہے۔ لیکن کسی موضع پر پہنچ کر تجھے پانی پلائیں گے وہ کچھ دور آگے چلا اور پیاس سے نڈھال ہو کر پانی، پانی کہنا شروع کیا۔ اسے جس قدر بھی تسلی دے سکتا تھا دی مگر اس کو تسلی نہ ہوئی اور وہ بے حس ہوئے جا رہا تھا۔ میں حیران و

پریشان تھا کہ اب اس کیلئے کیا کیا جائے۔ اسی اثناء میں مجھے خیال آیا کہ آخر وہ خضر بیابانی کہاں ہوں گے۔ پانی تلاش کرنے کے خیال سے ہمارا سفر رک گیا اور راستہ گم ہو گیا۔

خضر بیابانی سے ملاقات

اس حیرانی کے عالم میں کبھی تو رکتے تھے اور کبھی چلتے تھے کہ اس دوران اچانک دور سے ایک شخص آتا ہوا دکھائی دیا۔ آخر وہ ہمارے پاس پہنچ گیا اور ہم سے ملا درمیانہ قد تھا، لطیف وجود، سفید ہندوستانی لباس میں ملبوس تھا، کپڑے قدرے میلے تھے، ایک ڈولچی جو کہ لکڑی سے بندھی ہوئی تھی ہاتھ میں لئے بالکل ہمارے قریب آیا اور کہا کہ میاں اگر تمہیں پیاس ہے تو میری یہ ڈولچی لے لو، اس میں پانی ہے، پی لو۔ پس اس نے وہ ڈولچی میرے ہاتھ میں پکڑا دی اور میں نے وہ اپنے ہمراہی کو دے دی اور اس نے پانی پیا اور جو پانی بچ گیا وہ میں نے پیا۔ ابھی پانی باقی تھا کہ ہم نے وہ ڈولچی اسے واپس کردی اس نے ایک طرف اشارہ کیا، تو تھوڑی دور چل کر ہم نے راستہ پالیا۔ اس سلسلہ میں، میں سمجھ گیا کہ خضر بیابانی یہی ہیں۔ ہم نے چاہا کہ کوئی چیز اس سے پوچھ لیں۔ مگر وہ ہم سے اوجھل ہو گیا۔ جب ہم سے اوجھل ہو گیا تو مجھے خیال آیا کہ ہمارے دونوں کام ان سے ہمیں حاصل ہوئے۔ اور یہ یقین ہو گیا کہ حقیقتاً خضر بیابانی یہی تھے اور ہمیں افسوس ہوا کہ ہم ان سے مصافحہ نہ کر سکے۔ اور نہ ہی ان سے کوئی چیز پوچھی جا سکی۔ آخر خواجہ صاحبؒ کے فرمان کے مطابق کہ ان سے ملاقات کرنا "گم نامی" کی صورت میں ارشاد ہوا تھا۔ لہٰذا ہم سے



مقامِ خضرؑ (شام)



وہ مقام جہاں حضرت امام حسینؑ کا سر مبارک رکھا گیا



مزار مبارک حضرت منصور بن حلاجؒ

ان کی شناخت میں سہو ہو گیا تھا۔ پس ہمیں یقین ہو گیا کہ وہ خضر بیابانی تھے۔ صاحبزادہ صاحبؒ نے فرمایا کہ درحقیقت اگر کسی کی ان سے ملاقات ہو جائے تو اسطرح ملاقات ہو گی جیسے کہ آپ سے ہوئی ورنہ ان سے گفتگو یا بات چیت کی کوئی صورت نہیں ہوتی۔ اس پر فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی وطن واپسی کے دوران ایسے ولی سے ملاقات کا ذکر ہوا جو سپاہیوں کے لباس میں ملبوس تھا۔

اجمیر شریف سے واپسی

پس صاحبزادہ صاحب نے پوچھا کہ اجمیر شریف سے پنجاب اور مہار شریف تک کیسے پہنچے۔ آپؒ نے فرمایا کہ حضرتؒ کے ذکر سے اجمیر شریف سے ناگور روانہ ہو گئے۔ ایک منزل طے کرنے کے بعد ہم ایک موضع میں پہنچے وہاں نماز عصر ادا کر کے بیٹھے تھے کہ نماز مغرب کا وقت ہو گیا۔ نماز مغرب ہم نے وہیں ادا کی۔

سپاہیانہ لباس میں ملبوس ولی سے ملاقات

فرمایا ایک شخص سپاہی وضع قطع میں چند دوسرے آدمیوں کے ہمراہ مسجد میں تشریف لائے اور انہوں نے وہاں نماز ادا کی۔ اس کے بعد انہوں نے چراغ جلایا اور مسجد کے بغور مشاہدہ کے دوران ہمیں بھی دیکھا۔ اس کے بعد ہم نے انہیں بغور دیکھا تو وہ پولیس جمعدار افسر نظر آتے تھے۔ مجھ سے پوچھا اے میاں صاحب! اجمیر شریف سے تم آئے ہو۔ میں نے کہا ہاں تو انہوں نے اس روشن کئے ہوئے چراغ کی روشنی میں ایک خوانچہ رکھ دیا اور اس میں سے پکا ہوا کھانا گوشت، روٹی اور حلوا نکال کر ہمارے سامنے رکھ دیا کچھ افراد ان کے ہمراہ تھے ان سب کو اور

ہمیں انہوں نے کھانا کھلایا۔ اس کے بعد وہ مجھ سے مخاطب ہوئے اور کہا۔ میاں صاحب! آپ ہمارے ڈیرہ پر تشریف لے چلیں جو کہ یہاں سے تھوڑے فاصلہ پر ہے۔ آخر وہ تقاضا کر کے مجھے اپنے ڈیرہ پر لئے گئے۔ میں نے دیکھا کہ خیمہ نصب ہے۔ اور قنات لگے ہوئے تھے۔ اور وہاں ایک چارپائی بچھی ہوئی تھی جس پر ایک دوہرہ بچھا ہوا تھا۔ مجھے اس پر بٹھا دیا اور خود ایک چوبی چوکی پر بیٹھ گئے جو وہاں رکھی ہوئی تھی۔ پھر حکایات صالحین، بزرگوں کے نکات اور اصحاب حق الیقین کے واقعات بیان کرنے لگے۔ چنانچہ ان میں سے مجھے ایک حکایت یاد رہی۔ انہوں نے بتایا کہ " ایک مرتبہ میں دہلی شریف میں ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ نوافل ادا کرنے میں مشغول تھے۔ میں دیر تک وہاں بیٹھا رہا۔ میں نے ان کی صفائی قلب کی طرف خیال کیا۔ انہوں نے نفل ادا کرنے کے بعد میری طرف دیکھتے ہوئے فرمایا کہ صفائی قلب نہایت ہی احسن ہے تا کہ اس سے مطلوبِ حق جمال الٰہی کے مشاہدہ میں غرق ہو جائے اور اس امر سے بے خبر نہ رہا جائے۔ مقصودِ عبادت یہی ہے"۔

پھر انہوں نے یہ مصرعہ پڑھا۔ ع۔ تا تو در پندار ہستے ۔ ہستی باقی است۔

ترجمہ: جب تو پندار میں ہے ہستی باقی ہے۔

اس پر حضرت فخر الاولیاءؒ نے فرمایا کہ ہاں! صاحبزادہ صاحبؒ! میں نے کشف المحجوب میں پڑھا کہ "العلم" کا معنی حجاب اکبر ہے۔ کہ اگر کسی سے واردات الٰہی وارد ہو جائیں اور وہ خود اس واردات سے آگاہ ہے تو بس وہ آگاہی اس کیلئے حجاب اکبر ہے۔ کیونکہ علم کے معنی جاننے کے ہیں۔ یہ سب کچھ کہنے کے بعد حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا کہ صاحبزادہ صاحبؒ! جب میں اس چارپائی پر

بیٹھ گیا جس پر دوہرہ بچھا ہوا تھا۔ تو وہاں مجھے ایک نوکدار چیز کانٹے کی طرح چبھنے لگی۔ میں نے خفیہ طریقے سے اپنا ہاتھ اس دوہرہ کے نیچے کر کے ٹٹولا تو مجھے وہاں ایک چبھنے والی چیز محسوس ہوئی میں حیران تھا کہ آخر یہ کیا چیز ہو سکتی ہے لیکن لحاظ کر کے میں نے نہ پوچھا۔ آخر نماز عشاء ادا کرنے کے بعد انہوں نے ایک دوسری چارپائی منگوائی اور اس پر دوہرہ کا فرش بچھا کر مجھے اس پر بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ پھر فرمایا آپ آرام فرمائیے۔ پس میں مجبوراً اس چارپائی پر لیٹ گیا جو بعد میں بچھائی گئی تھی۔ اور وہ صاحب اس چارپائی پر لیٹ گیا جس پر میں پہلے بیٹھا تھا۔ ایک گھنٹہ بعد مَیں نے نظر اٹھا کر دیکھا کہ وہ اس چارپائی پر سر بزانو بیٹھے ہوئے ہیں۔ پس میں سمجھ گیا کہ وہ کنگرہ یعنی کانٹا اس چارپائی پر اس لئے گاڑ رکھا تھا تا کہ سکون سے نیند نہ آئے اور غفلت طاری نہ ہو جائے۔ گویا انہوں نے دراصل چارپائی وہاں صرف اس لئے رکھی ہوئی تھی تا کہ لوگ یہی سمجھیں کہ وہ اس چارپائی پر آرام کی نیند سوتے ہیں اور اصل احوال سے مطلع نہ ہو سکیں۔ اس کے بعد وہ آرام سے زمین پر بیٹھ کر اپنے معمولات عبادت میں مصروف رہے۔ جب صبح ہوئی انہوں نے نماز فجر ادا کی اور پھر کھانے کی چیزیں چاول، شوربا اور کھچڑی منگوا کر میرے سامنے رکھ دیا اور مجھے کھانے کا اشارہ کیا۔ تو میں نے کھانے سے معذرت کی لیکن انہوں نے مجھے زبردستی کھلا ہی دیا۔ اور ساتھ ہی کہنے لگے کہ میاں صاحبؒ! سفر پر جانے کیلئے ضروری ہے کہ کچھ کھا پی کر سفر کیا جائے۔ کیونکہ چلنے کی طاقت تو کچھ کھا پی کر ہی آ سکتی ہے اور یہ بھی کہا کہ فقیر کیلئے ضروری ہے کہ نرم غذا کھایا کرے تا کہ دل نرم ہو جائے۔ میں جب کھانا کھا کر تیار ہو گیا تو انہوں نے دو عدد پیکٹ مٹھائی میرے حوالہ کیا اور کہا کہ ایک پیکٹ تمہارا ہے۔

اور دوسرا پیکٹ اس شخص کو دے دینا جو راستہ میں تمہیں مل جائے اور تمہارا اہم سفر ہو جائے۔ اور یہ کہ جب وہ تم سے خود طلب کرے تو ان کو دے دینا۔ وہ میرے ساتھ خیمہ سے باہر آئے اور مجھے رخصت کیا۔ رخصت کے وقت ایک کاغذ یعنی ہنڈی مجھے دے دی جو کہ بیکانیر کے کسی ہندو کے نام تھی۔ اور ساتھ ہی کہا کہ ضرورت پڑنے پر پھر یہ رقم خود ہی خرچ کر لینا۔ میں نے لینے سے انکار کیا مگر انہوں نے بہر طور میرے حوالہ کیے پس میں وہاں سے روانہ ہوا۔ چند موضع کا سفر طے کر کے ایک مقام پر پہنچا ہی تھا کہ وہاں ایک فقیر شخص قلندر وضع میرے سامنے آیا اور بڑے رعب کے ساتھ مجھے کہا کہ میری چیز جو تمہارے پاس ہے مجھے دیدو۔ اس کی ہیبت سے میں نے مٹھائی کے وہ دونوں پیکٹ انہیں پیش کئے ۔ انہوں نے ایک لے لیا۔ اور دوسرا مجھے واپس کردیا۔ اس کے بعد اس نے بغل سے چھری نکالی اور اپنے پیکٹ کو اس چھری سے کاٹ کر نصف و نصف کیا اور کہا کہ ہمارے حصے میں سے بھی ایک نصف حصہ تم لے لو۔ پس اس نے ایک نصف مجھے دے دیا۔ اور نصف خود لے لیا۔

اس جگہ کا تب منتخب اس روایت کے بارے میں عرض کرتا ہے کہ جیسے کہ مؤلف مناقب سے ذکر کیا ہے بعینہ اس طرح نقل کیا گیا۔ لیکن اپنے والد بزرگوار سے میں نے قدرے فرق کے ساتھ سنا ہے اس لئے لوگوں کے فائدے اور معلومات کیلئے تحریر کیا جاتا ہے۔ وہ یوں ہے۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے خود حضرت فخر الاولیاءؒ کی زبان حقائق بیان سے سنا ہے کہ اس سپاہی شکل شخص نے جب مجھے شام کے وقت کھانا کھلایا تو وہاں سے چلا گیا۔ میں بعد نماز عشاء مسجد میں مشغول بیٹھا ہوا تھا کہ ایک نقاب پوش شخص آیا مجھے اس نے سلام کیا میں نے سلام کا جواب دیا اور اسے غور سے

دیکھا۔ پھر میں نے اس سے کہا کہ کیا تم وہی شخص تو نہیں ہو جس نے ہماری میزبانی کی تھی۔ کہا۔ ہاں! میں وہی ہوں۔ پس وہ تھوڑی دیر میرے قریب بیٹھے اور پھر کہا کہ آؤ میں تمہیں لشکر کی سیر کراؤں پس میں ان کے ہمراہ چل پڑا، لشکر کے بارہ ہزار سواران کے تابع تھے۔ وہاں سے لشکر کی رسدگاہ میں پہنچے، پہرے دار جوان جاگ رہے تھے۔ ہمیں کسی نے نہ دیکھا اور ہم سب کو دیکھتے رہے۔ پس مجھے انہوں نے لشکر کا تمام اسباب، ساز و سامان توپ خانہ اور دیگر تمام اسلحہ وغیرہ دکھایا۔ وہاں کی سیر کرانے کے بعد مجھے وہ اپنے ڈیرہ پر لے گئے اس کے بعد وہی گفتگو جو کہ مؤلف مناقب سے نقل کی گئی ہے فرمایا کہ اس فقیر نے اپنی امانت لے لی۔ شیرینی کو ہیبت سے لینے کا نہیں فرمایا۔ بلکہ تبسم اور خوش طبعی کا اظہار کیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فائدہ

فقیر کاتب منتخب کہتا ہے کہ اولیاء اللہ رضوان اللہ علیہم۔ قسم قسم کے لباس اور رنگ برنگ طریقوں میں ہوتے ہیں اور یہ امر از خود اختیار نہیں کرتے۔ بلکہ جو کچھ بھی کرتے ہیں الہام غیبی سے کرتے ہیں یا اپنے شیخ کے فرمان کے بموجب حسب استعداد مامور ہوتے ہیں۔ پس جس کو استعداد کامل حاصل ہوتی ہے۔ اسے امر الٰہی کے تحت خلق خدا کی رہنمائی وارشاد کا حکم وارد ہوتا ہے۔ پس وہ حسب استعداد خود کو مشاہدہ حق میں مستغرق رکھتا ہے۔ اور وہ ارشاد میں کامل اور بادیہ ضلالت کے راہ گم گشتگان کی رہنمائی اور بحر غوایت کے غرق شدگان کی بھی دستگیری کرتا ہے میری مراد یہاں اس امر سے مقصود اصلی استغراق ہے۔ کہ اس میں کوئی چیز مانع نہیں ہوتی۔ اور

بعض دوسرے حضرات جو گم نام ہوتے ہیں اپنے کام میں کامل ہوتے ہیں لیکن ان کو ارشاد خلق سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا اور بعض کو باوجود گم نامی کے علاوہ بیگانہ لباس دیتے ہیں تاکہ کسی کو گمان و وہم بھی نہ ہو۔ تاہم وہ ایک دوسرے کو کما حقہٗ پہچانتے ہیں اور ایک دوسرے سے فوائد بھی حاصل کرتے ہیں۔

قسم اوّل

لیکن قسم اول افادہ میں یعنی فیض رسانی میں مثل پیغمبروں کے ہوتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے۔ عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیل.

ترجمہ: یعنی میری امت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کی مانند ہیں۔

ان کی شان میں وارد ہے، اور یہ گمان نہ کر کہ سپاہی طرح کے اس شخص کو اور حضرت فخر الاولیاءؒ کو ایک دوسرے کے حال کا علم ملاقات سے پہلے نہ تھا۔ بلکہ یہ شخص بھی ان کے احوال سے پہلے ہی خبردار تھے لیکن چونکہ ان کا مذاق ستر احوال تھا ان کی مرضی کے بغیر افشاء نہ کیا اور وہ خود اس قدر اظہار نہ کرتے تو وہ ان کا نام بھی نہ لیتے۔ لیکن اس نے خود کو درگاہ فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے خادموں میں سے تصور کر کے اس طرح مہمانی اور نیاز مندی کے ساتھ خدمت کی فہم ما فہم چنانچہ کاتب منتخب نے اپنے والد بزرگوار سے سنا ہے انہوں نے بتایا ایک دن جو کہ جمعہ تھا حسب معمول بندۂ ناچیز حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی خدمت میں زیارت کی سعادت حاصل کر کے شرف یاب ہوا کیا دیکھا کہ وہ شخص سپاہی وضع قطع، ہتھیار تلوار اور ڈھال لٹکائے چہرہ مہرہ چھپائے ہوئے بنگلہ شریف کے شرقی دروازہ سے اندر داخل ہونے لگے۔ ابھی وہ

دروازہ پر تھے کہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ' نے ان کی طرف التفات فرمائے اور لفظ "مبارکباد" کہتے ہوئے فرمایا کہ ان کو دیکھئے یہ مردانِ خدا ہیں۔ لباس اور صورت وشکل سپاہیوں کی رکھتے ہیں پس ان دونوں اشخاص میں سے ایک نے کہ شاید صاحب معنی ولی تھے تبسم کرتے ہوئے اس بارے میں کسی چیز کا اظہار نہ کیا۔ بلکہ قریب پہنچے اور قدم بوسی سے مشرف ہوئے اور قریب ہی بیٹھ گئے۔ چونکہ ان کی مرضی احوال کے کشف یعنی ظاہر کرنے کی نہ تھی۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ' نے بھی اس بارے میں ایک حرف بھی نہ کہا بلکہ ان کے ساتھ ظاہری گفتگو شروع کی اور فرمایا کہ ان ہتھیاروں کا نام کیا ہے اور یہ کس طرح کارگر ہوتا ہے پس اس نے کہا، صاحب! اس کو "قرابین" کہتے ہیں پس اس نے اسے سرنگوں کیا تو اس کے اندر سے بہت سی گولیاں باہر نکلیں۔ بندہ کاتب منتخب کو یاد نہ رہا کہ انہوں نے گیارہ، بارہ، سترہ یا اٹھارہ کہا۔ آپ نے اس پر تعجب فرمایا، یہاں تک کہ مجلس برخاست ہوئی اور آپ نے قیلولہ کا ارادہ فرمایا اور ان دونوں اشخاص نے شرف قدم بوسی کی اور رخصت ہوگئے۔ پس ایسے مستورالحال لوگوں کو انہوں نے مستور یعنی پوشیدہ ہی چھوڑ دیا۔

(1)	دان کہ مردان خدا تابع بوند	ہر چہ امر آید بہ آن قانع شوند
(2)	وحی حق آید بایشان دم بدم	وحی دل خوانندش این اہل کرم
(3)	چونکہ عالم شد بعلم من لدن	ے بود ہر کار او برامر کن
(4)	بعض راز ان وحی حق نوری فشاند	چون نبی بر تخت تعلیمش نشاند
(5)	او نبی وقت خویش است اے پسر	صحبتش اکسیر و مس را کر دزر
(6)	گفت پیغمبر ز بہرش اے فتا	عالمان امتم چون انبیاء

(7)	انبیاء رادل سوئے اللہ بود	گرچہ گفت وگو خلق اللہ بود
(8)	ہردوکارش بررضائے حق بود	کز خودی خود فانی مطلق بود
(9)	یک گروہ دیگر است از اولیاء	کہ بود اندر خمول بے ریا
(10)	از درون سو شمع سان شعلہ زنند	وز بروں سو کس نداند کہ کیند
(11)	قوم ثالث از ہمہ پنہان تراند	آشنا باشند و بیگانہ زیند
(12)	در لباس اجنبی می کوشد او	نے زخود بل زامر حق روپوشد او
(13)	یکدگر رامی شناسند این ہمہ	تو ندانی کہ کیا نند این ہمہ
(14)	تو بگوئی کہ حکایت می کند	او برغم تو مثال می زند
(15)	تو بہ بینی خفتہ اور او در نظر	او فراز عرش میدارد مقر
(16)	عرش چہ برلامکان می تابد او	آنچہ در اندیشہ نایدیابد او
(17)	این سخن راحد و اندازہ مجوئ	از مقال فخر جانہا باز گوئی

ترجمہ: (1) جان لے کہ مردان خدا تابع ہوتے ہیں جو بھی حکم آتا ہے اس پر قناعت کرتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر وقت ان پر وحی اترتی ہے اور اس کو اہل کرم وحی دل کہتے ہیں۔

(3) چونکہ وہ علم لدنی کا عالم ہوجاتا ہے اور ان کا ہر کام "امر کن" سے ہوجاتا ہے

(4) بعض کو اس وحی حق سے نور کیا جاتا ہے چونکہ نبی ان کو علم کے تخت پر بٹھاتا ہے

(5) اے بیٹا! وہ اپنے وقت کا نبی ہے ان کی صحبت اکسیر ہے اور تانبے کو سونا کر دیتی ہے۔

(6) اے جوان! پیغمبر علیہ السلام نے اس لئے فرمایا کہ میری امت کے علماء انبیاء (بنی اسرائیل) کی مانند ہیں۔

(7) انبیاء کے قلوب اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتے ہیں اگرچہ ان کی بات چیت اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے ہوتی ہے۔

(8) ان کے تمام کام رضائے حق کیلئے ہوتے ہیں اگرچہ وہ اپنی خودی میں فانی مطلق ہوتے ہیں۔

(9) ایک اور گروہ اولیاء اللہ سے وہ ہے جو گمنامی میں بے ریا رہتا ہے۔

(10) ان کے باطن میں وہ شمع کی طرح چمکتے ہیں اور ظاہر میں کوئی نہیں جانتا کہ یہ کون ہیں۔

(11) تیسرا گروہ پوشیدہ ہے، ہیں وہ آشنا مگر بیگانہ ہو کر جیتے ہیں یعنی اجنبی بنے رہتے ہیں۔

(12) وہ اجنبی لباس میں کوشاں رہتا ہے وہ اپنے طور پر نہیں کرتے بلکہ امر الٰہی سے وہ منہ چھپا لیتا ہے۔

(13) یہ تمام ایک دوسرے کو پہنچانتے ہیں لیکن تو ان کو نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں۔

(14) تو سمجھتا ہے کہ وہ حکایت کرتا ہے لیکن تیرے زعم میں وہ مثال دے رہا ہوتا ہے۔

(15) تو اپنی نگاہوں میں اسے سویا ہوا دیکھتا ہے وہ تو درحقیقت عرش کی بلندیوں پر

قرار رکھتا ہے یعنی عرش کی بلندیوں پر رہتا ہے۔

(16) عرش کیا ہے وہ تو لامکان پر چمکتا ہے وہ جو کچھ فکر و خیال میں نہیں آتا وہ اسے دیکھتا ہے۔

(17) اس کلام کا اندازہ اور حد تلاش نہ کر بلکہ جانوں کے فخر کی بات پھر بیان کر یعنی فخر جہاں کی بات پھر بیان کر۔

ہندوستان سے واپسی اور متعلقہ امور کا ذکر

حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے سفر ہندوستان سے واپسی کے بارے میں حضرت صاحبزادہؒ کے سامنے متعلقہ امور کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم اس شخص سے رخصت ہو کر روانہ ہوئے تو ایک اور شخص ہمارے ہمراہ ہو گیا۔ راستے میں ایک جگہ ہم نے سنا کہ اس علاقہ میں چوروں کا خطرہ رہتا ہے وہ شخص جو ہمارے ہمراہ ہو گیا تھا وہ چوروں کا سُن کر بہت ہراساں ہوا ہم جس قدر بھی اسے تسلی دیتے رہے کہ اے جوان! ہم اور تم تو فقیر ہیں اور ہمارے پاس تو کوئی چیز نہیں۔ چور ہمیں کیا کریں گے کہ تو اس قدر خائف ہو رہا ہے۔ اسے ہرگز تسلی نہ ہوئی اور ویسا ہی ہراساں رہا۔ آخر میں نے اس سے کہا کہ شاید تیرے پاس کوئی چیز ہو گی کہ تجھ پر خوف کا اس قدر غلبہ ہو رہا ہے۔ کہا ہاں! میرے پاس پانچ روپے ہیں۔ میں نے اس سے کہا کہ وہ رقم مجھے دیدو میں قابو کروں گا اور چوروں کی مجال نہیں کہ میرے پاس آئیں کسی امن والی جگہ پر پہنچ کر پھر مجھ سے واپس لے لینا۔ اس نے وہ رقم مجھے دے دی اور میں نے وہ رقم اس جنگل میں کہ جہاں ہر طرف نالے، پتھر، درخت، گھاس پھونس

اور بہت سی جھاڑیاں تھیں پوری طاقت کے ساتھ دور پھینک دی۔ میں نے اس سے کہا کہ تجھے اسی کا خوف تھا اب خوش وخرم ہو کر تسلی کے ساتھ چلو کہ خطرہ کی چیز نہ رہی اگر چور آ جاتے ہیں تو ہم سے کیا لیں گے۔ صاحبزادہ صاحبؒ! وہ پہلے چوروں کے خوف سے پریشان آرہا تھا پس اس کی رقم پھینکے جانے کی وجہ سے اس نے بہت ہی رونا شروع کیا اور مجھے برا بھلا کہنے لگا اور ساتھ ہی کہتا جاتا تھا کہ آپ کو کیا کہا جائے۔

حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ یہ واقعہ سناتے اور مسکراتے بھی رہے۔ صاحبزادہ صاحبؒ اور کچہری میں حاضر افراد کو بھی ہنسی آئی۔ پس فرمایا کہ اس نے جس قدر بھی اپنے وہ روپے تلاش کئے لیکن نہ ملے۔ پس وہ ہمیں جو کچھ بھی بکتا رہا ہم خاموشی سے سفر کرتے رہے اور کبھی کبھی اس کی باتوں سے ہنسی بھی آتی تھی مختصر یہ کہ ایک دو منزل چلنے کے بعد ہم ناگور میں پہنچ گئے وہاں ہم حضرت سلطان التارکینؒ حضرت خواجہ حمید الدین ناگوریؒ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ صاحبزادہ! حضرت سلطان التارکینؒ نہایت تارک نظر آرہے تھے کیونکہ اس وقت ان کی نذر گزارنے کے لئے میرے پاس کوئی چیز نہ تھی۔ صرف چند کوڑیاں میں نے اپنی چادر کے ایک کونے سے باندھ رکھی تھیں۔ جب میں ان کے مزار شریف کی زیارت کیلئے پہنچا۔ میں نے ہر چند چاہا کہ انہیں دامن سے کھول کر نذر گزاروں جب میں نے چادر کے کونے کی گرہ کھول کر دیکھا تو ان کوڑیوں میں سے کچھ بھی نہ تھا۔ واللہ اعلم کہ کہاں کھل کر گر پڑیں۔ اس ماجرا سے میں جان گیا کہ حضرت سلطان التارکینؒ میری ان چند کوڑیوں سے بھی بے نیاز ہیں۔ سبحان اللہ! کس قدر تارک الدنیا تھے۔ صاحبزادہ صاحبؒ! جب ہم سلطان التارکینؒ کے مکان سے رخصت ہو کر روانہ ہوئے تو پہلی منزل میں میرا ارادہ بیکانیر

کے راستے سے جانے کا تھا۔ دوسری منزل میں آ کر میرا ارادہ ہانسی حصار کے راستہ سے آنے کا ہوا۔ جب وہاں سے ہانسی حصار کا راستہ پوچھ کر روانہ ہوئے تو وہ شخص کہ جس کے پانچ روپے اس کے ڈرانے کی وجہ سے میں نے اس سے لیکر جنگل میں پھینک دیئے تھے۔ اب اس نے مجھ سے سوال کیا اور کہا میاں صاحب! میں عیالدار اور نادار شخص ہوں میرے وہ روپے جو آپ نے جنگل میں پھینکے تھے۔ باہزار دقت میں نے گداگری وغیرہ کر کے حاصل کئے تھے اور اپنے عیال کے خرچ کیلئے لئے جا رہا تھا۔ اس وقت وہ روپے تو نہیں رہے مگر بیکانیر سے روانگی کے وقت وہ ہُنڈی جو اس بزرگ سپاہی نے آپ کے حوالہ کی تھی وہ میں آپ سے حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس سے مجھے بھی کچھ عنایت فرمایئے۔ تاکہ میں گھر خالی ہاتھ نہ جاؤں اب جبکہ آپ نے بیکانیر کے راستہ سے جانا معطل فرما دیا ہے اگر وہ ہنڈی مجھے عنایت فرمائیں تو یقیناً میرے عیال کے خرچہ کیلئے کچھ رقم مجھے حاصل ہو سکے گی۔ میں آپ کو دعائیں دوں گا۔

صاحبزادہ صاحبؒ! میں نے اس کے پانچ روپے ضائع کرنے کے مدنظر، اس کی فریاد اور خود بیکانیر کے راستہ نہ جانے کی بناء پر وہ کاغذ ہنڈی اس کے حوالہ کر دی اور ایک دوسرے سے رخصت ہوئے وہ ادھر بیکانیر کی طرف روانہ ہوا اور میں اس طرف ہانسی حصار کو روانہ ہوا پس اگرچہ منزل بہ منزل ادھر کا سفر اور دشوار گزار تھا کئی مواضعات پر رات گزارنے کا اتفاق بھی ہوا۔ نامعلوم اور ناتحقیقات نام کے مواضعات جنہیں ہم نہیں جانتے تھے اس لئے کہ کسی جگہ ایک پہر اور کسی جگہ پر دو پہر سے زیادہ وقت گزارنا پڑا۔ چونکہ گرمیوں کا موسم تھا اس لئے اکثر قافلے رات کو آمدورفت رکھتے اور سفر کرتے تھے اور ہمیں بھی کبھی کبھی قافلوں کے ہمراہ سفر کرنے کا



تربت مبارک



مزار شریف حضرت حمید الدین ناگوریؒ (ناگور ہندوستان)



مزار اقدس حضور مولانا فخر الدین دہلویؒ (مہرولی دہلی)



مزار شریف حضور قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ (چشتیاں شریف)

اتفاق ہوا۔ چنانچہ ایک رات ایک قافلہ کے ساتھ ایک مقام پر پہنچے کہ ابھی رات کا کچھ حصہ باقی تھا۔ قافلہ کے لوگ کھانا کھانے، پانی پینے اور کچھ دیر آرام کرنے کیلئے رک گئے۔ میں نے عشاء کی نماز ابھی ادا نہیں کی تھی ان کے وقفہ کی وجہ سے میں نے نماز پڑھنی شروع کی اور ادا کی۔ چونکہ رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی اس لئے اس کے متصل نماز تہجد بھی پڑھنے لگا ابھی تک تہجد کی چند رکعتیں باقی تھیں کہ قافلہ چل پڑا۔ پس جلدی جلدی باقی نماز تہجد پڑھ کر۔ ان کے پیچھے دوڑ پڑا۔ چونکہ رات تاریک تھی، راستہ پہاڑی، ریتلا ٹیلوں کا تھا۔ قافلہ کے راستے سے میں دوسری طرف نکل گیا۔ کافی دور گیا مگر قافلہ کو نہ پایا اور اکیلا رہ گیا۔ حیران و پریشان رہ گیا اور باوجود کوشش کے کسی طرف سے بھی آدمیوں کی آواز نہ سنائی دی۔ پس میں نے اس وقت قطب ستارہ کا خیال کیا کہ اسے پیشانی کے مقابل رکھ کر چلتا رہوں۔ لیکن وہ بھی کبھی کسی طرف کبھی کسی طرف میرے سامنے آتا تھا۔ حقیقت یہ کہ میں بے حس ہو کر بیٹھ گیا اور خوف کرنے لگا کہ اس بھیانک جنگل میں کوئی بلا سامنے نہ آ جائے اور پیاس کی شدت بھی پیش آئی کہ اچانک حضرت قبلہ عالمؒ کا اسم مبارک میری زبان پر جاری ہوا۔ پس گھڑی بھر نہ گزری تھی کہ قریب ہی قدموں کی آواز میرے کانوں تک پہنچی۔ اس سے مجھ پر اور زیادہ خوف طاری ہوا کہ کونسی بلا آ رہی ہے اسی اثناء میں ایک شخص میرے بالکل قریب آیا اور رعب دار لہجے میں مجھے آواز دی کہ یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہو۔ میں نے آہستہ سے جواب دیا کہ مسافر ہوں، قافلہ سے جدا ہو گیا ہوں، راستہ بھی گم کر چکا ہوں اس لئے حیران و پریشان ہو کر بیٹھا ہوں۔ اس نے کہا، قافلہ سے کیسے جدا ہوئے ہو۔ میں نے حقیقت حال نماز پڑھنا بیان کیا۔ اس نے کہا ایسا نہیں کرنا

چاہئے تماد یکھا ہے کہ کیسا حال پیش آیا ہے۔ میں اسکے اِس جواب سے خاموش رہا۔ پس اس نے کہا کہ اگر پیاسے ہو تو تجھے پانی دیتا ہوں۔ پس میں نے طلب کیا اس نے دیا، میں نے پیا۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ تمہیں کہاں جانا ہے؟۔ میں نے مہاراں شریف کا نام لیا۔ اس نے بتایا کہ مہاراں یہاں سے کچھ منزل یعنی دس، بارہ کوس دور ہے راستہ ریتلا اور ٹیلے دار ہے آؤ میں تمہیں کسی آبادی تک پہنچادوں اس کے بعد پوچھتے پوچھتے مہاراں شریف چلے جانا۔ صورت حال یہ کہ وہ میرے آگے چلے اور میں اس کے پیچھے روانہ ہوا۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ صبح صادق کا وقت ہو گیا ایک بوکہ دار کنواں نظر آیا اور وہاں کچھ جانور بیٹھے ہوئے تھے پس اس نے مجھ سے کہا کہ اے میاں! اس کنویں پر جاؤ، نماز پڑھو پھر ان آدمیوں سے جو وہاں موجود ہوں گے ان سے سندھ اور مہاراں کا راستہ پوچھ لینا ان سے آگے جو جو مواضعات آتے جائیں گے ان سے اگلا راستہ دریافت کرتے چلے جانا۔ چونکہ ابھی تک تاریکی باقی تھی ہم نے اس شخص کی شکل وصورت اچھی طرح نہ دیکھی تھی لیکن میں نے پوچھا، تم کون ہو؟ اور کس وجہ سے اس جنگل میں مجھ سے ملاقات کی ہے؟ اس نے کہا مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ میں کاروباری شخص ہوں اور کاموں کے سلسلہ میں اس جنگل میں میرا آنا جانا ہوتا رہتا ہے اس وجہ سے تم سے میری ملاقات ہوئی ہے۔ لہٰذا تم جاؤ اور اپنے مقصد میں پہنچ جاؤ گے۔ یہ بات کہہ کر نظروں سے اوجھل ہو گئے پس مجھے خیال آیا کہ حضرت قبلہ عالمؒ کرم فرما کر میری مدد کو پہنچے ہیں۔ واللہ اعلم۔ یا پھر وہی خضر بیابانی آئے ہوں گے۔ میں جب مذکورہ کنویں پر آیا، وضو کیا، نماز ادا کی اور پھر وہاں سے روانہ ہوا۔ مختلف بستیوں سے ہوتا ہوا ایک شہر میں پہنچا۔ بتایا گیا کہ یہ قوم بھٹیان کا شہر ہے وہاں

سے آگے مختلف منازل طے کر کے بھیتز شہر میں پہنچا۔ پس وہاں سے کبھی کسی طرف اور کبھی دوسری طرف آبادیوں اور ٹیلوں سے گزر کر منزل مقصود پر آخر کار پہنچ گیا۔ اس سفر میں ایک شہر کا نام "بھیتز" جناب فخر الاولیاءؒ کی زبان حقائق بیان سے سنا گیا اور دیگر مقامات کے نام معلوم نہیں ہوسکے اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے رمضان المبارک کا چاند بھیتز میں دیکھا اور یہ بھی فرمایا کہ ایک بوڑھا ضعیف العمر شخص بھیتز سے میرے ہمراہ ہوا۔ گرمیوں کا موسم تھا اور شدید گرمی پڑ رہی تھی۔ وہ شخص ضعیفی اور بڑھاپے اور موسم گرما ہونے کے باوجود روزہ رکھ کر دن بھر میرے ساتھ چلتا اور روزہ بالکل قضاء نہ کرتا افطار کے وقت میں آدھی روٹی اسے دیتا تھا اور وہ اس پر قناعت کرتا تھا۔

مہار شریف حاضری اور سفر ہندوستان سے واپسی

جب فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے لفظ "مبارک" مہاراں شریف پہنچنے کے بارے فرمایا تو جناب صاحبزادہ نور احمد مہاروی صاحبؒ نے دریافت فرمایا کہ یا حضرتؒ! کونسا وقت تھا جب آپ مہاراں شریف میں داخل ہوئے اور حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کیسے حاضر ہوئے۔ حضرت فخر الاولیاءؒ نے فرمایا۔ غریب نواز! دن کا ایک پہر یا اس سے کچھ کم و بیش وقت تھا کہ میں مہار شریف پہنچا۔ ایک شخص مہاراں شریف سے شرقی جانب مجھے ملا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ حضرت قبلہ عالمؒ اس وقت کہاں تشریف فرما ہیں؟۔ اس نے بتایا کہ حضرت قبلہ عالمؒ قطب کی طرف منہ کئے ایک چارپائی پر شیشم کے درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں وہاں

حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت قبلہ عالمؒ ایک چارپائی پر درختوں کے نیچے تشریف فرما تھے اور ایک دوسری چارپائی پر جو کہ حضرت قبلہ عالمؒ کی چارپائی کے متصل ڈالی گئی تھی۔ اس پر دو بوڑھے شخص ہندوستانی وضع قطع کے بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت قبلہ عالمؒ ان کے ساتھ آہستہ آہستہ گفتگو فرمارہے تھے اور وہ بھی جواب دیتے تھے اور دوسرے چند فقراء وغیرہ دونوں چارپائیوں کے اردگرد کچھ بیٹھے ہوئے تھے اور کچھ کھڑے تھے۔ میں نے حضرت قبلہ عالمؒ کی قدم بوسی کی۔ آپ نے اپنا دست مبارک مصافحہ کے طور پر میرے ہاتھ پر رکھا۔ پھر میں وہاں سے ہٹ کر درویشوں کے صف میں چارپائی سے قدرے فاصلے پر ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا لیکن میری نظریں مکمل قبلہ عالمؒ کی طرف تھیں۔ ایک دومرتبہ میں نے دیکھا کہ حضرت قبلہ عالمؒ کی چشمان مبارک سے آنسو نیچے گر رہے تھے میں حیران تھا کہ یہ کس وجہ سے ہے۔ آخر معلوم ہوا کہ وہ دونوں شخص حضرت قبلہ عالمؒ کے پیر بھائیوں میں سے ہیں اور وہ حضرت مولانا صاحبؒ کے وصال کے وقت حاضر خدمت تھے اور وہ تازہ دہلی سے آئے ہیں اور حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ سے ابھی ملاقات کر رہے ہیں اور حضرت قبلہ عالمؒ، حضرت مولانا صاحب قدس سرہٗ کے وصال کا حال سن کر درد یاب ہو رہے ہیں۔ اور آنکھوں سے آنسو بھر کر رو رہے ہیں پس جناب فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا اگرچہ حضرت قبلہ عالمؒ ایک دوبار میری طرف متوجہ ہوئے تھے لیکن ان سے گفتگو کی وجہ سے کوئی بات نہ کی۔ گھڑی بھر کے بعد میری طرف نظر کر کے فرمایا۔ اے میاں! تم بھی ہندوستان سے ہو کر آئے ہو، مولانا صاحبؒ کی زیارت اور دوسرے پیران عظام وڈا جمیر شریف کی زیارت کر کے آئے ہو؟ میں نے آہستہ سے عرض کی، جی ہاں! پس آپؒ نے

ایک درویش سے جو قریب بیٹھا ہوا تھا فرمایا۔ میاں! یہ فقیر ہندوستان سے اس شدید گرمی میں آیا ہے اور اسے سخت گرمی لگی ہوئی ہوگی شربت بنا کر لے آ۔ حضرتؒ کا وہ خادم گیا اور شربت تیار کر کے پیالہ میں لے آیا اور حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں لا کر پیش کیا۔ تو حضرتؒ نے اپنے دست مبارک میں لے کر پیالہ مجھے عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ پی لو۔ بس میں نے پیا۔ صاحبزادہ صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت قبلہ عالمؒ نے آپ کے ساتھ حاضری کے وقت کیسی مہربانی فرمائی؟ اس پر جناب فخر الاولیاءؒ نے فرمایا کہ مجھ فقیر کے ساتھ حضرت قبلہ عالمؒ نے کیسی کیسی مہربانیاں فرمائی ہیں وہ میں کچھ بیان کئے دیتا ہوں اور ان کی لذت کے بارے میں عرض کرتا ہوں۔

گرفتم ساغرے از دست مستے ۔۔۔ تعالی اللہ چہ دستے وہ چہ مستے

ترجمہ: میں نے ایک مست الست کے ہاتھ سے پیالہ لیا واہ وا۔ سبحان اللہ کیسا مبارک ہاتھ اور کیسا مست تھا۔

پس فرمایا وہ مجلس مبارک کچھ دیر بعد وہاں سے برخاست ہوئی۔ اسی درویش کو حکم ہوا کہ اس فقیر کو فلاں چوبارہ میں ٹھہرائیں اور میاں غلام رسول لانگری کو کہدو کہ اس فقیر کو چوپڑی روٹی اچھی طرح تیار کر کے دیدے۔ اور حضرت قبلہ عالمؒ یہ فرما کر دولت خانہ تشریف لے گئے۔ مجھے وہ درویش کہ جس کو ارشاد فرمایا گیا تھا اس نے وہاں لے جا کر بٹھایا جہاں کا ارشاد ہوا تھا اور چلا گیا۔ ایک اور فقیر پہلے ہی وہاں موجود تھا میں بھی وہاں بیٹھ گیا۔ کافی دیر انتظار کرتا رہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بطور سابق کوٹ مٹھن واپس جانے کا ارشاد مل جائے۔ یہاں تک آخر تسلی ہوگئی وہاں کے توقف اور ٹھہرنے کا حال تو آپ کو معلوم ہے۔

فائدہ

مسکین کاتب منتخب کہتا ہے کہ اولیاء اللہ کا کوئی کام کسی حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ پس حضرت قبلہ عالمؒ کا حضرت فخر الاولیاءؒ کو تعلیم پڑھنے کا حکم فرمانا بظاہر اپنے سے دور رکھنے میں بہت سے نکتے ہیں جو کہ ضبط تحریر میں لانا ممکن نہیں تاہم ادنیٰ اشارہ یہ ہے کہ چونکہ آپ نے جناب فخر الاولیاءؒ کے مزاج مبارک کو عشقیہ پایا تھا۔ ظاہری اور باطنی حکماء کی عادت یہ ہے کہ جس طرف بھی طبعیت کا رجحان دیکھتے ہیں تو اسی طرح کا علاج معالجہ عمل میں لاتے ہیں۔ کیونکہ وہ ویسا علاج جلد قبول کرتے ہیں۔ پس حضرت قبلہ عالمؒ نے ان کے عشق کو بڑھانے کی سعی فرمائی۔ اس لئے کہ ظاہر جدائی میں محبت کا زیادہ ہونا تو مشہور ہے چنانچہ حضور پر نور سرور کائنات ﷺ کی یہ حدیث پاک مشہور ہے کہ "یَا اَبَا هُرَيْرَة زُرْغِباً تَزْدَدْ حُباً" اور جب محبت کی نقدی کو معیار تجربہ پر مار کر معلوم فرمایا تو دیکھا کہ ہر غل وغش اور ملاوٹ سے پاک ہے تو جلد ہی اپنی صحبت میں جو کہ اکسیر مس کے ہر وجود کے لئے ہے قبول فرما کر شغل واشغال سے حل مقامات عالیہ سے مسرور الوقت کیا۔ اپنے دست مبارک سے مس شدہ پیالہ اور دم شدہ شربت عطا فرمانا بھی اشارہ ہے " لَا تعدّد وَلَا تحصےٰ " کی طرف کہ ان کی طبع پہلے ہجر کی تلخی کا ذائقہ چکھ چکی تھی پھر وہ شربت وصال کی شیرینی سے یکسر تبدیلی پاتے ہیں۔ تسلی فرمایئے ۔

(1) چہ خوش است عیش یاری کہ بہ یار بار یابد — زبلاو بیم فرقت دل بے غبار یابد

(2) کہ در حضور جاناں چو گل بہار خندد — کہ پیش ناوک اودل خود شکار یابد

(3) گہ راز باز گوید گہ غنج و ناز بیند — از تلک شکر او شکری نثار یابد

(4) شمشیر ابرویش را جان را فدائی — سازد ز چشم نرگیش سر پر خمار یابد

(5) نہ ز تلخیش برنجد شیرینش بسنجد — در ہر دو حال دل را باغ و بہار یابد

ترجمہ: (1) وہ خوشی کتنی مبارک ہے جب محبّ اپنے محبوب سے ملتا ہے اور وہ جدائی کے خوف و بلا سے اپنے دل کو بے غبار یعنی مطمئن پاتا ہے۔

(2) کبھی محبوب کے حضور بہار کے پھول کی طرح مسکراتا ہے۔ کبھی اس کے تیر کے آگے اپنے دل کو شکار ہوتا ہوا پاتا ہے۔

(3) کبھی راز دل بیان کرتا ہے کبھی محبوب کے ناز و نیاز کی جدائی دیکھتا ہے کبھی اس کی مٹھاس و پیار کے سامنے شکر کی مٹھاس کو نثار کرتا ہوتا ہوا پاتا ہے۔

(4) اس کے ابرو جو کہ تلوار کیطرح ہیں کیلئے اپنی جان فدا کرتا ہے اسکی نرگسین آنکھوں سے اپنا سر مست پاتا ہے

(5) نہ وہ اس کی تلخی سے رنجیدہ ہوتا ہے۔ بلکہ اپنی شیرینی سمجھتا ہے اور دونو حال میں دل کو باغ و بہار پاتا ہے۔

حضرت فخر الاولیاءؒ اور

جناب صاحبزادہ صاحبؒ کی دوسری مجلس کا بیان

ایک دن صاحبزادہ صاحبؒ نے فخر الاولیاء قدس سرہٗ سے دریافت کیا کہ جب آپؒ ہندوستان سے واپس پہنچے۔ اس کے بعد حضرت قبلہ عالمؒ نے آپ کو اپنے پاس ٹھہرانے کا فرمایا تو اول روز سے آخر روز تک آپ کو کن توجہات

ونوازشات سے سرفراز فرمایا؟ فخر الاولیاء قدس سرہٗ یہ لفظ مبارک زبان پر لائے۔ فرمایا ''صاحبزادہ صاحب!'' پہلے دن تو مجھے ڈیرہ میں خاص جگہ عطا فرمائی اور کھانے کی چیزیں، کھانا اور خصوصی طعام لنگر سے مرحمت فرمانے کا حکم دیا۔ میں نے وہاں عدم واقفیت کی وجہ سے خاموشی سے وقت گزارا۔ دوپہر کے بعد وہی درویش شربت لایا اور میرے پاس رکھ دیا۔ ایک عدد خشک روٹی تقریباً ایک پاؤ سے کم میرے حوالہ کی۔ میں نے وہ کھالی۔ پس اس دوران زوال کے متصل مؤذن نے اذان دی۔ میں نے مسجد کی طرف نظر کی وہی مسجد تھی جو حضرت قبلہ عالمؒ کی کچہری اور نشست گاہ کے متصل تھی۔ میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ وہاں جمع ہو رہے ہیں۔ کچھ وضو کر رہے ہیں اور بعض نوافل اور سنت ادا کر رہے ہیں۔ میں بھی وہاں حاضر ہوا۔ وضو کیا معلوم ہوا کہ حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ یہاں آ کر نماز باجماعت ادا کریں گے پس زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ خود حضرتؒ اس محل عالی منزل سے مسجد شریف میں تشریف لائے۔ حاضرین سلام اور قدم بوسی کا شرف حاصل کرنے لگے۔ اس دعا طلب نے بھی پانچ چھ آدمیوں کے درمیان سے سلام عرض کیا۔ اتنے میں تکبیر اور اقامت الصلوٰۃ پڑھی گئی۔ نماز باجماعت پڑھی گئی۔ اس کے بعد بعض درویش اور لوگ دیگر اطراف کو روانہ ہوئے اور اکثر لوگوں نے وہاں مسجد ہی میں باقی ماندہ نماز پڑھی۔ جبکہ حضرت قبلہ عالمؒ نے باقی ماندہ نماز وہیں ادا کی۔ جب دعا خیر مانگی گئی تو ایک خادم قرآن شریف لے آیا اور حضرت قبلہ عالمؒ کے سامنے لا کر رکھ دیا۔ قبلہ عالمؒ نے قرآن شریف کھولا اور ناظرہ تلاوت شروع فرمائی۔ علماء، فقراء اور حاضرین حضرت قبلہؒ کے گرداگرد حلقہ بنا کر، زانوئے ادب کے ساتھ چپ چاپ بیٹھ گئے۔ میں بھی ایک کونے میں خاموشی

سے بیٹھا رہا۔ جونہی آپ تلاوت کلام اللہ سے فارغ ہوئے۔ کئی فقرأ کتابیں اٹھائے حاضر ہوئے تو حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ نے کسی کو تفسیر و حدیث اور بعض کو فقہ اور بعض کو کتب تصوف کا سبق پڑھایا۔ مگر انتہائی آہستہ اور سکون کے ساتھ کہ خود پڑھانے والا یا پڑھنے والے ہی سنتے تھے۔ جو مشکل کلام درمیان میں آتا اس کو قدرے تفصیل سے سمجھاتے۔ اس کے بعد شرعی مسائل کا ذکر شروع ہو جاتا۔ اور پھر بعض بزرگوں کا تذکرہ چلتا۔ یہ امور حضرتؒ کی کچہری یعنی مجلس عام میں تحریک پاتے اور دیر تک جاری رہتے تھے۔ جبکہ حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ تسبیح ہاتھ مبارک میں رکھتے۔ بعض افراد کو اس ذکر و اذکار کی صحت و درستی کے بارے میں جواب فرما دیتے تھے۔ اور اکثر لوگ حضرتؒ کی کچہری میں بالکل خاموش اور چپ چاپ بیٹھے ہوتے تھے۔ علماء، فضلاء، اصفیاء اور فقرأ جو موجود ہوتے ان سے فوائد پاتے یعنی استفادہ کرتے۔ اور میں بھی ان کی جواب فرمائی سے استفادہ حاصل کرتا۔ اس کے علاوہ میں حضور قبلہؒ کی تسبیح کے شغل سے جو ہاتھ مبارک میں رکھتے تھے اس سے بھی فوائد حاصل کرتا۔ یہاں تک کہ عصر کی نماز کا وقت پہنچا ۔ مؤذن نے اذان دی۔ اکثر لوگوں نے عصر کی سنت ادا کی۔ پس نماز کی جماعت ہوگئی۔ نماز عصر کے بعد جناب قبلہ عالمؒ نماز مغرب تک اسی جگہ تشریف فرما رہے اور مذکورہ ذکر و اذکار میں مصروف رہے۔ آخر جب مغرب کی نماز باجماعت ادا ہو چکی۔ خود قبلہ عالمؒ مغرب کی فرض نماز ادا کرنے کے بعد۔ محل عبادت کی طرف متوجہ ہوئے۔ درویشوں میں سے بعض نے اسی جگہ اور بعض نے اِدھر اُدھر جا کر باقی ماندہ نماز ادا کی۔ میں نے اسی جگہ اپنی باقی ماندہ نماز پڑھی پھر اپنے ڈیرہ پر آ کر بیٹھ گیا۔ اکثر اطراف سے کلمہ شریف کے ذکر کی آواز آ رہی تھی اور میں سنتا رہا

یعنی کلمہ شریف کا ذکر جہر ہر طرف ہو رہا تھا۔ دو چار گھڑی کے بعد وہ فقیر جو ڈیرہ میں میرے ساتھ تھا وہ لنگر خانہ چلا گیا اور لنگر سے وہ اپنی روٹی اور ساتھ میری روٹی بھی لے آیا۔ میرے لئے وہی ایک روٹی اسی مقدار کی جو دن کے وقت میرے لئے لایا تھا۔ اور لانگری کی طرف سے میرے نام پیغام لایا کہ تم خود آ کر اپنی قسمت لنگر سے لے جایا کرو۔ میں نے خیر سے وہ روٹی کھالی۔ پس کچھ دیر بعد عشاء کی اذان کہی گئی نماز کیلئے میں مسجد چلا گیا کچھ دیر بعد حضرت قبلہ عالمؒ بھی تشریف لے آئے فرض باجماعت ادا کر کے پھر محل عبادت کی طرف تشریف لے گئے۔ واللہ اعلم۔ خدا معلوم کہ دوسرے کون سے درویش حضرت صاحبؒ کے ساتھ گئے یا نہ گئے۔ رات کس طرح گزری۔ بہر حال میں واپس اپنے ڈیرہ پر آ گیا۔ ابھی کچھ رات باقی تھی کہ پھر اکثر جگہوں سے کلمہ شریف کے ذکر جہر کی آواز کانوں میں پہنچتی رہی۔ آخر صبح صادق ہو گئی۔ اذان ہوئی کل کی طرح کثرت سے نمازی مسجد میں جمع ہوئے۔ یہ دعا طلب بھی وہاں پہنچ گیا۔ کچھ دیر کے بعد حضرت قبلہ عالمؒ خورشید تاباں کی طرح چہرۂ پرانوار کے ساتھ مشرق کی طرف کے حجرہ سے طلوع سعادت فرمایا۔ اور صحن مسجد میں تشریف فرما ہو کر مشتاقان دید کی آنکھوں کو اپنے دیدار سے منور فرمایا پس ہر شخص سلام سے مشرف ہوا۔ میں نے بھی قدم بوسی کا اعزاز حاصل کیا۔ پس نماز باجماعت ادا کر کے خود بدولت واپس محل عبادت میں تشریف لے گئے۔ درویشوں میں سے بعض تو مسجد میں بیٹھ گئے اور بعض اپنے اپنے اطراف کو چلے گئے۔ میں مسجد میں ہی بیٹھا رہا۔ جب دن دو یا چار گھڑی بلند ہوا تو معلوم نہیں کون کون سے درویش دروازہ پر پہنچے اور وہیں بیٹھ گئے۔ اس دوران حجرے کا دروازہ کھولا گیا۔ میں نے دیکھا کہ ان فقیروں میں

ے بعض دروازے پر اور بعض اندر جا کر سلام کر کے آ رہے ہیں۔ میں بھی دروازہ پر گیا اور سلام کیا۔ جب حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا، اشارہ فرمایا کہ اندر حاضر ہو جاؤ میں حاضر ہوا۔ اس وقت کوئی دوسرا شخص وہاں حاضر نہ تھا۔ شفقت و مہربانی فرماتے ہوئے۔ ہندوستان آمدورفت کی حقیقت اور پیران دہلی شریف اور اجمیر شریف کی حاضری اور زیارت کی سعادت جو کہ یہ دعا گو حاصل کر کے آیا تھا۔ اس بارے میں دریافت فرمایا خصوصاً حضرت مولانا صاحبؒ کی زیارت کے بارے میں سوال فرمایا۔ پس تھوڑی تھوڑی ان تمام زیارات اور حضرت مولانا صاحبؒ کے دندان مبارک کی زیارت اور قل خوانی کے دن پہنچنے کے متعلق میں نے عرض کی۔ دندان مبارک کی زیارت اور لفظ "قل خوانی" سے سر زانو پر رکھا اور پھر جب سر مبارک اٹھایا تو زبان مبارک سے یہ الفاظ ارشاد فرمائے "میاں نیک نصیبہ ہستی" یعنی میاں صاحبؒ! خوش نصیب ہو۔ پھر فرمایا کہ چولستان کے سفر میں جو تم نے ساتھیوں کو چھوڑ کر نماز پڑھی تھی۔ ایسے خطرناک موقع پر رفیقوں کو نہیں چھوڑنا چاہئے تھا۔ تا کہ آسانی اور بے فکری سے منزل مقصود پر پہنچ جاتے۔ اس کلام کے فرمانے کے فوراً بعد کوئی اور بات ارشاد فرمائی کہ اس پر قائم رہو۔ اور حکم ہوا کہ کسی ایک جگہ تن تنہا جا کر بیٹھ جاؤ۔ اور فلاں وقت ہمارے پاس آیا کرو۔ یہ فرما کر رخصت فرمائی۔ سلام کیا حسب ارشاد کرم آپؒ کے فرمان کا عامل بن چکا تھا۔ انتہیٰ کلام۔

دوسری مجلس کا بیان

جو حضرت فخر الاولیاءؒ اور صاحبزادہ صاحبؒ کے درمیان ہوا۔ ایک

دن ذکر ہوا کہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ العزیز کو میاں غلام رسول لانگری کھانے کی
چیز دوسرے درویشوں کی طرح وقت پر نہیں دیتے تھے۔ جناب فخر الاولیاء نے فرمایا۔
صاحبزادہ صاحبؒ! حقیقت یہ ہے کہ بعض دنوں ایسا بھی ہوتا کہ کھانے کی کوئی چیز یا
روٹی دینا تو اپنی جگہ۔ بلکہ وہ مجھے چمچہ مار کر توڑتے تھے۔ اور کبھی سوائے آدھی روٹی
کے نہ دیتے اور بعض اوقات آدھی روٹی سے بھی کم دیتے تھے۔ اور کبھی میں اس کے
پاس روٹی لینے جاتا تو اس قدر شوخ چشمی اور غصہ سے مجھے دیکھتے تھے کہ میں خوفزدہ ہو
کر خالی ہاتھ واپس آتا تھا۔ اس وجہ سے میں سمجھ گیا کہ جو کچھ حضرت قبلہ عالمؒ نے پہلے
دن چپڑی روٹی دینے کا ارشاد فرمایا تھا۔ اب اس طرز کا عمل اور سلوک شاید آپ کے
فرمان سے ہو رہا ہے۔ یہ بات بھی اپنی جگہ پر واضح تھی کہ حضرت قبلہ عالمؒ کے لنگر
شریف کی کوئی کمی نہ تھی۔ گوشت، پلاؤ، حلوا، لسی اور مکھن کافی مقدار میں خرچ کرتے
تھے۔ یوں لگتا تھا گویا تمام عالم آپؒ کے لنگر شریف سے پلتا تھا۔ مگر دوسروں کیلئے سب
کچھ تھا اور میرے لئے لنگر شریف خرچ کرنے کی گویا کوئی صورت نہ تھی۔ بلکہ ایک
مرتبہ حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ کو ایک شخص قادر بخش نامی نے جو موضع ساہوکا، کا
رہنے والا تھا۔ اس نے اپنے کسی عزیز کی شادی پر بلایا ہوا تھا۔ فقراً بھی ہمراہ عالی
تھے۔ اور یہ دعا گو بھی ساتھ تھا۔ خیال آیا کہ آج شادی والوں کے گھر جا رہے ہیں۔
بہت سا کھانا ہوگا اور میں خوب سیر ہو کر کھاؤں گا۔ پس جب ہم وہاں پہنچے تو قسم قسم کے
کھانے گوشت، روٹی، پلاؤ، وغیرہ لے آئے کہ شمار میں نہیں آتے تھے۔ اتفاق سے
کھانا تقسیم کرنے والا میاں غلام رسول ہی تھا۔ تقسیم کے وقت جب میں اس کے پاس
گیا تو اس نے پھر مجھے غصہ اور شوخ چشمی سے دیکھا۔ میں اس وقت کیا کر سکتا تھا۔

مجبوراً خالی ہاتھ واپس لوٹا۔ تھوڑی دیر بعد پھر چلا گیا۔ ابھی میں کچھ دور ہی تھا کہ اس نے پھر مجھے غضب ناک ہو کر غصہ سے دیکھا۔ میں اسی وقت وہیں سے خالی ہاتھ واپس ہوا۔ یہاں تک کہ ظہر کا وقت قریب پہنچا۔ میں دور بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت مجھے خوفناک آواز دے کر بلایا اور کہا درویش بہت بھوکے ہوتے ہیں۔ روٹیاں جو کہ "درگڑی" پھلکی قسم کی تھیں تو اس نے ایک روٹی "درگڑی" پھلکی کا نصف کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے مجھے دے دی میں حیران رہ گیا کہ یہاں بھی سیر ہو کر کھانے کا موقع میسر نہ آیا اور حسب سابق کچھ ہاتھ نہ آیا۔ دو دن وہاں ٹھہرنے کا اتفاق ہوا۔ اور یہی کچھ ہاتھ آتا رہا۔ تیسرے دن حضرت قبلہ عالمؒ وہاں سے واپس تشریف فرما ہوئے۔ تو میرا حال یہ تھا کہ بھوک کی وجہ سے مکمل ضعف لاحق ہو چکا تھا ایک اور فقیر بھی میرے ہمراہ تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ جان بچانے کیلئے کوئی کھانے کی چیز حاصل کرنی چاہیے۔ چنانچہ ایک مستعمل چادر میرے پاس تھی۔ ایک بقال یعنی دکان دار کے پاس جا کر وہ چادر میں نے اسے دے دی اس کے بدلے میں اس نے تقریباً ایک پاؤ چاول دیا چاول لیکر ایک جھلار پر آئے اور وہاں سے ایک لوٹا لیا اس لوٹے میں چاول پکانے شروع کیے۔ وہ جگہ ریتلی اور کیچڑ والی تھی تقدیر سے جب چاول پک گئے تو میں نے وہ لوٹا آگ سے نیچے اتارنے کی کوشش کی لوٹا میرے ہاتھوں سے چھوٹ کر نیچے گر گیا اور ٹوٹ گیا اور سارے چاول کیچڑ کے ساتھ مل گئے اور بے کار ہو گئے۔ یہاں تک کہ ایک دانہ بھی ہاتھ نہ آیا۔ میں حیران ہو گیا کہ چادر بھی گنوا دی اور چاول بھی ضائع ہو گیا۔ اس کے علاوہ اس قافلہ سے بھی تنہا رہ گیا۔ اسی حیرانی کے عالم میں وہاں سے روانہ ہوا چونکہ وہ راستہ جنگل کا تھا اور دریا کے کنارے سے گزرتا تھا۔ دریا میں

بے پناہ جھاڑیاں، گھاس پھونس، خس و خاشاک اور ہر طرف گھنے درخت پھیلے ہوئے
تھے۔ انتہائی مشکل سے چلا جا رہا تھا۔ پس اس جنگل میں دو کوس تک بمشکل چلا تھا کہ
میں نے دیکھا کہ جنگل کے عین درمیان میں سے ایک شیر کسی طرف سے نمودار ہوا۔
میں حیران رہ گیا کہ کہاں چاول کھانے کی خواہش کہ جان ہلاکت میں پڑ گئی اس
ناگہانی مصیبت سے جان بچ جائے تو غنیمت ہے۔ جان کے لالے پڑ گئے۔ میں
آہستہ آہستہ چلتا رہا اور شیر بھی میرے پہلو بہ پہلو چلتا رہا اور کہیں کہیں وہ غائب ہو
جاتا اور پھر کہیں سے ظاہر ہو کر میرے پہلو کے قریب آ جاتا اسی خطرناک صورتحال
کے ساتھ میں کشتی تک پہنچ گیا۔ اور وہ شیر بھی دریا تک میرے ساتھ ساتھ آیا اور پھر گم
ہو گیا۔ میں جب کشتی پر بیٹھا اور دریا کو عبور کیا اور آگے روانہ ہوا۔ ظہر اور جمعہ کا وقت
قریب آ چکا تھا۔ میں موضع مہتہ جھیڈو میں پہنچا تو دیکھا کہ حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ
ایک کنویں پر شیشم کے درختوں کے نیچے اترے ہوئے تھے۔ جب قریب آیا سلام کیا۔
حضرت قبلہ عالمؓ نے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا میاں! چاول کھا آئے ہو۔ اگر تمہیں شیر
کھا جاتا تو چاول تمہارے کس کام آتے۔ حضرتؓ کے اس فرمان پر دل میں بہت
شرمسار ہوا اور ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا۔ میں سمجھ گیا کہ حضرت قبلہ عالمؓ میرے ظاہری
اور باطنی احوال کو ہر وقت مشاہدہ میں رکھتے ہیں۔ پس زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ مجھے
یاد فرمایا، حاضر ہوا فرمایا۔ بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا۔ پس ایک تھال میں کہ جس میں دو
روٹیاں پراٹھا جن پر شکر پڑی ہوئی تھی۔ ایک درویش سے طلب فرمائے اور میرے
آگے رکھ دیئے۔ حکم ہوا کھاؤ میں نے شرم کی وجہ سے ہاتھ تک نہ بڑھایا۔ پھر ارشاد
فرمایا۔ میرے ساتھ کھاؤ۔ اس فرمان پر بھی میں دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ آپ نے

اپنے دست مبارک سے اس روٹی سے دو لقمے توڑے ایک میرے ہاتھ میں دیا، فرمایا میاں کھاؤ اور ایک لقمہ خود تناول فرمایا۔ مجبوراً میں نے کھانا شروع کیا۔ چند بار میری طرف توجہ فرماتے رہے۔ آخر میں نے اپنے ہاتھ سے کھانا شروع کیا۔ تقریباً دو حصہ روٹی کا ملکر کھایا اور باقی حصہ میں نے اکیلا کھایا جب ایک روٹی باقی رہ گئی۔ تو وہ بمعہ تھالی میرے ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ یہ روٹی بیٹھے ہوئے درویشوں میں تقسیم کردو۔ حسب ارشاد میں نے عمل کیا۔ فارغ ہو کر میں نے سلام کیا۔ میری طرف نظر فرما کر فرمایا کہ آئندہ خبردار رہو۔

پس صاحبزادہ صاحبؒ نے مذکورہ واقعہ سننے کے بعد فرمایا۔ یا حضرتؒ! اس روٹی کا تقسیم کرنا اور کھلانا درحقیقت یہی ثمرہ دیا کہ یہ حضرت ان کے لنگر کی تقسیم کرنے والے ہیں۔ اس موقع پر حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ یہ لفظ زبان مبارک پر لائے جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ تمام کا تمام حضرت قبلہ عالمؒ کی عنایت سے ہے۔ اور ساتھ یہ بھی حضرت فخر الاولیاءؒ نے فرمایا کہ حضرت قبلہ عالمؒ کا نور باطن احوال مشاہدہ فرمانے میں آئینہ جہاں نما تھا کہ آفتاب جہان تاب کی ضیائیں ان پر رشک کرتی تھیں۔

آپؒ کی بلند ہمتی اور وسیع الظرفی

ایک مرتبہ حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ ایک دوسرے مکان میں تشریف فرما تھے جس وقت آپ اس مکان سے واپس تشریف لے جانے کیلئے تیار ہوئے اور سوار ہو کر جانے لگے۔ میں نے وہاں بھی یہ خیال کیا کہ کوئی چیز کھانے کی ل

جائے۔ چنانچہ میں حضرت قبلہ عالمؒ کی سواری کے پیچھے پیچھے جاتے ہوئے پہنچ کر آپ سے ملاقات کروں گا۔ اسی خیال میں تھا کہ حضرت قبلہ عالمؒ نے چند قدم آگے جا کر پھر مڑ کر میری طرف دیکھتے ہوئے فرمایا حافظ جی! ہمارے پیچھے کھڑے نہ رہو۔ ہمارے ساتھ ساتھ آجاؤ تمام راستے میں اپنی سواری کے ہمراہ لے گئے۔ مگر جس جگہ ہمیں رات پڑ گئی۔ وہاں حضرت قبلہ عالمؒ نے مجھے بہت دودھ پلایا۔ یہاں مؤلف مناقب شریفہ نے جناب فخرالاولیاء قدس سرہٗ کی زبان حقائق بیان سے کشف حقیقت کا ذکر اور دودھ پلانے کی کیفیت کے بارے میں مولوی دلدار بخش پاکپتن والے سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مولوی موصوف نے کہا کہ اس کی کیفیت یوں ہے کہ حضرت قبلہ عالمؒ نے ایک مرتبہ حسین والی کی طرف جو کہ موضع اوچ میں ایک جگہ ہے تشریف لے گئے۔ یہاں کے علماء اور مریدین قوم پہلان جو کہ ان کی بستی پہل نام سے بہاول پور کے قرب وجوار میں ہے۔ انہوں نے حضرت قبلہ عالمؒ کی دعوت کی تھی۔ وہ اپنی بستی میں آپ کو لے گئے آپ وہاں ٹھہر گئے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں بہت سا دودھ پیش کیا، حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ نے جناب فخرالاولیاء قدس سرہٗ کو طلب فرمایا اور دودھ پینے کی طرف متوجہ کیا یعنی دودھ پینے کا فرمایا۔ چند بار کٹوریاں بھر کر آپؒ دیتے رہے اور جناب فخرالاولیاءؒ پیتے رہے۔ انہوں نے جتنا بھی دودھ دیا آپ پیتے ہی گئے۔ اتنی کٹوریاں پینے کے بعد حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس قدر ہضم کرنا اسی جوان کا کام ہے۔ اور مولوی موصوف جو کہ اس حکایت کے ناقل ہیں انہوں نے اس کی تاویل یہ فرمائی کہ حضرت قبلہ عالمؒ نے حوصلہ کی وسعت اور عالی ہمتی کے حصول میں کمال اور ضبط کے مراتب میں سے یہ مقام

دکھایا ہے۔ چنانچہ دوسری حکایت میں بھی مولوی موصوف نے اسی کے مطابق تاویل کی ہے۔ کہا میں نے جملہ داہنی صاحب سے سنا ہے کہ جناب قبلہ عالمؓ نے ایک دن فرمایا اس جوان نے کسی چیز کے دریافت کرنے اور پکڑنے میں ہمیں تعجب میں ڈال دیا۔ حق تعالیٰ نے اسے کتنا وسیع الظرف اور پر حوصلہ بنایا ہے۔ جو کچھ بھی لیتا ہے قابلیت اور استعداد کی بنا پر لیتا ہے۔ اور ہرگز اس سے سیر نہیں ہوتا اور اس بارے میں حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ نے فرمایا چونکہ حضرت مولانا صاحب قدس سرہ نے ہمیں اس شخص کی نشان دہی فرمائی تھی کہ "شاہباز کوہستانی باشد" کہ شاہباز کوہستانی ہوگا۔ وہ اس وجہ سے شہباز ہیں کہ نہ مکان ہے اور عنقا بے نشان ہے۔ سبحان اللہ! کیسی عظمت ہے صرف اپنا پیر و مرشد اس شہباز کی تعریف و توصیف نہیں کر رہے ہیں بلکہ دادا پیر حضور مولانا صاحب رضی اللہ عنہ نے اس شہباز کوہستانی کی تعریف اور نشاندہی فرمائی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سے آپؒ کے رتبۂ بلند کا تصور ذہنوں میں آتا ہے۔

اشعار

(1) شاہباز تیز پرواز آشیانس لامکان

طائر قدسی نشان عنقا مغرب کن فکان

(2) نیرّ چرخ ولایت والیٔ ملک ابد

آفتاب در ہدایت مہدی صاحب زمان

(3) پرتوِ نور محمد مظہر فخر جہاں

بلکہ نور ذات مطلق در جبینش شد عیان

(4) سحر نوش و تشنہ لب در قعر موج عشق حق

ساقی او کار دارد بر مرادش ہر زمان

(5) ہر کہ یک جرعہ چشید از جام عشق او ز دل

تا ابد مخمور ماند و تا قیامت سرگران

(6) یا الٰہی کیست؟ این فرخندہ اختر در زمین

رشک میدارند بروی اہل عرش و آسمان

ترجمہ: (1) تیز اڑنے والا شہباز جس کا آشیانہ لامکان ہے ملائکہ صفت پرندہ مغرب سے عنقا ہو کر ظاہر ہوا۔

(2) آسمان ولایت کے آفتاب ہیں اور ملک ابد کے والی ہیں ہدایت میں آفتاب ہیں زمانے کے ہاڈی ہیں۔

(3) حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رضی اللہ عنہ کے پرتو ہیں اور حضرت مولانا فخر جہاں رضی اللہ عنہ کے مظہر ہیں بلکہ ذات مطلق کا نور اس کی پیشانی سے ظاہر ہوا ہے۔

(4) عشق حق کی موجوں کی گہرائی میں جا کر سمندر نوش کیا مگر پھر بھی تشنہ لب ہے اسے پلانے والا یعنی ساقی ہر وقت اس کی خواہش پر چلتا ہے۔

(5) جس نے بھی دل سے اس کے عشق کے جام سے ایک گھونٹ چکھ لیا وہ ابد تک مخمور رہا اور قیامت تک مست رہا۔

(6) اے اللہ! یہ فرخندہ اختر اور خوش بخت زمین پر کون ہے کہ جس پر آسمان اور عرش والے یعنی ملائکہ بھی رشک کرتے ہیں۔

درحقیقت حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے بارے میں دودھ پلانے کا واقعہ

بیان کیا تھا۔ اور فرمایا صاحبزادہ صاحب! حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ کے ظاہری اور باطنی فیضان کی کوئی انتہا نہ تھی۔ ہر وہ شخص جو بارگاہ میں خلوص سے کچھ حاصل کرنے آیا ظاہری اور باطنی کمالات پر فائز ہوا۔ مگر ہمیں چاچا غلام رسول کم کھانا دیتے اور کبھی کچھ نہ دیتے اور کبھی وقت بے وقت دیتے کبھی فاقہ مارتے۔ دراصل یہ وجہ اس کی اپنی طرف سے نہ تھی۔ اگرچہ میں شروع میں اپنی غربت اور بے کسی کی وجہ سمجھتا رہا کہ شاید اسے مجھ سے کراہت سی آتی ہوگی۔ لیکن آخر میں معلوم ہوا کہ وہ اپنی طرف سے ایسا نہیں کر رہے ہیں۔ چنانچہ ایک دن ایک عالم کو مجھ پر رحم آیا اور میری عدم موجودگی میں میرے کہے بغیر غائبانہ طور پر میاں غلام رسول کو میرے لئے کھانا دینے کے متعلق بات کی تھی کہ اس کو بھی دیگر فقراً کے برابر کھانا دیا جائے۔ میاں مذکور نے اس کے جواب میں اس بات کا اظہار کیا کہ جناب کا کہنا بجا ہے۔ لیکن اس بارے حکمت ہے لہٰذا خاموش رہو۔ اس بات سے معلوم ہوا کہ وہ اپنی طرف سے ایسا نہیں کرتے تھے جناب فخر الاولیاءؒ نے فرمایا کہ کھانا کھانے کے علاوہ حضرت قبلہ عالمؒ کا یہ بھی معمول تھا کہ موسم گرما میں فقراً اور طلباً اور باقی حاضر لوگوں کو درجہ بدرجہ موسم کے مطابق پہننے کیلئے کپڑے عطا فرماتے۔ بعض کو سالاری اور لنگی، بعض کو تہبند اور سادہ ٹوپیاں اور چادریں عطا فرماتے تھے۔ اور موسم سرما میں لنگی، کھیس، رضائی اور دوہر وغیرہ دیا کرتے تھے۔ مگر یہ چیزیں علماً کو ملتیں اور طلباً کو تہبند، ایک ایک ٹوپی ایک ایک پشمینی بھگل یعنی لوکار اور کمبل وغیرہ دیتے۔ ایک موسم سرما میں ایک بھگل یعنی لوکار مجھے عطا کی۔ ایک اور فقیر اور ہم دونوں ایک ہی ڈیرہ میں رہتے تھے۔ ایک بھگل یعنی لوکار اسے بھی عطا کی چونکہ سردیوں کا موسم تھا اور موسم بہت سرد تھا۔ ایک بھگل سے شدید

سردی کی وجہ سے رات کو آرام اور نیند نہیں آتی تھی۔ اتفاق سے میرا وہ ہمنشین فقیر کہیں چلا گیا اور اس نے اپنا بھگل میرے پاس رکھ دیا۔ اس دن مجھے خیال آیا کہ آج رات دو بھگل ہیں رات کو دونوں اوڑھ کر سو جاؤں گا۔ نیند آ جائے گی خوب آرام کرلوں گا۔ جب عصر کا وقت قریب ہوا تو حضرت قبلہ عالمؒ نے ہمارے ڈیرہ اور جائے رہائش کے قریب سے گزر فرمایا ایک درویش آپ کے ساتھ تھا۔ آپ نے وہ درویش میرے پاس بھیجا کہ تمہارا ہم نشین فقیر آج باہر چلا گیا ہے۔ اور اپنا بھگل یعنی لوکار تمہارے پاس رکھ گیا ہے۔ وہ بھگل دے دو کیونکہ آج اور مہمان آئے ہیں تا کہ ان کو اوڑھنے کیلئے دیا جائے۔ جب وہ بھگل دینے لگا تو حضرتؒ نے خود اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ حافظ صاحب! آج ہمارے پاس بہت سے مہمان آئے ہوئے ہیں اپنا بھگل دے دیجئے تا کہ وہ کسی ایک مہمان کو دے دیا جائے میں نے دونوں بھگل دیدیئے پس آپ وہ دونوں بھگل اٹھوا کر واپس تشریف لے گئے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ حضرت قبلہ عالمؒ کو ان دو بھگل کی ضرورت تو نہ تھی کہ اٹھوا کر لے گئے۔ دراصل یہ امر میرے احوال کو مشاہدہ فرما کر میرے خیال کی محافظت فرمانا ہے جو کہ میں نے سوچا تھا کہ دو بھگل اوڑھ کر آج رات آرام کی نیند سوؤں گا۔ اس خیال کے ہونے پر مجھے اس پر تلقین فرمانا مقصود ہے۔ کہ تمہارے آرام کی نیند سو جانا ہماری خاطر عاطر میں منظور نہیں ہے۔

(1) جان فدای آنکہ فہمد رمزہائے دلبران

تا شود لائق بسرِّ آشنائے سروران

(2) چونکہ دل از راز دلبر واقف و محرم شود

گرچہ قالب دو بہ بنی یک دلی دان اندراں

(3) وحدتے باشد کہ در لہمت نیاید ہیچ زاد

آنکہ تن پرور نیابد بوئی از جان سروران

ترجمہ: (1) جان فدا ہو جائے اس پر کہ وہ محبوبوں کے رموز جاننے لگے ہیں تا کہ اب وہ اس لائق بھی ہو جائے کہ آقاؤں اور سرداروں کے بھید سے واقف ہو جائے۔

(2) جب دل محبوب کے راز سے واقف ہو جاتا ہے تو دراصل وہ ایک ہی ہو جاتا ہے لہٰذا تو اسے باطنی طور پر ایک ہی سمجھ لے اگرچہ ظاہری طور پر تجھے دو وجود نظر آتے ہیں۔

(3) درحقیقت یکسانیت ہو جاتی ہے چاہے تجھے سمجھ میں آتا ہو مگر تن پرور یعنی جسم کی ظاہری پرورش کرنے والے کو آقاؤں کے وجود سے کوئی خوشبو نہیں آتی۔

شیخ کی نظر اور مشاہدہ مرید کے لئے

اس کے بعد حضرت فخر الاولیاءؒ نے فرمایا کہ پیر مرید کیلئے ایسا محافظ اور حال کا مشاہد ہونا چاہئے کہ اگر مرید کو خیال غیر آ جائے تو اس کے خیال سے مطلع ہو کر اس کی محافظت کرے اس موقع پر آپؒ اپنی زبان مبارک پر یہ لفظ لائے یعنی یہ واقعہ بیان فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلطان المشائخ قدس سرہٗ دہلی سے حضرت بابا صاحب قدس سرہٗ کی زیارت کیلئے پاکپتن کی طرف

آ رہے تھے کہ اثنائے راہ ایک مقام پر کنچنیوں کا قافلہ حضرت سلطان المشائخ سے ملا۔ حضرتؒ ان کے ہمراہ چل پڑے اور ایک نوجوان کنچنی حضرت سلطان المشائخ کی جوانی اور حسن و جمال پر فریفتہ ہوگئی پس اس بہانے سے کہ فقیر اور سید ہے اور ان کی خدمت کرنا کار ثواب ہے اس نے آپ کو اپنی گاڑی پر سوار کیا۔ شاید گرمیوں کا موسم تھا منزل طے کرنے لگے کہ ابھی رات کا کچھ حصہ باقی تھا تو اہل قافلہ نے ایک مقام پر کچھ دیر آرام کیا اور سو گئے۔ پس اس کے تمام ہمراہی بھی اپنی جگہ سو گئے۔ حضرت صاحبؒ اور طائفہ گاڑی میں تھے پس حضرت صاحبؒ خود پر اس کی اچانک مفتونی سے بہت ہی اداس اور پریشان ہو گئے حضرتؒ جتنا بھی اس سے دور ہو کر بیٹھتے وہ حضرتؒ کے پیچھے چلی جاتی تھی یہاں تک کہ وہ اس حد تک آ پہنچی کہ زلیخاءِ زمانہ ہونے لگی۔ پس اس کی بے حقیقت اور بے صفتیہ کمال میں حضرتؒ نے بھی اس کا ارادہ کرلیا۔ لیکن اچانک حضرتؒ اور طائفہ کے درمیان ایک پُر ہیبت ہاتھ نمودار ہوا اس ہاتھ کی ہیبت سے حضرت سلطان صاحبؒ اپنی جگہ پر گر گئے اور وہ طائفہ بھی اپنی جگہ پر گر گئی اور وہ ہاتھ صبح تک ان کے درمیان کھڑا رہا جب دن روشن ہونا شروع ہوا اور سوئے ہوئے لوگ اٹھنے لگے اور ایک دوسرے کو دیکھنے لگے تو اس وقت وہ ہاتھ مبارک دوسروں کے دیکھے بغیر گم ہوگیا۔ اس امر کے ظاہر ہونے پر حضرت سلطان صاحبؒ کہنے لگے کہ زہے ہمارے پیر برحق اور مرشد کامل کی ہم پر نظر کرم اور ہماری حفاظت۔ طائفہ نے پوچھا کہ یا حضرتؒ آپ کے پیر صاحب کون ہیں؟ فرمایا کہ حضرت بابا فریدالدین شکر گنج پاکپتن قدس سرہٗ۔ طائفہ سن کر معتقد ہوگئی اور حضرت سلطانؒ کے ہمراہ پاکپتن شریف آ گئی پس جب حضرت سلطانؒ صاحب حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر

ہوئے اور قدم بوسی کی اور اپنے کمال شوق و محبت کے بارے بیان کیا تو حضرت بابا صاحبؒ نے فرمایا کہ "بابا نظام الحق تیرا شوق برحق ہے مدد ما در حق تو نیز مطلق" یعنی بابا نظام الحق تیرا شوق برحق مگر ہماری مدد بھی تمہارے حق میں مطلق یعنی قطعی ہے"

جناب سلطانؒ صاحب نے دست بستہ معذرت طلب کی حضرت بابا صاحبؒ نے فرمایا نظام تسلی کرو کہ تم یوسف سے کمتر نہیں ہو۔ بلکہ زیادہ ہوسکو گے۔ اس موقع پر جناب فخر الاولیاء قدس سرہ' نے یہ بھی فرمایا کہ جس وقت حضرت سلطان قدس سرہ' کا ازار بند کو ڈھیلا محسوس فرمایا تو کہا بابا نظام ازار بند کو مضبوط باندھ لو"

دراصل یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ تھا کہ سلطان صاحبؒ کی شادی نہیں ہوگی اور اس موقع پر جناب فخر الاولیاءؒ نے یہ بھی بتایا کہ وہ طائفہ بھی حضرت بابا صاحبؒ کے حضور حاضر ہوئی اور اپنے گھر کا تمام ساز و سامان راہ لِلّٰہ بانٹ کر بیعت سے مشرف ہوئی اور حضرت بابا صاحب قدس سرہ' کی توجہ سے درجۂ کمال کو پہنچی۔ درحقیقت وہ مجلس ان الفاظ پر اختتام پذیر ہوگئی۔

نورِ ولایت اور نورِ نبوت

حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ' یہ الفاظ زبان مبارک پر لائے کہ صاحبزادہ صاحبؒ! یہ محقق ہے اور بالکل درست ہے کہ پیر کامل مریدوں سے نزدیک ہو یا دور، مشرق سے مغرب تک جہاں بھی ہو مریدوں کو نظر باطن میں ملحوظ خاطر رکھتے ہیں اور مدد فرماتے ہیں کیونکہ دنیا ان کے ضمیر میں روشن اور ظاہر عرش سے تحت الثریٰ تک رائی کے دانے کے برابر ظاہر و آشکار ہوتا ہے اس طرح ضمیر آفتاب نظیر حضرت قبلہ عالمؒ

ہمارے احوال کے شاہد ہیں ہم ان کے دامن گرفتگان ہیں اور آپ ہماری مدد فرماتے ہیں بلکہ ادنیٰ اور اعلیٰ لوگ جو آپ کے درماندگان ہیں انہیں ولایت سے دیکھتے ہیں نورِ ولایت نورِ نبوت کا پرتو ہے اور اس پرتو سے تمام پوشیدگیاں ظاہر ہو جاتی ہیں اس پرتو سے آپ دیکھتے اور ملاحظہ فرماتے ہیں جیسے کہ فرمایا گیا ہے کہ نبی آفتاب ہے اور ولی ماہتاب ہے۔

ذکر لکڑیاں لانے کا

ایک دن مجلس میں جناب صاحبزادہ صاحبؒ نے حضرت فخر الاولیاءؒ سے درمیانِ گفتگو پوچھا کہ یا حضرتؒ! وہ جو ایک دن لنگر خانہ کیلئے آپ جنگل میں لکڑیاں لانے گئے تھے جب کہ لکڑیاں ایک اور درویش نے جمع کی تھیں اور آپ اٹھا لائے یہ کیسا واقعہ ہے؟ جناب فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا کہ صاحبزادہ صاحب! ہر کام اوقات عمر سے تعلق رکھتا ہے یہ امر واضح ہے کہ ابھی ہمیں حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں رہتے ہوئے قریباً نصف سال ہو چکا تھا سردیوں کا موسم تھا درویش جمعہ کے دن لنگر شریف کے لئے لکڑیاں لانے جاتے تھے اور میں بھی درویشوں کے ساتھ جایا کرتا تھا مگر ہر جمعہ کو نہیں جاتا تھا کبھی کبھی جاتا تھا اس دن جبکہ جمعہ تھا، بادل چھائے ہوئے تھے، معمولی پوہار پڑ رہی تھی اور ہوا نہایت ہی ٹھنڈی تھی اور میرے پاس کوئی کپڑا اوڑھنے کو نہ تھا میرے ہاتھ پاؤں سردی کی شدت سے ٹھٹھر کر سن ہو رہے تھے۔ ہم لکڑیاں لانے کیلئے نکلے ہوئے تھے بعض لکڑیاں کاٹی پڑی تھیں اور کچھ جابجا چننی اور اکٹھی کرنی تھیں مجھ سے لکڑیاں اکٹھی نہیں ہوتی تھیں میں حیران

تھا۔اس جنگل میں باقی دوست الگ الگ اطراف میں جا کر لکڑیاں چن رہے تھے میں وہاں گھومتا رہا۔ایک جگہ پر آیا اور دیکھا کہ کئی جگہوں پر لکڑیاں کٹی ہوئی اور جمع کی ہوئی پڑی ہیں میں نے خیال کیا کہ یہ ہمارے کسی ساتھی نے جمع کی ہوں گی میں نے چاہا کہ یہی اٹھا کر چلتا بنوں ۔پھر میں نے سوچا ایسا نہ ہو کہ درویش دیکھ کر ناراض ہو جائیں لیکن ہم ایسے لوگ ہیں کہ کبھی اس قسم کا کام نہیں کیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ درویش جنگل میں دور، دور نکل گئے ہیں تو میں نے بتوکل الٰہی ان لکڑیوں کو اکٹھا کیا اور خاموشی سے ان کا پشتارہ یعنی گٹھڑی باندھ کر جلدی جلدی اس گٹھڑی کو اٹھا کر لنگر خانہ میں لا کر رکھ دی اور چپ چاپ اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گیا وہ دن خیریت سے گزرا۔ دوسرے دن ظہر کی نماز کے وقت جب میں مسجد میں آیا اور حضرت قبلہ عالمؒ حسب سابق نماز پڑھ کر اور تلاوت سے بھی فارغ ہو کر بیٹھے ہوئے تھے۔کسی نے اس وقت کچھ کہا کہ جس سے خوش طبعی پیدا ہوئی۔ان درویشوں میں سے ایک درویش جو خوش طبعی میں مہارت اور دلچسپی رکھتا تھا حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں خوش طبعی کے طور پر کہا کہ بعض درویش کتنی دلیری کرتے ہیں ۔قبلہ عالمؒ نے اشارتاً پوچھا کہ وہ کس طرح؟ اس شخص نے میرے طرف اشارہ کیا کہ یہ درویش جمعہ کے دن دوسرے درویشوں کی ہمراہی میں لکڑیاں لانے کیلئے جنگل میں گیا اس نے خود تو کوئی لکڑی نہ چُنی ہے نہ ہی جمع کی ہے بلکہ ایک اور درویش جس نے ایک جگہ لکڑیاں جمع کر رکھی تھیں یہ میاں صاحبؒ ان کو باندھ کر خفیہ یعنی چوری اٹھا کر لے آیا اور اتنا بھی لحاظ نہ کیا کہ مبادا کوئی ناراض ہو جائے ۔کتنا دلیر ہے؟ جناب قبلہؒ نے تبسم فرماتے ہوئے یہ لفظ مبارک کہے کہ یہ غریب دور کا مسافر ہے اور پٹھان جوان ہے اس قوم کے لوگوں سے

بڑے بڑے کاموں کے اور کوئی چھوٹا کام نہیں ہوسکتا یہ لکڑیاں لانا کیا جانتا ہے؟ اور دلیری اس کا حق ہے یہ ہزاروں عالم لوگوں پر دلیری کرنے کا حق رکھتا ہے پس مجھے اپنے قریب بلایا اور فرمایا حافظ صاحب! لکڑیاں لانا تم پر معاف ہے آئندہ تم اس کام کے لئے نہیں جاؤ گے۔ اس سے پہلے جس قدر بھی لائے ہو وہ قبول ہے آئندہ تمہارے ذمہ اور کام لگا دیا جائے گا۔ صاحبزادہ صاحب! قبلہ عالمؒ کے اس فرمان سے پہلے میرا دل اس آدمی کی بات پر خوفناک ہو چکا تھا یعنی بھپر چکا تھا پھر ہر حال مجھے تسلی ہو گئی۔ جب دوسرے دن اشراق کے وقت حسب عادت خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت قبلہ عالمؒ ایک کتاب دست مبارک میں لئے ہوئے تھے مجھے وہ کتاب عطا فرمائی اور فرمایا کہ سبق پڑھو اسی وقت ہم نے سبق پڑھا اور ارشاد فرمایا کہ روزانہ اسی وقت آ کر سبق پڑھ لیا کرو فرمان کے بموجب ہر روز حاضر ہوتا تھا اور حضور والا کی توجہ سے فائز ہوتا تھا مگر کبھی ظہر کے وقت سبق پڑھنے کا اتفاق ہوتا تھا۔

نقل حکایت موافق ملفوظِ سابق

جان لیں کہ مؤلف مناقب شریفہ نے اس جگہ حکایت تسمیہ میں حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کا نام "محمد سلیمانؒ" حضرت قبلہ عالمؒ سے ذکر تحریر کیا ہے۔ اگرچہ ملفوظات میں کہیں نظر نہیں آتا۔ شاید کہ اس وجہ سے سبق پڑھنے کے وقت یہ بات سامنے آئی ہو اور ملفوظ ماقبل سے کوئی مناسبت رکھتا ہو اس لئے ذکر میں آیا۔ پس جس طرح مؤلف مذکور نے ذکر کیا اسی طرح نقل کیا جاتا ہے اسی عنوان سے بعینہٖ وہ یوں ہے۔

" کہ ایک دن ذکر چلا کہ جناب فخر الاولیاء قدس سرہٗ حضرت قبلہ عالمؒ کی
خدمت میں کتاب سے سبق پڑھ کر فارغ ہوئے اور سلامی کیلئے ہاتھ پیشانی پر رکھا،
اٹھ کر چلے گئے اتفاق سے اسی وقت عالموں میں سے ایک نے ان کو دیکھا کہ ایک
دلیر طبع حضور میں حاضر تھا اس طرح جب وہ جانے کیلئے اٹھا تو ماتھے پر ہاتھ رکھ کر سلام
کر کے چلا گیا۔ انہوں نے حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں از راہ خوش طبعی گزارش کی
کہ یا حضرتؒ! کیسے کیسے دیہاتی طبع لوگ حضور کی خدمت عالی میں رہتے ہیں؟
حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ وہ کون ہیں؟ اس شخص نے جناب فخر الاولیاءؒ کی طرف
اشارہ کیا حضرت قبلہ عالمؒ نے پھر پوچھا کہ وہ کس طرح دہقانی یعنی دیہاتی ہے؟ اس
نے بیان کیا کہ جب اس جوان نے آپ کی خدمت میں سبق پڑھا فارغ ہوا۔ ہاتھ
پیشانی پر رکھا اور چلا گیا۔ سلام بھی تواضع کے ساتھ نہ کیا اور یہ وضع دیہاتی ہے۔
جناب قبلہ عالمؒ کے چہرہ مبارک متغیر ہوا اور اسے جواب دیا اے میاں! تم نے یہ کیا کہا
ہے؟ تم نہیں جانتے کہ معاملہ دل کے اخلاص سے تعلق رکھتا ہے جس کسی کے دل میں
خلوص ہوگا اگر وہ اتنا بھی نہ کر سکے تو کوئی مضائقہ نہیں یہ غریب دور کا مسافر ہے اور
سادہ دل ہے سادگی کی وجہ سے تواضع ظاہر نہ کر سکا کیا ہوا؟ تمہاری نظر میں وہ دہقانی
ہے مگر ہمیں وہ تخت سلیمانؑ پر جلوہ گر نظر آتا ہے اور حضرت مولانا صاحبؒ نے اس
سے بہت پہلے انہیں شہباز کوہستانی فرمایا تھا پس حضرت قبلہ عالمؒ کے اس فرمان پر وہ
شخص نادم ہوا اور اپنی غلطی اور قصور معاف کرنے کیلئے معذرت چاہی۔ سننے میں آیا
کہ جب جناب فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے غائبانہ طور پر یہ واقعہ سنا تو فرمایا حقیقت یہ
ہے کہ ہم ہر دم روہیلہ یعنی پہاڑی ہیں اور سادہ انداز و کردار رکھتے ہیں خاص طور پر

میں از خود کچھ بھی نہیں رکھتا۔ میری "لاج و شرم" حضرت قبلہ عالمؒ کے دامن سے
وابستہ ہے پس یہ بات تحقیق پر پہنچ گئی جب دوسرے دن معمول کے مطابق سبق پڑھنے
کیلئے حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو جناب قبلہ عالمؒ نے صریح لفظوں
میں فرمادیا کہ "اے حافظ صاحب! تمہارا نام محمد سلیمانؒ ہے۔ اپنے اسی نام سے خود کو
بلوایا کرو۔ بلکہ حاضران مجلس کو فرمایا کہ درویشو آئندہ اس حافظ کو بنام محمد سلیمان یا
حافظ محمد سلیمان پکارا کرو۔

فائدہ

جان لیجئے کہ اس سے پہلے جناب فخر الاولیاءؒ کا عرف عام میں نام "میاں
مانژان خان" تھا جو کہ فخر و ناز کے معنی میں بولا اور استعمال کیا جاتا تھا۔ یا خود یہ نام
سلیمان کا مخفف ہے۔ چنانچہ پہاڑی لوگوں کی عادت ہے کہ اسماٗ میں اختصار کرتے
ہیں۔ اور یا تھوڑی سی تحریف و ترخیم کیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فخر الاولیاء کے نام محمد سلیمانؒ کی وجہ تسمیہ

(1) چونکہ شد نور محمد جلوہ گر — جلوہ ہائش بود از حد بیشتر
(2) گونہ گونہ جلوہ ہا زو سر زدہ — ہر تجلی جائے خود خوشتر شدہ
(3) ہر نبی راز و رسید این مایہ ہا — ہر ولی زو یافتہ این پایہ ہا
(4) بو البشر زیر لوائی او خوش است — نوح در طوفان از و کشتی کش است
(5) ہم خلیل از نور او دیدہ فروخت — تا کہ نارش نور شد او را نسوخت
(6) با کلیم اللہ زان جلوہ رسید — تا ید بیضا از و آید پدید

(7) ہم بہ روح اللہ زان خیر الانام جلوہ آمد تا کہ شد یحی العظام

(8) با سلیمان شد عطا زان سروری زیر فرمان آمدش دیو و پری

(9) دیو، چہ ہم وحش و طیر و مار و مور ماہیان بحر و دریائے شور

(10) ہم چنین با این سلیمان پسین شد تجلیہا مثال اولین

(11) گنج ہائے احمد مختار را مالکش کردند از ہر دو سرا

(12) زان تجلی ہا سلیمانی درو بود غالب نام کردندش بدو

(13) صاحب رازش چو دید آن غلبہ را حکم غالب را گزید آن غلبہ را

(14) ورنہ آن نور محمد با کمال بود ظاہر در نہادش بے مقال

(15) اے کہ تو طالب بہ نور احمدی این سلیمان را بجواز بخر دی

(16) چونکہ راز این سلیمان یافتی دان کہ در مقصود منزل ساختی

ترجمہ: (1) جب حضور پر نور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا نور جلوہ گر ہوا تو اس کے جلوے اور تجلیات حد سے بھی بڑھ کر ظاہر ہوئے تھے۔

(2) پھر اس نور پاک سے قسم و قسم کی تجلیاں ظاہر ہوئیں اور ہر تجلی اپنی اپنی جگہ پر بہت ہی خوبصورت نظر آتی تھی۔

(3) ہر نبی علیہ السلام کو اسی سے یہ دولت تجلیات عطا ہوئیں اور ہر ولی نے انہی سے یہ بلند مراتب حاصل کیئے۔

(4) ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام ان کے جھنڈے کے نیچے خوش ہے اور حضرت نوحؑ انہی کے نور سے کشتی چلاتے رہے۔

(5) حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے ان کے نور سے آنکھیں روشن کیں

یہاں تک آگ (نارنمرود) ان پر نور بن گئی اور ان کو نہ جلا سکی۔

(6) حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو ان سے جلوہ پہنچا یہاں تک ان سے ید بیضا (روشن ہاتھ) ظاہر ہوا۔

(7) حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کو اس خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم سے نور ملا کہ وہ مُردوں کو زندگی بخشنے والے بن گئے۔

(8) حضرت سلیمانؑ کو ان سے بادشاہی عطا ہوئی اور دیو اور پری ان کے تابع فرمان ہو گئے۔

(9) دیو کیا چیز ہے؟ وحشی جانور، پرندے، سانپ، چیونٹی یہاں تک کہ سمندر کی مچھلیاں ان کے تابع فرمان ہوئیں۔

(10) اسی طرح اس کے بعد میں آنے والے سلیمان ولی کاملؒ کو پہلے آنیوالوں کی طرح انوار وتجلیات عطا ہوئیں۔

(11) آخر حضرت احمد مختار حضور پرُنور ﷺ نے دونوں جہانوں کے خزانوں کا آپ کو مالک بنادیا۔

(12) وہ تجلیاں جو کہ سلیمانی وجود پر غالب ہوئیں اسی وجہ سے ان کا یہ نام رکھا گیا۔

(13) صاحب راز نے جب اس سے غلبہ دیکھا تو غالب کے حکم نے اس غلبہ کو اختیار کیا۔

(14) ورنہ یعنی درحقیقت وہ با کمال نور محمد ﷺ ان کے وجود میں بے قیل وقال آشکار تھا۔

(15) اے وہ! کہ تو جب نور احمدی ﷺ کا طالب ومتلاشی ہے تو اگر تو عقلمند ہے

تو اس سلیمانؒ سے (وہ نور ہدایت) تلاش کر۔

(16) چونکہ تو نے اس سلیمانؒ کے راز کو پالیا ہے۔ سمجھ لے کہ تو منزل مقصود تک پہنچ گیا ہے۔

حضرت فخر الاولیاءؒ کا اپنی والدہ صاحبہ کی زیارت کیلئے اپنے وطن جانے کا ذکر

جناب صاحبزادہ صاحبؒ کے سامنے ایک دن یوں ذکر چلا کہ میں بیعت کے کافی عرصہ تک کئی سال ہوئے اپنے وطن جو کہ کوہ درگ ہے نہیں گیا۔ والدہ صاحبہ بہت ہی منتظر اور حیران و پریشان رہیں۔ کیونکہ مدت مذکورہ میں انہیں میری جائے سکونت کے بارے میں کوئی علم نہ تھا کہ زبانی پیغام یا خط کے ذریعے تسلی کرتیں۔ چند دن کے بعد واللہ اعلم کسی آنے جانے والے سے کوٹ کہ جہاں پہلے میری سکونت تھی۔ وہاں کا پتہ چل چکا تھا۔ مگر بعد میں انہیں معلوم ہوا کہ میرا بیٹا شہر مہاران میں ایک فقیر کے پاس رہتا ہے اور دوسرے بھی بہت سے لوگوں کو اس فقیر نے قابو کر رکھا ہے۔ شاید وہ فقیر سحر کار اور جادوگر ہے کہ اتنے سارے لوگوں کو اس نے پھنسایا ہوا ہے۔ اس خبر پر جو بھی شخص میرے بارے والدہ صاحبہ سے پوچھتا تو مائی صاحبہ کہتی تھیں کہ میرے بیٹے پر مہاراں والا کے کسی فقیر نے ایسا سحر اور جادو کر رکھا ہے جو کہ اس کے قابو میں آ چکا ہے۔ پس اسی پریشانی میں تھیں کہ شاید کسی آنے جانے والے سے مہاران کا راستہ اور اس علاقے کا اتہ پتہ مائی صاحبہ کو معلوم ہوا۔ تو ایک شخص کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ تم شہر مہاران میں جا کر اس میاں سے جو کہ فقیر مشہور ہے۔ اور بھی بہت سے لوگ ان کے

قابو میں ہیں۔ تم ان کے پاس جا کر انہیں میری طرف سے یہ پیغام پہنچاؤ کہ "اے فقیر میاںؒ! میرا ایک بیٹا فلاں نام کا تھا جو کہ کافی عرصہ ہوا مجھ سے جدا ہوا ہے۔ پتہ چلا کہ وہ یہاں ہے اس سے پہلے مجھے اس کے بارے میں کوئی علم نہ تھا۔ اب معلوم ہوا ہے کہ وہ آپؒ کے پاس ہے اور میں اس کے فراق میں پگھلتی جا رہی ہوں۔ خدائے عزوجل کا واسطہ کہ میرے بیٹے کو اپنے سے رخصت کر کے اس طرف بھیج دیتا کہ وہ مجھ سے مل کر جائے" جناب فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ وہ شخص مجھ سے غائبانہ حضرت قبلہ عالمؒ سے ملا۔ اور مائی صاحبہ کا پیغام پہنچایا۔ شاید وہ شخص مجھے جانتا نہ تھا پھر مائی صاحبہ مرحومہ کی وصیت اسے ایسی ہی تھی۔ یہاں تک کہ اس شخص نے اس سحر کاری کا ذکر بھی کیا جو مشہور ہو چکی تھی۔ واللہ اعلم اسی دن یا دوسرے دن کہ جس وقت میں حضرت قبلہ عالمؒ کے سامنے سے گزرا تو حضرتؒ نے مجھے بلایا اور اپنے قریب بٹھایا اور نرمی و آہستگی سے دریافت فرمایا کہ "اے حافظ صاحب! تمہاری والدہ صاحبہ زندہ ہیں؟ میں نے عرض کی جی ہاں یا حضرتؒ! پھر آپ نے پوچھا کہ کیا تمہارا گھر بالکل پہاڑ میں ہے؟ پھر میں نے ہاں میں جواب دیا۔ تو فرمایا تمہارے آباؤ اجداد وہاں کس طرح گزر بسر کرتے تھے؟ میں نے عرض کی کہ تھوڑی سی زمین جو میرے آباؤ اجداد سے ہم تک پہنچی اور ہماری ملکیت ہے ہمارا گزارہ اس کی پیداوار سے کچھ ہو جاتا ہے۔ قبلہ عالمؒ نے زمین کی حقیقت وغیرہ کے بارے مزید کچھ نہ فرمایا بلکہ والدہ صاحب کی ملاقات کیلئے میرے جانے کا ارشاد فرمایا۔ کہ حافظ! والدہ کا حق بہت ہی زیادہ ہے جاؤ ان سے ملاقات کر کے آ جاؤ۔ دوستوں نے بھی اس وقت یہ بات سن لی۔ جناب فخر الاولیاءؒ نے بتایا کہ حضرت قبلہ عالمؒ کے فرمان اور اجازت کے باوجود دو چار دن

تک اپنی جگہ بالکل خاموش رہا۔ پس ایک دن حضرت قبلہ عالمؒ نے پھر طلب فرمایا اور تبسم فرماتے ہوئے پوچھا۔ حافظ! کیا اپنے وطن جانے کیلئے تمہارا دل نہیں چاہتا؟ فرماتے ہیں کہ اس وقت دست بستہ یہ شعر عرض کیا۔

زاسودگی منزل الطاف تو جاناں

غربت زدگان رانشود میل وطن ہا

ترجمہ: تیری مہربانی سے اے محبوب! جگہ کی آسودگی کے سبب ہم غربت زدوں کو وطن جانے کی کوئی خواہش ہی نہیں ہے۔

لیکن جناب فخر الاولیاءؒ سے ایسا سنا گیا کہ اگر چہ حضرت قبلہ عالمؒ سے دور اور جدا ہونے کو دل نہیں چاہتا تھا مگر بمقتضائے "الامر فوق الادب" روانہ ہوا اور قبلہ عالمؒ نے دعائے خیر کے ساتھ اور بعض چیزوں کی امداد و مواظبت کے ساتھ رخصت فرمایا۔ صاحبزادہ صاحبؒ! جب میں وہاں سے روانہ ہوا۔ بہاولپور کے راستے اور اوچ سے ہو کر پہلے میں کوٹ گیا۔ میری چند ایک چیزیں اور پڑھنے کی ایک دو کتابیں وہاں پڑی تھیں وہ وہاں سے اٹھا کر اپنے وطن کی طرف چل پڑا۔ راستہ میں کہیں کوئی شخص ہمراہ ہوتا اور کہیں اکیلا سفر کرتا رہا آخر چند دن کے بعد ڈیرہ غازیخان پہنچا۔ پھر وہاں سے ملک سنگھڑ و تونسہ اور تونسہ سے میں درگ گڑگوجی جہاں میری آبائی جدی جائے سکونت ہے پہنچ گیا۔ والدہ صاحبہ کی زیارت وملاقات کی۔ مائی صاحبہ نے مجھے گلے سے لگایا اور آنکھوں سے آنسو بہا کر بے پناہ شفقت فرمائی۔ پھر مجھ سے اس قدر طویل مدت کی جدائی کا احوال بار بار پوچھتی رہی اور حضرت قبلہ عالمؒ کے حقیقت حال کے بارے بھی مجھ سے دریافت کرتی رہی کہ وہ کیسے بزرگ ہیں؟ میں نے تمام حقائق واحوال

بیان کیئے پس شکر کر کے کہنے لگیں کہ نیک بزرگ ہے کہ میرے صرف پیغام سے تجھے میرے پاس بھیج دیا ہے۔ صاحبزادہ صاحبؒ! اگر چہ والدہ صاحبہ سے ملاقات اور برادری معرکہ جعفر اور دوسرے دوستدار، احباب میری واپسی پر مبارک باد دینے کیلئے مائی صاحبہ کے پاس آتے رہے اور میرا دل خوش ہوتا گیا لیکن حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ کی صورت بھی اس وقت میرے سامنے آجاتی تھی اور میں دیکھتا تھا پس اس سے میرے دل میں ایسی کشش رونما ہوجاتی تھی اور دل چاہتا کہ اسی لمحہ واپس پہنچنا چاہئے۔ فی الجملہ یہ کہ دس بارہ دن بڑی مشکل سے اس صورتحال کا سامنا کرتے ہوئے شدید انتظار میں گزار دیئے اور والدہ صاحبہ نے فرمایا، بیٹا! اب علم یہاں ہی پڑھو۔ ان کے کہنے کی وجہ یہ تھی کہ میں بعض اوقات دلی انتظار کی بنا پر بالکل چُپ چاپ اور خاموش بیٹھا رہتا۔ شاید والدہ صاحبہ کو یہ معلوم ہو چکا کہ یہ واپس جانا چاہتا ہے بلکہ ایک دو بار لفظ واپس جانا بھی ایک طرح سے انہوں نے مجھ سے سن لیا تھا۔ لہٰذا وہ یہ تاکید کرتی رہتی تھیں کہ آئندہ علم یہاں ہی پڑھو مگر حضرت قبلہ عالمؒ کی کشش ہر لمحہ دل میں نقش تھی اور ہر لحظہ یہ کشش و محبت بڑھتی جارہی تھی۔ ایک آدھ ماہ کے برابر آخر بیس دن ہو چکے تھے والدہ صاحبہ شریفہ کی مرضی بے مرضی مہاراں شریف کی طرف روانہ ہواٗ مائی صاحبہ کے پاس اور وطن آنے میں تقریباً اٹھارہ دن ہو چکے تھے۔ مہار شریف کی کشش کی وجہ سے میں نے یہ سفر تین یا چار دن میں طے کیا اور بلآ خر براستہ ملتان مہار شریف پہنچ گیا۔

صاحبزادہ نور احمد مہاروی صاحبؒ نے اس کیفیت حال کے سننے کے بعد فرمایا۔ میاں صاحب! حضرت قبلہ عالمؒ کا عشق آپ کے دِل میں جاگزین ہو چکا تھ

پھر آپ اتنی جلدی کیوں نہ پہنچتے۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ نے اپنی زبان حقائق بیان سے فرمایا۔ صاحبزادہ صاحب! ہم سے کچھ نہیں ہو سکتا تھا اور ہم کچھ بھی نہ تھے جو کچھ کیا قبلہ عالمؒ نے کیا یہ سب کچھ انہیں کا فیض وعنایت ہے۔ پس صاحبزادہ صاحب نے اس موقع پر فرمایا کہ حق یہ ہے۔

اگر از جانب معشوق نباشد کششے

کوششِ عاشق بے چارہ بجائے نرسد

ترجمہ: اگر معشوق کی طرف سے کوئی کوشش نہ ہو تو بے چارے عاشق کی کوشش اور بھاگ دوڑ کہیں کی نہیں ہوتی اور کسی مقام پر نہیں پہنچتی۔

بعض امور کا ذکر جو فخر الاولیاءؒ کو مہار شریف میں دوران سکونت پیش آئے

مؤلف مناقب نے موقع کے مطابق جو کچھ تحریر کیا ہم موقع کی مناسبت سے یہاں تحریر کر رہے ہیں جان لیجئے کہ مناقب شریفہ سے جو مفہوم ہوتا ہے وہ یہ کہ بیعت کے وقت سے جناب فخر الاولیاء قدس سرہ نے اپنے مرشد کریم حضرت قبلہ عالمؒ کے وقت وصال مبارک تک جتنا عرصہ گزارا وہ مدت چھ سال ہے تین سال پہلے کہ جن کا کچھ عرصہ کوٹ اور بعض سفر ہندوستان میں اور بعض مہار شریف آتے جاتے گزار دیا جاتا۔ شاید کوہِ درگ اور وطن جانے کے ایام بھی اس میں شامل ہیں۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا بیعت سے پہلے (قیام کوٹ مٹھن) وہ کتنا عرصہ وطن نہ گئے اور اسکے بعد کے تین سال جو حضرت فخر الاولیاء حضور قبلہ عالمؒ سے اجازت لے کر مائی صاحبہ سے ملاقات کیلئے وطن میں آئے پھر جلدی سے واپس ہو گئے جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔ اس کے بعد مؤلف مناقب شریفہ لکھتے ہیں۔ کہ ہر سال قبلہ عالمؒ جناب فخر الاولیاءؒ کو

رخصت فرمایا کرتے تھے کہ مائی صاحبہ سے ملاقات کر کے واپس آ جائیں۔ پس اس بناء پر جناب فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے وطن آنے جانے کے چار مراتب بن جاتے ہیں ایک یہ کہ مذکور ہو چکا۔ دو درمیان میں ہیں اور ایک آخری جو حضرت قبلہ عالمؒ کے وصال کے قریب مذکور ہوگا۔ اس موقع پر وہ لکھتے ہیں ایک مرتبہ اپنے بنگلہ سے حضرت قبلہ عالمؒ نے جناب فخر الاولیاءؒ کو والدہ شریفہ کی ملاقات کے لئے رخصت عطا فرمائی تو موصوف بنگلہ سے باہر آئے اور رخصت ہوتے وقت آپ نے جناب فخر الاولیاءؒ کی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور زور سے ہلایا اور یہ شعر پڑھا۔

؎ ہر دو عالم قیمت خود گفتہٗ نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

ترجمہ: تم نے اپنی قیمت دونوں جہان بتائے ہیں میاں! نرخ بڑھا دے کہ ابھی سستے ہو۔

مؤلف موصوف نے یہ واضح نہ کیا کہ یہ امر دوسری رخصت کے موقع پر یا تیسری بار واقع ہوا۔ نیز حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا۔ حافظ! تمہارا گھر دور دراز مقام پر واقع ہے اگر کوئی ہمراہی تم سے راہ طلب کرے تو مانع نہ ہو جاؤ۔
نیز فرمایا کہ اگر کوئی تم سے کوئی لفظ یا کوئی دعا طلب کرے تو بلا فرصت اور بلا عذر دعا کر دینا چاہیے۔ پس جناب فخر الاولیاءؒ نے عرض کی کہ ؎

؎ سپردم بتو مایہ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را

ترجمہ: میں نے اپنی دولت تمہارے سپرد کی ہے تو کم و بیش میرے حساب کو جانتا ہی ہے۔

پس قبلہ عالمؒ نے اس کے بعد ان کی درخواست پر فرمایا کہ تمہارے

معاملات کو اور تمہیں میں نے خدا کے سپرد کیا ہے اور ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف اٹھایا اور دعائے خیر فرما کر روانہ کیا۔ حضرت فخر الاولیاءؒ نے بتایا کہ جب میں اس بار گھر کی طرف روانہ ہوا تو اثنائے راہ کوئی نہ کوئی شخص، کسی نہ کسی منزل پر ضرور ہمراہ ہوتا۔ یہاں تک میں وطن پہنچ گیا۔ وعدہ کے مطابق جب میں واپس حضرتؒ کی خدمت میں روانہ ہوا تو تین مرد منزل مقصود تک میرے ہمراہ تھے ایک میاں غلام حیدر، دوسرا میاں جعفر اور تیسرا میاں عیسےٰ۔ چنانچہ ان کے ساتھ آنے کا ذکر ذات شریف کے ہمراہ دریا کے گزر پر ہوا اور ایک چھوٹی کشتی پر سوار ہونے کا بھی ذکر فرمایا۔ اس مقام پر مسکین بے تسکین کا تب منتخب کہتے ہیں۔ مؤلف مناقب شریفہ نے دریا عبور کرنے کا یہ قصہ اس جگہ ذکر کیا ہے اور دوسری جگہ بھی تحریر کیا ہے اور اس مسکین نے اس واقعہ کو اپنے کانوں سے حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی زبان حقائق ترجمان سے سنا، مذکور نے ایک مرد سے صاحب مناقب شریفہ نے قدرے تفاوت سے سن کر تحریر کیا ہے۔ چونکہ انہوں نے کسی دوسرے سے نقل کیا ہے اور اس مسکین نے خود سن کر لکھا ہے اس لئے یہی واضح اور درست ہے پس یہ مسکین کہتا ہے کہ ایک دن نماز عصر کے بعد مسجد شریف میں تشریف فرما ہوئے۔ بات فقراً کے عجیب و غریب احوال پر ہونے لگی۔ فرمایا ایک مرتبہ میں اور وہ تین ساتھی کہ جن کے نام اوپر آ چکے ہیں۔ ہمارا دریا پر گزر ہوا مگر دریا کا نام نہیں لیا۔ عصر کا وقت تنگ ہو کر شام کا وقت ہو رہا تھا۔ ہم نے دیکھا ایک ملاح جس کے پاس ایک چھوٹی سی کشتی ہے اور وہ زورق ایک باز و رکھتا تھا کہ جسے ہندی زبان میں چپہ کہتے ہیں وہ ملاح اسی ایک چپہ سے کشتی کو جنبش دیتا ہوا ہمارے قریب پہنچ گیا اور کہا کہ اے میاں! اگر تمہیں پانی کے اس طرف جانا ہے تو آ جاؤ میں تمہیں دریا عبور

کراتا ہوں۔ہم جلدی جلدی اس کشتی پر بیٹھ گئے اور اس نے کشتی کے اس بازو کو ہلانا
شروع کیا یہاں تک کہ ہم نے دریا عبور کر لیا پس ہم کشتی سے اتر آئے اور وہ ملاح ہم
سے غائب ہو گیا ہم نے اسے بغور نہ دیکھا پس اسی جگہ قریب ہی دریا کے کنارے پر
قدرے گھاس پھونس پڑی ہوئی تھی ہم اس پر سو گئے۔یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ہم نے
نماز ادا کی۔پس اس کشتی والے کو ہم نے یاد کیا اس کی شکل وصورت اور وضع قطع کے
بارے میں ہم نے ایک دوسرے کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہم
چاروں کا بیان اس کی شکل وصورت کے بارے میں مختلف ہو گیا پس ہم چاروں
ہمراہی اس کی شکل وصورت کے بارے میں چار مذہب رکھتے تھے۔ایک کہتا تھا کہ وہ
بالکل نوجوان اور بے ریش تھا دوسرا کہتا تھا کہ اسکی داڑھی سیاہ تھی تیسرا کہتا تھا کہ اس
کے صرف دو بال تھے اور چوتھے نے کہا کہ وہ سفید ریش تھا اس موقع پر شادو خان جو کہ
ایک خوش طبع شخص تھا کہنے لگا یا حضرتؒ! چار مذہب کیوں فرماتے ہو؟ بلکہ یہ کہ آپ
نے اسے کس وضع قطع میں دیکھا ہے۔پس اس کے کہنے پر ہنسی آ گئی اور کسی نے اس کی
بات اور گفتار کو رَد نہ کیا پس اس نے کہا کہ آپ دیکھتے ہوئے بھی حقیقت حال کا اظہار
نہیں کر رہے ہیں اور چار مذہب بتاتے ہو اس پر یہ بحث ختم ہوئی۔

فائدہ

جان لو کہ اس جگہ وحدت وجود کا نکتہ اور کثرت صورتوں کے ساتھ ایک واضح
ہو گئی گویا کہ معائنہ ومشاہدہ ہو گیا اس لئے ایک ذات کو ایک وقت میں بصورت کثیرہ
جلوہ گر دیکھنے کا اتفاق ہوا۔چنانچہ چاروں ہمراہیوں میں سے ہر ایک نے ایک ہی مجلس

میں اور ایک ہی وقت میں ایک شخص کو مختلف صورتوں سے مشاہدہ کیا۔ پس یہ ایک مثال ہے خاص ایک ذات کے ظہور کا کہ وہ ہزاروں اور گوناں گوں صورتوں سے دیکھی جاتی ہے اور کثیر صورتوں کے دیکھنے سے کثرت ذات مفہوم ہوتی ہے۔ فہم من فہم

ایک بار دَرُگ سے مہار شریف تین دن میں پہنچا

مؤلف مناقب شریفہ یہاں لکھتے ہیں کہ حضرت فخرالاولیاء قدس سرہ' نے فرمایا کہ جب بھی میں حضرت قبلہ عالمؒ سے رخصت لے کر وطن جاتا تھا۔ راستے میں سفر کرتے سات آٹھ دن لگ جاتے اور وہاں وطن میں سوائے دس بارہ دن کے نہیں رہتا تھا۔ مہاراں شریف جاتے ہوئے تیس، تیس، چالیس، چالیس کوس تک روزانہ چلتا تھا۔ خصوصاً دو مرتبہ ایک بار تو حضرت قبلہ عالمؒ کے وصال مبارک کے قریبی ایام میں درگ یعنی پہاڑ سے چل کر تین دن میں مہار شریف میں پہنچا اور یہاں وہ یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ جناب فخرالاولیاء قدس سرہ' نے فرمایا کہ ایک دن میں نے حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں یہ شعر پڑھا۔

؎ کمال صنعت مشاطہ شاید　　　کہ روئی زشت راز یبا نمائید

ترجمہ: سنوارنے والے کی قابلیت کمال کی ہونی چاہئے کہ بدصورت کو خوبصورت بنا کر دکھائے۔

حضرت قبلہ عالمؒ نے جواب میں فرمایا۔

؎ مگو کہ پیر شدی طاقت عشقت نماند　　　شراب کہنۂ ما مستیٔ دگر دارد

ترجمہ: نہ کہو کہ بوڑھا ہوا اور تیرے عشق کی طاقت نہ رہی ہماری پرانی شراب نئی قسم

کی مستی رکھتی ہے۔

اس موقع پر وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ ایک دن حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ نے اپنی زبان حقائق بیان سے فرمایا کہ حصول مقصد خواہ دینی ہو یا دنیوی پیر کی تابعداری واطاعت پر منحصر ہے جو کچھ فرمائے اس میں خوب محنت و مشقت کرے اور ادب میں خوب کوشش کیا کرے اور پیر کے فرمان کو پیش نظر رکھے اور عمل کرے۔ مثلاً اگرچہ جانا اور کھڑا ہونا شیخ کے سامنے ادب سے بعید ہے اگر کچھ فرمائے تو اس سے انکار نہ کرے مگر اسی قدر جو فرمادے۔ چنانچہ اگر پیر جماعت کی امامت کے لئے خود ارشاد فرمادے۔ تو آگے ہو کر نماز ادا کرائے اور بعد سلام کے مختصر دعا پڑھکر جلدی واپس آجائے اور ذکر واذکار کے لئے جتنا چاہے کرے مگر ان کی خدمت میں اس سے زیادہ نہ کرے جتنا خود فرمادے پھر اس پر مواظبت کرنے کی بھرپور کوشش کرے اگر کونے میں بٹھائے تو کونے میں بیٹھ جائے اور اگر ظاہر فرمائے تو ظاہر ہو جائے اور فرمان کے مطابق خدمت بجالائے۔

حضرت باباصاحبؒ نے اپنے شیخ کی خدمت کے لئے آنکھ نذر کردی

جناب باباصاحب قدس سرہٗ باوجود کشود کے چند مدت تک اپنے شیخ کے لئے لوٹا بھرنے اور شیخ کو وضو کرانے کی خدمت سرانجام دیتے تھے وہ اپنے شیخ کریم حضرت خواجہ قطب صاحبؒ کے فرمان پر اور خدمت کرنے پر اس قدر کمربستہ رہے کہ آخر چشم مبارک بھی اس خدمت پر فدا کرچکے ہیں۔ اس لئے کہ مرید کے فوائد

پیر کی فرمانبرداری پر ہیں۔اس کے علاوہ آپ نے فرمایا کہ ایک دن حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ' نماز پڑھ رہے تھے۔حضرت باباصاحبؒ حجرہ میں تھے اندر سے انہوں نے آواز دی کہ اے نظام دین! حضرت سلطانؒ المشائخ نے نماز ہی میں لبیک کہتے ہوئے حاضر ہو گئے۔ جو کچھ ارشاد ہوا۔ بجا لائے اور رخصت ہو کر واپس ہوئے۔پھر باقی نماز انہوں نے وہیں سے شروع کی جہاں سے چھوڑی تھی اس تحریمہ سے نماز ادا فرمائی۔اس مجمع سے کسی نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں سوال کیا کہ نماز کیوں چھوڑ کر چلے گئے ہو؟ فرمایا کہ اہل نماز اگر یاد فرمائیں تو حکم عدولی نہیں کرنی چاہیے۔کیونکہ نماز ان کی نماز ہے۔اس نے پوچھا کہ کیا اسی نیت اور اسی تحریمہ سے نماز جائز ہے؟ فرمایا نماز توڑنے والی اور نیت ایسی چیز ہے جو غیر نماز ہو۔اور صاحب نماز کو اختیار ہے کہ وہ جو بھی کام کرائیں جائز ہے۔اس موقع پر کسی عالم دین نے کہا کہ حضرت باباصاحب قدس سرہ' نے نہ جانتے ہوئے کہ وہ نماز میں ہیں انہوں نے سلطان المشائخ قدس سرہ' کو بلایا۔حضرت فخر الاولیاءؒ نے فرمایا واللہ اعلم۔یہ امر سمجھ میں نہیں آیا ہوگا۔شاید انہوں نے سلطان المشائخ قدس سرہ' کی عقیدت کے جہت سے معلوم کرنا چاہا کہ ان کی عقیدت کس حد تک ہوگی۔کیونکہ وہ اس وقت نماز میں ہیں۔کہ کیا اس صورت میں ہماری صدا کو مقدم رکھتے ہیں یا نماز کو۔ان سے جب اس فعل کا ظہور ہوا تو انہوں نے پہلے سے بھی زیادہ مقام و مرتبہ حاصل کیا تھا۔نیز فخر الاولیاءؒ نے فرمایا کہ استقامتِ عشق یعنی عشق میں ثابت قدمی شریعت ہے اور استقامت شریعت خود عشق ہے۔جب بھی شریعت استقامت پاتی ہے۔عشق اس کی طرف عود کرتا ہے۔اور شریعت یہ ہے کہ جو حکم سنے اس کا عامل ہو جائے۔بلکہ شریعت

متابعت نبوی ﷺ ہے۔ اور حضرت نبی کریم ﷺ کی قولاً ،فعلاً اور ظاہراً اور باطناً تابعداری و اطاعتِ خود شریعت ہے ۔ چونکہ یہ یعنی اولیائے کرامؒ متابعت ہی بجا لاتے ہیں۔آخروہ محبان و عاشقان، محبوبان خدا بن چکے ہیں ۔ بقولہ تعالےٰ "قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَا تَّبِعُوْ نِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہ "

ترجمہ: اے محبوب کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ تعالےٰ سے محبت کرنا چاہتے تو میری تابعداری کرو اللہ تعالےٰ تمہیں اپنا محبوب بنائے۔اولیاءاللہ کمال متابعت سے عین مظہر نبی اکرم نور مجسم ﷺ ہیں۔ جو بھی ان کے کہنے پر فرمانبرداری کرتا ہے۔ وہ عین نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ کی متابعت کرتا ہے بلکہ خاصان تو اپنے پیر کامل کی توجہ کے بغیر کوئی چیز نہیں چاہتے چنانچہ امیر خسروؒ نے فرمایا۔

ے چوں مدد پیر مرا گشت یار نیست مرا حاجت آمرزگار

ترجمہ: جب پیر کی مدد میرے شامل حال ہوئی تو مجھے آمرزگار کی (الگ مدد کی) حاجت نہیں یہاں عقیدہ کا ذکر ہوا۔

جب فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ ایک موقع پر ایک شخص شیخ شبلیؒ کی خدمت میں بیعت کیلئے آیا۔ شیخ صاحبؒ نے فرمایا کہ میں مسلمانوں کو بیعت کرتا ہوں اس نے کہا کہ میں بھی مسلمان ہوں۔ شیخ صاحبؒ نے پوچھا کہ تو کس طرح مسلمان ہے؟ اس نے عرض کی کہ میں کلمہ شریف پڑھتا ہوں۔ شیخ نے کہا کہ مجھے کلمہ سناؤ اس نے پڑھا۔ "لاالٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ " شیخ نے فرمایا کہ اگر تو میرے کہے ہوئے کلمہ کو پڑھے گا تو میں تجھے مسلمان جان لونگا۔ اس شخص نے سوال کیا کہ کیسے پڑھوں؟ فرمایا پڑھ "لاالٰہ الا اللّٰہ

شبلی رسول اللہ " اس شخص نے فوراً اسی طرح پڑھا جیسے کہ شیخ نے کہا۔ اتنے میں شیخ جلدی سے اٹھے اور اسے گلے سے لگایا اور نعمت بخش دی اور کہا کہ اے میرے دوست! میں اور تم دونوں حضور پرنور وآنجناب سرور کائنات ﷺ کے کمینہ غلام اور چاکر ہیں صرف یہ معلوم کرنے کیلئے میں نے ایسا کہا کہ تمہارا عقیدہ معلوم ہو۔ اس لئے کہ یہ کام عقیدہ پر ہی پایا جاتا ہے۔ جناب فخر الاولیاءؒ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہٗ کے پاس بھی ایسا واقعہ پیش آیا کہ ایک شخص نے بجائے شبلی کے لفظ چشتی فرمایا تھا اس شخص نے بھی اسی طرح توجہ حاصل کی اور اپنا مقصود پالیا اور کئی مرتبہ جناب فخر الاولیاءؒ کی زبان حقائق بیان سے سنا گیا فرماتے تھے۔

ے   پیر ہے یار دو جو کچھ ہے یار دو پیر

حضرت فخر الاولیاءؒ کے بارے میں بسمل شاہؒ کے الفاظ

مؤلف مناقب شریفہ نے خلافت مطلقہ کے اثبات میں جو خلیفۃ اللہ ہونے سے عبارت ہے لکھا ہے کہ یہ بات سننے میں آئی کہ جس وقت حضرت فخر الاولیاءؒ مہاراں میں حضرت قبلہ عالمؒ کے پاس رہا کرتے تھے تو سید بسمل شاہ نام کے ایک بزرگ جو کہ خاندان سہروردیہ سے تعلق رکھتے تھے ان کا مکانِ اقامت ماڑی شوق شاہ کے نام سے مشہور ہے وہ حضرت قبلہ عالمؒ سے فیض حاصل کرنے اور شرف زیارت کے لئے مہاراں شریف میں آتے جاتے تھے۔ اسی سلسلہ میں ایک مرتبہ حاضر ہوئے تو اتفاقاً انہوں نے حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کو دیکھا شاید اس سے پہلے آپ کے اوصاف واحوال انہوں نے سنے ہوں گے۔ بار بار آپ کے نورانی چہرے کے دیکھنے

سے آپ کے بارے میں اپنی باطنی کشف اور اپنی مومنانہ فراست سے حالات معلوم کر لئے۔ کسی اور شخص نے بھی دریافت کیا کہ یہ درویش کہاں سے آیا ہے؟ جب معلوم ہو گیا کہ وطن کوہ درگ ہے اور حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں شرف بیعت سے مشرف ہو چکے ہیں اور آپؒ کی خدمت میں ایک کتاب کا سبق بھی پڑھتے ہیں تو فوراً انہوں نے حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ' کا ہاتھ پکڑا معانقہ کیا، بغل گیر ہو گئے اور فرمایا اے جوان! خبردار ہو جاؤ کہ "دیگ نبوی، ظاہری اور باطنی تیری قسمت میں ہے" یعنی حضور پرنور ﷺ کی طرف سے ظاہری اور باطنی نعمتوں سے بھرا دیگ تیری قسمت میں ہے اور جناب الٰہی سے اور نور محمدی ﷺ سے تیرے ہاتھ میں تفویض ہونے والا ہے اس کی تقسیم میں تمہیں ہوشیار ہونا ہوگا اسے احتیاط سے تقسیم کرنا ہوگا کہ کوئی بھی تمہارے ہاتھ سے محروم نہ رہ جائے اور وہ دیگ ختم ہونے والا بھی نہیں ہے۔ مشرق و مغرب اس سے بہرہ یاب ہوں گے تمہیں مبارکباد ہو۔

مؤلف مناقب شریفہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ ایک دن حضرت قبلہ عالمؒ کی خانقاہ مبارک میں حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ' کے پاس سید بسمل شاہ کی وصال کی خبر اور دوسرے حضرات حبیب شاہیوں اور شوق شاہیوں کا ذکر ہوا۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ' کی زبان حقائق بیان سے میں نے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ اس زمانے میں ہماری عمر انیس بیس سال کی تھی اور سید بسمل شاہ بھی جوان تھے اور حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں مہار شریف میں سلام کرنے کیلئے آتے اور فقراً حال پوشوں سے استفادہ کرتے۔ حبیب شاہیؒ اور شوق شاہیؒ وقت کے صالح اور بہتر زاہد شمار ہوتے تھے اور علمیت بھی رکھتے تھے اور فقراً حال کے رموز سے ہر طرح واقف تھے ایک دو مرتبہ اس زمانے میں

مہاراں شریف میں ہم ان سے شرف ملاقات کر چکے تھے۔

فائدہ

مسکین بے تسکین کاتب منتخب کہتا ہے کہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کا کھلا چہرہ اور نورانی پیشانی ان کے احوال کو جاننے کیلئے لوح محفوظ تھا کہ جو بھی اہل بصیرت اس کو دیکھتا تو جمال کبریا اسے دکھائی دیتا۔ اگر چہ اس کی تہہ تک پہنچنا اس زمانے کے لوگوں کے لئے حد امکان سے باہر تھا۔ لیکن بلبل کی طرح بلکہ عاشقانِ بیدل کی طرح ان کے اوصاف کی نظر سرائی کا شغل کرتا اور خود کو اس سے دور اور محروم نہ رکھتا۔ جو کوئی ان کے احوال سے کچھ اظہار کرنا چاہتا اپنی استعداد کے مطابق کر لیتا۔ باوجود کوشش کے کہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے حقیقت حال کی تہہ تک پہنچنا نہ پہنچ سکتا۔ بلکہ جو کوئی بھی اپنی عشق و محبت کی بات چلاتا اسکی طرف گوشۂ چشم کی عنایت سے متوجہ ہوتے تھے۔

حضرت مولانا جامی قدس سرہٗ نے بہت ہی خوب فرمایا ہے۔ اشعار

(1) بزیر چرخ کس پیدا نگردد — کہ رویش بیند و شیدا نگردد

(2) لوح محفوظ است پیشانی یار — راز مخفی ہست دروی آشکار

(3) قبلہ اہل بصیرت روئی او — کعبۂ اہل طریقت کوئی او

(4) عارفان گرد رخ او طائفند — کاملاں بر خاک راہش واقفند

(5) شمع نی بل آفتاب بس جلے — ظلمت ہستی از و شد منجلی

(6) صیقل دلہاست رویش سر بسر — پاکشد در دم چو کرد آں را نظر

(7) عکس نوراو کہ بر مرأت دل — تابشے زد تا کہ رازش یافت دل

(8) ہر کسی بر وفق استعداد خود — بہرہ بردو سیر گشت و شاد شد

(9) قلزم معنی کہ موجی زد بدر — ناقصاں ہم از کمالش بہرہ ور

(10) یارب این جود کرم بنیاداو — تا قیامت دار دراولاداو

ترجمہ: (1) آسمان کے نیچے ایسا کوئی بھی پیدا نہ ہوا کہ اس کا چہرہ دیکھتا اور عاشق نہ ہوتا گیا۔

(2) یار کی پیشانی لوح محفوظ ہے کہ اس سے مخفی راز آشکار ہیں۔

(3) ان کا چہرہ اہل بصیرت کا قبلہ ہے اور ان کی گلی اہل طریقت کا کعبہ ہے۔

(4) عارف ان کے چہرے کے گرد طواف کرتے ہیں اور کاملین ان کی راہوں کی مٹی پر واقف ہیں۔

(5) شمع نہیں بلکہ ایک بڑا آفتاب ہے زندگانی کی تاریکیاں ان سے روشن ہوئیں۔

(6) ان کا چہرہ مبارک دیکھنا دلوں کی صفائی کا باعث ہے میرا درد مجھ سے دور ہوا جب میں نے ان پر نظر ڈالی۔

(7) اس کے نور کا عکس دل کے آئینہ پر نمایاں ہے اس کے نور نے جھلک ماردی یعنی ایک جلوہ دکھایا یہاں تک کہ دل نے اس کے راز کو پالیا۔

(8) حقیقت کے سمندر سے جو موج اٹھی تو اس کے کمال سے ناقص لوگ بھی بہرہ ور ہوئے۔

(9) ہر ایک نے اپنی استعداد کے موافق اپنا حصہ لے لیا، سیر ہو گیا اور خوش ہو گیا

(10) اے اللہ! اس جود و کرم کی بنیاد کو اس کی اولاد کیلئے تا قیامت تک قائم رکھ۔

ذکر حضرت قبلہ عالمؒ سے خلافت کاملہ کے بارے میں سوال و جواب

مؤلف مناقب شریفہ میں لکھتے ہیں کہ نواب غیاث الدین، حضرت مولانا صاحب قدس سرہٗ کے بھیجے ہوئے حضرات میں سے تھے جو کہ حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں آ کر رہ رہے تھے۔ وہ حضرت قبلہ عالمؒ کی ذات پر عاشق اور جان فدا کرنے والوں میں سے تھے۔ حضرت قبلہ عالمؒ بھی انہیں اس بناء پر بہت عزیز رکھتے تھے کہ وہ حضرت مولانا صاحب قدس سرہٗ کے فرستادہ تھے۔ وہ حضرت قبلہ عالمؒ سے جو بھی سوال کرتے تو آپ انہیں خندہ پیشانی سے شافی جواب مرحمت فرماتے تھے اس نظریہ کے تحت علماء، فقراء، خلفاء اور صاحبزادگان نے ان سے کہا کہ وہ حضرت قبلہ عالمؒ سے دریافت کریں۔ کیونکہ حضرت مولانا صاحب قدس سرہٗ کے وصال کے بعد حضرت قبلہ عالمؒ پر ایسا صدمہ طاری ہوا۔ کہ آپؒ کے بدن پر ظاہری ضعف کا غلبہ ہوا اور جسم مبارک میں کمزوری روز بروز بڑھتی ہوئی دیکھی گئی تو نواب موصوف سے مذکورہ حضرات نے عرض کی کہ آپؒ حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں عرض کر کے دریافت کریں کہ آپ کے وصال کے بعد آپ کے قائم مقام اور مصلّے نشین کون ہوگا؟ پس نواب صاحب نے ان کے مشورہ کے مطابق ایک دن حضرت قبلہ عالمؒ کے جناب میں اسطرح معروضات پیش کیں کہ یا حضرت قبلہ عالم و عالمیانؒ چونکہ آپ کی ذات شریف بفضلہٖ تعالےٰ عین مظہر خداوند کریم، ظل الٰہی اور سایہ نبوی کی طرح ہے اور تکیہ

گاہ جہان وجہانیان عالم علوی وسفلی کیلئے جائے پناہ، تاریک دلوں کوروشنی بخشنے والے آفتاب اور ہم دورونزدیک کے خدام کیلئے دونوں جہانوں کا حاجت روا ہیں اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ سایہ خداوند پایہ حضور عالی قیامت تک دنیا اور دنیا والوں پر، خواص اور عوام پر قائم ودائم رہیں لیکن صحت کی کمزوری اور بدن کا ضعف کافی حد تک بڑھ چکا ہے ہر ایک کواس عارضی دنیا سے جانے کے بغیر چارہ نہیں ضرورت ہے اور ایک رسم ہے کہ وصال کے بعد ہر شیخ اور پیر اپنا ایک قائمقام اور جانشین مقرر کرتا ہے۔ تا کہ ان لوگوں کا قبلہ حاجات اور پس ماندگان کے لئے سجدہ گاہ اور جائے پناہ ہوسکے۔ اگر چہ ان باتوں کے پوچھنے کو دل نہیں چاہتا لیکن پس ماندگان کی تسکین خاطر کیلئے ہم سائل اور منتظر ہیں کہ پس ماندگان خاص کر صاحبزادگان اور خلفاء میں سے کس کو حضور کا قائمقام اور عالم عالمیان کیلئے سجدہ گاہ اور خلائق وعلائق کی حاجت روائی کیلئے مقرر کیا جائیگا؟ جناب قبلہ عالمؒ نے چہرہ مبارک نواب صاحب کی طرف کرتے ہوئے فرمایا۔ "نواب صاحب"! ہمارا ہر ایک مرد افضل سے افضل کے ساتھ ملاقات کر چکا ہے اور ہر ایک اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم اور حضرت مولانا صاحب قدس سرہٗ کی توجہ اور فیضان الٰہی سے خالی ومحروم نہیں رہا۔ مگر اس مقصد کیلئے ایک روہیلہ جوان جو کہ حق سبحانہٗ کی طرف سے مجوز ہوکر نظر آرہا ہے اور حضرت مولانا صاحب قدس سرہٗ کی طرف سے بھی اس حقیقت کے بارے میں حکم تھا اور وہ امر بھی ان سے ثابت ہوتا ہے بلکہ وہ حضرت مولانا صاحبؒ کی روحانی امداد سے بھی فیض یاب ہوکر آیا ہے۔ نواب صاحب نے عرض کی کہ وہ کون ہے؟ اور کیا ہے؟ ان کا ہمیں بھی مشاہدہ کرایا جائے فرمایا، بہتر، کسی طرح وہ تمہیں دکھایا جائے گا کہتے ہیں ایک دودن کے بعد حضرت قبلہ

عالمؒ اورنواب صاحب اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے کہ جناب فخر الاولیاء قدس سرہٗ سامنے سے گزرے تو حضرت قبلہ عالمؒ نے کسی ایک درویش کو اشارہ فرمایا کہ اس فقیر کو بلاؤ۔ جب فخر الاولیاءؒ سامنے آئے حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا اے میاں! ہماری وہ کتاب جو تمہارے پاس ہے کہاں رکھی ہے؟ عرض کی وہ میرے مکان میں ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ اس کتاب کو مکمل احتیاط سے پڑھنا اور ادب سے رکھنا۔ جاؤ مطالعہ میں سستی اور غفلت نہ کرنا۔ پس جناب فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے لفظ "ہاں" سے سلام کیا اور واپس چلے گئے۔ پس حضرت قبلہ عالمؒ نے نواب صاحب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ آپ کا مقصود یہی "جوان" ہے کہ جس کے دیکھنے کی تمہیں خواہش تھی۔ نواب صاحب نے جناب فخر الاولیاءؒ کی پیٹھ کو سلام کیا اور کہ زہے اللہ تعالیٰ کا فضل اور حضور کی توجہ ان پر۔ اور زہے ان کا نصیبہ۔ حق یہ ہے کہ نور حقیقی ان کی جبین پر چمک رہا ہے۔

اس پر حضرت قبلہ عالمؒ نے یہ آیت شریفہ پڑھی

ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ (پ۲۸ سورۃ جمعہ)

ترجمہ: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑا فضل والا ہے۔

اشعار۔

(1) کسی را چونکہ فضل حق نوازد — باؤ ہر کس محبت پیشہ سازد

(2) سلامی او کند سفلے و علوی — نیاز او کند شہری و قروی

(3) ملائک ہم ادب در پیش گیرند — دعائش را بہ ورد خویش گیرند

ترجمہ: (1) جس کو اللہ تعالےٰ کی مہربانیاں نوازتی ہیں تو ہر کوئی اس سے محبت کا طریقہ اختیار کرتا ہے۔

(2) بلندی اور پستی میں رہنے والی مخلوق اس کی سلامی کو آتی ہے شہری اور دیہاتی سب اس کا احترام کرتے ہیں۔

(3) فرشتے بھی ان کے سامنے ادب سے آتے ہیں اور ان کی دعا کو اپنا وظیفہ بتاتے ہیں۔

ذکر فخر الاولیاءؒ کا آخری بار وطن جانے کا اور حضرت قبلہ عالمؒ کے وصال کے قریب واپس آنے کا

جناب صاحبزادہ نور احمد مہاروی صاحب کے سامنے حضرت فخر الاولیاءؒ نے اس سلسلہ میں بیان فرمایا کہ ہم ہر مرتبہ والدہ صاحبہ کی مرضی دے بے مرضی وطن میں دس بارہ دن رہ کر واپس روانہ ہوتے تھے کبھی اطلاع دے کر اور کبھی بغیر اطلاع کے۔ اب کے بار جب میں گیا تو والدہ صاحبہ نے اس خوف سے کہ کہیں بغیر اطلاع چلا جائے بعض برادران قوم جعفر کی پہرہ داری کی ڈیوٹی لگادی کہ یہ کہیں بغیر اجازت واطلاع نہ چلا جائے۔ پس اس سخت پہرہ کی وجہ سے کچھ زیادہ دن وہاں رہنا پڑا۔ میں چاہتا تھا کہ کسی طرح خفیہ طریقہ سے روانہ ہو جاؤں اس طرح رات دن بے سکونی، بے قراری اور پریشانی سے گزر رہے تھے اور والدہ صاحبہ سے بھی اجازت لینے کا طریقہ نہیں آرہا تھا۔ میری روانگی سے پہلے حضرت قبلہ عالمؒ کو آخری عارضہ پیدا ہو چکا تھا اس وجہ سے حضرت قبلہ عالمؒ کی توجہ میری طرف آنے لگی اس سے میری بے قراری بھی بڑھنے لگی پس ایک رات حضرت قبلہ عالمؒ کی توجہ سے چوکیداروں پر نیند کا غلبہ ہوا۔ اس کے ظہور پذیر ہونے سے میں نے موقع کو غنیمت جانا، اٹھا اور خیال آیا



مزار شریف والد بزرگوار، چچا اور بھائی حضرت فخر الاولیاءؒ (گڑ گو جی شریف)



چشمہ جہاں فخر الاولیاءؒ کی والدہ پانی بھرنے جاتی تھیں (گڑ گو جی شریف)



مقام شریف جہاں پیر پٹھان غریب نواز نے اپنے مرشد
سے آخری ملاقات کیلئے گھر کی دیوار سے چھلانگ لگائی (گڑ گو جی شریف)

کہ اگر ابھی روانہ ہوتا ہوں تو شاید کوئی پہرہ دار خواب سے بیدار ہو اور چارپائی کو خالی پاکر دوسرے چوکیداروں کو جگائے اور وہ میرے پیچھے دوڑ کر مجھے پکڑ کر واپس لے آئیں۔ اس لئے چارپائی کو اوپر سے ڈھانپنا چاہیے پس میں نے تلاش کیا تو وہاں چار لمبی لکڑیاں پڑی نظر آئیں ان کو میں نے چارپائی کے طولاً رکھ کر اپنی چادر ان پر ڈال دی جبکہ چوکیدار مجھے سوئے ہوئے نظر آئے پھر میں نے حویلی کا دروازہ دیکھا کہ وہ مقفل ہے۔ حویلی کی دیوار پر چڑھا اس علاقے میں لوگوں کا دستور ہے کہ چوروں کے خوف سے ہر گھر کے گرد چاروں طرف خندقیں کھود کر اس پر خاردار سرکنڈوں سے باڑ بناتے ہیں۔ اسی دستور کے مطابق میرے گھر کے گرد چاروں طرف خاردار خندق اور کانٹے دار سرکنڈوں سے باڑ لگائی ہوئی تھی میں نے خیال کیا کہ اگر اس جگہ سے کودا جائے تو خاردار باڑ میں پھنس کر رہ جاؤں گا اور اس سے بڑی خرابی واقع ہوگی۔ چونکہ کوئی چارہ بھی نہ تھا بہ توکل الٰہی وہاں ہی سے سمٹ کر چھلانگ لگادی۔ سینہ اور کمر تو خاردار باڑ کے باہر پڑ گئے اور پاؤں گھٹنوں تک خاردار باڑ میں اور کانٹے دار سرکنڈوں میں پھنس گئے۔ پاجامہ گھٹنوں تک تار تار ہوگیا اور پنڈلی میں بھی کانٹے پیوست ہوگئے۔ آخر حضرت قبلہ عالمؒ کی توجہ سے بڑی مشکل کے ساتھ پاؤں سرکنڈوں سے نکال لئے اور وہاں سے تیزی سے چل پڑا۔ اثنائے راہ سراسر پہاڑ، جنگل اور آگے ریگستان تھا۔ خوف وخطر کے ساتھ منزل طے کرتا رہا۔ کئی جگہوں پر خوف لاحق ہوتا تو کہیں سے روشنی کی چمک نظر آجاتی تھی اس پر متحمل ہو کر آگے چلتا رہا مجھے محسوس نہ ہوتا تھا کہ میرے قدم زمین پر پڑ رہے ہیں یا ہوا میں۔ کبھی ایسا بھی معلوم ہوتا تھا کہ میرے گلے میں زنجیر ہے کہ گویا کوئی شخص مجھے کھینچے لئے

جارہا ہے۔ رات دن کی خبر نہ تھی اور نہ اس بارے میں خبر تھی کہ میں کس شہر سے گزر رہا ہوں نہ کہیں کھانا کھانے کا خیال رہا اور نہ ہی زیادہ پانی پینے کی ضرورت محسوس کرتا تھا بالجملہ یہ کہ عصر کے قریب دریائے سندھ کے کنارے حضرت دائرہ دین پناہؒ کی گزرگاہ پر پہنچا اس خیال سے کہ کشتی موجود ہوگی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ کشتی موجود نہیں ہے کسی سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ کشتی یہاں دو دن سے نہیں آ رہی ہے کہیں اور گئی ہوئی ہے حیران ہوگیا۔ اس موقع پر حضرت فخر الاولیاء قدس اللہ سرہ العزیز سے پوچھا گیا کہ اندازاً کس قدر فاصلہ طے ہوا تھا۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ چالیس کوس سے کچھ زیادہ ہوگا یہ فاصلہ میں نے ایک ہی منزل میں طے کیا چنانچہ میں نے جب کشتی نہ دیکھی تو طبعیت میں بے حسی اور غشی چھا گئی نیز یہ بھی ہوا کہ اس وقت شدت کی گرمی اور انتہائی بھوک کی وجہ سے نقاہت، کمزوری اور بخار بھی ہو رہا تھا۔ وہاں نرسلوں کے پودے، خس وخاشاک گھاس پھونس اور جھاڑیاں تھیں وہاں ایک درخت سے ٹیک لگا کر بے حس بیٹھا رہا۔ پھر تھوڑا لیٹ گیا میرے پاؤں شدت سے درد کرنے لگے۔ ان پر ہاتھ ملنا شروع کیا تو محسوس ہوا کہ پاؤں زخمی ہو چکے تھے۔ دیکھا کہ اوپر سے کھال اترا ہوا تھا۔ دونوں پاؤں کی انگلیوں سے ناخن غائب تھے اور خون بہہ رہا تھا پاؤں سے کھال اس طرح اتر چکا تھا کہ جس طرح گنجے سانپ کی کھال اتر جاتی ہے اس سے ناقابل برداشت درد ہو رہا تھا۔ اس صورت حال سے غشی طاری ہوگئی۔ وہیں پڑا رہا۔ نہ کسی آبادی او نہ ہی کسی شہر کی طرف جانے کی طاقت تھی اور نہ ہی دریا عبور کرنے کا ذریعہ تھا۔ اسی حیرانی میں شام ہوگئی۔ مغرب کی نماز پڑھنی شروع کی اچانک دریا کے کنارے سے اور گزرگاہ کے مقام سے کشتی پر سوار ہونے کی آواز سنی اور ساتھ

ہی آواز آئی کہ کون ہو؟ جو اس وقت دریا کے کنارے پر آ کر جنگل و بیابان میں نماز پڑھ رہے ہو۔ میں نے پکارنے والے کو جواب دیا کہ میں مسافر ہوں، دریا کے پار جانا چاہتا ہوں۔ پوچھا کس جگہ جانا چاہتے ہو۔ میں نے کہا مہار شریف، اس کی زبان سے یہ بات سنی وہ کہہ رہا تھا کہ تیرے دل میں عجیب محبت جاگزین ہو چکی ہے کہ اس وقت کشتی طلب کر رہا ہے۔ جنگل میں بیٹھے ہو اگر کوئی بلا سامنے آ جائے تو کیا کرو گے؟ میں نے کہا طویل سفر کی وجہ سے پریشان وملول ہوں اور تھک کر پڑا ہوا ہوں۔ واپس کسی آبادی تک جانے کی سکت نہیں رکھتا اس نے کہا۔ ہاں! یہ کام تیرے بس کا نہیں ہے۔ اب میں خاموش تھا کہ وہ پھر بولا، میرے پاس کشتی تو نہیں ہے لیکن بانسوں کا ایک گٹھا میرے پاس ہے اور مجھے راتوں رات پانی یعنی دریا کے پار جانا ضروری ہے اگر دلیری دکھا سکتے ہو تو آ جاؤ ، اس پر سوار ہو کر بیٹھ جاؤ تا کہ تمہیں بھی دریا عبور کرالوں۔ ان کے اس کہنے پر میں بلا تأمل ان کے اس لکڑیوں کے پشتارے پر سوار ہو گیا لیکن یوں معلوم ہوتا تھا کہ میں خود سوار نہ ہوا بلکہ کسی اور نے مجھے اٹھا کر اس پشتارے پر بٹھایا ہے میں نے دیکھا کہ وہ بانس مذکور پیٹل نما پشتارہ بانسوں کی مثل تِلوں کی تاروں سے تنا ہوا اور جُڑا ہوا ہے۔ رسیوں کی زنجیریں ڈال کر گویا پنگھوڑہ سا بنایا ہوا تھا۔ مختصر یہ کہ میں اس پر بیٹھ گیا۔ پشتارہ کے کنارہ پر میں نے ٹیک لگایا اور وہ روانہ ہو کر چلتا رہا۔ واللہ اعلم۔ ایک لکڑی اس کے ہاتھ میں تھی کبھی وہ دائیں طرف، کبھی بائیں طرف، کبھی سرہانے کی طرف اور کبھی پاؤں کی طرف اس لکڑی کو چپو کی طرح گھماتا جا رہا تھا اور بار بار مجھے کہتا تھا کہ "اے میاں! تسلی کرلو خیریت سے دریا عبور کرلو گے۔ میں نے اسی پشتارے میں بیٹھے ہوئے عشاء کی نماز پڑھی۔ اس

نے کوئی کھانے کی چیز مجھے دی وہ میں نے کھالی۔ بانسوں کے اس پشتارے پر ٹیک لگایا ہوا تھا کہ میں نے ذرا سر اس کے کنارے سے لگا کر ستانے کیلئے آنکھیں بند کر لیں تو تھکاوٹ کی وجہ سے مجھے خوب نیند آ گئی ابھی تک کچھ رات باقی تھی کہ اس نے مجھے جگا دیا اور کہا۔ اے میاں! اٹھو دریا عبور کر چکے ہو۔ جہاں اور جس طرف جانا ہے چلے جاؤ۔ میں نے پوچھا تمہیں کہاں جانا ہے؟ اور تمہارا نام کیا ہے؟ جواب میں کہا میرا نام اور میری جگہ یہی ہے کہ میں نے تجھے دریا عبور کرایا ہے۔ میں نے پھر پوچھا کہ کیا میں دائرہ دین پناہ چلا جاؤں؟ کہا جاؤ، اپنی راہ لو۔ پس چونکہ میں ان سے رخصت ہو چکا تھا اور وہ شخص بھی اپنے کروفر کے ساتھ اور تر کی یعنی پشتارہ سمیت میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ میں وہاں سے روانہ ہوا اور فجر کی نماز میں نے دائرہ مذکورہ میں پہنچ کر ادا کی۔ پھر وہاں سے چل پڑا مگر خواب زدگان کی طرح راستے پر چلا جا رہا تھا معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ بحالت خواب جا رہا ہوں یا حالت بیداری میں۔ پانی پینے کی ضرورت پیش آئی نہ کوئی اور حاجت۔ سورج نصف النہار سے گزر چکا تھا کہ اچانک ملتان شریف سے گزر ہوا۔ ملتان شریف میں پہنچا مگر باہر باہر چلتا رہا۔ نماز ظہر میں نے مخدوم رشید میں ادا کی یہاں بعض دوستوں نے کہا کہ جناب فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے رات وہیں بسر کی لیکن بندہ مؤلف مناقب کو اس طرح یاد ہے کہ رات یہاں سے آگے ٹبہ نام کے مقام پر گزاری۔ فرمایا میں نے تیسری منزل سے گزر کر میلسی نام کے دریا کو عبور کیا۔ عصر کی نماز کا وقت تھا کہ شہر فرید لکھویرہ پہنچا۔ اگر وہاں سے چلتا جاتا تو شام تک مہاراں شریف پہنچ جاتا مگر مجھے حضرت قبلہ عالمؒ کی طرف سے یہ وصیت تھی کہ جب بھی دور دراز سے ہمارے پاس آئیں تو روز روشن میں ہمارے پاس

آ جائیں۔ رات کی تاریکی میں ہمارے پاس نہ آنا اس وصیت کے یاد آنے پر میں نے رات اسی جگہ گزار دی۔ نماز فجر وہیں ادا کر کے روانہ ہوگیا۔ تین چار گھڑی دن چڑھ آیا تھا کہ مہاراں شریف میں حضرت قبلہ عالمؒ کے حضور حاضر ہوا۔ زیارت اور قدم بوسی کی سعادت سے مشرف ہوا یہ تمام گفتگو، آنے، پہنچنے اور ان مقامات پر شب گزاری کے بارے میں اس نیاز کیش نے خود حضرت فخر الاولیاءؒ کی زبان حقائق بیان سے سنی۔ مگر بعض یار جو ذرا فرق سے یہ واقعہ بیان کرتے ہیں۔ معلوم نہیں انہوں نے کہاں سے سنی اور کس سے سنی ہے اور معلوم کی ہے؟ واللہ اعلم بالصواب۔

فائدہ

مسکین بے تسکین کاتب منتخب کہتا ہے کہ اس منزل اور طویل سفر کو جناب فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے اس بار صرف تین دن میں طے کیا اور اپنے مقصود پر فائز ہو گئے جبکہ اس سے پہلے حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کو اس سفر پر دس بارہ دن لگ جاتے تھے۔ بعض یاروں نے جیسے کہ مؤلف مناقب شریفہ نے بھی اسے طے مقام اور طے مکانی سمجھ لیا ہے لیکن یہ امر ان کی سمجھ کی غلطی کی وجہ سے ہے کیونکہ طے مکانی میں جسمانی مشقت نہیں ہوتی لیکن بندہ کاتب منتخب نے اس معدن حقائق سے اپنے کانوں سے سنا ہے کہ مشقت اور تکلیف بہت ہوئی تھی۔

جوانی اور بڑھاپا

چنانچہ ایک دن بندہ حاضر خدمت تھا کہ جوانی کی طاقت اور بڑھاپے کی کمزوری پر بات چل پڑی۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ بڑھاپا فی نفسہ

بیماری ہے کہ بڑھاپے کے وقت کوئی کام بھی نہیں ہوسکتا اور جوانی میں جو کام بھی درپیش ہوتا ہے تو بدن اس کا بوجھ اٹھالیتا ہے۔ چنانچہ آخری بار جب ہم حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں گئے تو ہمارے پاؤں کی کھال اتر گئی اور پاؤں کے تمام ناخن جڑ سے اکھڑ کر باہر آن پڑے تھے۔ لیکن چونکہ وہ جوانی کا زمانہ تھا اس لئے یہ تمام بوجھ برداشت کئے جارہے تھے۔ پس معلوم ہوا کہ اس مسافت کا قطع کرنا قبیلہ طے مکانی سے نہ تھا بلکہ جذب معشوق اور شوق عاشق تھا اگرچہ اس طریق طے مکانی سے سفر کرتے تو کرسکتے تھے ان پر کچھ مشکل نہ تھا لیکن ان مشقتوں کے ساتھ سفر کرنے میں بہت سی حکمتیں ہیں کہ زبان ان کے بیان کرنے سے قاصر ہے۔ ادنیٰ یہ کہ معشوق، عاشق کے عشق کی نقدی کو کسوٹی پر پرکھتا ہے کہ کسوٹی کے نیچے وہ کس طرح کھرا بن آتا ہے اور کس حد تک خود کو تسلیم ورضا پر پورا کرتا ہے یہ سب کچھ برداشت کرنا اور گوارہ کرنا بیشک شوق سے ہے جو کہ ثمرۂ عشق ہے۔ پس جس شخص نے بھی حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کو دیکھا ہوگا اس کے شوق کا نکتہ اور اس تک پہنچنے میں شوق وعشق کے مرتبہ سے مرتبۂ محبوبی سے پہچان لیا بلکہ یقین جانا ہوگا ۔ اشعار

(1) اگر صد سال تو بی شوق رانی — براہ منزل مقصود مانی

(2) سمند شوق چون آری تہ ران — رسی دردم بہ مقصود دل وجان

(3) چو برق شوق از دل برفروزد — موانع راہ را خرمن بسوزد

(4) بہ پیش شوق کوہی کاہ گردد — نہ بحر ونار سد راہ گردد

(5) اگر صد رنج ومحنت پیش شائق — بیاید گرددش ز و عشق فائق

(6) نہ شوق است آنکہ از محنت گریزد — ہوس باشد کہ از تلبیس خیزد

(7) چو عیسیٰ را کمند از شوق دادند
فراخ کاخ چارم ذوق دادند

(8) پی احمد براقش نام کردند
برائے لامکان پدرام کردند

(9) چو فخر الاولیاء را شوق افزود
بہ پروازی رسانیدش بمقصود

(10) چہ مقصودی کہ کس گفتن نیارد
بیان او زبان دانی ندارد

ترجمہ: (1) اگر تو سو سال تک شوق کے بغیر چلے گا تو منزل مقصود کی راہ سے پیچھے رہ جائے گا۔

(2) شوق کی سواری جب تو لے آیا تو اسے تیز چلا تو لحہ بھر میں دل و جان سے منزل مقصود میں پہنچ جائے گا۔

(3) جب شوق کی بجلی دل سے روشن کی جاتی ہے تو راستے کی رکاوٹوں کے خرمن کو بھی جلا ڈالتی ہے۔

(4) شوق کے آگے پہاڑ گھاس کا تنکا بن جاتے ہیں۔ سمندر اور آگ بھی راستہ نہیں روک سکتے۔

(5) اگر سینکڑوں تکالیف شوق والے کے سامنے آ جائیں تو ان تکالیف کے باوجود عاشق کامیاب ہو جاتا ہے۔

(6) شوق والا وہ نہیں جو محنت و مشقت سے گریز کرتا ہے۔ اس کے اندر ہوس ہوتا ہے۔ جو مکر و فریب سے پیدا ہوتا ہے۔

(7) جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شوق کا کمند دیا گیا تو ذوق کے ساتھ چوتھے آسمان پر پہنچایا گیا۔

(8) حضرت رسول کریم احمد مجتبیٰ ﷺ کیلئے براق نام کی سواری لائی گئی تو سرکار

مصطفیٰ ﷺ کی وہ سواری شوق لئے لا مکان تک چلی گئی۔

(9) جب فخر الاولیاء قدس سرہٗ کا شوق بڑھ گیا تو ایک ہی پرواز سے منزل مقصود پر جا پہنچے۔

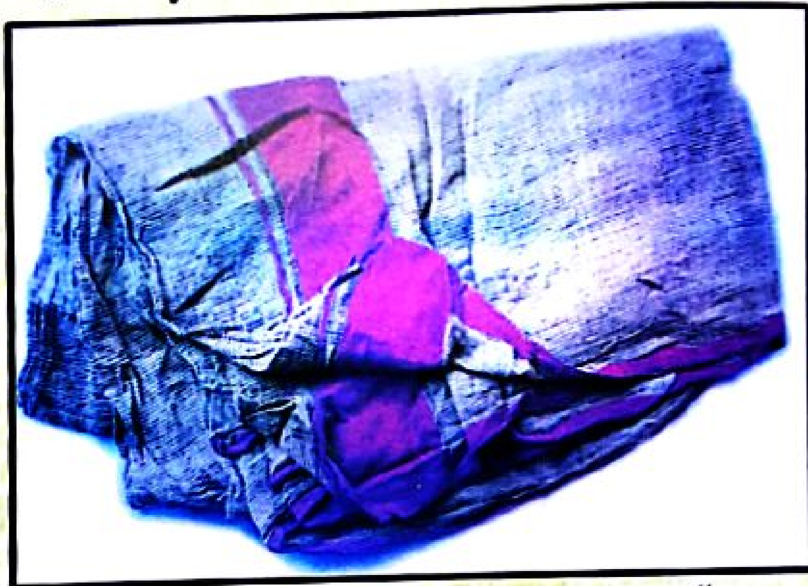
(10) مقصود کیا تھا کوئی بھی بیان نہیں کرسکتا کیونکہ زبان اس کے بیان سے عاجز ہے۔

حضرت قبلہ عالمؒ کی بارگاہ میں آخری حاضری

پس مؤلف مناقب شریفہ لکھتے ہیں کہ جب حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ نے مجلس میں جناب صاحبزادہؒ نور احمد مہاروی صاحب کے سامنے اپنے احوال اس طرح بیان فرمائے۔ جس وقت میں حضور میں پہنچا۔ تو اس وقت حضرت قبلہ عالمؒ کچہری محل کے زیر سایہ چار پائی پر قدرے لیٹے آرام فرما رہے تھے۔ مگر شرقی جانب سے ایک پرزہ پیتل نما بانس کا ایک کرین حضرت قبلہ عالمؒ کے قریب کھڑا کیا ہوا تھا۔ آپ کا سر مبارک قطب کی طرف اور پاؤں مبارک جنوب کی طرف تھے۔ تمام صاحبزادگانؒ، خلفاء اور علماء مجلس شریف میں حاضر تھے۔ سوائے نار والہ صاحبؒ کے کہ وہ حضرت قبلہ عالمؒ کے وصال سے ایک سال پہلے وصال فرما چکے تھے۔ ابھی میں مجلس کے احاطہ سے چند قدم دور تھا کہ حضرت صاحبزادہ شہید صاحبؒ اور دیگر خلفاء کی نظر مجھ پر پڑی۔ بے تحاشہ اور ہوشیاری کے ساتھ گویا ہوئے اوہ فلان کہ جن کو حضرت قبلہ عالمؒ نے یاد فرمایا تھا۔ وہ آج خود ہی حضور میں حاضر ہو رہا ہے۔ اس اثناء میں، میں بھی مجلس مقدس میں داخل ہوا۔ اور سنا کہ خود حضرت قبلہ عالمؒ لفظ " حاضر



حضور قبلہ عالم غریب نوازؒ کی چارپائی مبارک جو وقت وصال آپ کے زیر استعمال تھی



لنگی مبارک حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ



چارپائی پر ڈالنے والا کھیس (دوہر) حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ

آدم" کے سنتے ہی اپنی زبان مبارک سے "الحمدللہ" فرمایا۔ جب میں شرف قدم بوسی سے مشرف ہوا تو نظر کرم سے میری طرف اشارہ فرما کر کہا کہ میرے سرہانے کی طرف آ کر بیٹھ جاؤ۔ جب کہ تمام علماء اور خلفاء جو اس طرف بیٹھے ہوئے تھے ان کو اشارہ فرمایا کہ انہیں اپنے پاس جگہ دیدو۔ میرے وہاں بیٹھنے سے آپ کا چہرہ مبارک سامنے تھا۔ سابق دستور کے مطابق جو ازراہ کرم ہمیشہ میرے وطن سے واپس پہنچنے کے وقت احوال واخبار اور والدہ شریفہ کی خیریت کے بارے میں پوچھتے تھے۔ فرمایا تمہاری والدہ صاحبہ خیریت سے تھیں۔ میں نے عرض کی کہ حضور کی توجہ سے خیریت ہے پھر فرمایا کہ تم کیوں دیر سے آئے ہو میں نے عرض کی وہاں کے رہن سہن کے حالات حضور عالی میں اچھی طرح واضح ہو چکے ہوں گے۔ فرمایا۔ خیریت اچھی ہو۔

یہاں مؤلف مناقب شریفہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت قبلہ عالمؒ کا جناب فخرالاولیاء کو یاد کرنے کی کیفیت کے متعلق تحقیق کے بعد ایسا معلوم ہوا۔ حضرت قبلہ عالمؒ کو جناب فخرالاولیاء قدس سرہ کے وطن رخصت لے کر جانے کے بعد شدید بخار لاحق ہو گیا۔ رفتہ رفتہ اندازہ ہوتا گیا کہ یہ بیماری آخری ہے۔ اور تندرست ہوتے نظر نہیں آتے تھے۔ وصال سے چند دن پہلے حاضرین مجلس میں جو علماء اور خلفاء اس وقت موجود تھے۔ ان سے فرمایا کہ روہیلہ جوان، کوہ درگ والا اگر حاضر کیا جائے گا تو بہتر ہوگا۔ جناب صاحبزادہ نور صمد مہاروی شہید صاحبؒ جو کہ میر مجلس تھے۔ عرض کی قبلہ! ان کو بلانے کیلئے کوشاں ہیں۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے پھر یاد فرمایا بہتر ہوگا۔ لیکن اس میں کوشش مشکل ہے۔ دوسرے دن پھر حضرت قبلہ عالمؒ نے یاد فرمایا بزرگان اور حاضرین مجلس نے وہی کل والا جواب دھرایا۔ لیکن اس پر عمل نہ ہو سکا۔ تیسرے دن

پھر یاد فرمایا تو حاضرین مجلس نے عرض کی۔ قبلہ! ان کے گھر کا صحیح پتہ نہیں پھر بھی ایک آدمی بھیج رہے ہیں اگر مل جاتا ہے تو اسے لایا جائے گا۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے اس سے اندازہ کرلیا کہ دراصل ان لوگوں کی مرضی شاید نہیں ہے۔ اور کوئی کوشش نہیں کر رہے ہیں۔ صرف زبانی کلامی کہے جا رہے ہیں۔ کہ ان کو طلب کیا جا رہا ہے۔ پس فرمایا کہ تم کوئی کوشش نہیں کر رہے ہو۔ اگر ان کی قسمت ہے تو آ جائے گا۔ پس باطنی کشش سے ان کو لایا گیا ہے۔ جیسا کہ تمام کیفیت قبل ازیں تحریر کیا گیا ہے۔ مؤلف مناقب شریفہ نے اس روایت کو اس طرح ذکر کیا ہے۔ اور دوسری روایتیں بھی ہیں۔ لیکن جب مقصود اس تالیف کا انتخاب ہے لہٰذا اس پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت قبلہ عالمؒ کی طرف سے نعمتِ باطنی کی عطائیں

فی الجملہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا کہ دیر تک وہاں بیٹھا رہا۔ کچھ وقفہ کے بعد جناب قبلہ عالمؒ نے حاضرین مجلس کو اشارہ فرمایا کہ کچھ دیر کیلئے ہمیں تنہائی وتخلیہ کا موقع دیدو۔ کچہری برخاست کرو۔ سارے اٹھے۔ اس وقت ان میں سے کسی نے مجھ سے بھی اٹھنے کا کہا۔ جناب قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ یہ ابھی ابھی بہت دور سے آیا ہے۔ بیٹھا رہے۔ پس جس وقت سابقہ سارے لوگ اٹھ کر چلے گئے۔ حضور قبلہ عالمؒ نے مجھے اشارہ فرمایا کہ قریب آ جاؤ اور میرے سامنے بیٹھ جاؤ۔ میں تھوڑا سا آگے ہوا۔ پھر ارشاد ہوا کہ اور آگے آ جاؤ پھر میں ذرا قریب ہو گیا۔ یہاں تک کہ چارپائی کا بازو بلکہ حضرتؒ کے چہرہ مبارک کے اس قدر قریب ہو گیا کہ آپ کی سانس مبارک میرے چہرے پر پہنچ رہی تھی۔ وہاں مجھے بٹھایا۔ پس فرمایا کہ

زِنورِ محمد جہاں روشن است



مہر مبارک خواجہ نور محمد مہارویؒ



رومال، تعویز، چادر اور تسبیح مبارک
حضرت خواجہ قبلہ عالم نور محمد مہارویؒ

نظر میری طرف کر لے۔ میں نے انتہائی ادب سے نظر اوپر اٹھائی اور حسب ارشاد پہلے سے کچھ زیادہ عامل ہوا۔ خود حضرت قبلہ عالمؒ نے کرم کی نظریں مجھ پر جمائیں اور کچھ کچھ توجہ فرمانے لگے کہ مجھے اس سے کوئی خبر نہ ہوئی کہ میں کیا دیکھتا ہوں اور میں کیا ہوں۔ لیکن زبان میں طاقت نہ تھی کہ کچھ بات کرسکوں۔ میں خاموش تھا۔ کافی دیر تک اس طرح متوجہ رہے۔ اس وقت اگر کوئی شخص زمیندار یا درویش عالم یا صاحبزادہ سامنے آجاتا تو اشارہ فرماتے کہ ابھی باہر جا کر بیٹھ جاؤ اور مجھے بار بار یہی اشارہ فرماتے کہ میاں! وسواس نہ کرو اور مایوس نہ ہونا کیونکہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ حضرت فخرالاولیاء قدس سرہٗ العزیز نے حضرت قبلہ عالمؒ کی توجہ کی تفصیل کے بارے میں اس موقع پر اس سے زیادہ بیان نہیں فرمایا۔

فائدہ

مسکین بے تسکین کاتب منتخب کہتا ہے کہ مؤلف مناقب شریفہ نے فرمایا کہ اس سے زیادہ تفصیل آپ نے نہیں بتائی تھی اور اس کے بعد دوسروں سے نقل کر کے لایا اور کہا گیا کہ اگر کسی کو ان نقول کے دیکھنے کا شوق ہو تو ان کی کتاب دیکھنی چاہیے۔ لیکن سمجھ لیں کہ خود حضرت فخرالاولیاء قدس سرہٗ نے اس بیان میں نہایت ہی وضاحت فرمائی۔ اس لئے کہ اس بیان کا تعلق زبان سے نہیں ہے اور جو کچھ زبان سے تعلق رکھتا تھا اس کو بیان کر کے فرمادیا۔ اور اس کے بعد اس کی کیفیت یہ ہے کہ جیسے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں بیان فرمایا ہے۔

ے شیخ فعال است بی آلہ چو حق ‏ ‏ ‏ با مریدان دادہ بی گفتن سبق

ترجمہ: شیخ یعنی پیر کامل حق کی طرح بغیر آلہ کے فعال ہے مریدوں کو بغیر کچھ کہے۔
اشاروں اشاروں میں سبق دیا۔ اور خود مؤلف مناقب شریفہ نے اس بارے میں چار شعر جناب حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ العزیز کی زبان حقائق بیان سے نقل کر کے بتایا جو کہ اس بیان کی حقیقی کیفیت ظاہر کرتے ہیں اور چار بیت یہ ہیں۔

(1) آنچہ تبریز دید از یک نظر شمس دین سخرہ کند بر دہمہ وطعنہ زند بر چلہٗ

(2) راز مخفی راند اند کس بیان زانکہ بے گانہ است از کام و زبان

(3) دل دہد ہم دل پذیرندہ بود این زبان بے گانہ شرمندہ بود

(4) گوش حس ہم واقف این ہوش نیست چوں بگویم چون ترا این ہوش نیست

(5) ہوش چہ بود از جہان رو تافتن آنچہ بیرون از جہان شد یافتن

(6) از جہان بیرون چہ گویم در جہان درمکان باشند بیرون از مکان

(7) این دو ضد را جمع می باید نمود تا بہ بینی در دل خود صد کشود

(8) لیک این جمعیت نیاید سرسری جز بتائید دل پیغمبری

(9) رو بجو پیغمبری از وقت خویش باز در ہستی او این است خویش

(10) چونکہ ہستی خویشتن را گم کنی ہستی حق پیشت آر در روشنی

(11) این سخن را نیست پایانی پدید حال فخر الاولیاء ے باید شنید

ترجمہ: (1) تبریز نے جو ایک نظر سے شمس دین کو دیکھا اور دیکھنا ایسا تھا کہ شدید مجاہدہ اور چلہ پر طعنہ زنی کرتی ہے۔

(2) چھپے ہوئے راز کو کوئی نہیں بیان کر سکتا اس لئے کہ اس کی زبان اور حلق اس سے بیگانہ ہے یعنی واقف نہیں۔

(3) دل دیتا ہے اور دل کو قبول کرنے والا بھی ہوتا ہے۔اس وجہ سے یہ زبان بیگانہ اور شرمندہ ہوتی ہے۔

(4) جب میں یہ کہتا ہوں کہ تجھے چونکہ یہ ہوش نہیں ہے لہٰذا جس کے کان بھی اس ہوش سے واقفیت نہیں رکھتے۔

(5) ہوش کیا ہوتا ہے دنیا سے منہ پھیرنے کا نام ہے۔دنیا سے جو کچھ بھی باہر ہو اسے پا لینے کا نام ہے۔

(6) جہان سے باہر رہتے ہوئے میں جہان کے بارے میں کیا کہوں کیونکہ یہ لوگ یعنی ولی مکان سے باہر رہتے ہوئے بھی مکان میں موجود ہوتے ہیں۔

(7) ان دو ضدین کو جمع کر کے دیکھنا چاہیے تا کہ تو اپنے دل میں سوکشود دیکھے۔

(8) لیکن یہ جمع سرسری طور پر نہیں کی جاسکتی سوائے پیغمبری دل کی امداد و تائید کے۔

(9) جا اپنے وقت کا پیغمبر تلاش کر۔پھر اس کی ہستی کی طرف واپس آ جا یہی خودی ہے۔

(10) اس لیے کہ اس طرح تو اپنی ہستی کو گم کرے گا پھر حق کی ہستی تیرے سامنے روشنی لے آتی ہے جس سے خود کو دوبارہ پا سکے گا۔

(11) اس بات کی کوئی انجام و آخر ظاہر نہیں لہٰذا تجھے حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کا حال سننا چاہیے۔

حضرت قبلہ عالمؒ کی بے پناہ عنایات

پس حضرت فخرالاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جب تک حضرت قبلہ عالمؒ کچہری محل کے اندر تشریف فرما رہے اور وہاں لوگوں سے خلوت فرمائی مگر بندہ کو اپنے سے دور نہ کیا۔ جب دن کے دو پہر ہو چکے۔ اچانک میاں غلام رسول لانگری حضور میں آئے اور عرض کی قبلہ ! ہم نے تمام مہمانوں کو کھانا کھانے کی اجازت دی ہے۔ قبلہ عالمؒ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ بہتر ہوا آئندہ بھی اس امر پر کوشاں رہو۔ آج سے رات تک بلکہ کل صبح تک انہیں کھانا وقت پر دینا اور کھلانا ہوگا۔ میاں نورالصمد کو پیغام دے دے کہ آنے والوں کو تم ہی کھانا کھلانے کیلئے اجازت دیتے رہنا۔ اور جب میاں غلام رسول لانگری نے مجھے حضرت قبلہ عالمؒ کے روبرو بیٹھا ہوا دیکھا تو پوچھا اے میاں درویش ! ابھی آئے ہو۔ سلام کا اشارہ کیا پھر کہا آ جاؤ روٹی لے لو اور کھا لو۔ میں نے اسے کوئی جواب نہ دیا اور خاموش رہا۔ وہ چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر واپس آیا اور مجھے کہا میاں جلدی آؤ اور کھانا لے کر کھاؤ۔ اس وقت بھی میں چپ چاپ ہی بیٹھا رہا۔ پھر وہ واپس گیا پس کچھ دیر کے بعد پھر آیا اور حسب سابق شوخ چشمی دکھاتے ہوئے اور غصہ کے انداز میں کہا۔ اے میاں ! اٹھو اور روٹی بھورا لے کر کھا لو کہ روٹیاں ختم ہو رہی ہیں اور کسی جگہ ڈیرہ بھی کر لو۔ میں ابھی تک اسی طرح خاموش تھا کہ حضرت قبلہ عالمؒ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا کہ اے میاں غلام رسول ! اس غریب مسافر کو کچھ نہ کہو۔ کیونکہ یہ بہت ہی دور سے سفر کرتا ہوا ہماری خاطر یہاں آیا ہے۔ چاہئے کہ یہ کچھ دیر ہمارے پاس بیٹھا رہے روٹی اور جگہ

سے حق تعالٰی اسے بہت دے گا اور اتنا پائے گا کہ خلائق دیکھے گی۔ اگر تو اسے لنگر سے کچھ دینا چاہتا ہے تو یہاں لاکر اسے دیدے تا کہ ہمارے سامنے کھائے۔ میاں مذکور اس ارشاد عالی سے چپ چاپ واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک تنوری روٹی سالن کے بغیر حاضر کی حضرت قبلہ عالمؒ نے خود ہی اس سے لے کر اپنے پاس رکھی اور اسے رخصت فرمایا۔ ازراہِ نوازش و مہربانی مجھے کھانے کا اشارہ فرمایا چونکہ میرا خیال ،دل اور ذہن حضرت قبلہ عالمؒ کی طبیعت مبارک کی ناسازی میں مستغرق تھے کھانے وغیرہ کی خواہش نہ تھی۔ اس لئے میں نے کھانے سے اجتناب کیا۔ پس حضرت قبلہ عالمؒ نے میرا ہاتھ پکڑا اور لقمہ توڑ کر دیا اور فرمایا کھاؤ۔ میں کیا کھا سکتا تھا آخر کرم فرماتے ہوئے حضرت قبلہ عالمؒ نے چند لقمے اپنے دست مبارک سے بندہ کو کھلا دیئے۔ اس موقع پر حضرت فخر الاولیاءؒ نے یہ بھی بتایا کہ جو بھی اہل حاجت یا طبع پرسی کرنے والا یا کوئی اور شخص حاضر ہوتا تو شفقت و مہربانی سے حضرت قبلہ عالمؒ ان کی حاجت روائی فرماتے یا سوالی کی مدد فرماتے اور دیگر آنے والوں کو جواب باصواب عطا فرما کر رخصت فرماتے رہے اور ہر لحظہ نظر مبارک مجھ پر ہی فرمائے رکھتے تھے اور مجھے یہی ارشاد ہوتا کہ ہماری نظر کے ساتھ نظر ملائے رکھو۔ اگرچہ ادب ملحوظ رہتا تاہم عطاؤں کی اس بارش میں میری نظریں ،نظر عالی پر لگی ہوئی تھیں نہیں چاہتے تھے کہ پلک جھپکنے میں نظر کا تسلسل ٹوٹ جائے۔ جناب فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے یہ بھی فرمایا کہ ان دو دنوں میں جو کہ حضرت قبلہ عالمؒ نے مجھے انہی وجوہ سے اپنے پاس متوقف رکھا۔ اگر میں کسی ضرورت کے وقت اجازت طلب کرتا تو نہیں چاہتے کہ میں اٹھکر چلا جاؤں۔ اور جب رخصت عطا فرماتے اور ساتھ یہ بھی فرماتے کہ ایسے وقت میں

تمہارا رخصت طلب کرنا اور جانا ہمیں منظور و مقبول نہیں ہے اور بہر حال جا کر جلدی جلدی واپس آ جاؤ میں جلدی سے جاتا تھا اور جلد ہی واپس آ جاتا تھا۔ نظم

(1)	چو باشد عشق عاشق را کمالے	شود معشوق عاشق بی مقالے
(2)	عجب سری کہ پنہاں باشد اینجا	دو تن بینی و یک جان باشد اینجا
(3)	دو دل چوں بکشو د اسرار خیزد	ز یکتائی بسے انوار خیزد
(4)	از آں انوار چشمان نور یابند	بہ پیش خود ہمہ مخمور یابند
(5)	خمارے خیز داز مستیِ چشمان	دلی خوں ریز داز مستیِ چشمان
(6)	عجب قدحِ شراب چشم مخمور	دل و جان شد خراب چشمِ مخمور
(7)	چو دیدہ باد و دیدہ شد مقابل	چو مستستی بود در جوُ و ساحل

ترجمہ: (1) جب عاشق کا عشق کمال کو پہنچتا ہے تو بے قیل و قال عاشق معشوق ہو جاتا ہے۔

(2) یہاں عجیب راز پنہاں ہے تو دو تن دیکھتا ہے جب کہ یہاں دونوں کی ایک ہی جان ہے۔

(3) جب دو دل کھلتے ہیں تو اسرار پیدا ہوتے ہیں جبکہ یکتائی سے بہت سے انوار پیدا ہو جاتے ہیں۔

(4) ان انوار سے آنکھیں نور حاصل کرتی ہیں اپنے سامنے ہر طرف مستی ہی مستی پاتی ہیں۔

(5) آنکھوں کی مستی سے مستی اٹھتی ہے اور آنکھوں کی مستی سے دل خون بہاتا ہے۔

(6) مخمور آنکھ شراب کا عجیب جام ہے مخمور آنکھ کے دیکھنے سے دل وجان ویران ہو گئے۔

(7) جب ایک آنکھ دو آنکھوں کی مقابل ہوئی تو محسوس ہوا کہ جیسے دریا کے کنارے پر استسقیٰ کا مریض کھڑا ہو یعنی وہاں دیدار سے سیری نہیں ہوتی اسی طرح یہاں دریا کے پانی سے استسقیٰ والا سیراب نہیں ہوتا۔

حضرت قبلہ عالمؒ نے مجھے گلے سے لگایا اور فی امان اللہ فرما کر رخصت کیا

فی الجملہ ہم جس وقت حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں آئے اس وقت سے حاضر رہے یہاں تک کہ آنے والی صبح یکم ذوالحج ۱۲۰۵ھ تھی۔ عصر تک۔ دوسرے دن ماہ مذکورہ میں حضرت قبلہ عالمؒ نے ہمیں اپنے روبرو رکھا پس عصر کی نماز ادا کی گئی۔ حضرت قبلہ عالمؒ چارپائی پر استراحت فرما رہے تھے اگرچہ نقاہت انتہا درجے تک پہنچی ہوئی تھی لیکن آپ اٹھ کر بیٹھ گئے جو لوگ اس وقت وہاں حاضر تھے ان کو آپ نے رخصت فرمایا جب وہ چلے گئے تو مجھے اپنے قریب طلب فرمایا اور چارپائی کے بازو پر بٹھایا اور فرمایا کہ اے فلاں! اگرچہ تمہاری جدائی کو ہمارا دل نہیں چاہتا لیکن ہمارے بڑے بڑے پیران عظام اور مشائخ کرام کے دستور کے مطابق۔ جیسے کہ حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہٗ، حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ سے اور حضرت خواجہ قطب الدینؒ، حضرت خواجہ معین الدینؒ سے اور حضرت خواجہ فرید الدین قدس سرہٗ حضرت خواجہ قطب الدینؒ سے اور حضرت خواجہ نظام الدین قدس سرہٗ،

حضرت خواجہ فرید الدینؒ سے اور آخر تک۔ ہم یعنی قبلہ عالمؒ حضرت مولانا صاحبؒ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) وصال سے پہلے رخصت ہوئے اسی طریقے پر ہم بھی اپنے سے تم کو رخصت کرتے ہیں۔ اگرچہ تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوازے ہوئے اور تلقین یافتہ ہو۔ مگر جو کچھ ہم سے فرمان الٰہی اور معاملہ حضور رسول مقبول ﷺ اور ان کا انتخاب اور پیران وخواجگان چشتیہ اور قادریہ اور سہروردیہ اور نقشبندیہ اور شطاریہ وغیرہ تمام سلاسل کی اجازت ہم نے تمہیں پہنچائی۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ ان کے حصول میں مقبول الحق اور منظور الرسول ﷺ ہو گئے ہو اور تمہیں چاہیے کہ ان پر مستعد اور آمادہ رہو۔ بفضلہ تعالیٰ عالم اور عالمیان، جن اور انسان تمہیں سجدہ کناں ہوں گے۔ پس میں نے عرض کی کہ یا قبلہؒ! یہ کیسا وقت ہے کہ میں حضور والاؒ سے جدا ہو جاؤں۔ ارشاد ہوا کہ ضرورت اور مجبوری سے میں تمہیں رخصت کرتا ہوں۔ میں نے پھر عرض کی کہ قبلہؒ! میں دور کا مسافر ہوں قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ اور جملہ پیران اور ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ وسواس نہ کریں۔ خاص کر ہماری جگہ تمہیں جملہ پیران اور رسول اللہ ﷺ اور حق تعالیٰ نے قبول فرمایا۔ سب تمہارے ساتھ ہیں جہان اور جہانیان تیرے قدموں کے نیچے ہوں گے۔ خاطر جمع رکھیں اور کام کرتے رہیں پس حضرت قبلہ عالمؒ کے اس فرمان پر مجبوراً خاموش ہو گیا۔ چنانچہ قبلہ عالمؒ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے گلے سے لگایا اور فرمایا جاؤ "فی امان اللہ" اس پر میں نے عرض کی کہ کہاں جاؤں۔ حکم ہوا کہ ایک مسجد اس شہر کے جنوب کی طرف شہر کے باہر موضع چشتیاں کی راہ پر ہے اس میں چلے جاؤ اور رات وہیں رہو۔ اگرچہ ہماری طرف سے کوئی دگرگوں خبر سنیں تو بھی وہیں رہیں اور ادھر نہ آئیں۔ پس صبح کو ہمارے پاس چلے

آنا اور ہمارے ہمراہ ہونا۔ پھر حرف "فی امان اللہ "اور دعا کے ساتھ رخصت فرمایا۔صاحبزادہ صاحب! جب ان وجوہ کی بنا پر مجھے رخصت فرمایا۔ چاہتے اور نا چاہتے یعنی جانا نہیں چاہتا تھا۔لیکن حضورؒ قبلہ کی قدم بوسی کی ۔اور تعمیل ارشاد کرتا ہوا "بادیدۂ گریاں وسینۂ بریاں" حضور والا سے رخصت ہو گیا اور چلا گیا۔ہاں! ؎

(1) ازفراقت دل پر از غم اے بہارستان من

دیدہ گریاں سینہ بریان اے گل خندان من

(2) بنالد بلبل مسکین چو از گلزار دور افتد

قیامت آن زمان باشد کہ یار از یار دور افتد

ترجمہ: (1) اے میرے بہارستان! تیری جدائی سے میرا دل غم سے بھر گیا۔ اے میرے گل خندان تیری جدائی سے میری آنکھیں رو رہی ہیں اور سینہ جل رہا ہے۔

(2) مسکین بلبل روتا ہے جب باغ سے دور رہ جاتا ہے قیامت اس وقت ہوتی ہے جب یار سے یار دُور ہو جاتا ہے۔

پس وہاں سے باہر آیا اور اس مسجد کی طرف چل پڑا۔ چند دوست علماء میں سے اور دوسرے فقراء جو کہ راستہ میں مجھ سے ملے اور حقیقت حال پوچھنے لگے۔اپنے دردِ دلی اور حضرت قبلہ عالمؒ کی توجہ کی بناء پر ایک حرف بھی زبان پر نہ آ سکتا تھا کہ ان کو جواب دے دیتا خاموش چلا گیا۔اور اس مسجد میں جا کر بیٹھ گیا جہاں حکم فرمایا گیا تھا جتنے فقراء اور دوسرے نمازی مسجد میں آتے رہے کوئی جو کچھ بھی کہتا تھا میں ہر چیز سے کٹ کر خاموشی سے بیٹھا رہا۔القصہ رات جیسی گزرنی تھی گزر گئی اور میں یہ بیت بھی پڑھتا رہا۔

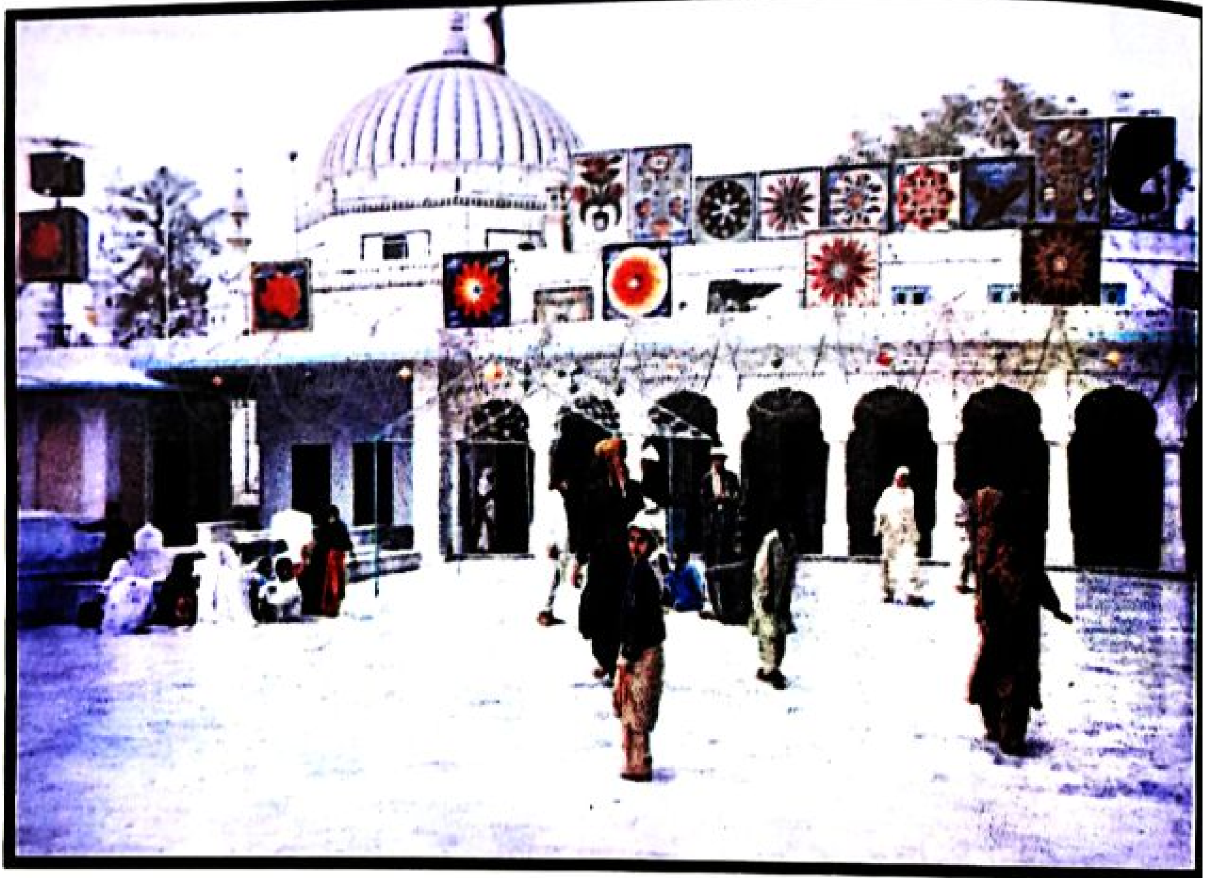
نخفت خسروے مسکین ازین ہوس شبہا

کہ دیدہ برکف پایت نہد بخواب رود

ترجمہ: خسرو مسکین راتوں کو اس خیال سے نہ سویا کہ آنکھ تیرے پاؤں پر رکھے اور سو جائے۔

ابھی صبح نہیں ہوئی تھی کہ واویلا کی آوازیں اٹھیں کہ "جہان بے نور گشت" یعنی جہان تاریک ہوگیا ہر طرف سے شور و فغان میرے کانوں میں پہنچا میں سمجھ گیا کہ حضرت قبلہ عالمؒ واصل بحق ہوئے ہیں۔ فی الجملہ یہ کہ میں نے چاہا کہ حضور میں حاضر ہو جاؤں۔ غم کا جوش آیا کہ خوب گریہ کروں لیکن حضرت قبلہ عالمؒ کی توجہ دونوں امور میں سد باب ہوگئی لیکن جو رنج، غم، پریشانی اور اضطراب پیدا ہوگئی وہ بیان کرنے کی جگہ نہیں لہٰذا وہ بیان نہیں کرسکتا۔ چونکہ حضرت قبلہ عالمؒ مجھے فرما چکے تھے کہ جنازہ کے آنے تک وہیں رہنا میرے پاؤں بھی اس مسجد میں ایسے بے حس ہو کر رہ گئے تھے کہ چلنے کی ہمت بالکل جواب دے گئی تھی۔ جب جنازہ مبارک اس مسجد کے راستے موضع چشتیاں کی طرف برآمد ہوا اور میری نظر ان پر پڑی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت قبلہ عالمؒ مجھے فرما رہے ہیں کہ اب ہمارے ساتھ آ جاؤ۔ تو تیزی سے دوڑتا چلا گیا اور قدم بوسی کر کے ہمراہ ہوگیا۔ پس بزرگان، علماء، خلفاء اور صاحبزادگان نے کئی جگہوں پر تدفین کے بارے سوچا اور مشورہ کیا مگر کسی بھی جگہ پر اتفاق نہ ہوسکا۔ آخر حضرت تاج الدین سرور چشتی قدس سرہٗ کے خانقاہ پر پہنچے نماز جنازہ ادا کی پھر اسی جگہ پر حضرت قبلہ عالمؒ کی تدفین مبارک ہوئی جو تاج سرور قدس سرہٗ کے قریب ہے۔ یہاں مؤلف مناقب شریفہ لکھتے ہیں کہ صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ جناب

الٰہی تا بہ ابد آستانِ یار رہے
یہ آسرا ہے غریبوں کا برقرار رہے



آستانہ عالیہ حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ (چشتیاں)

فخر الاولیاء قدس سرہٗ حضرت قبلہ عالمؒ کی تدفین مبارک کے بعد تقریباً نو ماہ حضرت قبلہ عالمؒ کے مزار نور بار پر متوقف و معتکف رہے۔ اگرچہ حضرات صاحبزادگانؒ نے درخواست کی کہ آپ مہار شریف آ کر رہیں۔ مگر آپ مزار پرانوار پر ہی رہے البتہ کبھی کبھی آپ مہار شریف آ جاتے اور ڈیوڑھی میں سلام کرتے ۔صاحبزادگانؒ اور دیگر بزرگان سے ملاقات کر کے پھر واپس مزار شریف پر حاضر ہوتے اور زیادہ تر وہیں مزار شریف پر ہی رہتے تھے۔ واللہ اعلم۔ حضرت قبلہ عالمؒ کی طرف سے وہاں رہنے اور اقامت کرنے کے بارے میں کوئی ظاہری یا باطنی اشارہ فرمایا ہو یا کمال محبت کی بناء پر خود اختیار کیا ہو اور وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ جب فخر الاولیاء قدس سرہٗ حضرت قبلہ عالمؒ کے مزار نور بار اور حضرت صاحبزادہ نور الصمد شہیدؒ کے مزار شریف پر اقامت فرمائے ہوئے تو ان دنوں میں کھانے کی چیزیں آٹا وغیرہ صاحبزدگانؒ اپنے گھر سے بھیجا کرتے تھے ۔حضرت صاحبزادہ غلام نبیؒ، حضرت شہید صاحبؒ کے بڑے فرزند کو جناب فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے ساتھ بہت ہی عقیدت تھی اور آپ سے بے پناہ محبت کرتے تھے اس لئے وہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ سے بیعت بھی کر چکے تھے چنانچہ حضرت فخر الاولیاءؒ بھی ان حضرات سے اور ان کی اولاد و امجاد سے بے انتہاء تلطفات فرماتے تھے اسی محبت کی وجہ سے جو آپ کو شہید صاحبؒ سے تھی تو شہید صاحبؒ بھی باوجود صاحبزادگی کے آپ سے کمال محبت اور اخلاص کا اظہار کیا کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔

ذکر وصیتیں حضرت قبلہ عالمؒ

جو حضرت فخر الاولیاءؒ کو فرمائیں جان لیں کہ صاحب مناقب شریفہ نے حضرت قبلہ عالمؒ کی بعض وصیتیں جو حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کو فرمائیں ان کا ذکر کرتے ہوئے تصریح کی ہے جو کہ زبان حقائق بیان سے خود سن کر یا کسی معتبر شخص سے نقل کر کے یہاں تحریر کرتا ہوں کیونکہ یہاں ہی ان کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے چنانچہ ذیل میں تحریر کئے جاتے ہیں۔

1: ایک یہ کہ حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا۔"اے حافظ! جو کچھ تجھے غیب سے پہنچے بغیر استدعا کے یعنی بغیر طلب کئے اور یہ خیال کئے بغیر انہیں قبول کرنا ہوگا۔ کیونکہ اسے فتوح الغیب لکھا گیا ہے۔ پیغمبروں، صحابہ کرامؓ اور اولیاء عظامؒ نے ان کی قبولیت کو جائز لکھا ہے اور ان کو قبول فرمایا ہے"۔

2: ان میں سے دوسری یہ ہے کہ "تمہارے پاس اپنی سواری ہونا ضروری ہے"

3: تیسری یہ ہے فرمایا۔"اے میاں حافظ! ہم تمہیں آزاد طبع دیکھتے ہیں۔ اگرچہ حق تعالےٰ نے تم کو اپنے خزانوں کا مالک بنایا ہے تاکہ عالم اور عالمیان یعنی دنیا اور دنیا کے لوگ تیرے فیض سے چاہے ظاہری اسباب سے ہوں چاہے باطنی سے ان سے بہرہ یاب ہو سکیں"۔

4: یہ کہ "وہ قطعہ ہائے اراضی جو تمہاری آبائی اور جدی ملکیت ہے اسے ضائع نہ کریں بلکہ خود ہی رکھ لیں"۔

5: پانچویں یہ کہ "اپنے دروازے پر آنے والوں کو چاہے وہ کیسے ہی لوگ کیوں

نہ ہوں انہیں اپنی ظاہری اور باطنی امداد سے خالی نہ لوٹانا"۔

6: یہ کہ "جس شخص کا ہاتھ پکڑیں اسے ضائع نہ کرنا اگرچہ وہ آپ کے حق میں ناشائستگی کی حد تک پہنچا ہو"۔

7: یہ کہ "دولت منداور امیر لوگوں سے زیادہ اختلاط و میل ملاپ نہ رکھنا۔ ہاں ان کی اگر اصلاح اور ہدایت مطلوب ہو تو مضائقہ نہیں کیونکہ فقرا کا دروازہ دروازہٗ خدا ہوتا ہے فیوضات و برکات کے حصول کے لئے ہر کوئی آ سکتا ہے"۔

8: یہ کہ "اہل عجز اور سائل کو محروم نہ رکھنا، غربا کا مددگار رہنا، صحیح المشرب سادات کا احترام کرنا"۔

9: یہ کہ "علماء حق کی سرپرستی کرنا، ان کا لحاظ ملحوظ خاطر رکھ کر مدد کرنا"۔

10: یہ کہ "جو کچھ ہم سے، پیران عظام سے، حضور پرنور ﷺ سے اور حق سبحانہ وتعالےٰ سے تم نے پایا ہوا ہے ان پر اپنے پیروں اور مشائخ کے طریقہ کے مطابق سختی سے عمل پیرا رہنا اور شدت سے کوشاں رہنا"۔

11: یہ کہ "پہاڑی علاقہ سے نیچے اتر کر میدانی علاقہ میں آ کر اقامت اختیار کرنا تا کہ دور و نزدیک کے لوگ نہایت آسانی اور سہولت کے ساتھ آپ سے فیض یاب ہو سکیں"۔

12: "اپنی والدہ شریفہ کو خود پر ہر لحاظ سے راضی وخوش رکھنا"۔

ان کے علاوہ اور بھی وصیتیں تھیں لیکن ہم نے منتخب وصایا تحریر کی ہیں۔

جناب فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے اپنے پیرو مرشد کی ان وصیتوں کو حرز جان بنایا اور پوری زندگی میں اس پر سختی اور پابندی سے عمل پیرا رہے۔ صاحب مناقب شریفہ لکھتے ہیں کہ

حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ' آٹھ سال تک پہاڑی علاقہ میں حصول خلافت کے بعد رہائش پذیر رہے اور یہ صرف والدہ شریفہ کو راضی رکھنے کی وجہ سے تھا کیونکہ یہ بھی شیخ و مرشد کی وصیت میں شامل تھا۔

بندہ کاتب منتخب کہتے ہیں کہ بارہا حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ' کی زبان حقائق بیان سے سنا گیا۔ فرماتے تھے کہ جس جگہ حکومت نہیں ہوگی وہاں سکونت اختیار کرنا مناسب نہیں کیونکہ پہاڑی علاقہ میں حکومت نہیں ہوتی۔ بندہ خیال کرتا ہے کہ اس وجہ سے پہاڑ سے کوچ کر کے میدانی علاقہ میں اقامت اختیار فرمائی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ جب کہ حضرت قبلہ عالمؒ نے بھی ان ہر دو امور کے بارے میں وصیت فرمائی تھی کہ زیارت اور بیعت کے لئے آنے والے لوگوں کی سہولت وہاں ہوسکتی ہے جہاں حکومت کا علاقہ ہو۔ عدم حکومت کی صورت میں مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔

بعض متفرقہ ملفوظات کا ذکر

مؤلف مناقب شریفہ نے حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ' کے بعض ملفوظات تحریر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک دن مولوی امام الدین نے سبق پڑھا اس کے بعد حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ' نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے

ماشئی افضل من الفقه فی الدین (حدیث)

ترجمہ: دین میں فقہ سے زیادہ کوئی چیز افضل نہیں ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ

"الفقیه الواحدُ فی الدینِ اشد علے الشیطانِ مِنْ الفِ عابدٍ"

ترجمہ: دین میں تنہا فقیہہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہوتا ہے۔ اور نیز

فرمایا۔

"لکل شئی عماد و عما دالدین الفقه فے الدین"

ترجمہ: ہر چیز کا ستون ہوتا ہے اور دین کا ستون تفقہ فی الدین ہے۔

اس سے مراد علم فقہ ہے جو حق سبحانہ وتعالےٰ کی معرفت ہے کہ معرفت سے احکام دین جو کہ نص قرآن اور حدیث اور سنت نبی کریم رؤف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے موافق ہوں پھر آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

علم دین فقہ است تفسیر وحدیث　　ہر کہ خواند غیر آن گردد خبیث

ترجمہ: دین کا علم فقہ ہے تفسیر ہے اور حدیث ہے جو بھی اس کے بغیر پڑھتا ہے وہ خبیث ہو جاتا ہے۔

حلال کھانے کی برکات آپؒ نے بیان فرمائیں

نقل ہے کہ ایک دن کسی درویش نے پڑھنے کے وقت حلال کھانے کے بارے مسئلہ پوچھا تو حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حلال کھانا عین درجہ کرامت کا پانا ہے جس نے بھی لقمہ حلال کھایا اور حرام سے اجتناب کیا وہ صاحب کرامت وخوارق ہوا اس حقیقت کی مناسبت سے آپ نے ایک واقعہ بیان فرمایا۔ کہ جن دنوں ہم پہاڑ میں سکونت رکھے ہوئے تھے تو مرد مان جعفر اور خرسین پہاڑی علاقہ کے افغانوں کا مال لوٹ کر لایا کرتے تھے۔ پس ان اقوام میں سے ایک آدمی افغانوں میں سے کسی کا مال لوٹ کر لایا تھا جس کا مال لوٹا گیا وہ ہمارے پاس آیا ایسا پرہیز گار تھا کہ لنگر سے روٹی نہیں لیتا تھا بلکہ اپنا آٹا ساتھ لایا تھا اس سے کھانا

پکوا کر کھاتا تھا اس نے ہم سے بیان کیا کہ میرے گھر میں ایک لڑکا اور ایک بیل تھا میرا وہ بیل لوٹ کر لے آئے ہیں ڈاکوؤں نے جو مال تقسیم کیا تو میرا بیل اسماعیل نامی خرسین کے حصے میں آیا ہے۔ آپ اسے کہیں کہ میرا وہ بیل مجھے واپس دیدے۔ ہم نے اس کی درخواست کے مطابق اس خرسین کو جتنا بھی کہا وہ نہ مانا۔ پس اس بیل کے مالک نے کہا کہ اس بیل کے بدلے میں مجھ سے نقد رقم لے لو اور بیل مجھے واپس دیدو اس خرسین نے اس سے بھی انکار کیا۔ میں نے اس بیل کے مالک سے پوچھا کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ کہ تو بیل کی قیمت سے بھی زیادہ رقم اسے دینا چاہتا ہے اور وہی بیل تو طلب کر رہا ہے اس قیمت سے تو اور بیل خرید سکتا ہے اس نے کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے اس بیل نے حرام گھاس تک نہ کھایا ہے اور میں نے اسے اس قدر احتیاط اور کوشش سے پالا ہے کہ جب بھی اسے اپنے گھر سے اپنی ملکیت کھیت میں لے جاتا تو گھر سے نکلتے وقت میں اس کا منہ باندھ لیتا تھا اور اپنی ملکیت کھیت میں لے جا کر اس کا منہ کھولتا تھا اور جب واپس گھر آنے لگتا تو اپنے کھیت سے نکلتے وقت اس کا منہ باندھ لیتا تھا اور واپس گھر لاتا تھا۔ اس وجہ سے کہ کہیں غیر کے کھیت سے گھاس کا تنکا نہ کھائے جو کہ حرام ہے اور میں نے اسے کبھی حرام کھانے نہیں دیا اس لئے میں اسے واپس لینے کی کوشش کر رہا ہوں فی الجملہ جب وہ خرسین مذکور سے مایوس ہو گیا تو اس نے لوگوں سے پوچھا کہ خرسین مذکور کے کتنے بیٹے ہیں تو اسے بتایا گیا کہ اس کے پانچ بیٹے ہیں جب کہ کاتب منتخب کو چار یاد ہیں اس آدمی نے یعنی بیل کے مالک کے ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی اس نے وہ لاٹھی زمین پر مارنا شروع کیا وہ لاٹھی زمین پر مارتا جاتا اور گنتا جاتا تھا یہاں تک کہ اس نے اس خرسین کے لڑکوں کی تعداد کے برابر زمین

پر لاٹھیاں ماریں اور شمار کیں اس کے بعد وہ شخص چلا گیا پس اس خرسین کا بڑا لڑکا اسی دن اور دوسرے لڑکے چند دنوں میں مر گئے۔ فرمایا یہ اس کے حلال کھانے کا اثر تھا۔

انبیاء کرام علیہم السلام کا مقام تسلیم و رضا

نقل ہے ایک دن انبیاء علیہم السلام کے تسلیم رضا کا ذکر ہوا۔ خصوصاً حضرت ابراھیمؑ کا تذکرہ چلا حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حضرت ابراھیمؑ تسلیم ورضا کے ایسے پیکر تھے کہ جس وقت کافروں نے آپ کو آگ میں ڈالا تو حضرت جبرائیلؑ نازل ہوئے اور کہا کہ اگر آپ کو مجھ سے کوئی حاجت ہو تو فرمایئے تا کہ مدد کروں۔ آپ نے فرمایا تمام حاجتیں اللہ تعالیٰ سے ہیں تم سے کوئی حاجت نہیں۔ جبرائیلؑ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے کہو۔ جواب دیا کہ وہ سبحانہٗ وتعالیٰ بغیر کہے سب کچھ خود بخود جانتا ہے۔ پس میں اس سے راضی ہوں میں اپنی زبان سے کیوں کہوں اور کس لئے کہوں دیکھنا چاہئے کہ اس وقت جسم کے جلنے کے خطرہ کے باوجود چونکہ تسلیم کے مقام پر تھے تو حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس تسلیم کی برکت سے کافروں کی بھڑکتی ہوئی خوفناک آگ کو ان پر گلزار بنا دیا۔ اور حضرت اسماعیلؑ کی قربانی جو آپؑ کے فرزند جلیل اور جگر گوشہ تھے شیطان لعین کے بہلانے پھسلانے کی سر توڑ کوشش کے باوجود کس قدر تسلیم کا مظاہرہ کیا کہ چھری بے دریغ اور بلا تأمل پسر عزیز کے گلے پر چلا دی اور ادھر حضرت اسماعیلؑ نے عظیم الشان صبر و تسلیم کا مظاہرہ کیا کہ اپنے والد گرامی کا حکم اور فرمان ایزد حق تعالیٰ کے سامنے دم نہیں مارا بلکہ ہاتھ سے ممد و معاون ہوئے۔ پس اس تسلیم کی برکت سے ہر دو پیغمبرؑ کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے امان دی اور

محفوظ رکھا اور حضرت اسماعیلؑ کی جگہ بہشت سے مینڈھے کو بھیج کر ذبح کر دیا۔ فرمایا حضرت رسول اکرم نور مجسم سرور عالم ﷺ نے دندان مبارک کے شہید ہونے کے وقت بے پناہ تسلیم وصبر کا مظاہرہ فرمایا۔ حالانکہ حق تعالےٰ نے جبرائیلؑ کو بھیجا اور فرمایا کہ ان کافروں کو ان کے حال کے مطابق عذاب فرمائے۔ حضور رحمتہ اللعالمین نے "اَللّٰھُمَّ اَھْدِ قومی انھم لایعلمون "یعنی اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے یہ جانتے نہیں "فرما کر ان کیلئے ہدایت کی دعا فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا کہ "اشد البلأ علے الانبیاء ثم علی الاولیاء ثم علی المومنین "یعنی تکالیف مصائب کی شدت انبیاء پر بھی، اولیاء پر بھی اور پھر مومنین پر ہوتی ہے۔

فرمایا حق تعالےٰ کا فعل موجب خیر ہوتا ہے

نقل ہے کہ ایک موقع پر عوارف کا سبق پڑھا تو درمیان میں مسئلہ آیا کہ حق تعالےٰ کا فعل موجب خیر ہوتا ہے اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے اگر چہ نظر میں وہ شر دکھائی دے۔ باطن میں خیر ہوتا ہے اس مقام پر لفظ مبارک فرمایا کہ یہی وجہ ہے اور میں نے سنا ایک مرتبہ سرزمین ملتان کے آس پاس سخت بارش اور شدید ژالہ باری ہوئی جس سے سینکڑوں موضعات کی فصلیں تباہ وبرباد ہوئیں۔ کھیتی باڑی کرنے والے زمیندار اور دوسرے لوگ اس سے دل شکستہ و پریشان ہو گئے اور ایک بزرگ کی خدمت میں جا کر اپنی پریشان حالی بیان کی۔ اس بزرگ نے ان کو تسلی دی اور فرمایا کہ رات کو تم اس معاملہ کے متعلق خواب میں دیکھو گے پس اس رات اکثر لوگوں کو مشاہدہ

ہوا کہ اس خطہ کے لوگوں پر مصیبت آنے والی تھی کہ حق تعالیٰ نے انسانوں پر رحم فرماتے ہوئے وہ عذاب اور بلا ان کی زراعت و فصلات کی تباہی کی طرف پھیر دی اور آدمی بچ گئے۔ صبح سویرے وہ لوگ دوبارہ اس بزرگ کی خدمت میں گئے۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ پس اس موقع پر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ وَ عَسٰٓی اَنۡ تَکۡرَهُوۡا شَیۡاً وَّهُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ وَ عَسٰٓی اَنۡ تُحِبُّوۡا شَیۡاً وَّهُوَ شَرٌّ لَّکُمۡ (پ۲ ت۲۱۵ البقرۃ)

ترجمہ: اور قریب ہے کوئی بات تمہیں بری لگے اور تمہارے حق میں بہتر ہو۔ اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور تمہارے حق میں بری ہو۔

اس کے بعد فرمایا "تلف المال خلف الرجال و فعل الحکیم لا یخلوا عن الحکمتہ "

ترجمہ: یعنی لوگوں کی جگہ مال کا تلف ہونا اور حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

پس اس موقع پر فرمایا کہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے اپنی ایک کتاب میں تحریر فرمایا کہ "الوجود کلہ خیر "یعنی وجود سراسر خیر ہی ہے۔ اس پر بات چل پڑی کہ اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ کفر بھی ایک وجود ہے۔ پس اس میں کس طرح خیر کی صورت واضح ہو سکتی ہے۔ اور جواب میں فرمایا کہ شرافت اور تعظیم اسلام اسی میں ہے۔ ایک شخص نے عرض کی۔ یا حضرت قبلہؒ ! اگر حق تعالیٰ موافق اس کلمہ کے "الوجود کلہ خیر "تمام لوگوں کو اہل اسلام گرادنتے تو اس کے خزانہ ہدایت میں کون سی کمی واقع ہو جاتی ہے۔ اس پر جناب فخر الاولیاءؒ نے فرمایا کہ ہدایت اسلام کے طریقہ سے مظہر جمال ہے ظاہر اسی سے ہوتی ہے۔ اور شقاوت کفر کے طریقہ سے ہے جو کہ جلال کے ظہور کی جگہ ہے۔ اس سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ یہ چپ رہنے اور سکوت کرنے

کا مقام ہے۔ مگر اسلام میں اپنی رضامندی فرمائی ہے۔ گویا اسلام میں اور کفر میں امتحان ہے یعنی آزمائش ہے۔ اور ہدایت و شقاوت کا سبب معلوم کرنا ہے۔ تمہاری رائے کے بہ موجب ایک دن جناب سرور کائنات ﷺ نے حق جل شانہٗ کے جناب سے یہی سوال کیا کہ یارب! اگر تو سب کو ہدایت بخشے تو کیا مجال ہے کہ کوئی شخص شقاوت میں آئے۔ تو پروردگار عالم کے جناب سے یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔

وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا کُلَّ نَفْسٍ ھُدٰھَا وَلٰکِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَھَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ؑ (پ۲۱ سجدہ)

ترجمہ: اور اگر ہم چاہتے ہر جان کو اس کی ہدایت فرماتے۔ مگر میری بات قرار پا چکی کہ ضرور جہنم کو بھر دوں گا ان سب جنوں اور آدمیوں سے۔

پس اس موقع پر فرمایا کہ بہشت مظہر جمال ہے اور دوزخ مظہر جلال۔ اسلام بھی مظہر جمال ہے اور جمال کو طلب کرتا ہے۔ اور کفر مظہر جلال ہے اور جلال کو طلب کرتا ہے۔ اس موقع پر کسی نے عرض کی کہ اسلام اور کفر اور بہشت اور دوزخ شاید بہانہ ہے اور فراخ فرمایا ہے۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے انگلی دہن مبارک میں لاتے ہوئے فرمایا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ مالک حقیقی اور بادشاہ تحقیقی ہے۔ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

ہست سلطانی مسلّم مر ورا   نیست کس را زہرہٗ چون و چرا

ترجمہ: بادشاہی خاص کر اسی ذات پاک کو سزوار ہے اس کے سامنے کسی کو چون و چرا کی طاقت نہیں ہے۔

اور فرمایا کہ جب وہ ہر طرح سے قادر ہے اور بے نیاز ہے اور ہر جگہ ہے اس

کی بے نیازی پر انبیاء واولیاءؒ بھی دم نہیں مار سکتے۔ اور پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

بے نیازی گر بخواہد آن الٰہ انبیاء واولیاء را نیست راہ

ترجمہ: اگر اللہ تعالٰے بے نیازی فرمائے گا تو انبیاء واولیاء کو راہ نہیں ہے۔

اسی موقع پر کسی نے یہ آیت پڑھی۔

اَلَیسَ اللّٰہُ بِاَحۡکَمِ الۡحَاکِمِیۡنَ (سورۃ والتین)

ترجمہ: کیا اللہ تعالٰے تمام حاکموں کا حاکم نہیں۔

تو خود مابدولت نے فرمایا۔

اوست قادر بحکم کن فیکون پیش او نیست طاقت چہ و چون

ترجمہ: وہ حکم "کن فیکون" پر قادر ہے اور کس طرح کہنے کی کسی کو طاقت نہیں۔

نقل ہے ایک دن بدر الدین نامی افغان نے پہلے تو حضرت فخر الاولیاءؒ سے سلوک کے بارے میں وظائف پوچھے۔ بعد میں عرض کی یا حضرت! بُلہ شاہ قصوریؒ نے کہا۔ ہندی دوہڑہ

میں اور نہیں تو اور نہیں تو بن بیا کچھ شور نہیں

یہ کیسے ہے؟ جناب فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے اپنی ہتھیلی کو اپنے دست مبارک سے قدرے زور سے پکڑا اور چھوڑ دیا اور ساتھ ہی نیچے گر پڑے اور زبان مبارک سے انتہائی جوش وجلال کے ساتھ فرمایا "جاؤ جاؤ محنت میں لگ جاؤ" افغان مذکور درمیان سے حسرت زدہ ہو کر اٹھا اور چلا گیا۔

مؤلف مناقب شریفہ لکھتے ہیں کہ کچھ وقت گزرا تھا کہ وہ خان مشارٌ الیہ نے پھر اس بندہ سے ملاقات کی اور خود بخود جوش عشق کے بارے میں سوال کیا کہ اے

میاں! میں نے دیکھا جو کچھ بُلھے شاہ نے کہا تھا۔ ے میں اور نہیں تو اور نہیں

حضرت صاحبؒ نے وہیں بیٹھے ہوئے فرمایا کہ اس نے اپنے کہے ہوئے کا در پردہ مشاہدہ کیا ہے۔

صحبت کا اثر

نقل ہے۔ صاحب مناقب شریفہ لکھتے ہیں کہ ایک دن حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ کی محفل میں صاحبزادہ میاں نور احمد صاحبؒ سجادہ نشین حضرت قبلہ عالمؒ کے درمیان بزرگوں کی صحبت کے بارے میں ذکر چھڑا جناب فخر الاولیاءؒ نے فرمایا۔ حق یہ ہے کہ نیک صحبت ضرور نیک تاثیر بخشتی ہے۔ چنانچہ نقل ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر ابن خطابؓ کے دور خلافت میں ایک حاکم کافروں کو قیدی بنا کر لے آیا حضرت عمرؓ نے انہیں اسلام کی تعلیم فرمائی۔ انہوں نے نامنظور کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ انہیں فلاں صحابیؓ کی صحبت میں لے جاؤ تاکہ چند دن وہاں رہیں جب اس صحابیؓ کی صحبت میں رہتے ہوئے چند روز انہیں گزرے تو ان کی صحبت کی تاثیر سے وہ خود ہی حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نعمت اسلام سے سرفراز ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت قبلہ عالمؒ کے ہاتھ میں عجیب تاثیر تھی کہ جو بھی آپ کا ہاتھ مبارک پکڑ تا فی الفور تاثیر پا لیتا۔ پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

ے گرفتم ساغری از دست مستی   تعالےٰ اللہ چہ دستی و چہ مستی

ترجمہ: میں نے ایک مست کے ہاتھ سے پیالہ لیا اللہ تعالیٰ کی شان کہ وہ کیسا ہاتھ ہے اور واہ۔ واہ وہ کیسا مست ہے۔

حضرت قبلہ عالمؒ کی ولادت سے پہلے

آپؒ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ اس سے پہلے تو قطب زمانہ ہونا "نورالانوار" یعنی واضح تھا۔ چنانچہ نقل ہے کہ حضرت قبلہ عالمؒ کی والدہ شریفہ اپنی دو تین سہیلیوں کے ہمراہ کہیں جارہی تھیں۔ ان کے سامنے میاں احمد دودی والہؒ آ گئے۔ اور ان کی طرف دیکھا تو دوسری عورتوں نے کہا اے فقیر میاں! کیا دیکھ رہے ہو۔ میاں احمد موصوف نے کہا کہ اس بیٹی کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ اس بیٹی کے شکم سے نور عرش معلیٰ پر جارہا ہے۔ اس وقت شاید حضرت کی والدہ شریفہ کی شادی نہیں ہوئی ہو گی کیونکہ اس بزرگ نے انہیں دختر کہا۔

فرمایا عالم دِین کا اَدب دولت مند پر فوقیت رکھتا ہے

ملفوظ مؤلف مناقب شریفہ لکھتے ہیں کہ جب فخرالاولیاء قدس سرہٗ کی رنجش نواب محمد صادق خان سے ہوئی تھی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ نواب مذکور حضرتؒ قبلہء عالم کے اہل کاروں متعلقین اور خدام سے بگڑ گئے تھے۔ مولوی عبدالرحمٰن بہڈیرہ کو اس نے جلاوطن کیا اور ان کے خاندان سے قطع تعلقی کی تھی۔ حضرت فخرالاولیاؒء نے محمد صادق خان کو خط بھیجا تھا۔ مگر اس نے لاپرواہی کی اور کچھ عرصہ خط و کتابت کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ قلیل مدت کے بعد نواب مذکور کو ایک مہم پیش آئی اگرچہ خان مذکور کی نظر میں وہ آسان دکھائی دے رہی تھی۔ لیکن اس کا سرانجام دینا بہت مشکل تھا۔ اس نے بہت کوشش کی مگر وہ مشکل حل نہ ہوئی۔ پس وہ متنبہ ہوا کہ اس مشکل کا حل نہ ہونا حضرت فخرالاولیاء قدس سرہٗ کی ناراضگی کی وجہ سے واقع ہوا۔ یہ بھی ان پر واضح ہوا کہ

حضرت فخر الاولیاءؒ کی رضامندی کے بغیر یہ مشکل حل نہ ہوگی۔ اس بنا پر حضرت صاحبزادہ میاں نور احمد صاحب مہارویؒ سجادہ نشین حضرت قبلہ عالمؒ کو اپنے معتبر افراد کے ساتھ وفد کی صورت میں جناب فخر الاولیاءؒ کی خدمت میں بھیجا اور عرض کی کہ حضرت فخر الاولیاءؒ کو بہر طور اور ضرور، ضرور یہاں قدم رنجہ فرمانا ہوگا۔ تا کہ آمنے سامنے اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کی معافی مانگ لوں۔ جب صاحبزادہ صاحب تونسہ شریف میں پہنچے۔ اپنے آنے کی وجہ اور خان مذکور کی طرف سے بھیجنے کا حال احوال حضرت فخر الاولیاءؒ کو بتایا۔ حضرت نے فرمایا کہ خان مذکور نے مولوی عبدالرحمٰن کی اپنے نوکر چاکروں اور رکارواروں کے ذریعے ایذ رسانی کی۔ اس حد تک کہ مولوی صاحب موصوف جلاوطن ہو کر نکل گیا۔ اب ہمیں اور تمہیں مولوی صاحب کی حق رسانی کے لئے غور و فکر کرنا ہے۔ مولوی صاحب ایک بڑے عالم دین اور پیر بھائیوں میں سے ہیں۔ اس وقت بھی خان مذکور نے تحریر کرتے ہوئے یہ خیال نہ کیا کہ وہ ایک عالم دین کو پریشان کر رہا ہے۔ لہٰذا ہمیں تو اہل علم کی رعایت منظور ہے۔ نہ کہ اہل دولت کی رعایت۔ اس لئے ہم عالم دین کے مقابلے میں نواب صاحب کی رعایت نہیں کر سکتے۔ خاص کر مولوی صاحب موصوف کا کہ اس وقت جبکہ حضرت صاحبزادہ نور الصمد رحمتہ اللہ علیہ کی شہادت کا معاملہ جو قوم مہار کے افراد کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوا۔ جملہ صاحبزدگان مہارانؒ سے کوچ کر گئے سوائے مولوی صاحب موصوف کے اور قادو ساہوکا کے ایک شخص بھی ان کے ساتھ نہ تھا۔ پس اس طرح مولوی صاحب کا احسان ہمارے سر پر ہے۔ پس حال ہی میں خان مذکور نے ان کو ناحق لوٹا اور اس قدر ایذائیں پہنچائیں کہ وہ مجبور ہو کر جلاوطن ہو کر چلا گیا۔ اگر ہم اس وقت ان کی مدد نہیں

کرتے۔تو پھر کب ہم ان کے کام آئیں گے۔فی الجملہ ہم ہرگز نواب مذکور کی طرف نہیں جائیں گے۔مگر یہ کہ خان مذکور مولوی صاحب مذکور کی حق رسی کرے انہیں رضامند کرے اور وہ منظور بھی کرے۔بلکہ پہلے پہل نواب یہی کام سرانجام دے۔نیز یہ کام کئے بغیر ہم اس کے ملک میں خاص کر احمد پور نہیں جائیں گے۔ہاں! اگر وہ اپنے ملک کی سرحد پر آجائے اور ملاقات کرے تو شرائط مذکورہ کے ساتھ ملاقات کروں گا۔اسکے بغیر نہیں اور اس قدر بھی آپ صاحبزادگانؒ کے پاسِ خاطر کی وجہ سے ہے اور سوائے اس کے ہمیں مذکورہ جگہ پر جانے کی حاجت نہیں ہے۔

فائدہ

اس مقام پر مسکین کاتب منتخب کہتا ہے کہ میں نے اپنے والد بزرگوار سے سنا کہ صاحبزادہ صاحبؒ کے جواب میں آپؒ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ صاحبزادہ صاحب! آپ کے والد گرامی مرتبت نے ہمیں تو جنس آدمی سے اس قدر بے نیاز کیا ہے کہ ہم ایک دن مہاران کے راستہ سے جناب قبلہ عالم قدس سرہٗ سے استفادہ کرنے اور زیارت کرنے جا رہے تھے۔راستہ میں ایک شخص ہم سے ملے سلام کیا اور ہم نے بھی ان کے سلام کا جواب دیا اور ہم آگے اپنی راہ پر چل پڑے اس شخص نے کہا، اے میاں! اتنی جلدی ہے کہ ہم سے بات چیت اور گفتگو اور کوئی حکایت تک نہیں کرتے میں نے ان سے کہا میں اپنے کام سے جا رہا ہوں اور بیکار نہیں ہوں کہ راستہ میں کھڑا ہو کر بے فائدہ کسی سے گفتگو کروں اس شخص نے پوچھا کہ کیا تم نے مجھے پہچانا ہے میں نے کہا جی ہاں! تم خضرؑ ہو۔مجھے تم سے کیا حاجت ہے؟ مجھے تو اپنے کام کیلئے

اپنے شیخ وخضر کی خدمت میں جانا ہے میں آپ کی گفتگو سے رہا۔ میں یہ بات کہہ کر روانہ ہوا" گویا ایسے ہی موقع پر حضرت مولانا جامی قدس سرہٗ السامی نے فرمایا ہے

(1) هست آئین دوبینی از ہوس قبلہ عشق یکی باشد وبس

(2) چودل بادلبرے آرام گیرد بوصل دیگرے کے کام گیرد

ترجمہ: (1) دو دیکھنے کا طریقہ ہوس کی وجہ سے ہے عشق کا قبلہ تو ایک ہی ہے اور بس۔

(2) جب دل ایک ہی محبوب سے سکون حاصل کرتا ہے تو کسی دوسرے کے ملنے سے اسے کیا کام ہے۔

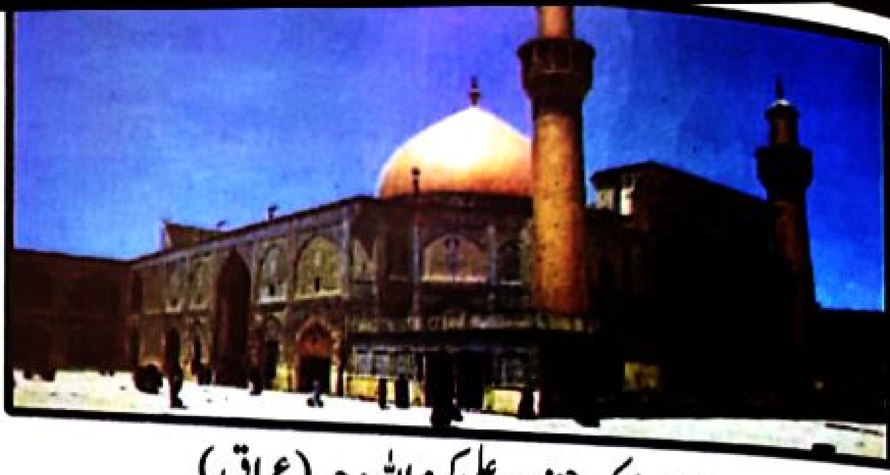
چونکہ منتخب کا مقصود حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے الفاظ عالی کا ذکر کرنا ہے اس نکتہ پر قصہ ختم کیا جاتا ہے۔ اگر کسی کو قصہ پڑھنے کی حاجت ہے تو کتاب مناقب شریفہ کا مطالعہ کرے۔

فرمایا قیامت کے دن مال کا حساب اور عبادت کا ثواب ہے

ملفوظ: ایک دن محفل قدس منزل میں حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ اور صاحبزادہؒ موصوف کے درمیان ذکر چھڑا کہ دنیا دار دنیا سے نہایت ہی خوش ہوتے ہیں حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ

"حب الدنيا راس كل خطيئة وترك الدنيا راس كل عبادة"

ترجمہ: یعنی دنیا کی محبت تمام گناہوں کی بنیاد ہے اور ترک دنیا تمام عبادات کی



مزار مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ (عراق)



مزار مبارک حضرت خواجہ حسن بصریؒ (بصرہ)



مزار مبارک حضرت شیخ عبدالواحدؒ



مزار مبارک حضرت ابراہیم بن ادہم بلخیؒ (جبلہ شام)

بنیاد ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ بندہ دنیا سے پرہیز کر کے عبادت الٰہی میں مشغول رہتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جزا کے دن دنیا کا حساب ہے اور عبادت کا ثواب ہے۔ پس اس موقع پر جناب صاحبزادہ میاں نور احمد صاحب مہارویؒ نے پوچھا کہ حضرت بہاؤالدین ذکریاؒ اور حضرت سلطان التارکین ناگوریؒ کے درمیان دنیا کے متعلق سوال و جواب ہوا تھا وہ کس طرح ہے؟ اس پر حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ایک دن یہ دونوں بزرگ ایک مجلس میں اکٹھے تھے۔ بات چیت دنیا کی تعریف کے بارے میں چل پڑی۔ حضرت بہاؤالدین ذکریا قدس سرہٗ باوجود اس کے کہ دنیا بھی رکھتے تھے فرمایا کہ ''دنیا سانپ کی مثل ہے''۔ حضرت سلطان التارکینؒ نے موقع پا کر فرمایا کہ ''آپ اس حقیقت کو خوب سمجھتے ہیں تو پھر دنیا کو کیوں اپنے پاس رکھتے ہیں''۔ حضرت بہاؤالدین ذکریا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ''ہمیں سانپ کا منتر آتا ہے''۔ حضرت سلطان التارکین قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ''کیا اہل اللہ کو منتر سیکھنا اور سانپ کو رکھنا ضروری ہے''؟ حضرت بہاؤالدین ذکریا قدس سرہٗ نے جواب کے لئے حضرت شیخ شہاب الدینؒ کی روح سے استفسار کیا تو ان کے فرمان کے بموجب۔ فرمایا کہ دنیا دین کا حسن اور زیب و زینت ہے اور فقراً کو واسطۂ جمال ہے۔ اس لئے انہوں نے اس کا اہتمام کیا ہوا ہے اس پر حضرت سلطان التارکین قدس سرہٗ نے اس کا جواب حضرت خواجہ معین الدین حسن قدس سرہٗ سے دریافت کر کے فرمایا۔ کہ ''یا حضرتؒ! اگر دنیا دین کی زیب و زینت اور فقرا کے جمال کا سبب ہوتا تو پھر جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰت اسے قبول فرما لیتے''۔ پس حضرت بہاؤالدین

ذکریاؒ اس جواب سے چپ ہو گئے۔

فرمایا دولت مبغوض اللہ ہے

ملفوظ: ایک دن حضرت صاحبزادہ نور احمد مہاروی صاحبؒ نے حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے سامنے مولانا روم کا یہ بیت پڑھا۔

؎ اہل دنیا چہ کہین چہ مہین لعنۃ اللہ علیھم اجمعین

ترجمہ: اہل دنیا یعنی دنیادار کیا چھوٹے کیا بڑے ان سب پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

اس کے بعد انہوں نے سبب لعنت کے بارے میں پوچھا۔ تو حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ''صاحبزادہ صاحبؒ خود بہتر سمجھتے ہو کہ دنیا مبغوض اللہ ہے۔ اس کے رکھنے والے اور اس کے سوال کرنے والے اس کی حقیقت سے نا آشنا اور حق تعالیٰ کی حقیقی عنایت سے محروم ہیں بلکہ مرتد اور کافر ہوئے''۔ چنانچہ فرعون اور نمرود اور شداد اور قارون کیوں کافر اور مرتد ہوئے اس لئے کہ ان لوگوں نے خدائی کا دعویٰ کیا اور خود کو خدا کہتے رہے۔ اگر چہ دنیا تھوڑی ہی ہو پھر بھی لوگوں کے حال کو دگرگوں کر دیتی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے کسی نبی اور کسی ولی اللہ نے اسے اختیار نہ کیا بلکہ فقر و فاقہ سے وقت گزارا ہے اور فاقہ کی شب کو معراج سمجھتے تھے اس لئے مولانا رومؒ نے بھی اس شعر میں واضح فرمایا ہے۔

بادشاہ کو فقیر کی تلاش

ملفوظ: ایک موقع پر فرمایا کہ ایک بادشاہ بیمار ہو گیا اور اس نے ہزاروں دوائیں

استعمال کیں۔ مگر شفا حاصل نہ ہوئی کسی عالم نے اسے کہا کہ کسی بزرگ سے دعا کراؤ۔ بادشاہ نے تلاش شروع کر دی چنانچہ ایک کامل فقیر مل گیا بادشاہ کی طرف سے ان کو شاہی دربار جانے کی درخواست کی گئی اور دعا کیلئے بھی ان سے استدعا کی گئی۔ فقیر بادشاہ کے پاس نہ گیا کچھ عرصہ بعد اس فقیر کی خدمت میں لوگوں نے عرض کی کہ بادشاہ بالکل لاچار و مجبور ہے اس لئے اسے چارپائی پر بٹھا کر آپ کے پاس لاتے ہیں اور یہیں اس کے لئے دعا فرمائیں۔ فقیر نے جب اس کی عاجزی، درماندگی اور مجبوری سنی تو اس کے پاس جا کر حق تعالےٰ کی بارگاہ میں اس کی صحت و شفا کیلئے استدعا کی۔ بادشاہ کو صحت عطا ہوئی اور وہ ٹھیک ہو گیا۔ فقیر جب بادشاہ سے واپس ہوا تو یہ لفظ زبان پر لاتے ہوئے کہا کہ صحبت اغنیاء زہر قاتل ہے۔ اور میں جتنا لحظہ بادشاہ کے پاس کھڑا رہا اس کے بدلے میں پورے سات سال اپنے حجرے میں معتکف ہو کر بیٹھوں گا۔ پس دنیا کون سی رہنے کی جگہ ہے۔ کیونکہ اہل دنیا کی صحبت کا ایک لحہ بھی اہل اللہ کو منظور نہیں کیونکہ دنیا کا سرمایہ دروغ گوئی اور فریب کاری ہے۔ چنانچہ حبیب، سرور انبیا ﷺ کا فرمان مبارک ہے۔

"الدنیا زور لایحصل الا بالزور"

ترجمہ: دنیا جھوٹ ہے سوائے جھوٹ کے حاصل نہیں ہوتی۔

فرمایا، دنیادار، دنیادار ہی کو قابل کہتا ہے لیکن اہل اللہ کے نزدیک قابل وہ ہے جو سب کچھ سے ہاتھ جھاڑ کر صرف خداوند تعالےٰ میں مشغول ہو جائے یعنی ہر وقت ذکر اللہ میں لگا رہے۔

ہمہ مشغولی عالم گولی است ترک گولی بخدا مشغولی است

ترجمہ: دنیا کی تمام مشغول احمقی ہے، خدا سے مشغول ہونا احمقی کو ترک کرنا ہے۔

ایک عابد کا حال

ملفوظ: آپ نے فرمایا کہ ایک شخص قوم بزدار سے کہ جو حضرت میاں صاحب نارووالہؒ کے مریدوں میں سے تھے۔ بہت خدایاد اور عابد تھے چنانچہ ایک دن میں نے اسے غار میں دیکھا اور ان سے ملاقات کی اور ان سے پوچھا کہ کتنے دن سے یہاں بیٹھے ہوئے ہو؟ کہا تین دن سے پھر میں نے اس سے کھانا کھانے کے بارے میں پوچھا؟ کہا کہ ان تین دنوں سے میں نے کوئی چیز نہیں کھائی۔ میرے پاس باجرہ کی روٹی تھی میں نے آدھی روٹی اسے دیدی اور آدھی خود کھائی۔ چار دن کے بعد میں نے سنا کہ وہ شخص بزدار قوم غلامانی سے تھا جو کہ رہزنی کے حوالے سے مشہور ہیں۔ وہ واپس اپنی قوم میں چلا گیا اور ان لوگوں کی ہم نشینی کے اثر سے وہ بھی راہزن بن گیا۔ اور آپ نے یہ حدیث پاک پڑھی اور مندرجہ ذیل شعر میں پڑھا۔

فی الصحبت تاثیر — صحبت میں بہت تاثیر ہے

صحبت صالح ترا صالح کند — صحبت طالح ترا طالح کند

ترجمہ: نیک کی صحبت تجھے نیک بنادیتی ہے اور برے کی صحبت تجھے برا بنادیتی ہے

اور نیز فرمایا ۔

(1) ہم نشینی اہل معنی باش تا — عطایابی و باشی نیک ہم

(2) انار خنداں باغ را خنداں کند — صحبت مرداں ترا مرداں کند

(3) یک زمانہ صحبت با اولیاء — بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ترجمہ: (1) اہل معنی کی ہمنشینی اختیار کر، عطائیں دیکھے گا اور نیک بھی بن جائے گا۔

(2) تروتازہ انار باغ کو بھی خوش رکھتا ہے مردوں کی صحبت تجھے بہادر اور مرد بنادیگی۔

(3) ایک لحہ اولیاء کی صحبت میں رہنا سو سال کی بے ریا عبادت سے بھی بہتر ہے۔

آپؒ نے توّکل کا مقام بتایا

ملفوظ: ایک دن محفل مبارک میں توکل پر ذکر چھڑا حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ توکل مرتبہٗ نبوت ہے۔تمام انبیاء علیہ السلام اور اولیاؒء نے اسے اختیار کیا ہے۔ جو بھی توکل پر کمر بستہ ہوتا ہے۔ پھر وہ دوسرے کا محتاج نہیں ہوتا۔اور اسی مناسبت سے آپ نے ایک حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک سالک کو کسی اہل اللہ کے ساتھ مصاحبت کا اتفاق ہوا۔اس اہل اللہ نے اسے کہا کہ اگر تو ہماری طلب رکھتا ہے تو اپنی تمام چیزیں اللہ کی راہ میں دے ڈال۔اس شخص نے اسی وقت اپنی تمام دولت اللہ کی راہ میں دیدی اور اس اہل اللہ کے ہمراہ ایک طرف کو روانہ ہوا۔جب چند قدم چلے تو اس اہل اللہ نے سالک کی طرف دیکھا اور پوچھا کیا اب بھی کوئی چیز تو اپنے پاس رکھتا ہے۔سالک نے جواب دیا کہ ایک کمبل اپنے پاس رکھتا ہوں۔تا کہ بوقت ضرورت کام آئے۔اہل اللہ نے فرمایا کہ یہ بھی کسی کو دیدو۔اس نے وہ بھی دیدیا اور چل پڑے۔سالک کے دل میں خطرہ پیدا ہو گیا کہ میرا کمبل بھی ہاتھ سے نکل گیا میں

اب کہاں سے پا سکوں گا اتفاقاً اس کا وہ بھگل یعنی کمبل پرانا تھا غیب سے بالکل نیا کمبل اسے مل گیا۔ اہل اللہ نے اس سے کہا کہ جو بھی اللہ تعالےٰ پر توکل کرتا ہے حق تعالےٰ قادر ہے متوکل کو ہر چیز حاجت کے مطابق خزانہ غیب سے پہنچاتا ہے اور یہ آیت شریف آپؒ نے پڑھی۔ وَمَنْ یَّتَقِ اللّٰہَ یَجْعَل لَّہٗ مَخْرَجًا وَ یَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَایَحْتَسِبُ ط وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ ط اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمْرِہٖ ط قَدْجَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ شَیْئٍ قَدْرًا ۔ (پ ۲۸ سورۃ الطلاق)

ترجمہ: اور جو اللہ سے ڈرے۔ اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے بے شک اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے بے شک اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ رکھا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ حق تعالےٰ نے جس کی قسمت کو نیک فرمایا تو بزرگی کو اسکے حق میں مؤثر گردانتے ہیں اور وہ اپنے بزرگ کے کہے پر بھی عامل ہو جائے اور اولیاءؒ کی زیارت اور صحبت اللہ کے فضل سے میسر آ جائے اگر قسمت میں ہوگا تو ہزار ہا کوس سے بھی پہنچ جاتا ہے اگر نصیب میں نہ ہوگا چاہے نزدیک بھی ہو تو پھر بھی میسر نہ ہوگا۔ اس موقع پر فرمایا کہ حضرت مولانا صاحبؒ اورنگ آباد سے دہلی میں تشریف لائے اور حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ مہار شریف سے دہلی میں تشریف لے جا کر فائز ہوئے اور ایک دوسرے سے ملے۔ یہ نیک نصیبی اور خوش بختی کی مثال ہے۔ بے نصیبی اور محرومی کی مثال یہ ہے کہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک مرتبہ ہم کوہِ درگ سے حضرت قبلہ عالمؒ کی زیارت کے لئے

آرہے تھے مہار شریف کے قریب تقریباً ایک کوس یا اس سے کچھ کم فاصلے پر ہمیں شبہ گزرا کہ یہ درخت مہار شریف کے ہیں یا کسی دوسرے شہر کے؟ میں نے دو شخص دیکھے ایک نوجوان دوسرا بوڑھا۔ میں نے نوجوان سے کہا کہ مجھے مہار شریف کا راستہ دکھا دو تو اس نوجوان نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ وہ درخت مہار شریف کے ہیں۔ وہ بوڑھا آدمی جو اس کے قریب بیٹھا ہوا تھا اور رسی بُن رہا تھا اس نے مجھ سے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا کہ حضرت قبلہ عالمؒ کی زیارت کیلئے جا رہا ہوں اس بوڑھے نے پھر پوچھا کہ میاں بہبل جو کہ مہاراں میں رہتا ہے۔ ضعیف ہے یا جوان؟ اس سے اس بات کے سننے سے میں بہت متعجب ہوا۔ اور دل میں کہا۔ سبحان اللہ! کہ اس بوڑھے کو اس قدر قرب و جوار میں رہنے کے باوجود قبلہ عالمؒ کی زیارت ابھی تک نصیب نہ ہوئی۔ اور لوگ ہزاروں کوس دور سے آ کر حضرتؒ کی زیارت کا شرف حاصل کرتے رہے ہیں۔ اور ولایت حاصل کر رہے ہیں۔ اسے ایک کوس فاصلہ پر رہتے ہوئے زیارت بھی نصیب نہ ہوئی۔

مرشدِ کامل کی نگاہ

ملفوظ: ایک دن ذکر ہوا کہ اہل دنیا کو دنیا کی خواہش ہوتی ہے۔ چنانچہ جو طالب حق ہے۔ حق کی طرف آتا ہے۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جو بھی طالب دنیا ہوگا۔ بار بار اس کی طرف دیکھنے سے اس کا دل ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ طالب حق کو مرشد کامل کی نظر درکار ہے۔ کیونکہ پیر کامل کی نظر اژدھا کی نظر کی طرح تاثیر رکھتی ہے۔ چنانچہ اژدھا کی نظر جس چیز پر بھی پڑتی ہے اسے آگ کی طرح جلا ڈالتی ہے۔

اگر کسی حیوان پر پڑ جائے تو وہ مر جاتا ہے۔ اس قسم کا سانپ یعنی اژدھا کہ جس کی نظر اس قدر مؤثر ہوتی ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی آنکھیں پوشیدہ رکھتا ہے اور نظر نہیں کھولتا۔ جب کبھی کھول لیتا ہے تو اس کی نظر یوں کرتی ہے جیسے کہ کہا گیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک بزرگ کا ایک ایسا مرید تھا۔ وہ ہمیشہ شراب پیتا تھا اور بدکاری کرتا رہتا تھا۔ اور زندگی لہو ولعب میں گزارتا تھا۔ پیر کو جب اس کی حالت کے بارے اطلاع ہوئی۔ تو اسے بلانے کو ایک قاصد بھیجا کہ وہ یہاں آجائے۔ اور اپنا خرچ لنگر کے مال سے لے لیا کرے اور اپنا مال ضائع نہ کرے۔ کیونکہ تمہارا مال ضرورت کے وقت تمہارے کام آجائے گا۔ مرید پیر صاحب کے طلب کرنے پر حاضر ہوگیا۔ پیر نے اس پر توجہ کی نظر ڈالی اور وہ اسی وقت تائب ہوا اور ذکر حق میں مشغول ہوگیا اور کاملان حق میں سے ایک ہوگیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم بھی ہماری طرح انسان تھے۔ وہ روزہ اور نماز ہماری طرح ادا کرتے تھے۔ لیکن جناب حضور سرور کائنات ﷺ کی صحبت کا اثر اور نظر کرامت سے کہ ہر لحظہ ان پر فرماتے تھے۔ اس لئے سوائے پیغمبروں کے وہ تمام اہل جہاں سے افضل اور بارگاہ صمدی میں مقبول تھے۔ اور حضرت قبلہ عالمؒ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی نظر عطا فرمائی تھی کہ ان کی ایک نظر سے ہزاروں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت کے درجات حاصل کئے۔ پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے۔ ؎

(1) اولیاء راہست قدرت با نظر — خشت و سنگے را بسازد سیم و زر

(2) باز بین با یک نظر ابدال را — زندہ سازد مردۂ صد سال را

(3) آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند — سگ را ولی کنند و مگس را ہما کنند

(4) آنچہ صحبت بادل وجان می کند — کیمیا آنجاز نخداں می زند

(5) کیمیا چہ بود کہ مس راز رکند — ایں نظر دل را بکرو فر کند

(6) مردہ راز ندہ نساز د کیمیا — باشد این تا ثیر نظر اولیاء

(7) بانظر چون مردۂ زندہ شود — باز آن مردہ نمیر دتا ابد

(8) گاہ مثال کیمیا گوئی گاہ — برمثال ابر نیسان در گیاہ

(9) این مثال ہا بہر کولان می زنند — تا مگر کولان باین راغب شوند

(10) ورنہ از حد عقول وفہم ما — برتر آمد اثر نظیر اولیاء

(11) عقل جزوی کی ءرسد این فہم را — عقل کل عبرت خورد زین ماجرا

(12) لیک شرط صحبت آنست اے کیا — کہ شوی منقاد پیش اولیاء

(13) ہستی خود را بہ بازی سر بسر — تا کہ ہستی او برآرد از تو سر

(14) ورنہ بانکرو جحو د پر عنود — کے شود بو جہل را صحبت بسود

ترجمہ: (1) اولیاء کی نگاہ میں یہ طاقت اور تاثیر ہے کہ وہ اینٹ اور پتھر کو سونا اور چاندی بنادیتے ہیں۔

(2) پھر ابدال کو دیکھو وہ ایک ہی نگاہ سے سو سالہ مردہ کو زندہ کردیتے ہیں۔

(3) وہ مٹی کو نظر سے کیمیا بنادیتے ہیں وہ کتے کو ولی اور مکھی کو ہما بنادیتے ہیں۔

(4) جو لوگ دل و جان سے ان کی صحبت اختیار کرتے ہیں تو ان کو سراسر کیمیا بناتے ہیں۔

(5) کیمیا کیا ہے کہ وہ تانبے کو سونا بنادے یہ تو اولیاء اللہ کی نگاہ کی تاثیر سے ہے۔

(6) مردہ کو کیمیا زندہ نہیں کرتا بلکہ اولیاء کرام کی نگاہوں کے اثرات سے واقع ہوتے ہیں۔

(7) جو مردہ ان کی نگاہ سے زندہ ہوتا ہے پھر وہ قیامت تک نہیں مرتا۔

(8) کبھی تو اسے کیمیا کی طرح دیکھے گا اور کبھی خشک گھاس پر برسنے والے بارش کیطرح دیکھے گا کہ جس سے خشک گھاس بھی سرسبز و شاداب ہوتا ہے۔

(9) یہ مثالیں اندھوں اور بہروں کیلئے بیان کر رہے ہیں تاکہ وہ اس طرف راغب اور متوجہ ہوں۔

(10) ورنہ ہماری عقل اور سمجھ سے بہت بڑھ کر اولیاء کرام کی مثالیں ہیں۔

(11) عقل جزوی کو کس طرح اس کی سمجھ ہو سکتی ہے بلکہ عقل کل کو بھی اس سے عبرت اور حیرت ہوتی ہے۔

(12) اے بادشاہ! اس کی شرطِ صحبت یہ ہے کہ تو اولیاء اللہ کے سامنے ادب سے خاموشی اختیار کرے۔

(13) اپنی ہستی کو مکمل داؤ پر لگا یعنی مٹا تاکہ اس کی ہستی تجھ پر سایہ فگن ہو جائے۔

(14) ورنہ انکار وجود سے دشمنی سے بھرا ہوا کب نفع پا سکتا ہے کہ ابوجہل کو قریب ہونے کے باوجود سرکار دو جہاں ﷺ سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔

اس کے بعد فرمایا کہ جب بندہ آخیر وقت حضرت قبلہ عالمؒ کے پاس مہار شریف پہنچا اور حضرتؒ نے بہ نظر توجہ وعنایت مجھے دیکھا۔ تو اس نظر عنایت کا اثر تا دم حال اپنا شامل حال رکھتا ہوں۔ پھر آپؒ نے یہ شعر پڑھا۔

ے آنچہ تبریز دید از نظر شمس دین سخرہ کند بر دہۂ وطعنہ زند بر چلۂ

ترجمہ: حضرت شمس الدین تبریزیؒ نے نگاہ سے شمس الدین کو جو دیکھا تو دیکھنا ایسا تھا تو وہ دہہ پر مسخرہ کرتا ہے اور چلہؔ پر۔ یعنی ولی کامل کی نظر چلہ اور مجاہدات سے بہتر ہے۔ پھر آپؒ نے یہ ہندی شعر بھی پڑھا۔ ؎

؎ پیر ہے جو کچھ ہی یار و پیر ناہین باجھوں پیر دے کوئی مطلب گیر

رباعی ؎

(1) گر جدا بینی زحق این خواجہ را گم کنی ہم متن وہم دیباچہ را

(2) دو مبین و دو مخوان و دو مدان خواجہ را در خواجۂ خود محودان

ترجمہ: (1) اگر تو اس خواجہ کو حق سے جدا دیکھے گا تو پھر تو متن کو اور دیباچہ کو گم کردے گا۔

(2) دو نہ دیکھ اور دو نہ پڑھ اور دو نہ جان بلکہ خواجہ کو اپنے خواجہ میں محو جان لے۔

اس کے بعد فرمایا کہ یہ سب کچھ خالص اعتقاد کے ساتھ حاصل ہوتا ہے۔ اور اعتقاد کی حد یہ ہے۔ کہ جو کچھ خدا سے مانگنا ہے۔ پہلے اپنے پیر سے مانگ لے اس کے بعد اللہ تعالےٰ سے تاکہ مطلوب جلدی سے حاصل ہوجائے۔ چنانچہ ایک مرتبہ میں حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ کی زیارت کیلئے درگ پہاڑ سے روانہ ہوا۔ جب میں دریا کے کنارے پر پہنچا تو کشتی موجود نہ تھی۔ حیران رہ گیا۔ اور میں نے حضرت قبلہ عالمؒ سے مدد طلب کی تو اچانک ایک بچہ دریا کے کنارے سے ظاہر ہوا اور میرے پاس آیا۔ وہ قرآن پاک سر پر رکھے ہوئے تھا۔ مجھے کہا کہ اپنا ہاتھ میری ہتھیلی پر رکھو۔ تاکہ میں تجھے دریا پار کراؤں۔ میں نے ویسے ہی کیا۔ جب دریا کے درمیان میں پہنچے تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کا نام مبارک کیا ہے۔ فرمایا میرا نام بہبل

ہے۔ جب انہوں نے مجھے دریا عبور کرادیا تو وہ اوجھل ہوگیا۔ میں نے دل میں سوچا کہ یہ نام تو میرے پیرومرشد حضرت قبلہ عالمؒ کا سابق نام ہے۔ شاید کہ میری امداد کیلئے اس لباس میں تشریف لائے ہیں۔ اس موقع پر صاحبزادہ میاں نور احمد مہاروی صاحبؒ نے استفسار فرمایا کہ ولی اللہ جو دوسری شکل وصورت میں متمثل ہوجاتے ہیں۔ یہ کونسا مقام ہوسکتا ہے؟ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ بہ عبارت حقیقت مقام ملکوت سے چونکہ فرشتے درجہ ملکوتی سے انسانی صورت میں ظاہر ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ بعض اوقات حضرت جبریل علیہ السلام جناب سرور کائنات ﷺ کی مجلس مبارک میں دحیہ کلبی کی صورت میں حاضر ہوتے تھے۔ اور عبارت معرفت کیلئے مقام احدیث ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ عطار قدس سرہٗ نے پندنامہ میں فرمایا ہے کہ ؎

؎ من خدایم من ، خدایم من خدا فارغم از کبر و کینہ وز ریا

ترجمہ: میں خدا ہوں، میں خدا ہوں، میں خدا ہوں، میں تکبر سے کینہ سے اور ریا کاری سے آزاد ہوں۔

امر معروف ونہی عن المنکر

اور جو کچھ کرسکتے ہیں۔ نیز فرمایا آیت شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امور غیر شرعی سے اندازہ توفیق یعنی طاقت کے مطابق منع کرنا علماء اور زہاد کا کام ہے۔ اگر منع نہ کریں تو اس سے وعید کا خوف ہے۔ فرمایا، میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ امر معروف تین وجہ پر ہے۔

(1) ایک یہ کہ اگر توفیق ہو تو امر یعنی حکم شریعت کیلئے مخالفین سے جھگڑیں، ماریں،

زدوکوب کریں۔ حکم شرع کے مطابق شمشیر سے جہاد کا حکم جاری کریں۔ یہ قوی تر ایمان ہے۔

(2) دوسرا یہ کہ اگر مارنے، زدوکوب کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ یہ امیرا سلام سے متعلق ہے۔ تو پھر تہدید و وعظ کر کے زبان سے روکے یہ ایمان کا اوسط درجہ ہے۔

(3) اگر زبان سے بھی روکنے اور وعظ و نصیحت کرنے کی توفیق نہیں رکھتا تو پھر دل میں اس کے بارے غیرت شرعی رکھتے ہوئے۔ ایسے لوگوں سے حتی الامکان خلط ملط نہ کرے یعنی ملنا جلنا چھوڑ دے اور دل سے انہیں برا جانے۔ اس درجہ کو ضعیف الایمان کہا گیا ہے۔ اور اگر یہ غیرت بھی نہیں رکھتا تو اس سے عدم ایمان یعنی ایمان نہ ہونے کا خوف ہے۔

فائدہ

مسکین بے تسکین کاتب منتخب کہتا ہے۔ کہ بندہ نے قاضی محمد حسین درہ والہ جو کہ اپنے وقت کے جید عالم تھے کو بتا دیا ہے کہ جو کچھ حدیث شریف میں امر معروف کے بارے میں لفظ "وذلک اضعف الایمان" آیا ہے "معنٰی اضعف" کا حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ "اضعف" یہاں مشتق ہے "ضعف" سے بکسرہ ضاد کہ اس کا معنی دوچند ہے۔ نہ ضعف سے بفتح ضاد اور فہم یہاں کبر بمعنٰی سست اور کم قوت ہے۔ اس لئے کہ امر معروف اور نہی منکر یہ ہے کہ کسی کو نیک کام میں شغل کرے یعنی مشغول رکھے اور برے کام سے روک دے اور یہ کام

ہاتھ اور زبان سے ظاہر کیے جاسکتے ہیں۔ لیکن دل سے سوائے توجہ باطن کے میسر نہیں ہوتا بلکہ اپنی غیرت یعنی غصہ سے تہلکہ میں پڑ جاتا ہے۔ کیونکہ غصہ بنفسہٖ نامشروع امر ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جب اس شخص کی طاقت اس قدر ہے کہ توجہ باطن سے امر معروف کر سکتا ہے تو ضعیف الایمان کیسے ہو گیا۔ کیونکہ تکلیف مالا یطاق جائز نہیں۔ پس ہاتھ اور زبان سے امر معروف و نہی منکر ہر شخص سے ہو سکتا ہے۔ لیکن دل سے اس آدمی کو حاصل ہوتا ہے۔ جو کہ توجہ باطنی رکھتا ہو۔ تا کہ توجہ اور نظر عنایت سے راہ راست پر لے آئے۔ نیز قاضی موصوف مرحوم نے کہا کہ شاید یہ معنی حضرت شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب بوستان میں پڑھا گیا ہے۔

ایک مقام پر کہا گیا ہے۔

چو دست و زبان را نماند مجال ۔۔۔ بہ ہمت نمائیند مردی رجال

ترجمہ: جب ہاتھ اور زبان میں طاقت نہیں رہتی تو پھر ہمت اور جوان مردی سے کام لیا جاتا ہے۔

اور قاضی صاحب موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ یہ معنی کسی جگہ نہیں دیکھا گیا۔ لیکن دل میں کھٹکتا ہے۔ کہ جو بھی دیکھتا ہے یا سنتا ہے پسند کرتا ہے۔ پس کاتب منتخب کہتا ہے کہ مناقب کے مؤلف نے یہ معنی جو کہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ سے جو نقل کیا ہے یا اس کے سننے میں خطأ سمعی ہوئی یا انہوں نے محض بے تسلسل سننے پر اکتفا کیا یا کسی دوسرے سے سن کر نقل کیا ہو۔ تاہم معنیٰ ثانی کا مدار کشف حقیقی پر ہے۔ جو ذات شریف کو حاصل تھی۔

زیارت قبور پر حضرتؒ کی تحقیقی گفتگو ورہنمائی

ملفوظ: ایک مرتبہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ العزیز جب نواب صادق محمد خان کی فاتحہ خوانی کیلئے نواب محمد بہاول خان کے پاس احمد پور شرقیہ تشریف لے گئے۔ نواب محمد بہاول خان حضرت فخر الاولیاءؒ کے باخلاص مرید تھے۔ آپؒ مہاروی صاحبزادگانؒ کی مرضی سے احمد پور میں نواب زوئی خان کے مکان پر تشریف فرماتھے۔ اس مجلس میں بہت سے علماء موجود تھے۔ چنانچہ مولوی معز الدین اور مولوی محمد انور خان، مولوی حامد اور مولوی عبدالرحمٰن وغیرہ کے درمیان زیارت قبور کا ذکر چھڑا۔ پس تمام علمأ مذکور نے حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی طرف رجوع کیا اور اس مسئلہ کی تحقیق کیلئے سائل ہوئے۔ جناب فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے ان کو جواب میں فرمایا کہ حضرت نبی کریم روف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم صلے اللہ علیہ وسلم۔

(1) کان یجیی ٗلیلتہ البرات فی البقیع و کذلک فی الازمنته المتبر کته بعشر ذی الحجه و العیدین و عاشورا وسائر المقام الایام . والیضامن مفتاح المسائل.

ترجمہ: (1) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب براٗت بقیع میں تشریف فرما ہوتے اسی طرح دس ذی الحجہ، عیدین، عاشورہ اور دیگر متبرک ایام میں بقیع میں تشریف لے جاتے تھے۔ اور ایسا ہی مفتاح المسائل میں ہے۔

(2) من زار قبر مؤمن و قال اللّٰھم انی اسلک بحق محمد و آل محمد ان لتعذب ھذا المیت رفع اللّٰہ تعالےٰ العذاب عنه الی یوم ینفخ

فی الصور. قال الضحاک من زار قبریوم السبت قبل طلوع الشمس علم المیت بزیارته قیل و کیف ذلک قال لمکان یوم الجمعته و کذلک فی اللیالی المتبرکته لاسیما لیلته البرأت .

ترجمہ:(2) جس نے قبر مومن کی زیارت کی اور کہا اے اللہ! میں تجھ سے محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں کہ تو اس میت کو عذاب نہ دے۔ اللہ تعالیٰ قیامت تک اس سے عذاب اٹھالیتا ہے۔ ضحاک نے کہا جو ہفتہ کے دن قبل طلوع شمس قبر کی زیارت کرے تو میت کو اس کا علم ہو جاتا ہے۔ کہا گیا کہ یہ کیسے۔ کہا جمعہ کے دن کی وجہ سے۔ متبرک راتوں اور شب برأت میں زیارت قبور کرے۔

(3) وایضا عن ابن عباسؓ قال مر النبی ﷺ. بقبور بالمدینته فاقبل علیهم فقال السلام علیکم یا اهل القبور یغفر اللّٰه لنا ولکم انتم سلفنا و نحن بالاثر.

ترجمہ:(3) یعنی حضور نبی کریم ﷺ مدینہ کے قبرستان سے گزرے۔ پس ان کے مقابل ہوئے اور فرمایا کہ سلام ہو تم پر۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے۔ تم پہلے جانے والے ہو۔ اور ہم تمہارے پیچھے پہنچنے والے ہیں (رواہ الترمذی)۔

(4) ایضاً عن عائشه رضی اللّٰه عنها قالت کان رسول اللّٰه ﷺ کلما کان لیلتها من رسول اللّٰه ﷺ یخرج من آخر اللیل الی البقیع فیقول السلام علیکم دار قوم مؤمنین اتاکم ماتوعدون غدا مؤجلون وانا انشاء اللّٰه تعالیٰ بکم لا حقون . اللهم اغفر لاهل البقیع الغرقد.

ترجمہ:(4)   حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب ایک رات میرے ہاں سرکارﷺ کی شب باشی کی باری تھی۔کہ آنحضرتﷺ رات کے آخری حصے میں باہر بقیع کی طرف تشریف لے گئے (بقیع مدینہ میں قبرستان کا نام ہے) پس آپﷺ سلام فرماتے تھے ان پر یعنی سلام ہو تم پر اے اہل مومنان اور تم پر آ گئی وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا گیا۔کل قیامت تک کی مدت معین ہے۔تم مہلت دیئے گئے۔اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تم اور ہم شمار سے بڑھ کر بخشے جائیں گے۔

اے اللہ! اہل بقیع غرقد کی مغفرت فرما۔

(اور غرقد ایک درخت کا نام ہے)۔(رواہ مسلم)

(5)   اور ایضاًفرمایا کہ حضرت عباس رضی اللّٰه عنه سے روایت ہے کہ انه قال مر النبی ﷺ .بحائط من حیطان مکة او مدینته یسمع صوت الفائتین یعذبان فی قبور هما .فقال النبی ﷺ یعذبان وما یعذبان فی کبیر ثم قال بلیٰ کان احد هما لایستنزه من البول و کان الآخر یمشے بانمیمته ثم دعا بجریدة فکسر ها کسر تین فوضع علےٰ کل قبر کسرة فقیل له' یارسول اللّٰه ﷺ لم فعلت هذا. فقال فعلته ان یخفف عنهما مالم ییسبا.

ترجمہ:(5)   یعنی حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ پیغمبر خداﷺ مکہ یا مدینہ کے باغوں میں سے ایک باغ سے گزرے۔پس آپ نے دو آدمیوں کی آواز سنی کہ اپنی قبروں میں عذاب کئے جا رہے ہیں۔پس پیغمبر خداﷺ نے فرمایا کہ یہ عذاب کیے جا رہے ہیں۔اور عذاب نہیں کئے جا رہے کسی بڑے گناہ سے۔پھر فرمایا۔ہاں! کبیرہ

ہے ان دو میں سے ایک یہ کہ وہ پرہیز نہیں کرتا تھا۔ اپنے پیشاب سے اور دوسرا شخص وہ ہے جو لوگوں کے سامنے تکبر کرتا تھا۔ (ایک اور روایت میں ہے کہ چغلی کرتا تھا) پھر آپ ﷺ نے کھجور کی سبز ٹہنی طلب فرمائی۔ اس پر پتے نہ تھے۔ آپ نے اسے دو حصوں میں چیرا۔ اور ان دونوں قبروں میں سے ہر ایک قبر پر ٹہنی کے ٹکڑے رکھ دیے۔ پس آنحضرت ﷺ سے عرض کی گئی کہ یا رسول اللہ آپؐ نے ایسا کیوں کیا۔ فرمایا اس لئے کہ جب تک یہ ٹہنی بالکل خشک نہیں ہوتی اس وقت تک ان کے عذاب میں تخفیف کیا جائے گا۔ مگر یہ کہ یہ ٹہنیاں خشک ہو جائیں اور یہ روایت صحیح بخاری میں ہے۔

اس کے بعد حضرت قدس سرہٗ نے یہ کلام پڑھا۔

(6) فالصواب زيارتهم على وجه التبرك لان مراقد الاولياء مكان الاستجابة و مواضع النفع والبركة كمازار رسول الله ليلة البرأت و بيت اللحم و شجرة موسىٰ وسائر مواطن الفيض والمدد مع ان جميع الانبياء يستمدون من روحه ﷺ اور فرمایا من عينه فى الكتا بالزكواة.

ترجمہ: (6) حصول برکت کیلئے ان کی زیارت ثواب ہے۔ کیونکہ قبور الاولیاءؒ استجابتِ دعا نفع اور برکت کی جگہیں ہیں۔ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کا شب برأت میں زیارت قبور میں معمول رہا ہے۔ بیت اللحم، شجر موسیٰ اور حصولِ فیض کے تمام مقامات مذکورہ نوافع کے حامل ہیں۔ چاہے تو ان سے مدد طلب کی جائے۔ بے شک تمام انبیاء علیہم السلام اپنی ارواح طیبہ سے استمداد فرماتے ہیں۔ اور نیز حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا کہ مہمات کونین کی کفایت اور حل مشکلات دارین کیلئے اہل قبور

سے مدد طلب کرنے کا بھی حکم ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ۔

(7) **إِذَا تَحَيَّرْتُمْ فی الامور فاستعینو ا من اهل القبور.**

ترجمہ: (7) یعنی جس وقت تم اپنے مشکل کاموں کے انجام کے بارے میں درماندہ اور حیران ہو جاؤ۔ پس اہل قبور سے مدد طلب کرو۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جمعہ کے دن اور پیر کے دن تم اکابرین کی زیارت کیلئے جا کران سے مدد طلب کرو۔ اکابرین سے مراد اولیاء اللہ ہیں جو کہ باطن کے حاکم اور قضا کو پھیرنے والے ہیں۔

؎ اولیاء راہست قدرت از الٰہ تیر جستہ باز گرداند ز راہ

ترجمہ: اولیاء کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ طاقت حاصل ہے کہ وہ نکلے ہوئے تیر کو واپس لوٹا دیں۔ کیونکہ وہ ابدی زندہ ہیں۔

؎ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

ترجمہ: وہ شخص کبھی نہیں مرتا کہ جس کا دل عشق سے زندہ ہوا بلکہ جریدۂ عالم میں ہمارا دوام یعنی ہمیشہ کی زندگی لکھی ہوئی ہے۔

اور ماں باپ کی قبور پر جا کران سے بھی مدد طلب کرے۔ کیونکہ اس سے ان کی روحیں خوش ہوتی ہیں۔ اور مدد کرتی ہیں۔ اس موقع پر کسی نے عرض کی کہ یا حضرتؒ! جب عام اہل قبور مدد کر سکتے ہیں۔ تو وصال یافتہ مرشد اس سے زیادہ مدد کو پہنچتے ہوں گے۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا۔ ہاں! وصال شدہ پیر سے بہتر مدد پہنچتی ہے جیسے کہ کتاب نفحات میں مذکور ہے۔ مولانا روم قدس سرہٗ نے فرمایا آخر میں میرے پیر نے فرمایا کہ میرے جانے سے غم نہ کرو کہ نور منصور نے ایک سو پچاس سال

بعد شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی روح میں تجلی فرمائی۔ مگر یاد رکھیں کہ ولی اللہ ہونا شرط ہے۔ چنانچہ مولوی نظامی گنجوی نے سکندر نامہ میں کہا ہے۔

(1) بیاد آورای تازہ کبک دری	کہ چون بر سر خاک ما بگذری
(2) گیاہ بنی از خاکم انگیختہ	کہ سرین سودہ بالین فروریختہ
(3) نہی دست بر شوشۂ خاک من	بیاد آوری گوہر پاک من
(4) فشانی تو بر من سرشک زدور	فشانم من از آسمان بر تو نور
(5) دعا تو ہر چہ آرد شتاب	من آمین کنم تا شود مستجاب
(6) درودم رسانی رسانم درود	بیائی بیایم زگنبد فرود
(7) مرا زندہ پندار چون خویشتن	من آیم بجان گر تو آئی بتن
(8) مدان خالی از ہم نشینی مرا	کہ بینم ترا گر نہ بینی مرا
(9) لب از خفتۂ چند خامش مکن	فرو خفتگان را فرامش مکن
(10) چو این جارسی می در افگن بجام	سوئے خواجگان نظامی خرام

ترجمہ: (1) چکور کی چال کے ساتھ جب تو ہماری قبر کے قریب سے گزرے گا تو ہمیں یاد کر لینا۔

(2) تو میری قبر پر گھاس اُگا ہوا دیکھے۔ سُریں بوسیدہ ہو چکے ہونگے اور بالین یعنی سرہانے ٹوٹے پھوٹے۔

(3) جب تو میری قبر پر ہاتھ رکھے تو میری پاک روح کو بھی یاد کر لینا۔

(4) تو دور سے مجھ پر آنسو چھڑک لے گا تو میں آسمان سے تجھ پر نور برساؤں گا۔

(5) تیری دعاء جو بھی ہوگی میں فوراً آمین کہوں تا کہ مستجاب اور قبول ہو جائے۔

(6) تو مجھ پر درود بھیج اور میں تجھ پر درود بھیجوں گا تو زمین سے چلے گا۔ تو میں تیری خاطر آسمان سے اتر آؤنگا۔

(7) تو مجھے اپنی طرح زندہ سمجھ لے۔ تو اگر جسم میں آئے گا تو تیری روح میں آجاؤں گا۔

(8) تو مجھے اپنی ہم نشینی سے الگ نہ سمجھنا تو اگر مجھے نہ بھی دیکھے تو میں تجھے دیکھوں گا۔

(9) اپنے خفتہ لب اتنا خاموش نہ کر نیچے گئے ہوؤں کو فراموش نہ کر۔

(10) جب تو میرے پاس پہنچے گا تو میں تجھے جام محبت دونگا ذرا نظامی خواجگان کی طرف قدم اٹھا کے تو دیکھ۔

روایت ہے کہ ایک مغفور روح کی مدد بارہ ہزار زندہ لشکر کے برابر ہے۔ اس موقع پر کسی نے عرض کی اگر روح ہر جگہ پہنچتی ہے۔ تو کیا کلام بخشنے کے وقت واپس اسی جگہ آ کر دعا طلب کرتی ہے؟ اور قبور میں جانے میں انہیں کوئی دقت و تکلیف نہیں ہوتی؟ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ نفحات میں آیا ہے کہ ایک درویش نے حضرت علاؤالدین سمنانی قدس سرہٗ سے یہی سوال کیا کہ جب اس بدن کو روح نکلنے کے بعد خاک میں دفن کرتے ہیں۔ اور بدن کو سوائے روح کے کسی اور چیز کا ادراک نہیں اور روح عالم بالا سے حجاب نہیں رکھتی بلکہ عالم بالا سے مدد کرتی ہے۔ جس جگہ بھی اسے یاد کیا جاتا ہے۔ وہاں حاضر ہو جاتی ہے۔ پس اس کی خاک یعنی مزار پر جانے کا کیا فائدہ ہے؟ چاہے جہاں سے بھی اسے کلام بخش دیا جائے یا مدد طلب کی جائے حضرت شیخ علاؤالدین سمنانی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مزار پر جانے کا فائدہ اور نفع بہت

ہے۔ایک ان میں سے یہ ہے کہ جب کوئی شخص زیارت کیلئے جاتا ہے۔تو جتنی بار جائے گا وہ ان سے زیادہ توجہ پاتا ہے چنانچہ اگر کوئی شخص اپنے کسی کام کیلئے ان کے واقف مقام پر جا کر ان سے سوال کرتا ہے۔تو اس سے رفاقت زیادہ کرتے ہیں۔اس لئے جب کوئی شخص اس کی قبر پر پہنچتا ہے۔تو وہ حس کے ساتھ اُس کی مٹی کو یعنی قبر کو دیکھتا ہے۔تو اس کی حس بھی اس کے ساتھ مشغول ہوتی ہے۔اور کلی طور پر متوجہ ہوتا ہے۔اور حاضر ہونے والا بہت فائدہ پاتا ہے۔پس اگر چہ روح کو حجاب نہیں اور تمام جہان اس کیلئے یکساں ہے۔لیکن جسم کے ساتھ وہ ستر سال سے اگر صحبت رکھتی تھی اور روزِ محشر میں اس کے ساتھ وہ رُوح محشور ہوگی۔تو پھر وہ ابدالا باد اس میں رہے گی۔اور بدن کا موضع نظر اور تعلق اسے زیادہ چاہے گی۔لیکن حس کی مشغولی قبر میں اسے مقید نہیں کرتی اور یہ کہ الگ ہو جاتی ہے۔نیز مشائخ کے گروہ سے بہت سے فوائد حاصل کئے جا سکتے ہیں۔کیونکہ ان کا مدفن خرقہ سے بہت قریب ہے۔پس ان کی زیارت کے بے شمار فائدے ہیں۔اور اگر کوئی شخص اس موقع پر حضور سرور دو عالم ،نور مجسم ﷺ کی روحانیت سے توجہ کر کے سائل ہوتا ہے۔تو بہت ہی بہتر ہوتا ہے۔لیکن جس وقت کہ مدینہ مطہرہ مقدس کو پوری توجہ سے دیکھتا ہے تو کتنی فضیلتیں اور برکتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔کیونکہ جس نے بھی روضہ شریفہ کو دیکھا گویا اس نے حضور سرور عالم ﷺ نور مجسم ﷺ کو دیکھا۔چنانچہ سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا "**من زار قبری فقد رآنی**" جس نے میری قبر کی زیارت کی اس نے مجھے دیکھا نیز فرمایا "**ومن رآنیٔ فقد رائی الحق**" یعنی جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا۔پس اولیاء اللہ کے قبور کی زیارت کے فوائد و برکات اسی وجہ سے ہوتے ہیں۔

ارواح کی قسمیں اور ان کے مقامات

ملفوظ: اس موقع پر ذکر ہو رہا تھا کہ ارواح کتنی قسم کی ہیں۔ اور بدن سے نکلنے کے بعد وہ کس طرح رہتی ہیں۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ نے فرمایا کہ خلاصۃ الفقہ میں سات قسمیں لکھی ہوئی ہیں۔

(1) پہلی قسم انبیاء علیہم السلام کے ارواح مبارکہ کی ہے۔ جس وقت جسد مبارک سے جدا ہوتی ہیں۔ تو وہ سفید پرندوں کے شکم میں آتی ہیں اور ان کی جائے سکونت بہشت بریں ہے۔ جہاں وہ بہشت کی نعمتیں کھاتی پیتی ہیں اور رات دن عرش بریں سے تعلق رکھتی اور حور عین کے ساتھ رہتی ہیں۔

(2) دوسری قسم ارواح علماء یعنی اولیاء کی ہے۔ جس وقت بدن مبارک سے باہر آتی ہیں تو سبز جنتی پرندوں میں داخل ہو جاتی ہیں۔ اور بہشت کی نعمتیں کھاتی پیتی ہیں اور یہ رات دن نور کی قندیلوں میں ہوتی ہیں جو کہ عرش سے معلق ہیں لیکن حور عین کے ساتھ نہیں بیٹھتیں۔

(3) تیسری قسم ارواح شہداً کی ہے۔ جو راہ اللہ تعالےٰ میں قتل کئے گئے ہیں۔ جب بدن سے نکل آتی ہیں تو سرخ رنگ کے پرندوں کے شکم میں آتی ہیں۔ ان کی جائے سکونت بہشت میں ہے۔ بہشت کی نعمتیں کھاتی پیتی ہیں۔ مگر قیامت کے انتظار میں ہوتی ہیں۔

(4) چوتھی قسم ارواح مومنوں کی ہے۔ جو کہ مطیع ہوتی ہیں۔ جس وقت وہ بدن سے باہر آتی ہیں۔ تو پیلے رنگ کے پرندوں کے پیٹ میں آ جاتی ہیں۔ ان کی جگہ بھی

بہشت میں ہے۔لیکن کھانا پینا نہیں رکھتے۔اور دوسرا فتویٰ یہ ہے کہ مومنوں کی روحیں اپنے جسد کے ساتھ ہوتی ہیں۔مگر کبھی کبھی۔

(5) پانچویں ارواح کی قسم مومنان عاصی کی ہوتی ہے۔جب جسم سے باہر آتی ہیں۔تو سیاہ رنگ کے پرندوں کے شکم میں آتی ہیں۔اور آسمان کے درمیان ہوا میں ہوتی ہیں۔اور انہیں قیامت تک چین وقرار اور سکون حاصل نہیں۔

(6) ششم ارواح کی قسم مخی کافروں کی ہے۔جس وقت وہ جسم سے جاتی ہیں۔تو وہ کالے رنگ کے پرندوں کے پیٹ میں آجاتی ہیں۔ان کی سکونت دوزخ میں ہوتی ہے۔لیکن جلتی نہیں ہیں اور انہیں سردی بھی نہیں لگتی اور وہ سجین کے مقام پر ہوتی ہیں۔

(7) ہفتم ارواح کی قسم دوسرے کفار کی ہے۔جب اپنے بدن سے روحیں نکلتی ہیں تو وہ بھی سیاہ رنگ کے پرندوں کے شکم میں داخل ہوجاتی ہیں۔ان کی جگہ دوزخ ہے وہاں جلتی رہتی ہیں۔اور تحت الثریٰ میں غرق کردی جاتی ہیں۔

اتنے میں عصر کی اذان ہوئی۔حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ مجلس شریف سے اٹھے اور تمام حاضرین نے باجماعت نماز ادا کی۔پھر امام نے نماز کے بعد دعا خیر کی۔اس کے بعد حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے اپنی قدیم عادت شریفہ کے مطابق دو تین بار یہ دعا خیر فرمائی۔

اللهم افتح لنا بالخير واختم لنا بالخير واجعل عواقب امورنا بالخير.

آپؒ کا تین بار دُعا مانگنا اور اس کا ثبوت

ملفوظ: جب نماز سے فارغ ہوئے۔تو مولوی عبداللہ صاحب احمد پوری جو کہ

حضرت قاضی صاحب قدس سرہٗ کے مریدوں میں سے تھے۔ اس جماعت میں حاضر تھے۔ حضرتؒ کی خدمت میں عرض کی کہ یا حضرت! دو تین مرتبہ دعا کرنا حضور کا معمول ہے۔ اسکی کیا وجہ ہے؟ جناب فخرالاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا۔ مولوی صاحب! زیادہ عاجزی کی وجہ سے ہے اور حدیث شریف میں بھی ہے جو کہ روشن دلیل ہے۔

قال النبی ﷺ اذا فرغا الامام من الصلوٰۃ ولم یشتغل فی الدعا یقول اللّٰہ تعالیٰ للملائکه انظر واالیٰ عبدی ادی فرضی واستغنی عنی خذو اصلوته' واضربو هاعلیٰ وجهه.

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب امام نماز سے فارغ ہوا اور طلب دعا نہ کی تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرے اس بندے کو دیکھو جس نے میرا فرض ادا کیا۔ اور طالب دعا نہ ہوا نماز اٹھاؤ اور اس کے منہ پر دے مارو۔

اور آپ نے یہ بھی فرمایا "الدعا مخُ العبادةِ"

ترجمہ: دعا عبادت کا مغز ہے۔

"الدعا وهو العبادة" (حدیث شریف)

ترجمہ: دعا بھی عبادت ہے۔

"لیس شئے اکرم عنداللّٰہ من الدعا" (حدیث شریف)

ترجمہ: اللہ تعالےٰ کے نزدیک دعا سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔

اور فرمایا (دُعا کے بارے آیات)

وَاِذَاسَئَلَکَ عِبَادِی عَنِّی فَاِنِّی قَرِیب ط (پارہ۲ سورۃ البقرۃ)

ترجمہ: اور اے محبوبؑ جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں۔

قَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ط (پارہ ۲۴ سورۃ المومن)

ترجمہ: اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ (پارہ ۲۰ سورۃ النمل)

ترجمہ: یا وہ لاچار کی سنتا ہے جب اسے پکارے۔

جب ہم بندے ہر وقت کام کیلئے عاجز ہیں تو یہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ ہر لحظہ اس کی جناب میں سائل دعا خیر کے شغل میں مصروف ہو جائیں۔ تاکہ اس کے فضل سے اجابت پا جائیں۔ پس مولوی مذکور اور دوسرے علماء جو خدمت میں حاضر تھے حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے اس جواب سے سر خم کر کے اقرار کیا کہ حقیقت بھی یہی ہے اور حق دعا بھی ایسا ہی چاہیے۔

تنگدست کی معاونت و اِمداد کا اَجر

ملفوظ: اس کے بعد کسی عالم نے عرض کی کہ یا حضرتؒ! کسی تنگدست شخص کو دنیوی امور میں رفاقت بقدر امکان اس کی فراغ دلی کیلئے دیکھا جائے اور بقدر استطاعت معاونت کرے تو کیا اس کے عوض ثواب حاصل ہوتا ہے؟ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا کہ صحیح مسلم شریف میں ہے۔

قال النبی ﷺ من نفس عن مومن کربۃً من کرب الدنیا نفس اللّٰہ عنہ کربۃً یوم القیامۃ ومن یسر علی معسر یسر اللّٰہ تعالیٰ علیہ فی الدنیا والاخرۃ ومن ستر مسلماً سترہ اللّٰہ تعالیٰ فی الدنیا والاخرۃ واللّٰہ فی

عون العبد ما كان العبد فی عون اخیه.

ترجمہ: جس شخص نے مؤمن کی تکلیف کو دُور کیا دُنیا کی تکلیفوں سے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی تکلیف دُور کر دے گا اور جس نے کسی تنگدست کیلئے آسانی پیدا کی اللہ تعالےٰ دنیا و آخرت میں اس کیلئے آسانی پیدا فرمائے گا۔ جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالےٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ اور اللہ تعالےٰ اپنے بندے کا مددگار ہوتا ہے۔ جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کا مددگار رہتا ہے۔ اور حدیث ہے۔

قال علیه السلام حِیْنَ من رفع عن اخیه المسلم کربة رفع اللّٰه تعالےٰ عنه یوم القیامة سبعین کربة من کروب یوم القیامة.

ترجمہ: حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے مسلمان بھائی سے کربت کو دُور کیا اللہ تعالےٰ قیامت کے دن قیامت کے ستر مصائب سے محفوظ فرمائے گا۔

جس وقت ان مسائل کے جوابات حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ العزیز نے اپنی زبان گوہر فشاں سے بیان فرمائے اور اختتام کو پہنچائے۔ تو تمام علماء اور دیگر حاضرین نے دست بستہ عرض کی کہ اللہ تعالےٰ آپؒ کا سایہ ہما پایہ ہمارے اور تمام عالم اور عالمیان کے سر پر ہمیشہ قائم و دوائم رکھے۔ چونکہ ہماری اس جہان کی دینی اور دینوی مشکلات کا حل حضور کی توجہ سے ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ یہاں آپؒ نے بیان فرمایا ہے۔ تو اسی طرح اس جہان کی تمام مشکلات سے وہاں بھی خلاصی پا سکیں گے۔ اور آپ کی ذات شریف کے زیر سایہ محفوظ ہو سکیں گے۔ اور پھر یہ شعر پڑھا۔

؎ سایہ ات کم مبادا ز سرما　　　بسط اللہ ظلکم ابدا

ترجمہ: تمہارا سایہ ہمارے سر سے کبھی دور نہ ہو، اللہ تعالےٰ تمہارا سایہ ہمیشہ پھیلائے رکھے اور شعر بھی پڑھا۔

جز آستان توام در جہان پناہی نیست

سر مرا بجز ایں در حوالہ گاہی نیست

ترجمہ: میرے سر کو بجز اس در کے سپردگی کی جگہ نہیں۔

حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے جب لفظ "آستان" ان علماء اور اصفیاء نے جو فرمایا تھا سنا۔ تو آپؒ نے فوراً کہ یہ آستان ہمارا نہیں۔ یہ حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ کا آستان ہے۔ ہمارے لئے اور تمہارے لئے انہیں کی بارگاہ جائے پناہ ہے۔ ہماری اور تمہاری شرم و آبرو حق تعالےٰ سے اور حضرت قبلہ عالمؒ سے ہے۔ علماء اور دیگر حاضرین نے عرض کی اس وقت ہمارے لئے آپؒ کی ذات بابرکات ہی حضرت قبلہ عالمؒ کی ذات بابرکات کے قائم مقام ہے۔ حق تعالےٰ ہمیں ذات عالی کے زیر سایہ معزز رکھے۔ پس حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے ازراہ کرم دست مبارک دعا کیلئے اٹھائے اور فرمایا دعائے خیر اللہ تعالےٰ سے مانگنا چاہیئے۔ پھر آپؒ دعا میں مشغول ہو گئے اور دیگر تمام حاضرین آمین آمین کہتے رہے۔ اتنے میں مغرب کی اذان شروع ہوئی۔ آپؒ نے اور تمام لوگوں نے فرض نماز باجماعت ادا کی اس کے بعد خود بدولت ایک گوشہ میں وظائف و معمولات میں مشغول ہو گئے۔

آپؒ کی علمی عظمت

ملفوظ: مؤلف مناقب شریفہ اس موقع پر لکھتے ہیں کہ یہ تمام مسائل جو حضرت

فخرالاولیاء قدس سرہٗ کی زبان گوہر فشاں سے میں نے سنے ہیں اگرچہ میں زیادہ صلاحیت نہیں رکھتا تھا۔ لیکن تبرکاً میں اس وقت آپؒ کے ارشادات سن کر قلم بند کرتا تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ ارادہ ازلی میں ان کا قلم بند کرنا اور جمع کرنا اس نیاز کیش کے نام مقرر تھا۔ الحمد للہ علیٰ ذلک اور وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ حضرت فخرالاولیاء قدس سرہٗ کے ظاہری علم کا بیان کرنا کسی بھی فرد بشر کے امکان میں نہیں۔ فضلاً عن الباطنی ۔

(1) علمہا از بحر علمش قطرہٗ آن

چو خورشید است اینہا ذرہٗ

(2) گر کسے در علم صدیقان بود

پیش علمِ کاملش نادان بود

(3) آن نہ روئی است کہ ما وصف جمائش گوئیم

این حدیث از دیگرے ہست کہ ما می جوئیم

ترجمہ: (1) تمام علوم اُن کے علم کے سمندر کے سامنے ایک قطرہ ہیں آپ سورج کی طرح ہیں اور باقی تمام کے تمام ایک ذرہ کی مانند ہیں۔

(2) اگر کوئی صدیقوں کے علم میں ہے آپ کے علم کامل کے سامنے اَن جان ہے۔

(3) وہ نہ کوئی ایسا چہرہ ہے کہ ہم اس کے حسن و جمال کی تعریف بیان کریں۔ یہ اور بات ہے کہ جسے ہم تلاش کر رہے ہیں۔

انتہائی اہم مسائل پر سوالات اور آپؒ کی طرف سے تحقیقی جوابات

نیز مؤلف مناقب شریفہ یہاں تحریر کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب کہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس مبارک پر خانقاہ متبرکہ پر تشریف فرما ہوئے تھے۔ اس موقع پر کسی عالم نے مسائل سے متعلق چند سوال حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی خدمت عالی میں عرض کئے تھے۔ تو آپؒ نے ان کو جواب باصواب سے مشرف فرمایا تھا۔ اس مجلس میں حضرت مولوی خدابخش صاحب خیر پوری قدس سرہٗ جو کہ حضرت خواجہ حافظ محمد جمال ملتانیؒ کے خلیفہ اعظم ہیں بھی موجود تھے۔ جب مسائل کے جوابات جو حضرت فخر الاولیاءؒ نے انہیں بتائے تھے۔ تو مولوی عبدالغفار صاحبؒ جو کہ مولوی خدابخش صاحب خیر پوری قدس سرہٗ کے بھتیجے تھے اور شاگرد بھی۔ فرمایا کہ یہ مسائل اگرچہ کتب فقہ میں مختلف ابواب میں موجود ہیں۔ لیکن اس وقت چونکہ ایک ہی جگہ میسر ہو رہے ہیں۔ اور بہت کارآمد ہیں۔ ان کو ایک کاغذ پر لکھ کر لے لو ان کے فرمان کے مطابق مولوی عبدالغفار صاحبؒ نے اسی وقت کہیں سے کاغذ حاصل کیے اور تمام سوالات و جوابات خود تحریر کر لئے بندہ یعنی مؤلف جو کہ حاضر خدمت تھا اگرچہ مسائل جوابات خود بھی سنے لیکن مولوی عبدالغفار صاحبؒ سے کہا کہ یہ تحریر ایک رسالہ ہے جو سوالات و جوابات پر مشتمل ہے۔ مجھ پر مہربانی فرماتے ہوئے یہ تحریر مجھے دے دیں۔ آپ ایک اور لکھ لیں ۔ یہ میں اپنے پاس رکھوں گا۔ انہوں نے کرم کرتے ہوئے ایسا ہی کیا۔ اب اس رسالہ کو بعینہٖ اس کتاب میں

درج کیا جاتا ہے اور بندہ کاتب منتخب بھی اسے اسی طرح نقل کرتا ہے۔ واللہ الموفق بالا تمام وھوھذا.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ ذی العرش العلےٰ والصلوٰۃ والسلام علےٰ عبادہ الذین اصطفےٰ امابعد۔

یہ چند مسائل ہیں جو کہ کسی شخص نے بخدمت باعظمت، حضرت ذوالجود والمواہب، عارف معاف حقیقتہ، واقف مسکاشف اسرار طریقت جامع علوم منظوم شریعتہ ومعرفت، قبلہ المشائخ والاولیاء، قطب الزمان، غوث العرفأ، اعنی حضرت سنگھڑ والہ صاحب مداللہ تعالے ظلالہ علے رؤس الخدام الی یوم القیام کی خدمت باعظمت میں سوال کئے اور آنجناب نے اسے جواب عطا فرمائے۔ اس تقریب میں سیدی و سندی واستاذی ومستندی مولوی خدابخش صاحب بھی موجود تھے اور بندہ کو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ اگر چہ یہ مسائل کتب فقہ میں موجود ہیں۔ لیکن الگ الگ ایسے یکجا نہیں ہیں۔ لہٰذا، اے مولوی عبدالغفار حضرت صاحب یعنی جناب فخرالاولیاء قدس سرہٗ نے ان مسائل کو خوبصورت ترتیب کے ساتھ اکٹھا کیا ہے۔ ان کو تبرکاً لکھ لو۔ بندۂ درگاہ نے حسب حکم اسی وقت روشنائی اور کاغذ حاصل کئے اور ان مسائل کو تحریر میں لایا۔ ومن اللہ التوفیق.

سوال: کوئی آدمی جو کہ مومن چار یاری یعنی سنی مسلمان کو نماز فرض یا واجب یا سنت سے منع کرتا ہے کہ تم ہماری جماعت میں نہ آ ؤ۔ اور ہم تمہیں اپنے پیچھے نماز کی اقتدأ کرنے نہیں دیں گے۔ کیونکہ تمہارا طریقہ اور ہے اور ہمارا طریقہ اور ہے۔ وہ شخص کہ

درج کیا جاتا ہے اور بندہ کاتب منتخب بھی اسے اسی طرح نقل کرتا ہے۔ واللہ الموفق بالا تمام وھوَ ھذا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ ذی العرش العلیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ امابعد۔

یہ چند مسائل ہیں جو کہ کسی شخص نے بخدمت باعظمت، حضرت ذوالجود والمواہب، عارف معاف حقیقتہ، واقف مکاشف اسرار طریقت جامع علوم منظوم شریعتہ ومعرفت، قبلہ المشائخ والاولیاء، قطب الزمان، غوث العرفأ، اعنی حضرت سنگھڑ والہ صاحب مداللہ تعالےٰ ظلالہ علے رؤس الخدام الی یوم القیام کی خدمت باعظمت میں سوال کئے اور آنجناب نے اسے جواب عطا فرمائے۔ اس تقریب میں سیدی و سندی واستاذی ومستندی مولوی خدا بخش صاحب بھی موجود تھے اور بندہ کو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ اگرچہ یہ مسائل کتب فقہ میں موجود ہیں۔ لیکن الگ الگ ایسے یکجا نہیں ہیں۔ لہٰذا، اے مولوی عبدالغفار حضرت صاحب یعنی جناب فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے ان مسائل کو خوبصورت ترتیب کے ساتھ اکٹھا کیا ہے۔ ان کو تبرکاً لکھ لو۔ بندہٗ درگاہ نے حسب حکم اسی وقت روشنائی اور کاغذ حاصل کئے اور ان مسائل کو تحریر میں لایا۔ ومن اللہ التوفیق۔

سوال: کوئی آدمی جو کہ مومن چار یاری یعنی سنی مسلمان کو نماز فرض یا واجب یا سنت سے منع کرتا ہے کہ تم ہماری جماعت میں نہ آؤ۔ اور ہم تمہیں اپنے پیچھے نماز کی اقتدأ کرنے نہیں دیں گے۔ کیونکہ تمہارا طریقہ اور ہے اور ہمارا طریقہ اور ہے۔ وہ شخص کہ

جس نے مذکورہ کلام بنایا اور مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالا۔اور چند جگہوں پر نماز عیداور بعض کو عید گاہ جانے اور نماز عید سے روکا ہے۔شرع شریف میں ان کے بارے میں حکم اور سزا کیا ہے؟اس کلام کے بعد بغیر توبہ کیے اس کی امامت درست ہے یا نہیں۔یا مکروہ؟اور ایسی باتیں کہنا اور مسلمانوں کو تفرقہ میں ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر چہ یہ عبارت واضح ہے لیکن مضمون یہ ہے۔

سوال: کہ اگر کوئی شخص سنی مسلمان چہار یاری کی امامت کرنا اور اس کی اقتدأ کرنا جائز نہیں سمجھتا ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: مسلمان کا امامت کرنا اگر چہ فاسق ہو یا بدعتی جائز ہے۔اور ہم یعنی سنی مسلمان،امت حضور سید المرسلین ﷺ مامور ہیں۔بشرطیکہ وہ خارجی اور رافضی نہ ہو کیونکہ یہ دونوں گروہ حقیقی اسلام سے محروم ہیں۔

پس ہر مسلمان نیک ہو خواہ فاجر ہو اس حدیث پاک کے مقتضأ کے مطابق کہ "صلوا خلف کل فاجر و بر"

پس اگر کوئی اعتقاد رکھتا ہے کہ مرد فاسق کی اقتدا کرنا اس کیلئے جائز نہیں تو ایسا شخص مخالف سنت ہے۔اور سنت کی مخالفت بدعت ہے۔پس کوئی شخص اگر ایسا عقیدہ رکھنے والا ہے تو مبتدع ہوگا۔نیز امامت کرنے والے کیلئے اعتقاد اہل سنت رکھنا لازمی ہے۔

سوال: ایسے شخص کا امامت کرنا کہ وہ اپنی عورت کو بازار جانے اور بازار میں خرید وفروخت کرنے سے منع نہیں کرتا۔اور وہ اپنی عورت کو پردہ کرنے کا نہیں کہتا۔بلکہ غیر

محرم کے گھر میں وقت بے وقت جانے، مزدوری کا حساب کتاب لینے اور قرض دینے سے باوجود اس کے کہ اسکے فرزند ہیں، لیکن وہ عورت کو بھیجتا ہے۔ اور اجازت دیتا ہے کہ فلاں غیر محرم کے گھر سے فلاں چیز جا کر لے آؤ اور فلاں کام کر آؤ شرع شریف میں یہ درست ہے یا نہیں؟ اور ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: فرمایا عورت حرّہ یعنی آزاد کو پردہ کرنا اور خود کو غیر محرم کی نظر سے محجوب رکھنا یعنی پردہ کرنا فرض ہے۔ اس آیت کریمہ کے تحت "قُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ" الآیۃ (پ ۱۸ س نور ت نمبر ۳۰)

ترجمہ: اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں۔

پس اگر شوہر اپنی بیوی کو پردہ کرنے کا نہیں کہتا۔ قلت معاملات کی وجہ سے اور اپنے احترام کی بناء پر تو یہ جاہلوں کا شیوہ ہے اس کے باوجود کہ وہ جانتی ہے کہ پردہ کرنا فرض ہے اور وہ نہیں کرتی اور خاوند بھی پردہ کرنے کا حکم نہیں کرتا تو وہ شخص گنہگار ہوگا۔ چنانچہ بعض ادائے نماز نہیں کرتے۔ باوجود اس کہ مردوں اور عورتوں پر فرض ہونا جانتا ہے ایسا آدمی گنہگار ہے اور گنہگار کی امامت جائز ہے۔ اگر عیاذ باللہ کوئی شخص ایسا جانتا ہے کہ پردہ کرنا آزاد عورتوں پر فرض نہیں ہے تو یہ کفر ہے تو ایسے شخص کی امات جائز نہیں۔

سوال: بزرگان دین جو کہ اہل اللہ ہیں ان کے عرسوں پر جانا جائز ہے یا نہیں اور بزرگان دینؒ سے یعنی اصحاب قبور سے فائدہ حاصل ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب: اولیاءؒ کے عرس پر جانے کا مقصد ان کے مزارات کی زیارت کرنا، کلام پڑھنا اور ان کی ارواح کا تصور کرنا ہوتا ہے اور یہ خوب سمجھ لیں کہ قبور کی زیارت سنت ہے۔ اس حدیث پاک کے حکم کے مطابق جو کہ "فی مشکوٰۃ الشریفۃ عن بریدہ رضی اللّٰہ عنہ قال کان رسول ﷺ، یعلمھم از اخرجو الیٰ المقابر السلام علیکم اھل الدیار من المومنین والمسلمین انا ان شاء اللّٰہ بکم لاحقون. وفی موضع آخر، من مشکوٰۃ الشریف. قال رسول اللّٰہ ﷺ "نھیتکم عن زیارۃ القبور فالآن زو رُوھا" یعنی میں نے منع کیا تھا تم کو قبور کی زیارت سے پس اب زیارت کرلو یہ کہ حکم نہی کا منسوخ کیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ منع کرنے کا حکم عہد جاہلیت کے قرب کی وجہ سے تھا اس خوف سے کہ وہ سینہ کوبی کریں گے اور اپنے بال نوچیں گے جو کچھ وہ جاہلیت کے زمانے میں کہتے تھے اور کرتے تھے پس تحقیق سے بات مقرر اور ثابت ہوگئی۔ قواعد اسلام سے منع کرنے کی وجہ برخاست ہوگئی۔ پس اس بارے میں ماذون بلکہ مامور ہوگئے یعنی اجازت دی گئی اور زیارت کرنے کا حکم دیا گیا اور بعض اس بناء پر اختلاف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اجازت مردوں کے لئے ہے اور عورتوں پر نہی باقی ہے مگر رسول اللہ ﷺ کی زیارت کیلئے ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مردوں اور عورتوں یعنی "رجال ونساء" کو یہ رخصت شامل ہے۔ (شرح فارسی شیخ عبدالحق قدس سرہٗ)

پس ان احادیث سے ثابت ہوا کہ قبور کی زیارت کرنا سنت ہے اموات کی ارواح کو کلام پڑھ کر بھیجنا مشروع ومسنون ہے۔

"ذکر النوری فی الاذکار ان احمد بن حنبل قال اذ ادخلتم فی

المقابرة فاقرؤ فاتحۃ الکتاب والاخلاص و المعوذتین واجعلو ا ثواب ذلک لاھل المقابر "

ترجمہ: نوویؒ نے اذکار میں امام احمد بن حنبلؒ سے فرمایا کہ جب تم قبرستان میں داخل ہو جاؤ تو سورۃ فاتحہ، اخلاص، فلق اور والناس پڑھو اور اس کا ثواب اہل قبور کو پہنچاؤ۔

اور جو چیز کہ ارواح موتی کو دی جائے تو اس کا ثواب ان کو پہنچ جاتا ہے اس حدیث پاک کے حکم کے مطابق "**عن عائشہؓ عنھا قالت ان رجلا . قال النبی ﷺ ان امی افتلتت نفسھا**"

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ سے کہا کہ میری ماں ناگہانی فوت ہوگئی اور میں گمان کرتا ہوں کہ اگر وہ بول سکتی اور ہوشیار ہوتی تو وہ ضرور کسی چیز کا صدقہ کرتی اور وصیت کرتی کسی چیز کے خیرات کرنے کی تو کیا اگر میں اس کی طرف سے کوئی چیز صدقہ کروں تو اُسے ثواب پہنچ جاہیگا تو حضور ﷺ نے فرمایا ہاں جو چیز تُو اس کی طرف سے صدقہ کرے گا اُسے ثواب پہنچے گا۔ (متفق علیہ) اور یہ حدیث دلیل ہے کہ صدقہ کا ثواب میت کو مل جاتا ہے۔

سوال: باقی رہا یہ کہ کیا عرس میں کوئی تخصیص ہے؟ کیونکہ وہ دن کہ جس میں اولیاء کا وصال ہو جاتا ہے کیا وہ ایام خاص ہیں جن ایام میں کلام پڑھے جاتے ہیں اور ان کی روح کو ایصال ثواب اہتمام سے کیا جاتا ہے۔ ان میں کونسی وجہ معقول ہے اور اس بارے میں کوئی حدیث اور آثار روایت موجود ہیں؟

جواب: روایات و آثار کا اس بارے میں ذکر کیا جاتا ہے۔

"سندالمحدثین ، شیخ المحققین،اعنی الولی الاعظم ، شیخ المعظم شیخ عبدالحق محدث دهلوی فی رسالته من السنة فی ایام السنة انه سئل عن استاذی ، سید السادات ، سندالثقات، حجة المحدثین سید عبدالوهاب المتقی المکی المدنی انه هل جا فیما شاع بین الناس من تعین یوم وفات الاولیاء لحفظ اعراسهم الرمن الآثار فاجاب لالکن مما استحسنه المتاخرون و یفهم من قوله استحسنه انه بدعة حسنه والبدعة الحسنة فی حکم السنته داخلة فی عموم قوله علیه الصلوٰة والسلام من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجره' واجرُ من عمل بها قوله علیه الصلوٰة والسلام ماراه المسلمون حسنا فهو عندالله حسن وان اردت زیادة التحقیق فی ذلک الباب فارجع الی تحریرنا العربی فی اجوبة اسئلة علماء الدهلوی. والله اعلم بالصواب.

ترجمہ: سندالمحدثین، شیخ المحققین اعنی الولی الاعظم، شیخ المعظم شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب السنۃ فی ایام السنۃ میں استاذی، سیدالسادات، سندالثقات، حجتہ المحدثین، سید عبدالوہاب المتقی، المکی المدنیؒ نے فرمایا کہ لوگوں میں وفات اولیاء کے تعین ایام بلحاظ اعراس اولیاء کے بارے میں کوئی آثار نہیں لیکن متاخرین کے نزدیک ان کی تعین مستحسن وبہتر ہے۔ جاننا چاہئے کہ استحسان بدعت حسنہ ہے اور بدعت حسنہ بالعموم حکم سنت میں داخل ہے۔ آپ سرور عالم ﷺ نے فرمایا جس کسی نے اسلام میں کسی اچھے طریقے کو رائج کیا اس کیلئے بھی اور عمل کرنیوالے کیلئے بھی برابر اجروثواب ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ مسلمان جسے اچھا دیکھیں

پس وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

اگر اس بارے میں زیادہ تحقیق مقصود ہو تو ہماری عربی تحریر کی طرف رجوع کریں جو علماءً دہلی کے سوالات کے جوابات میں ہے۔ "واللہ اعلم بالصواب"

سوال: کیا صاحب قبر سے کوئی فائدہ حاصل ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب: حضرت شیخ عبدالحق محدث الدہلوی قدس سرہ' مشکوٰۃ شریف کی شرح فارسی میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام شافعیؒ نے کہا کہ حضرت امام موسیٰ کاظم قدس سرہ' کی قبر اجابت دعا کیلئے تریاق کی طرح ہے۔ اور حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی قدس سرہ' العزیز نے کہا ہے کہ جو بھی ان کی ظاہری حیات میں ان سے سوال کرتا تھا تو وہ جس طرح استمداد کیا کرتے تھے بعد از وصال بھی اسی طرح مدد کرتے ہیں۔ (انتہیٰ) اور تحقیق اس مسئلہ میں اولیاء اللہؒ کے استمداد کے بارے میں تو تفصیل وہاں دیکھنا چاہیئے مگر مختصر یہ کہ یہ حدیث شریف بھی صحیح اور واضح ہے۔

"قال النبی ﷺ، من مشیٰ لزیارۃ القبور او العلماً او الشیخ الکبیر او العلیل او تفقد ذی رحم او غزی الکفار او تعاون الا عمی اربعین قدماً اعطاہ اللہ تعالےٰ علے کل قدم عشر حسنات ومحیٰ عنہ عشر سیئات ولم یرجع الا مغفوراً"

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زیارت قبور یا علماً یا شیخ کبیر یا بیمار یا صلہ' رحم یا جدال کفار یا تعاون اعمیٰ کیلئے چالیس قدم چلنے سے اللہ تعالیٰ ہر قدم کے بدلے دس نیکیاں عطا فرماتا ہے اور اس کے دس گناہ معاف فرماتا ہے اور ہمیشہ وہ بارگاہ ایزدی میں بخشا ہوا ہوتا ہے۔

سوال: اگر مسلمان اہل سنۃ جماعۃ جو کہ حلال حق کو حلال جانے اور حرام حق کو حرام جانے اور ذات حق تعالیٰ کو خالق جانے اور مخلوق نہ جانے اور مخلوق کو مخلوق جانے۔ مذکورہ صفات کے باوجود اس کی طرف کفر کی نسبت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ پس ایسے مسلمان کی اقتدا ٔ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جو ایسے مسلمان کو کافر کہتا ہے تو ایسے کہنے والے کے بارے میں قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں کیا تعزیر یعنی سزا ہے! اور ایسے مسلمان کا مذبوحہ حلال ہے یا حرام ہے؟ اور اگر وہ اہل سنۃ جماعۃ کے مذبوحہ کو حرام کہتا ہے تو اس کے بارے میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ اور کیا تعزیر ہے؟ اور مسلمان پر بدگمانی کرنا اور نسبت کفر کرنا جائز ہے یا کیا کہنے والے پر کفر آتا ہے یا نہیں؟ اور دوسری بہت ساری باتیں جو مخالفین اہل سنت جماعۃ کے بارے میں کہتے ہیں آپ نے سنی ہوں گی ان تمام مسائل کے بارے میں قرآن مجید اور احادیث صحیحہ اور مشہور کتابوں سے ترجمہ کے ساتھ تحریر فرما کر عنداللہ وعندالرسول ماجور ہوں۔ خود بدولت اور دوسرے حاضر وموجود علماء سے بھی ایک مسودہ تیار کر کے اپنے مہر اور دستخط سے اور دیگر علماء ہمارے سوالات کے جوابات شرح وتفصیل کے ساتھ تیار کر کے اپنے مہر ودستخط ثبت کر کے عنایت فرمائیں اور یہ کہ اس ملک میں کچھ فسادی فرقے خرابی اور فساد ڈالنا چاہتے ہیں تا کہ ان کے عزائم بھی ناکام ہوں۔

جواب: ان تین قسم کے سوالات کی بنیاد ایک ہی ہے۔ یعنی مسلمانوں کو کافر سمجھنا اور مسلمانوں پر کفر کا اطلاق کرنا جائز نہیں۔ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو کافر اعتقاد کرتا ہے تو ایسا اعتقاد کرنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص مسلم کو کافر کہتا ہے تو اس کے

سب وشتم اور گالی گلوچ کی رو سے غیر اعتقادانہ کافر کہے۔جیسے کہ بعض لوگ کسی دوسرے کوحرام زادہ کہتے ہیں۔ارادہ کے ساتھ یا حیلہ گری سے نہ اس معنی سے کہ ولدالزنا ہے پس اطلاق کفر مسلمان پر باارادہ معنی سب وشتم تو کہنے والے کیلئے موجب فسق ہے اس کیلئے موجب کفر نہیں ہے۔مسلمان پر کافر کا اطلاق اعتقادانہ کافر کہنا قائل کیلئے موجب کفر ہے۔

بمنطوق ہذہ الروایات فی جامع الرموز فیہ خلاف والمختارانہ لواعتقد بھذا الخطاب سبالا یکفر ولواعتقد الخاطب کافرا کفرلانہ ان اعتقد المخاطب کافرا اعتقد الاسلام کفرا کما ھوفی العمادی۔انتہیٰ

ترجمہ:۔ یہ روایات جامع الرموز، اس میں اختلاف اور درمختار میں ہے۔کہ اگر کوئی خطاب تکفیری کو بطور گالی تصور کرے تف کفر نہ ہوگا اور اگر مخاطب کسی مسلمان کو اعتقادی طور پر کافر سمجھتا ہےتو اس نے کفر کیا ہے۔کیونکہ مخاطب کا یہ اعتقاد درحقیقت اسلام کو کفر میں مبدل کرنے کے مترادف ہے جیسا کہ عمادی میں ہے۔

پس یہاں سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص مسلمان کو کافر اعتقاد کرتا ہے۔ایسا اعتقاد رکھنے والا کافر ہو جاتا ہےاور جب کافر ہوا تو اس کی امامت جائز نہیں اور اس کا مذبوحہ حرام ہے۔

سوال: پنج تن پاک کہنا جائز ہے یا نہیں؟

چہاردہ یعنی چودہ معصوم کہنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: پنج تن پاک کہنا اس معنی سے کہ ایک دن جناب حضور سرور عالم ﷺ ایک

جگہ گدڑی اوڑھے استراحت فرمارہے تھے کہ اتفاقاً شہزادگان یعنی حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ آ گئے۔

آنحضرت ﷺ نے ان کو بھی اس گدڑی کے نیچے بٹھایا پس تھوڑی دیر بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ وہاں پہنچے ان کو بھی گدڑی کے نیچے پیٹھ کے پیچھے جگہ عطا فرمائی اور بعض نے طعام کھانا بھی لکھا ہے۔ پس اسی وقت جناب حضور سرور عالم ﷺ نے رب العالمین کے جناب میں دعا کی کہ یا الٰہی! تو نے میرے اہل بیت کو پاک کیا یہ چار بھی مجھ سے ہیں اور پانچواں میں ہوں گویا یہ بھی میرے اہل بیت ہیں ان کو اور ہم کو بھی پاک فرما اتنے میں جبرائیل علیہ السلام آئے اور یہ آیت لے آئے "یطہرکم تطہیرا" اس معنی سے پنج تن پاک کہنا جائز ہے کیونکہ یہ آیت کریمہ اس پر شاہد ناطق ہے۔ اگرچہ یہ آیت کریمہ جناب سرور دو عالم ﷺ کی ازواج مطہرات کے ذکر میں صادر ہے۔ چنانچہ تفسیر حسینی میں یہ تمام ذکر مرقوم ہے۔ لیکن اس وقت بھی نازل ہوئی۔ منجملہ پنج تن پاک اس معنی میں محقق ہے اور کہنا جائز ہے۔ کسی نے عرض کی یا حضرت قبلہؒ! فقراء حال پوش سے دوسری وجہ اظہار کی ہے۔ فرمایا کہ ان کا کہنا علم کی رو سے نہیں۔ کتابوں اور تفسیر حسینی میں اسی طرح مرقوم ہے اور چہاردہ معصوم کہنا بھی اسی معنی سے درست ہے۔ کہ حق تعالیٰ نے ان کو تمام گناہوں صغائر و کبائر سے محفوظ رکھا اور رکھتا ہے اور یہ حفیظ و حمایت درست ہے اور اس معنی سے کہ ان سے کبائر و صغائر کا صدور مستحیلات و ممتنعات کے قبیل سے ہے۔ چنانچہ انبیاء علیہ السلام سے بعثت کے بعد کبائر کا صدور محال ہے۔ اطلاق معصوم اس معنی میں درست نہیں۔

سوال: توحید کے حق میں اور وجود کے قائلین کے بارے سب کرنے والے کے متعلق یعنی کہنے والے کیلئے کیا حکم ہے؟

جواب: قائلان وحدت وجود زمرۂ مسلمین، مؤمنین، محققین اور موقنین سے ہیں۔ وہ اپنا تمام مدعا آیات، احادیث صحیحہ اور دلیل پر قائم کرتے ہیں۔ وقد صح ان للقرآن ظهراً وبطناً، وقد قال رسول اللہ ﷺ من عمل بالعلم اورثہ اللہ تعالےٰ علم مالم یعلم واکثر علما محدثین نے علم مالم یعلم۔ کو علم توحید سے تفسیر فرمایا ہے۔

ترجمہ: اور یہ صحیح ہے کہ بے شک قرآن مجید ظاہر و باطن کا مجموعہ ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا انسان کو چاہئے کہ علم مالم یعلم کا جو علم اللہ تعالےٰ ودیعت فرماتا ہے اس پر عمل کرے جب کہ اکثر علماً ومحدثین کے نزدیک علم مالم یعلم سے مراد علم توحید ہے۔

سوال: اہل چہاردہ خاندان میں امامت حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو ہے یا نہیں؟ اور مرتبہ امامت ووصایۃ میں وہ فوقیت رکھتے ہیں یا نہیں؟

جواب: مشائخ کرام کے تواتر سے اور اولیاء ذوی الاحترام سے منقول ہے کہ تمام سلاسل جناب علی کرم اللہ وجہہ پر منتہیٰ ہوتے ہیں اور یہ کہ سوال میں مذکور ہے کہ قرب ووصابت میں فوقیت رکھتے ہیں یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اکثر محدثین جیسے کہ شیخ عبدالحقؒ وغیرہ محققین نے تصریح کی ہے کہ اس معنیٰ سے کہ اگرچہ تمام صحابہ کرام اور خلفائے عظام نے احکام شریعت اور ملت بیضا کی عزت سے متعلق جناب سرور عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں رہ کر مساوی استفادہ کیا تھا اور آنخضرت ﷺ جہد بلیغ یعنی انتہائی کوشش فرماتے تھے کہ ہر ایک کو شرع شریف کے احکام کی تبلیغ سے

مشرف فرمائیں لیکن آنحضرت ﷺ اسرار حقائق کے کشف سے بعض کو بعض اسرار سے مختص و ممتاز فرماتے ہیں چنانچہ منقول ہے کہ حضرت حذیفہؓ کو منافقین کے علم وامارت کے لئے مختص فرمایا تھا یہاں تک کہ حضرت حذیفہؓ ایک نظر ڈالنے سے جان لیتے تھے کہ یہ مومن ہے یہ منافق ہے۔ یہاں تک کہ ایک دن حضرت عمر ابن خطابؓ حضرت حذیفہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور کہا کہ

"ھل تدری فی من امارات المنافقین شیئا قال لا واللہ"

ترجمہ: کیا تو امور منافقین میں سے کوئی چیز میرے اندر جانتا ہے یا نہیں۔

عرض کیا بخدا ہرگز نہیں اور یہ بھی منقول ہے کہ حضرت مرتضٰی علی کرم اللہ وجہہ کو آنحضرت ﷺ نے بعض علوم واسرار کیلئے مختص و ممتاز فرمایا تھا اور حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ جن احکام واسرار کیلئے مختص کئے جا چکے تھے انہیں ایک دفتر میں مضبوط بنا کر ذوالفقار کے نیام میں محفوظ و مستحکم اپنے پاس رکھتے تھے اور کسی کو ان پر مطلع ہونے نہیں دیتے تھے کہتے ہیں کہ ان علوم میں وصی رسول اللہ ﷺ حضرت مرتضٰی علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ واللہ اعلم۔

سوال: اہل بیت سے محبت رکھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اہل بیت کی محبت آنحضرت ﷺ کی محبت ہے اور بعض اہل بیت آنحضرت ﷺ سے بغض رکھتے ہیں۔

عیاذا باللہ وقد ذھب اکثر المفسرین الی ان المراد بالمودۃ فی القربٰی فی الآیۃ الکریمۃ۔ قُل لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی ط (پ۲۵ شوریٰ)

مودۃ اہل بیت ہے۔ بناء علے ان المراد من القربیٰ قرابۃ رسول اللہ ﷺ ہے۔

آیت کا ترجمہ: تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔

سوال: حضرت قطب الاقطاب حریق المحبت فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے دروازۂ فیض آوازہ میں داخل ہونا درست ہے یا نہیں؟

جواب: حضرت بابا صاحب قدس سرہٗ العزیز کے دروازہ بفیض آوازہ متبرکہ ومشرفہ میں داخل ہونا ان معنوں میں کہ مکان متبرک اور موجب رجاً بہشت ہے۔ یعنی بہشت کی امید کا موجب ہے تو درست ہے اس معنی یعنی خیال سے کہ صرف دروازہ مشرفہ میں داخل ہونے سے گناہ ساقط ہوجاتے ہیں یا داخل ہونے والا قطعی بہشتی ہوجاتا ہے تو درست نہیں ہے۔

"لان القطع بدخول الجنة ليس الا فى حق الانبياء ، والعشرة المبشرة وفى حق غيرهم من صلحاً المُومنين ليس الا الرجا كما يدل عليه ظواهر النصوص وللعرفاً فى امرهم كلام آخر ينشرح منه قلوب المومنين وقد ثبت فى علم العقائد ان ولاية الاولياء رحمهم الله وكرامتهم حق وانكارها ضلال والحاد . ربنا افتح بيننا وبين قومنا بلحق وانت خير الفاتحين اللهم ارنا الحق وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه "امين يارب العلمين (تمت الرسالة المكتوبة من يد مولوی عبدالغفار)

ترجمہ: دخول جنت کا استحقاق بالیقین۔انبیاؑء اور عشرہ مبشرہؓ کے لئے ہے۔جب کہ ان کے علاوہ اہل ایمان وصالحین کا مدار وانحصار رحمتِ ربی کے امید پر ہے جیسا کہ علماء وعارفین اس امر میں دلالت کرتے ہیں آخر الامر یہ کہ اس مسئلہ سے اہل ایمان کا انشراح صدر ہوا ہے اور یہ حقیقت علم العقائد سے بھی ثابت ہے کہ اولیاء کی ولایت اور ان کی کرامت حق ہیں جب کہ ان کا انکار الحاد وگمراہی ہے۔

اے ہمارے ربؒ! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کو واضح فرما تو خیر الفاتحین ہے۔اے اللہ تعالےٰ! احقاق حق اور ابطال باطل کی دولت نصیب فرما۔آمین یارب العالمین۔(مولوی عبدالغفار کے ہاتھ سے لکھا ہوا رسالہ تمام ہواؒ)

عشرہ مبشرہؓ کے علاوہ جنت کی بشارت پانے والے

ملفوظ: مؤلف مناقب شریفہ لکھتے ہیں کہ حضرت فخر الاولیاء قدس اللہ سرہٗ العزیز نے جوابات کے اختتام پر یہ لفظ مبارک زبان پر لائے کہ اگرچہ عوام کے کلام خاص میں قطعی بہشتی وہ عشرہ مبشرہؓ بلاشک وشبہ مقرر ہوئے اور ثابت ہے لیکن یہ حقیقت صرف ان پر منحصر نہیں چنانچہ جب حضور سرورعالم نور مجسم ﷺ غزوۂ بدر میں تشریف فرما ہوئے تو اس موقع پر صحابہ کرامؓ کا لشکر انتہائی کم تھا اس حد تک کہ بعض نے ستر مردوں کا کہا ہے اور کفار بہت زیادہ تھے۔جناب حضرت سرورعالم ﷺ نے انہیں مخاطب کرکے فرمایا کہ ہم اور تم تھوڑے ہیں اور کفار زیادہ ہیں اس صورت حال پر جنگ کیلئے کس طرح دل باندھو گے یعنی تعداد کم ہونے کی بنا پر کس طرح لڑنے کی جرأت کرو گے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی کہ انشاء اللہ تعالےٰ خدا کی

راہِ خدا اور اس کے رسول ﷺ اور اپنے آقا و مولیٰ کے فرمان پر جانیں نچھاور کر دیں گئے۔ حضرت نبی اکرم سرور عالم ﷺ بہت ہی خوش ہوئے اس دوران جبرئیلؑ نازل ہوئے اور حق تعالیٰ کی طرف سے ان صحابہ کرامؓ کے بارے میں یہ حدیث قدسی لائے کہ "یا اہل بدر اعملو ماشئتم فقد غفرت لکم" یعنی اے اہل بدر! جیسے چاہو عمل کرو پس تحقیق میں نے تمہاری بخشش کر دی ہے۔ تمہارے لئے بموجب اس حدیث کے تمام اہل بدر صحابہ واقعی قطعی جنتی ہو گئے۔ ایک دن ان بدری صحابہ کرامؓ میں سے کسی ایک شخص سے جنگ کے بعد کوئی ناشائستہ فعل سرزد ہوا تھا اور ایک شخص نے جناب سرور عالم ﷺ سے شکایتاً گزارش کی آپ ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا چپ ہو جاؤ وہ اہل بدر سے ہے اور بدریوں کے لئے مغفرت کی سند حق تعالیٰ سے ثابت ہے۔ اس جگہ یہ بات محقق ہوئی یعنی واضح ہو گیا کہ عشرہ مبشرہ کے علاوہ یہ حضرات بھی قطعی بہشتی ہیں اور اس کے بعد حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا کہ بعض اولیاءؒ سے مریدوں، زائروں اور ان کے دروازہ پر پہنچنے والوں کو بخشش کے لئے بھی سندیں ہیں چنانچہ حضرت غوث بہاؤالدین زکریا قدس سرہٗ کے بارے میں مشہور ہے کہ ایک دن فرمایا کہ جو بھی ان کا زائر ہوا بخشا گیا اور جنتی ہو گیا اور یہ بھی فرماتے تھے کہ حضرت خواجۂ بزرگ کے ملفوظ میں لکھا ہے کہ ایک شخص فوت ہوا اور حضرت خواجہ بزرگؒ کا یہ معمول تھا کہ ہر جنازہ پر تشریف لے جاتے تھے اس وجہ سے اس شخص کے جنازہ میں بھی شریک ہوئے۔ اس کی تدفین تک وہاں بیٹھے رہے بلکہ لوگوں کے جانے کے بعد بھی کچھ دیر وہاں رکے رہے اس وقت آپ نے دیکھا کہ عذاب کے فرشتے آئے اور میت کو پکڑا اور عذاب دینا شروع کیا۔ پس کیا دیکھتے ہیں کہ فی الفور حضرت

خواجہ عثمان ہرونیؒ تشریف لائے اور فرشتوں کو اور اس کے عذاب سے مانع ہوئے اور فرمایا کہ یہ ہمارا مرید ہے۔ پس فرشتوں نے بجناب رب الارباب عرض کی۔ ندا آئی کہ عثمان کو کہو کہ یہ شخص تمہاری پیروی پر نہ تھا۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ نے عرض کی کہ اگر یہ ہماری پیروی پر ہوتا تو خود بخود بخشا جاتا لیکن اس وقت اس کے بخشوانے کیلئے آیا ہوں کیونکہ وہ ہمارا مرید ہے ہم آ گئے ہیں ہرگز اسے عذاب کرنے نہیں دیں گے۔ رب الارباب کی طرف سے ندا آئی کہ اے فرشتو! اسے چھوڑ دو کہ میں نے اسے عثمانؒ کو بخش دیا ہے بلکہ درمیان وعدہ آیا کہ عثمانؒ کے مریدان بلکہ عثمانؒ کے مریدوں کے مریدوں کو بھی بخش دیں گے۔ حضرت خواجہ بزرگؒ فرماتے ہیں کہ ہم اس شخص کو اپنے پیر کے مریدوں سے نہیں جانتے تھے۔ اتفاقاً معلوم ہوا۔

سبحان اللہ! خود کو کسی کے دامن سے وابستہ کرنا دونوں جہانوں کے چھٹکارہ کا ذریعہ ہے پس حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ العزیز نے اس کے بعد ذکر فرمایا کہ خاص کر ہمارے خاندان عالیہ کا لقب چشت ہے اور بہشت اس سے متصل ہے۔ الحمد لِلّٰہ علیٰ ذلک.

نفس سے خطاب امید شفاعت کیلئے

(1)	ہین وہین اے زشتکار و پر گناہ	کامدی در کہف آن عالم پناہ
(2)	غم مخور از نفسکِ امارہ خویش	وز مکائد و شرِّ دیو زشت کیش
(3)	باسلیمان چونکہ بیعت کردۂ	دان کہ از عقبیٰ نصیبی بردۂ
(4)	چون نہادی دست خود بر دست آن	دست پیغمبر یقیناً ہست آسان
(5)	پس بدستِ غیر نہ سپاردترا	رائگان از دست نگزاردترا



نایاب تصویر بزرگان سلسلہ چشت

بائیں سے دائیں صاحبزادہ محمد یوسف مہاروی (سجادہ نشین قبلہ عالمؒ)، صاحبزادہ محمود بخش مہاروی (پس منظر میں کھڑا بچہ)
حضرت شاہ نصیر الدین دہلوی عرف کالے میاں (سجادہ نشین مولانا صاحبؒ)، صاحبزادہ کریم بخش مہاروی
صاحبزادہ حاجی محمد غوث صاحب مہاروی (گود میں بیٹھا بچہ)، صاحبزادہ محمد حیات صاحب مہاروی

(6)	دست او چون شد یقین دست نبی	پس کجا شانِ نبیِ ابطحی
(7)	زانکہ حق فرمود در فرقان خود	دست پیغمبر یدِ اللہ شد
(8)	آنکہ بیعت می کند با مصطفیٰ	می کند بیعت یقیناً با خدا
(9)	پس چو آن دست نبی از ہر ولی	با سلیمانِ زمان شد منتہی
(10)	وز سلیمان چونکہ بر دستت رسید	پس چرا می ترسی از دیو پلید
(11)	اگر چہ با مکرِ خود آن ملعون زشند	مر ترا در بحر عصیانہا فگند
(12)	کز تو در ہمگی حیات آمد گناہ	گشت احوال تو در ظاہر تباہ
(13)	وز چنین افعال و اقوال بتر	رستن تو مشکل آمد در نظر
(14)	لیک امید راست کاندر آخرۃ	بہر تو از حق بخواہد مغفرت
(15)	از برائے رغم انف آن پلید	در شفاعت تو کند سعی مزید
(16)	تا کہ از فقد مراد خویشتن	چاک سازد بر تن خود پیرہن
(17)	زانکہ چون مقصود اعظم آن عدو	بود تعذیب تو از عصیان تو
(18)	پس چو موجب پاس خاطر آن شفیع	بخشد ت حق جملہ افعال شنیع
(19)	ماند او از کار خود در خود خجل	از چنین بے سود کوشش منفعل
(20)	از تغابن کف زنان بر فرق ورو	غیر حسرت ہیچ نی در دست او
(21)	نیز از اوصاف آن عالی جناب	ہست ابعد بے خلاف وارتیاب
(22)	اینکہ خود باشد بہ جنت در نعیم	بندگانش در عذاب اندر جحیم
(23)	چونکہ دارد وجہۂ وقرب کمال	در جناب مستطاب لایزال
(24)	خواہد از حق بندگان خویش را	عاصیان و مجرمان بدکیش را

(25) خواہشش رانیز حق سازد قبول	زانکہ سَبَقَتْ رَحْمَتی کردہ نزول
(26) پس مشوای مبتلاءِ نفس و دیو	کہ ترا انداز داندر دام دیو
(27) ناامید از دستگیری آن کریم	ہم ز رحمت وفضل غفار رحیم
(28) کز شفاعت او بگردی بے نصیب	حق ز رحمت خود شود آن را مجیب
(29) چون ترا ز آغاز کاری بوالفضول	با فضولی کردہ است آندم قبول
(30) کی نماید مر ترا پس واگزار	از کرامت ہاءِ خود انجام کار
(31) زانکہ ذات او کریم است و رحیم	قَدْ وَفَی قَطعاً اِذَا وَعَدَ الْکَرِیْم
(32) شکر صد شکر است کا بیز دو مر ترا	کردہ است از آنِ آن خیر الوریٰ
(33) سایہ او بر سر من تا قیام	باد گستردہ فراخ و مستدام
(34) یاالٰہی کن ز فضل عام خویش	وز عناء یتہائی نیک انجام خویش
(35) مر ورا اذن شفاعت خواہیم	چون بخواہد کن قبولش از کرم

(36) بے حساب و بے عذاب و بے عتاب: اُدْخُلِ الْجَنَّۃ مَرَ اوردہ خطاب (آمین ثم آمین)

ترجمہ: (1) ہاں! ہاں! اے بدکار اور سراپا گناہ تو اب اس عالم پناہ کی بارگاہِ پناہ میں آچکا ہے۔

(2) اپنے سرکش نفس اور برائی کرانے والے شیطان کے شر اور اس کے مکر و فریب سے مت گھبرا۔

(3) تو نے چونکہ حضرت خواجہ شاہ سلیمان قدس سرہٗ سے بیعت کی ہے اس لئے جان لے کہ تو نے آخرت کا نصیبہ پالیا ہے۔

(4) جب تو نے اپنا ہاتھ ان کے دست مبارک پر رکھا ہے یقیناً ان کا ہاتھ حضرت

پیغمبر ﷺ کا مبارک ہاتھ ہے۔

(5) پس وہ تجھے غیر کے حوالہ نہ فرمائیں گے اور تیرے ہاتھ کو رائگان نہ چھوڑیں گے۔

(6) جب یقین کے ساتھ واضح ہے کہ ان کا ہاتھ مبارک نبی کریم ﷺ کا دست مبارک ہوا پس نبی ابطحی ﷺ کی شان مبارک بہت بلند ہے۔

(7) اس لئے حق تعالےٰ جل شانہٗ فرقان حمید میں پیغمبر علیہ السلام کے دست مبارک کو" ید اللہ "فرمایا ہے۔

(8) جو بھی حضور پر نور ﷺ سے بیعت کرتا ہے۔ وہ یقیناً خداوند کریم سے بیعت کرتا ہے۔

(9) پس جب نبی کریم ﷺ کا دست مبارک ہر کامل ولی پر ہے اور حضرت سلیمان زمانؒ پر بھی انتہا پہنچ گئی۔

(10) حضرت خواجہ شاہ سلیمانؒ تک چونکہ تیرا ہاتھ پہنچ گیا۔ پس تو شیطان پلید سے کیوں ڈرتا ہے۔

(11) اگر چہ معلون وخوار نے اپنے مکر وفریب سے تجھے گناہوں کے سمندر میں ڈالا ہے۔

(12) اگر پوری زندگی تجھ سے گناہ سرزد ہوئے اور جس سے تیری ظاہری حالت تباہ وبرباد ہوگئی ہے۔

(13) اور ایسے بدتر احوال واقوال کی وجہ سے تیرا چھٹکارہ پانا مشکل نظر آتا ہے۔

(14) لیکن آخرت میں امید ہے کہ وہ تیرے لئے حق تعالےٰ سے مغفرت وبخشش

چاہیں گے۔

(15) اس ناپاک دجل وفریب سے بچانے کیلئے تیری زیادہ سے زیادہ شفاعت کی کوشش فرمائیں گے۔

(16) یہاں تک کہ اس مقصد کیلئے اپنے جسم سے پیراہن بھی چاک کردیں گے۔

(17) چونکہ اس دشمن کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ تیرے گناہوں کی وجہ سے تجھے عذاب دلادے۔

(18) پس چونکہ اس شفاعت کرنے والے کی دلی تمنا کے مطابق حق تعالےٰ تیرے گناہوں کو بخش دے گا۔

(19) پس وہ اپنے کیے پر خود شرمندہ ہوجائے گا۔ اتنی ناتمام کوشش کے باوجود نادم ہوکر رہے گا۔

(20) زیان کاری اور نقصان کی وجہ سے وہ عورتوں کی طرح ہاتھ اپنے سر پر مارے گا بغیر حسرت کے اسے کچھ نہ ملے گا۔

(21) نیز اس عالی جنابؐ کے اوصاف سے یہ بہت بعید ہے کہ وہ تیرے حال سے بے توجہی فرمائے۔

(22) کہ وہ خود نعمتوں والی جنت میں ہوں اور ان کے خادم اور غلام عذاب جہنم میں مبتلا ہوں۔

(23) چونکہ آپ کمال قرب اور وجاہت رکھتے ہیں اس لئے اللہ تعالےٰ کے جناب میں ہر طرح خوش ہوں گے۔

(24) حق تعالےٰ سے وہ اپنے گناہ گار، مجرم، بدخصلت اور عاصی غلاموں کی بخشش

چاہیں گے۔

(25) ان کی تمنا کو حق تعالےٰ قبول فرمائے گا اس لئے کہ اس نے سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ کا فرمان نازل فرمایا۔

(26) پس تو نفس اور شیطان کے ساتھ مبتلا نہ ہو جا کیونکہ شیطان تجھے اپنے مکر کے جال میں پھنسا دے گا۔

(27) کیا تو اس کریم کی دستگیری سے اور غفار و رحیم کی فضل و رحمت سے بھی ناامید ہے؟

(28) یہ امید ہی نہ رکھ کہ تو اس کی شفاعت سے محروم رہے گا تو حق تعالےٰ اپنی رحمت سے قبول فرمائے گا۔

(29) چونکہ تیرا کام شروع ہی سے فضولیات سے متعلق ہے اس کے باوجود تجھے اس نے اس وقت قبول کیا ہے۔

(30) پس وہ تجھے کس طرح چھوڑ دے گا اپنی کرامتوں سے تیرے کام کو انجام تک پہنچائے گا۔

(31) اس لئے کہ اس کی ذات کریم ہے اور رحیم یقیناً کریم اپنا وعدہ وفا کرتا ہے۔

(32) شکر ہے صد شکر ہے کہ اسی وجہ سے اس نے تجھے خیر الوریٰ کی بارگاہ میں پیش کر دیا ہے۔

(33) انؐ کا سایہ قیامت تک میرے سر پر سایہ فگن رہے اور میں ان کی پناہ میں رہوں۔

(34) اے اللہ! اپنے فضل عام سے اور اپنی عنایات سے انجام نیک فرما۔

(35) خاص کر ہم انؓ کی شفاعت کے طالب ہیں جب وہ چاہے تو اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرما۔

(36) بغیر حساب کے اور بغیر عذاب کے اور عتاب کے مجھے جنت میں داخل ہونے کا حکم فرمادے۔ (آمین ثم آمین)

غائبانہ بیعت کا جواز وثبوت

ملفوظ: ایک دن محفل شریف میں جناب صاحبزادہ نور احمد صاحب مہارویؒ سے ذکر چھڑا کہ غیر حاضر یعنی غائب مرید کا سند حاصل کرنا جائز ہوگا؟ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ سندات کی بہت سی وجوہات ہوسکتی ہیں۔ غائب مرید کی سند اول حضرت سرور کائنات ﷺ سے ثابت ہے اور تحقیق یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسول کریم ﷺ کعبۃ اللہ حرسہا اللہ کی زیارت اور عمرہ کیلئے اپنے اصحاب کرامؓ کے ہمراہ مکہ شریف زادہا اللہ شرفاً کی طرف تشریف فرما ہوئے تھے۔ جب حدیبیہ کے مقام پر جو کہ مکہ شریف کے قریب ہے پہنچے۔ تو مکہ والے یعنی قوم قریش آنحضرت ﷺ کے اس ارادے سے مطلع ہوئے۔ اور انہوں نے کہلا بھیجا کہ ہم تم کو مکہ شریف آنے اور داخل نہیں ہونے دیں گے۔ یہ فتح مکہ سے پہلے کا واقعہ ہے۔ پس آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو سفیر کے طور پر قریش سے اس بات پر صلح کرانے کیلئے بھیجا کہ ہم صرف زیارت وعمرہ کیلئے آئے ہیں اور تم کو ہم سے کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچے گا۔ جب حضرت عثمانؓ وہاں پہنچے اور واپسی میں کچھ تاخیر ہوئی۔ تو افواہ پھیل گئی کہ مکہ والوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا۔ جب یہ اطلاع حضور ﷺ کو پہنچی تو

حضور ﷺ نے تمام صحابہ کرامؓ کو جو ساتھ آئے ہوئے تھے طلب فرمایا اور فرمایا کہ اگر چہ تمہاری سابقہ بیعت ثابت ہے کہ تم اس پر قائم ہو۔ اور خدا اور سول کے فرمان کے تحت یہاں جتنے موجود ہو امر جنگ کیلئے تم پھر مجھ سے بیعت کرلو تا کہ خدا اور رسول کے ساتھ تمہارا تعلق زیادہ محکم تصور ہو جائے۔ اور مکہ والوں سے جنگ کیلئے دل و جان کے ساتھ رجوع کرو اور متوجہ ہو جاؤ۔

پس تمام صحابہ کرامؓ نے دوبارہ بیعت کی۔ پس آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کونسا صحابیؓ رہ گیا۔ عرض کی سب نے بیعت کی ہے۔ مگر حضرت عثمان غنیؓ جو موجود نہیں ہیں اور ان کی شہادت کی خبر پہنچی ہوئی ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ عثمانؓ کی بیعت بھی دوبارہ ہونی چاہیے۔ شاید اس وقت نورِ نبوت سے آپ کو معلوم ہو چکا تھا کہ حضرت عثمان غنیؓ زندہ ہیں۔ پس آپ ﷺ نے اپنا بائیں ہاتھ مبارک باہر لے آئے اور اوپر اٹھایا اور فرمایا کہ یہ عثمانؓ کا ہاتھ ہے۔ اور اپنا دائیں ہاتھ مبارک اٹھایا اور فرمایا کہ یہ رسول ﷺ کا ہاتھ ہے۔ پس اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ دیا اور بیعت فرمائی۔ اسی لحہ یہ آیت شریفہ نازل ہوئی "لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ" (پ۲۶ فتح)

ترجمہ: بے شک اللہ راضی ہوا۔ ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے۔

حضرت عثمانؓ اس بیعت کے بعد خیر و عافیت سے پہنچے۔ تو پس غائبانہ بیعت کی سند کیلئے یہی قوی سند ہے۔ اور فرمایا کہ اگر کوئی شخص حاضر ہونے سے مجبور و لاچار ہو تو وکیل کو بیعت کیلئے خدمت میں بھیجے اور وہ بزرگ اسے مرید کرلے اور وہ بھی

بالواسطہ مرید ہو جائے۔ اس طریقے پر بزرگوں نے یہ ترکیب بیان فرمائی کہ اپنے ہاتھ کے نشان کو کپڑے پر یا کاغذ پر صندل یا پاک زعفران سے بنا کر بھیجے اور وکیل بھی بھیجے اور اس اہل ارادت سے کہلا بھیجے۔ کہ اس نقش پر ہاتھ رکھ کر کہے کہ فلاں پیر اور فلاں سلسلہ میں مرید ہوا ہوں۔ اور وظائف میں جو کچھ پیر لکھ کر بھیجے اس پر عمل کرے پس وہ تحقیق سے مرید ہو جائے گا اور یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی کپڑے کا رومال بھیجتا ہے اور وہ صاحب ارادت اس رومال پر اپنا ہاتھ رکھ کر مریدی اختیار کرے۔ اس کو بھی بزرگوں نے جائز کہا ہے ایک طریقہ یہ ہے کہ ایسے موقع پر جب کہ بہت سے لوگ جمع ہو جائیں تو بزرگ ایک کپڑا لمبا کر کے ان کو کہے کہ سب اس کپڑے کو پکڑیں اور بزرگ ترکیب بتائے اس طرح بھی بیعت درست ہے۔ خاص طور پر عورتوں کی بیعت کا طریقہ یہی ہے۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے یہ بھی فرمایا کہ مرید ہونا میت کا اور بیعت اس کا درست ہے۔ اور وہ مرید ہوگا۔ چنانچہ ایک دنیادار شخص سفر میں کہیں فوت ہوا۔ اس کا سر برابر جنبش کر رہا تھا آرام نہیں کر رہا تھا۔ علماء سے پوچھا گیا لیکن اس کا جواب اور وجہ معلوم نہ کر سکے۔ آخر ایک صاحبِ دل بزرگ کے پاس گئے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ شاید کسی ولی کا مرید نہ ہوا لہٰذا اسے ٹوپی اور شجرہ دے دو۔ لوگوں نے ٹوپی اس کے سر پر رکھی اور شجرہ اس کے سینے پر رکھا۔ اس کا سر جنبش کرنے سے رک گیا اور سکون میں آ گیا اسی وجہ سے مریدی یا مرید ہونا بھی اچھا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ سبع سنابل میں لکھا ہے کہ بیعت کرنا یا مرید ہونا۔ نا متولد کا بھی درست ہے چنانچہ سید فتن نامی جو کہ زید پور کا رہنے والا تھا اس کا بیٹا پیدا ہوا اور وہ شیخ قمیؒ جو کہ ایک بزرگ تھے ان کے پاس آیا اور اپنے بیٹے کو مرید کرنے کا کہا۔ شیخ نے

نور باطن سے دریافت کیا اور کہا کہ اس کے پانچ بیٹے پیدا ہونے ہیں۔ انہیں پانچ کلاہ اور پانچ شجرہ دے دیئے۔ اور کہا کہ وہ سارے میرے مرید ہیں اور ایسا ہی ہوا۔ سید اشرف جہانگیر نے فرمایا کہ میں جس کسی کو مرید کرتا ہوں تو اس کا نام اپنے مریدوں میں لوح محفوظ میں دیکھتا ہوں اور انہیں مغفور یعنی بخشا ہوا پاتا ہوں۔ اور بعض مریدوں سے فرماتے تھے کہ تمہاری دو تین پشتوں سے ہم نے اسفل کو بھی قبول کیا اور اس میں لکھا ہوا ہے کہ فلسطین قوم کے لوگوں میں سے چند نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور ان کے مرید ہوئے تو ان کی اولاد جو پیدا ہو چکی تھی اور وہ اولاد جو پیدا ابھی نہیں ہوئی تھی ان سب کو مریدی میں قبول کیا۔ یہاں سے نا زائدہ پشت در پشت مرید ہونا بھی جائز ہو گیا لیکن شرط یہ ہے کہ ایسا بزرگ کامل، صاحب نظر صاحب بصیرت اور نورِ دل رکھتا ہو اور لوح محفوظ کو بھی نظر میں رکھتا ہو۔ پس اس موقع پر حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ایسے بزرگان جو لوح محفوظ میں اپنے مریدوں کی مغفرت دیکھتے ہیں ایسے فضیلت کے حامل بزرگ خاندان چشت میں زیادہ تعداد میں ہیں کیونکہ جو آدمی بھی اس سلسلہ میں بیعت کرتا ہے اور داخل ہوتا ہے وہ اس سلسلہ میں داخل ہوتے ہی مغفور ہو جاتا ہے مریدوں کی بخشش کیلئے اس خاندان کے سلسلہ کا صرف مرید ہونا اور کہلانا ہی کافی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ غائبانہ مرید ہونے کے بارے میں یہ سندیں جو کتب کے مطابق ہیں اور نبی اکرم ﷺ کے ارشاد و عمل سے واضح ہے۔ لیکن کسی بزرگ کا خواب میں مرید ہونے کے بارے فرمایا کہ اگر کوئی بزرگ اہل حیات سے ظاہری طور پر یا وصال کے وقت کسی کو مرید کرے تو جائز ہے مگر اس معنی کی پختگی مرید کے احوال پر ہی موقوف و مرتب ہے اور کچھ لوگ اسے زیادہ مشہور بتاتے

ہیں اور کہتے ہیں کہ میاں سلطان باہوؒ اس ملک میں اور میاں عبدالخالق بزرگؒ اسی جہت سے بتائے جاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

خواب میں کسی کامل بزرگ کو دیکھنا

ملفوظ: ایک دن رؤیا یعنی خواب کے بارے میں ذکر ہوا۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ کسی کامل بزرگ کی صورت خواب میں دیکھنا حق ہے۔ کیونکہ شیطان اس کی مثل نہیں ہوسکتا۔ لیکن حُلیہ سے وہ دیکھتا ہے۔ چنانچہ حضور سرورکائنات ﷺ کو خواب میں دیکھنا، زیارت کرنا اس طرح مثلاً ایک دانت مبارک شکستہ دیکھتا ہے تو درست ہے۔ لہٰذا تاکید ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا حلیہ مبارک یاد کرنا واجب ہے اور بزرگان دین کا حلیہ بھی خاص کر اپنے شیخ کا حلیہ بھی ضرور یاد رکھے۔

ارادت اور مشیت

ملفوظ: ایک دن ذکر ہوا کہ ارادہ کیا ہے اور مشیت کیا ہے؟ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا کہ ارادت یہ ہے کہ اسے اس پر مطلع ہونا جائز ہے نہ کہ مشیت پر۔ انبیاء علیہ السلام اور اولیاءؒ مشیت سے اس لئے خوف کرتے ہیں کہ اس کی وجہ مشتبہ ہونا کیا ہے۔ اس کا قبول کرنا یا نہ کرنا لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور مشتبہ ام الکتاب میں بھی مذکور ہوا۔ ام الکتاب کو بغیر اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔

خرقہ کی پانچ وجوہات اور تفصیل

ملفوظ: ایک دن شمائل نقباء کے بارے کسی نے ذکر کیا اور پوچھا کہ خرقہ

کتنی وجہ سے ہے جو کہ حضرت پیغمبر ﷺ سے اصحاب کرام رضوان اللہ کو پہنچا اور اولیاء سے مریدوں کو پہنچتا رہا۔ چنانچہ حضرت پیغمبر ﷺ سے ایک خرقہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو پہنچا اور ایک حضرت علیؓ کو ملا۔ نیز کون سے پارچہ یعنی خرقہ کے کپڑے سرور کائنات ﷺ سے علیحدہ علیحدہ دوسرے صحابہ کرامؓ کو پہنچے اور ان تمام پر برکات اور فائدے مرتب ہوئے اور ان سے اولیاء اللہؒ نے بھی مریدوں کو عطا کئے؟ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ہاں! خرقہ کی پانچ وجوہات ہیں جو کہ یہ ہیں۔

(1) ایک خرقہ ارادت (2) دوم خرقہ محبت (3) سوئم خرقہ تبرک
(4) چہارم خرقہ صحبت (5) پنجم خرقہ حقیقی

اجمالی تفصیل:

1: خرقہ ارادت اسے کہتے ہیں جو کہ بزرگان بیعت کے دن مریدوں کو دیتے ہیں اور انہیں توبہ وتقویٰ کا حکم فرماتے ہیں۔

2: خرقہ محبت اسے کہتے ہیں کہ مرید کو ارادت کے بعد شفقت سے کلاہ یا دستار یا چادر دیتے ہیں اور یہ برکت اور نعمت سے خالی نہیں ہے۔

3: خرقہ تبرک یہ ہے کہ شیخ اپنے مرید کو یا کسی دوسرے طالب کو اس کی درخواست پر عطا کرے اس میں بھی بہت برکت اور فائدہ ہے۔

4: خرقہ صحبت یہ ہے کہ جناب شیخ اپنے مرید کو دور کی مسافت کے بعد دوسری نعمتوں کے قابل جان کر اپنا قرب اور صحبت عطا فرمائے اس طرح شیخ اسے خرقہ بھی عطا کرتا ہے۔

5: خرقہ حقیقی یہ ہے کہ شیخ اپنے کسی خاص مرید کو کاموں کی بہتری ظاہر و باطن

دینی دنیوی امور، قلیل اور کثیر کے معاملات میں اس مرید کے متکفل ہو جائے اور اس کے حق کو لازم سمجھے اور اس مرید کو حق تک پہنچائے اور دوسرا کوئی نہیں جانتا جو کہ شیخ یہ خرقہ صرف اسے عطا کرتا ہے اور یہ شیخ کا حق ہے کہ اس کی تربیت کرے۔ اگر مرید ازلی قابلیت کا حامل ہو تو شیخ اسے ارادۃ کے دن خرقہ حقیقی دے دیتا ہے اور اگر اس دن نہ دے تو پھر درجہ بدرجہ کمالات تک پہنچاتا ہے اس کے بعد اسے خرقہ حقیقی عطا کرتا ہے۔

حق تعالےٰ کی معرفت

ملفوظ: ایک دن محفل شریف میں صاحبزادہ میاں نور احمد صاحبؒ کی زبان مبارک پر یہ بات آئی کہ کیا حق تعالےٰ کی معرفت مجاہدات شاقہ اور ریاضات تامہ سے ہی حاصل ہوتی ہے؟

حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ میرے قبلہؒ! حقیقت یہی ہے لیکن حق کا حصول اور اس کی معرفت اللہ تعالےٰ کے فضل اور شیخ کی مطلق توجہ محبت پر منحصر ہے۔ اور سب سے افضل یہ ہے پیر کامل مرید کے حال پر خصوصی توجہ فرمائے۔ چنانچہ حضرت قبلہ عالمؒ نے اس بندہ پر خصوصی کرم فرمایا۔ جبکہ یہ بندہ کبھی کسی خواہش یا کام کیلئے جناب والا کے حضور حاضر نہ ہوا۔ تو اس بنا پر آنجنابؒ محبت اور شفقت مجھ پر دوسروں سے زیادہ بلکہ انتہا درجے کی مہربانی فرماتے۔ چنانچہ سینکڑوں لوگوں میں سے آپؒ میرے دستگیر سب سے زیادہ ہوئے۔ جو کچھ بھی اور جتنا بھی عطا فرمایا محض اپنی محبت اور شفقت سے عطا فرمایا ورنہ مجھ سے آپ کو کونسی آمدنی ہو سکتی تھی۔ صاحبزادہ

صاحبؒ نے فرمایا۔ اگر چہ آپ قبلہء عالمؒ کی اولاد بھی تھی۔ لیکن ان سے بھی زیادہ آنجناب سے محبت فرماتے تھے۔ لیکن اس وقت حضور خود ان کی محبت میں گرفتار ہیں۔

فرمایا کہ یہ بھی ان کی مہربانی سے ہے۔ آپؒ نے پھر یہ شعر پڑھا۔

اگر از جانب معشوق نباشد کششے
کوشش عاشق بے چارہ بجائی نہ رسد

ترجمہ: اگر معشوق کی طرف سے کشش و محبت نہ ہو تو عاشق بے چارہ کی کوشش کسی مقام پر نہیں پہنچ سکتی۔

اس کے بعد جناب فخر الاولیاء قدس سرہ نے یہ لفظ بھی فرمایا کہ اگر مرید پیر پر عاشق ہو گا تو وہ بلند درجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ وہ اس طریقہ پر ظہور میں آتا ہے کہ پہلے پیر عاشق ہو جاتا ہے پھر پیر کے عشق کا اثر مرید میں ضرور عائد ہوتا ہے۔ بلکہ اگر اس سے زیادہ ہو تو شایان و بہتر ہے۔

حضرت خواجہ قطب صاحبؒ اور بابا فرید صاحبؒ کی پہلی ملاقات

اس مقام پر فرمایا کہ پہلے حضرت خواجہ قطب الدین کا کی اوشیؒ صاحب قدس سرہ نے جناب بابا صاحب قدس سرہ کو ملتان میں دیکھا اور خود ہی پوچھ لیا۔ کہ اے میاں درویش کیا پڑھ رہے ہو۔ بابا صاحبؒ نے جواب میں عرض کیا "کتاب نافع" فرمایا خوب پڑھو نفع آیاب ہو جاؤ گے یہ فرمان حضرت خواجہ قطب صاحبؒ کی محبت کی وجہ سے اور پیر کی محبت مرید پر اس کی حقیقی خوش قسمتی کی وجہ سے تھی۔ پس بابا

صاحبؒ کا نصیبہ اس جناب سے وابستہ ہو چکا تھا جو کہ مل گیا۔ لیکن بابا صاحبؒ کو اپنے پیر سے ایسی محبت ہوئی کہ ان کی خدمت کیلئے آنکھ نکال کر دیدی۔ اور پیر کی محبت اس حد تک بڑھی کہ ان آنکھوں کے مقابلے محبت شیخ کو ترجیح دیتے تھے۔ پھر ادھر یہ ہوا کہ حضرت سلطان المشائخ جو ابھی دور تھے کہ بابا صاحبؒ پہلی ہی نظر میں ان پر عاشق ہو گئے اور محبت یاب ہو کر یہ شعر پڑھا۔

؎ اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ

سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

ترجمہ: اے محبوب! تیری جدائی کی آگ نے دلوں کو کباب کر دیا اور تیری محبت سے بہنے والے آنسوؤں کے سیلاب نے جانوں کو ویران کر دیا۔

پھر اسی وقت آپ نے حصولِ معرفت حق کی کلاہ ان کے سر پر رکھ دی۔

جسم یہاں اور روح محبوب کے کوچہ میں

ملفوظ: جسمانی ضعف و کمزوری کی وجہ سے جب مہار شریف جانے سے رہے تھے یعنی مہار شریف نہ جا سکتے تھے۔ تو ان ایام میں ایک دن اسی سلسلہ میں بہت ہی افسوس فرماتے ہوئے جناب صاحبزادہ خواجہ محمود صاحبؒ کے ساتھ مکالمہ ہوا۔ تو آپ نے یہ رباعی پڑھی ؎

(1) یاد آں روزی کہ در میخانہ منزل داشتیم

جام می در دست جانان در مقابل داشتیم

(2)　قصہ کوتاہ کز شمول فیض پیرے می فروش

بود حاصل ہر تمنائی کہ در دل داشیتم

ترجمہ: (1)　وہ دن یاد ہے جب ہم شراب خانہ میں رہتے تھے یعنی اپنے شیخ سے قرب حاصل کر کے شراب وحدت کے مقام پر رہتے تھے۔ اور محبوب کے ہاتھ سے شراب کا پیالہ اپنے مقابل رکھتے تھے۔

(2)　قصہ مختصر یہ کہ شراب وحدت کے بیچنے والے پیر کے فیض سے جو تمنا بھی ہم اپنے دل میں رکھتے تھے وہ سب کچھ ہمیں حاصل ہوتا تھا۔

اور جناب صاحبزادہ صاحبؒ کو مخاطب کرتے ہوئے یہ مصرعہ بھی فرمایا۔ کہ صاحبزادہ صاحبؒ۔ ع　جسم این جاست جان در کوئی دوست

ترجمہ: میرا جسم یہ ہے یعنی یہاں ہے اور روح دوست کے کوچے میں ہے۔

حال اور قال میں فرق

ملفوظ:　اس موقع پر حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے مناقب عشقیہ جو انہوں نے اپنے پیر کامل حضرت قبلہ عالمؒ کے بارے میں مؤلف مناقب سے اپنے حال کے مطابق حکایت کی صورت میں بیان فرمایا چونکہ اس حکایت کے ضمن میں بہت سے فائدے تھے اور مقصود بھی منتخب ذکر ملفوظات پر مشتمل تھا اس لئے یہاں تحریر کی جاتی ہے۔ چنانچہ ایسے بیان کرتے ہیں کہ نیاز آ گین ایک مرتبہ پاکپتن سے حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس پر شام کے وقت پہنچا۔ جبکہ اس وقت گرد آلود ہوا چل رہی تھی۔ خانقاہ شریف پر گیا۔ اور حضرت قبلہ عالمؒ کے خانقاہ پر حاضری دی زیارت سے مشرف ہوا۔

اس دوران اندھیری رات اور گرد آلود ہوا نے تاریکی زیادہ کی تھی۔ پس نیاز آگین حضرت قبلہ عالمؒ کی زیارت سے فارغ ہو کر حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی زیارت کیلئے روانہ ہوا۔ اس وقت مکان لنگر خانہ میں ڈیرہ کئے ہوئے تھے۔ اس وقت آپ مکان کے ایک گوشہ میں مشغول عبادت تھے۔ اور رات بھی اندھیری تھی مشغولی کے وقت میں نے حاضر ہونے کی جرأت نہ کی۔ پس میں مولوی قادر بخش کے پاس گیا کہ وہ بھی اس جگہ ایک کونے میں وظائف میں مشغول تھے۔ ان کی جائے نشست کے قریب جہاں حضرتؒ کا ڈیرہ تھا وہاں چلا گیا۔ چونکہ مولوی صاحب بندہ سے واقفیت رکھتے تھے تو اسی شغل و مصروفیات کے دوران ملاقات ہوگئی اور خیر و عافیت دریافت کی۔ پس مجھے کہا، جاؤ حضرت صاحبؒ کی زیارت کرو۔ میں نے کہا نازک وقت ہے اور تاریکی ہے۔ کہا کوئی مضائقہ نہیں۔ ضرور جاؤ اور حاضر ہو جاؤ۔ بندہ ان کے کہنے پر چلا گیا۔ چند قدم آگے جا کر کھڑا ہو گیا۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حافظ! کیوں کھڑے ہو۔ آگے آ جاؤ حاضر ہوا۔ حضرت صاحب قبلہؒ نے مہربانی فرماتے ہوئے پوچھا کیوں کھڑے تھے۔ میں نے عرض کی کہ وقت کو نازک سمجھا اور رات کی تاریکی کا خیال کیا کہ کہیں پہچانا نہ جاؤں۔ پس از راہ شفقت فرمایا کہ ہم نے تم کو اس وقت پہچانا، جب تم حضرت قبلہ عالمؒ کی زیارت کر رہے تھے۔ یہاں بھی جو نہی آئے تو ہم نے تمہیں پہچان لیا۔ بندہ نے سر جھکا لیا اور قدم بوسی کی۔ پھر فرمایا کہ اچھا کیا کہ حضرت قبلہ عالمؒ کی زیارت کر کے آئے ہو۔ اسی طرح کیا کرو۔ پس خیریت پوچھنے لگے اور بہت مہربانی فرمائی جو کہ میں جانتا ہوں یا میرا دل۔

؎ نیاید شرح آن ذوق بہ اقلام   کجا در قال آید ذوق حالی

ترجمہ: اس ذوق کا بیان قلموں سے نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں احال کا ذوق بات چیت سے کس طرح ادا کیا جاسکتا ہے۔اس لئے کہ حال اور قال میں بہت فرق ہے۔

اس وقت بندہ کے دل میں یہ بات تھی کہ حضور قبلہؒ سے دریافت کروں۔کہ میں اپنے واقف کار ایزدخان افغان کے قریب ڈیرہ رکھنا چاہتا ہوں۔اگر اجازت ہو۔چنانچہ آنجنابؒ نے خود ہی فرمایا کہ تم ایزدخان کے پاس ڈیرہ کرلو۔فرمایا مولوی قادر بخش کو کہو کہ کوئی واقف کار آدمی تمہارے ہمراہ کرلے تاکہ تمہیں خان مذکور کے پاس پہنچا آئے۔پس نیاز آگین قدم بوسی کر کے رخصت ہوا۔

فائدہ

مسکین بے تسکین کاتب منتخب کہتا ہے۔کہ شیخ کا مرید کے احوال کو جاننا فنا کے اثر سے ہے۔کیونکہ فنا میں معتبر صفات کا تبدیل ہونا ہے۔جو صفات بشریت سے صفات حق میں منتقل ہو کر متصف ہو جاتے ہیں۔اور بصرِ حق تمام مبصرات پر محیط ہے۔ اور اس کا علم تمام معلومات کیا باطنی اور کیا ظاہری سب پر محیط ہے۔کیونکہ

(1) وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْر

(2) وَيَعْلَمُ مَافِي السَّمٰوٰاتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

ترجمہ: (1) جو کچھ دلوں میں ہے اللہ جانتا ہے۔

(2) اور وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

اور یہ فنا کا ادنیٰ مرتبہ ہے ان کے مراتب سے۔اور چونکہ ستر احوال کو اپنے اوپر واجب جانتے ہیں۔لہٰذا جو بھی آتا ہے تجاہل بن کر پوچھتے ہیں کہ کون ہو؟ کہاں

سے آئے ہو؟ مگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی خاص آدمی کے سامنے ایسا امر ظاہر فرما دیتے ہیں۔ ؎

(1)	عرش وکرسی وآسمان لوح وزمین	می بود روشن بہ پیش شیخ دین
(2)	حال وراز دل ہم از جن وبشر	بیند وی باشد از وی باخبر
(3)	سمع وبصرش رادلیل از حق بود	زانکہ در حق فانی مطلق بود
(4)	چونکہ بی یبصر ویسمع شد عیان	وحدالاثنان قدتم البیان
(5)	حال مستر شد بہ بیند در عیان	دور باشد یا کہ نزدیک از میان
(6)	در بلا یاری دہد رحم کند	با نکیر اازوی جواب اومی دہد
(7)	طالبان را باخدا برساند او	زانکہ راہ وصل را داند او
(8)	گر ترا یاری دھد عقل مہیں	باش دائم امرونہیش رار ہین
(9)	تا مگر بر حال تو رحمی کند	جان تو از قید ہستی وارہد

ترجمہ: (1) عرش اور کرسی اور آسمان اور لوح اور زمین شیخ دین کے سامنے روشن وواضح ہوتے ہیں۔

(2) جن اور انسان کے دلوں کے راز دیکھتا ہے اور اس کے بارے خبر بھی رکھتا ہے۔

(3) ان کا سننا اور دیکھنا حق کے دیکھنے سننے کی دلیل ہے اس لئے کہ وہ حق تعالےٰ میں مطلق فنا ہوتا ہے۔

(4) چونکہ "بی یبصر ویسمع" سے صاف عیان ہوا کہ ان کا بولنا، سننا وغیرہ سب اسی کی عطا سے ہے۔

(5) حال پوشیدہ ہو، دور ہو، یا نزدیک ہو یا درمیان میں ہو وہ اسے ظاہر و عیاں دیکھ لیتا ہے۔

(6) مصیبت میں وہ مدد کرتا ہے اور رحم کرتا منکر نکیر کا جواب وہ دیتا ہے۔

(7) طالبان حق کو حق تعالےٰ تک پہنچاتا ہے اس لئے کہ وصل کی راہ کو وہ جانتا ہے۔

(8) اگر تیری عقل سلیم تیری صحیح رہنمائی کرتی ہے تو ہمیشہ اس کے امر و نہی پر عمل پیرا رہ یعنی امر پر عمل کرتا رہ اور نہی سے بچتا رہ۔

(9) شاید وہ تیرے حال پر رحم کرے اور تیری ہستی و جان کو چھٹکارہ دلائے۔

تذکرۂ عشق

ملفوظ: ایک دن عشق کے تذکرہ کے دوران حضرت فخر الاولیاءؒ نے یہ اشعار پڑھے تھے۔

(1)	نظر بر نیکیوان شرک است معہود	نہ این بدعت من آوردم بہ عالم
(2)	حدیث عشق گر گوئی گناہ است	گناہ اول زحوا بود و آدم
(3)	اگر دعویٰ کنی پرہیزگاری	مسلم دارمت واللہ اعلم

ترجمہ: (1) اپنی مقرر نیکیوں پر نظر رکھنا شرک ہے اور یہ بدعت میں دنیا میں نہ لاؤں گا۔

(2) عشق کی بات اگر کہے گا تو گناہ ہے اور یہ لغزش سب سے پہلے آدم و حوا سے سرزد ہوئی۔

(3) اگر تو پرہیز گاری کا دعویٰ کرتا ہے تو میں تیری یہ بات مانتا ہوں۔ اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

اپنی بیعت کا مختصر حال بتایا

ملفوظ: ایک دن اپنی بیعت کے آغاز سے متعلق ذکر فرمارہے تھے۔ جیسا کہ گزرا ہے کہ میں حضور قبلہؒ کی خدمت میں رہنا چاہتا تھا اور حضرت قبلہ عالمؒ پڑھنے کے بہانہ سے اپنے پاس ٹھہرنے نہیں دیتے تھے۔ اور مجھے کہیں بھی آرام وسکون نہ آتا تھا۔ اس موقع پر ان موجود علماً میں سے کسی نے یہ شعر پڑھا۔

؎ زعشقے چون در آید در ولی راز کجا ماند قرار وصبر دم ساز

ترجمہ: عشق کا راز جب دِل میں آجائے تو محبّ کو صبر و قرار کہاں رہتا ہے۔

پس حضرت فخر الاولیاء نے فرمایا یہ شعر میں نے "سیر الاولیاء" میں دیکھا ہے۔ لیکن ایک اور شعر بھی ہے۔ پس آپ نے وہ شعر پڑھا۔

؎ سکون و راحت آرادم دل وجان ہمہ بردند معشوقاں بیک ناز

ترجمہ: دل وجان کا آرام اور سکون راحت معشوق ایک ہی نازوادا سے غارت کر گئے۔ اور پھر یہ شعر پڑھا۔

؎ جب شوق اور عشق دِل میں جگہ کر لے تو پھر سکون اور صبر کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔

تذکرہ عشق اور حق تعالےٰ تک رسائی

ملفوظ: ایک دن حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے تذکرہ عشق میں یہ شعر پڑھا

حضرت صاحبزادہ نور صمدؒ شہید مہاروی

شلوار قمیض جو وقت شہادت آپ کے زیب تن تھی، دستار مبارک







بیمارگان عشق تو بر بوئ زلف تو برباد   دادہ جان ودل وخانمان خویش

ترجمہ: تیرے عشق کے مریض تیری زلفوں کی خوشبو پر اپنی جان اور گھر بار لٹا دیتے ہیں۔

پس اس مقام پر فرمایا کہ عشق عجیب چیز ہے۔ اور عشق ہے کہ اس کے نزدیک حاضر اور غائب یکساں ہوتے ہیں۔ بلکہ غیب میں ترقی پاتا ہے۔ جو کہ یہ زیادہ افضل ہے۔ اور فرمایا کہ ترقی سے مراد یہ ہے کہ روبرو ہو یا نہ ہو۔ محبوب کی یاد قائم ہوتی ہے۔ ہر جگہ اور ہر حال اور ہر وقت سوائے معشوق کے خیال کے ایک لمحہ بھی نہیں گزرتا۔ اور فرمایا کہ اس ذکر سے ہماری مراد پیر کا عشق ومحبت ہے۔ جس کسی کو بھی نصیب ہو جائے وہ دائم کامیاب ہے۔ اور فرمایا کوئی مرید جو تمام دن مجاہدہ کرتا ہے۔ اور ایک لمحہ پیر کی محبت میں مشغول ہو جائے تو وہ لمحہ جو پیر کو یاد کیا وہ لمحہ افضل ہے اس مجاہدہ سے جو تمام دن کیا اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ پیر کامل کی یاد ومحبت سے وہ جلد اپنے مقصد تک پہنچ جاتا ہے۔ اور فرمایا کہ محبت کی علامت یہ ہے۔ ہر دم اس کے ذکر میں گزرے اور ہر لحظہ وہی ذکر اس سے جاری ہو۔ جیسے کہ کہا ہے "مَنْ اَحَبَّ شَیْئاً اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ" یعنی جو جس چیز سے محبت کرتا ہے اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے"

سلطان المشائخؒ کا فرمان

فرمایا کہ کسی نے حضرت سلطان المشائخ قدس سرہٗ سے پوچھا کہ کوئی شخص آٹھ پہر مجاہدہ وشغل میں رہے اور ایک شخص کچھ دیر تک پیر کامل کو یاد کرے اور اس کا نام پکارے تو ان میں سے کون افضل ہے۔ فرمایا وہ آدمی جو کچھ دیر اپنے شیخ کامل کو یاد

کرتا ہے۔فرمایا کہ حق تعالے کے جمال کا دیدار رویت ولایت سے ہے۔محبت، ولایت پیر کامل کے جمال کی رویت سے حاصل ہوتی ہے۔اور تھوڑے سے عمل سے یہ نعمت میسر آتی ہے اور دیکھی جا سکتی ہے۔

چنانچہ اسیری فرماتے ہیں۔

جمال یار چون خورشید انور زجیب و جان سرمستان برآمد

ترجمہ: محبوب کا حسن چمکتے ہوئے سورج کی طرح روشن ہے مستوں یعنی عاشقوں کے دل اور جان اور سر سے برآمد ہوتا ہے۔

شرط بیعت

اور فرمایا کہ بیعت میں یہی شرط مقرر ہے۔ جو کہ فرمان الٰہی کے مطابق طاعت و عبادات میں حضور رسول مقبول ﷺ کی متابعت میں سخت جانبازی دکھائے یعنی سخت محنت کرے۔تاکہ مقصود حقیقی کے ساتھ واصل ہو جائے۔اور جب بیعت کرے تو شیخ کی بجائے رسول اللہ ﷺ بلکہ بجائے خدا تعالےٰ یقین کے ساتھ تصور کرے۔اس کے فرمان پر مجاہدہ کرے اور پیر کا عشق بھی یہی ہے۔کہ اس کی اطاعت و فرمان کو عین حق تعالےٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و فرمان جانے۔فرمایا کہ اگرچہ اس میں درد و غم بہت ہی لاحق ہوتا ہے۔بلکہ ان دردوں میں جاندہی بھی ہوتی ہے۔لیکن اس کے آخر میں پھولوں جیسی شگفتگی ہے۔ اور ابدی زندگی کا حاصل کرنا ہے۔کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اس بارے میں یوں خبر دی ہے کہ "فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (پ ۱۶ س النحل)

ترجمہ: تو ضرور اسے اچھی زندگی جلائیں گے۔

حیاۃ طیبہ سے مراد حیات ابدی ہے فرمایا غم اور درد بھی بندوں یعنی آدمی کیلئے

ہیں نہ کہ حیوانات کیلئے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا لقد خلقنا الانسان فی کبد۔

حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا عشق چکی ہے اور جان دانہ

ملفوظ: ایک دن فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں عرض کی

کہ یا حضرتؒ کوئی چیز یعنی وظیفہ ہمیں عطا فرمائیے لیکن چکی پیسنے والا نہ ہو۔ حضرت

قبلہ عالمؒ نے اس سے پوچھا کہ چکی میں کیا چیز پیسی جاتی ہے؟ اس نے عرض کی غلہ کے

دانے۔ فرمایا کہ اس چکی کی قیمت جان پسوانا ہے۔ اگر تیری مرضی ہو۔ پس فرمایا کہ

عشق چکی ہے اور بندہ کی جان دانہ، جب تک جان اس میں نہیں کھپاتا۔ عشق کہاں؟

عشق اور "امانِ جان" جمع نہیں ہو سکتے اگر چاہتے ہو کہ عشق بھی ہو اور امان بھی۔ تو یہ

کبھی نہیں ہو سکتا۔ اور جو بھی جان دہی کے بغیر عشق کا یہ دعویٰ کرتا ہے۔ تو یہ اس کی

لاف زنی ہے۔

عشق نیز دلق بقا دوختن است ۔۔۔ بلکہ با داغ فنا سوختن است

ترجمہ: عشق تو بقا کی گڈری کے ٹکڑے ٹکڑے سینا ہے۔ بلکہ فنا کے داغ سمیت اسے

جلا دینا ہے۔

اور یہ بھی کہ عشق ایک احسن چیز ہے۔ مگر یہ اچھے نصیب سے حاصل آتا ہے

اور عشق کا آنا بندہ کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ بلکہ عشق لطیفہ الٰہی ہے۔ جس شخص کو بھی

عطا ہوتا ہے خطرات سمیت۔

اور یہ بھی ہے کہ جب آتا ہے تو شیطان کی حرکتوں سے محفوظ نہیں رہتا۔ اس وجہ سے پھر وہ مقصد تک نہیں پہنچتا۔ فرمایا پیر کامل کی رہنمائی کے بغیر نہ عبادت چاشنی دیتی ہے اور نہ عشق۔ خاص کر عبادت عشق کے بغیر چاشنی نہیں دیتی۔ اور عشق پیر کامل کے بغیر۔ فرمایا شیطان نے طویل عرصہ عبادت کی۔ مگر عشق کی چاشنی نہ ہونے کی وجہ سے مردود ہوا۔ جو کہ آدمؑ کا سجدہ نہ کیا۔

طاعتِ ابلیس را گر چاشنی بودی زعشق ‏ ‏ ‏ ‏ در خطاب سجدہ ہمچون سلیمان آمدی

ترجمہ: شیطان کی اطاعت کو اگر عشق سے چاشنی ہوتی تو سجدہ کے حکم میں سلیمانؑ کی طرح آجاتا۔

حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے کی حکمت

اس تذکرہ کے دوران لوگوں نے حضور والا کی خدمت میں عرض کیا کہ قبلہ'ما! حضرت آدمؑ کو سجدہ کس وجہ سے ہوا۔ فرمایا کہ حق تعالٰے نے فرمایا ہے۔ "الانسان سری و انا سرہ" یعنی انسان میرا بھید ہے اور میں اس کا۔ اور پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

گر نبودی سرِ حق اندر وجود ‏ ‏ ‏ ‏ آب و گل را کی مَلک کردی سجود

ترجمہ: اگر وجود کے اندر اللہ تعالٰے کا "راز" نہ ہوتا، تو پانی اور مٹی کو یعنی وجود آدمؑ کو فرشتے کیوں سجدہ کرتے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ "الانسان مرات الرحمان" یعنی انسان رحمٰن کا آئینہ ہے۔ اس کے بعد آپؒ نے یہ اشعار پڑھے

(1)	بمرأت وجود جملہ ذرات	ہویدا بین جمال حضرت ذات
(2)	بزیر پردہ چون ہر ذرہ پنہان	جمال جانفزا روی جانان
(3)	چون برخیزد ترا این پردہ در پیش	نماند جز جمال یار در پیش
(4)	من وتو چون نماند درمیانہ	چہ مسجد چہ کنشت ودیر خانہ

ترجمہ: (1) تمام ذرات کے وجود کے آئینہ میں تو حضرت ذات کے جمال کو آشکار دیکھ لے۔

(2) چونکہ وہ ہر ذرہ کے پردہ میں پنہان ہے اس لئے تو محبوب کے جمال جانفزا کو وہاں ملاحظہ کرے۔

(3) جب تیرے سامنے کا پردہ اٹھ جائے گا تو تیرے سامنے سوائے جمال یار کے کچھ بھی نہ ہوگا۔

(4) من وتو جب درمیان میں نہ رہے گا تو پھر کیا مسجد، کیا مندر، کیا بت کدہ یعنی ہر جگہ وہی نظر آئے گا۔

نُور کو نُور ہی دیکھتا ہے

پس فرمایا مگر نور کو نور ہی دیکھتا ہے۔ مثلاً جس کسی کی آنکھ روشن ہے نور خورشید کو دیکھتا ہے لیکن چمگادڑ کی آنکھ نہیں دیکھتی۔

؎ کور چہ داند کہ در آئینہ چیست؟ عکس در افگندہ بہ آئینہ کیست

ترجمہ: اندھا کیا جانتا ہے کہ آئینہ میں کیا ہے اور یہ کہ آئینہ میں عکس ڈالنے والا کون ہے۔

اور فرمایا کہ نور سے نور پیدا ہوتا ہے اور پایا جاتا ہے یعنی دیکھا بھی جاتا ہے۔

نور چون ہم نشین نور شود　　　　تیرگی از میانہ دور شود

ترجمہ: نور جب نور کا ہم نشین ہو جاتا ہے تو تاریکی درمیان سے ہٹ جاتی ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ اصحاب نور اولیاء اللہ ہیں کہ یہ نور، نور رسول اللہ ﷺ سے حاصل کرتے ہیں، چنانچہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔

"یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ" (سورۃ نور ۳۵/۱۸)

ترجمہ: اللہ اپنے نور کی راہ بتاتا ہے جسے چاہتا ہے۔

سرکار ﷺ کا نور

اور نور رسول اللہ ﷺ خود نور خدا ہے۔ فرمایا کہ اولیاء اللہ جو نور رکھتے ہیں تو لوگ بھی اس نور سے نور پاتے ہیں۔ مثلاً ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشنی حاصل کرتا ہے اور اولیاء اللہ کا نور دوسروں کے نور حاصل کرنے سے کم نہیں ہوتا اگرچہ ہزاروں لوگ ان سے نور حاصل کرتے ہوں مانند چراغ کہ جس سے ہزاروں چراغ جلائے جائیں مگر یہ کہ تیل اور بتی دوسرے چراغوں میں موجود ہوں۔ فرمایا پیر کامل نور الٰہی اور نور محمدی ﷺ سے چراغ کی مانند روشن ہے مرید بھی اگرچہ چراغ ہے مگر روشنی تیل اور بتی سے پا رہا ہے اور مرید کیلئے تیل اور بتی پیر کامل کی محبت اور عشق سے عبارت ہے جس شخص میں بھی عشق ہوگا مجاہدے کرے یا نہ کرے اس عشق کی وجہ سے وہ ضرور نور یاب ہوگا یعنی کسی وقت بھی اسکی نگاہ عنایت سے بہرہ یاب ہوگا۔ فرمایا جتنا کچھ پیر کامل کی نظر سے حاصل ہوتا ہے اتنا نہ مجاہدہ سے حاصل ہوتا ہے اور نہ چلہ سے

حاصل ہوتا ہے پھر آپؒ نے یہ شعر پڑھا۔

؎ آنچہ تبریز دید از نظر شمس دیں

طعنہ زند بر دہہ و تخرہ کند بر چلہ

ترجمہ: شمس دین کی نظر سے جو کچھ تبریز نے دیکھا تو وہ (نوراتہ) دہہ اور چلہ پر مذاق اُڑاتا ہے۔

اور پھر یہ شعر پڑھا

؎ آنانکہ خاک رابنظر کیمیا کنند

سگ راولی کنند و مگس راہما کنند

ترجمہ: وہ جو نظر سے مٹی کو کیمیا بنادیتے ہیں وہی کتے کو ولی کر دیتے ہیں اور مکھی کو ہما بنادیتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ پیر کامل کی حقیقی روشنی پر جب مرید پروانہ ہوتا ہے تو اس حد تک کہ اس کے وصال میں پہنچ جاتا ہے اور وہ یہ جانتا ہے کہ پیر کامل کا عشق فقط بندہ کا عشق نہیں ہے بلکہ پیر کامل کا عشق خداوند تعالےٰ کا عشق ہے کیونکہ عشق برزخ ہے محبوب سے ملنے کیلئے جب بھی پیر کامل کا عشق اس پر غالب آتا ہے تو یہ خود پیر کامل بن جاتا ہے جب پیر حق سے واصل ہوتا ہے تو اس سے یہ بھی وصل الٰہی سے فائز ہو جاتا ہے۔

؎ بصدق آنکس کہ زد در عاشقی بہ معشوقی بر آمد آخرش نام

ترجمہ: صدق دل سے جس کسی نے عشق کے ساتھ مقصد جوڑا تو آخر کار اسکا نام معشوق نکل آیا۔

توکل کے بارے میں

ملفوظ: ایک دن گفتگو کے دوران زبان مبارک سے توکل کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ کلی تکیہ یعنی پورا توکل خدا تعالیٰ پر کرنا چاہئے یا اس کے اولیاء پر۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر تکیہ کرنا بھی خدا تعالیٰ پر تکیہ کرنا ہے اس کے بعد فرمایا تکیہ کلی کامل عشق ومحبت کے بغیر نہیں کیا جاسکتا۔ فرمایا کلی تکیہ کا حاصل اور ثمرہ یہ ہے کہ جس کی پر کیا جائے پھر دوسری طرف متوجہ نہ ہو۔ فرمایا میں نے ایک کتاب میں پڑھا کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ "العشق من غیر ربہ کفارۃ الذنوب" جب کہ غیر کا عشق گناہوں کا کفارہ ہے تو پیر کامل کا عشق جو عین خدا کا عشق ہے کس مرتبہ تک پہنچائیگا۔

پس اگرچہ عشق تجھے آتا ہے مگر اس کے مطابق سیکھنا اور اس میں زبردست مجاہدہ اور کوشش درکار ہے یہ امر ضروری ہے کہ جسے جب تک عشق نہ ہوگا تو عشق کے اہل کے ساتھ بیٹھنا چاہئے انکی ہمنشینی سے انشاء اللہ تعالیٰ تم کو بھی عشق حاصل ہو جائے گا۔ جیسے کہ بزرگوں نے کہا ہے۔

؎ با عشقان نشین وہمہ عاشقی گزین

با ہر کہ نیست عشق تو کم شو بہ او قرین

ترجمہ: عاشقوں کے ساتھ بیٹھ اور عاشقی اختیار کر ہر وہ شخص کہ جسے عشق نہیں اس سے کم ملاقات اور قربت نہ کر۔

اور فرمایا کہ "بے عشق مردن حب است" یعنی بغیر عشق کے مرنا حرام ہے۔

حضرت شیخ سعدیؒ نے فرمایا۔

عجب بود مردن بے عاشقی　　　تا نفسے داری در عشق کوش

ترجمہ: بغیر عشق کے مرنا حرام ہے جب تک کہ ایک سانس بھی رکھتا ہے عشق میں کوشش کر۔

ایک اور بزرگ نے فرمایا۔

روسیاہ آنکو بمرگ خویش چون مردار مرد

سرخرو آنکس کہ ضربت خورد از بازوی دوست

ترجمہ: وہ بندہ روسیاہ ہے جو اپنی موت میں مردار کی طرح مرا اور وہ شخص سرخرو ہے کہ جس نے دوست کے بازو سے ضرب کھائی ہے۔

اس موقع پر آپ نے یہ دعا پڑھی "اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا حَلَاوَۃَ الْحُبِّ فِي مُحَبَّۃِ اللّٰہِ وَ نَبِیِّہٖ وَحَبِیْبِہٖ وَاَوْلِیَاءِ" یعنی اے اللہ! اپنی محبت اور اپنے نبی اور حبیب ﷺ کی محبت اور اپنے اولیاءؒ کی محبت کی حلاوت عطا فرما۔

شیخ کامل کی محبت عین خدا کی محبت ہے

ملفوظ: ایک دن حضرت فخر اولالیاء قدس سرہٗ محبت و دوستی کے بارے تذکرہ فرمارہے تھے کہ اگر کوئی شخص اپنے پیر کے ظاہری جمال پر عاشق ہوگا تو یہ بھی عشق و محبت الٰہی سے تعلق رکھتا ہے چنانچہ عین القضات کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ ہر وہ محبت جو محبوب سے تعلق رکھتی ہے وہ شرکت سے نہیں ہوتی بلکہ وہ بھی محبوب کی محبت کے آثار سے ہوتی ہے۔ مثلاً اگر عالم قلم اور کاغذ کو دوست رکھتا ہے اُسے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ علم کا عاشق نہیں۔ بلکہ محبوب لذاتہٖ ایک ہی ہوتا ہے پس اگر کوئی چیز محبوب کے

تعلقات سے ہوگی اس سے کوئی نقصان نہیں ہوتا اور یہ بھی محبوب کی محبت کی وجہ ہوئی ہے پس اس سے نقصان نہیں اٹھاتا اور یہ بھی فرمایا کہ پیر کامل کی محبت عین خدا کی محبت ہے اور اسکے ساتھ بیٹھنا عین حق کے ساتھ بیٹھنا ہے۔

ے گر تو خواہی ہمنشینی با خدا　　　　رو تو بنشین در حضور اولیاء

ترجمہ: اگر تو خداوند کریم کی ہم نشینی چاہتا ہے تو جا اولیاء کی خدمت میں بیٹھ۔

اور فرمایا افسوس ہے اس شخص پر جو نہ محبت رکھتا ہے اور نہ پیر رکھتا ہے لازم یہ ہے کہ اگر خالق کا عشق نہیں رکھتا تو اپنے اندر مخلوق کا عشق پیدا کر۔ تا کہ تجھے اس کے ذریعے سے وہ حاصل ہو جائے۔ عشق کا مقام یہ ہے کہ سوائے عشق و مقام کہنے اور لکھنے میں نہیں آتا۔

ے نیاید شرح عشق اندر عبارت　　　　کجا در گفتن آید ذوق حالی

ترجمہ: عشق کی تفصیل عبارت اور تحریر میں نہیں آسکتی بھلا حال کا لطف و ذوق زبان سے کہنے میں یعنی بیان کرنے میں کہاں آسکتا ہے۔

عشق آگ ہے

فرمایا عین القضاۃ ہمدانی کی تمہید میں پڑھا کہ عشق آگ ہے۔ آگ جہاں کہیں بھی ہوگی سوائے اس کے باقی ہر چیز چلی جاتی ہے۔ جلتی بھی ہے اور جلاتی بھی ہے یہاں تک کہ ہر ایک کو اپنے رنگ میں ڈھال لیتی ہے۔ جیسے کہ امیر خسرو دہلوی نے فرمایا۔

عشق چو آتش، عشق چو ہیزم عشق چوں شمشیر عشق چو غازی

عشق بسوزد، عشق ببرد عشق نباشد بازی

ترجمہ: عشق آگ کی طرح ہے۔ عشق ہیزم یعنی جلانے والی لکڑی کی طرح ہے۔
عشق تلوار کی طرح اور عشق غازی کی طرح ہے عشق جلاتا ہے عشق کاٹتا ہے اور عشق
کھیل کود نہیں ہے۔

اس کے بعد جناب امیر خسروؒ کے اشعار میں سے یہ ابیات زبان مبارک پر لائے۔

(1) در عشق قدم کسے زند کش جان نیست

با جان بودن از عشق خود سامان نیست

(2) واماندۂ عشق را از اں درمان نیست

کانگشت بہر چہ برنہی عشق آن نیست

ترجمہ: (1) عشق میں یعنی عشق کی راہ میں وہی قدم رکھتا ہے کہ جس میں
جان نہ ہو۔ ہاں! جان کا ساتھ ہونا عشق کیلئے یہ کوئی سامان نہیں۔

(2) عشق سے رہ جانے والے کا کوئی علاج نہیں انگلی پر جو کچھ رکھے گا عشق اس
سے نہیں یعنی عشق کوئی معمولی چیز نہیں۔

اور ارشاد فرمایا کہ خدا تک پہنچنا لازم ہے۔ اور سوائے عشق کے خدا تک پہنچنا مشکل
ہے۔ اس لحاظ سے عشق اختیار کرنا ضروری اور فرض ہے۔

(1) کار من از عشق مشکل می شود خانمانم از سر دل می رود

(2) ہر زمان خواہم کہ بگریزم ز عشق عشق پیش از من بہ منزل می رود

ترجمہ: (1) میرا کام عشق سے مشکل ہوتا جاتا ہے میرا خاندان یعنی عزت و

آبرو دل سے نکلتے جاتے ہیں۔

(2) میں ہر وقت عشق سے گریز کرتا ہوں لیکن عشق مجھ سے پہلے منزل میں پہنچ جاتا ہے۔

فرمایا طالب کو چاہیئے کہ سوائے عشق کے اپنے لئے اور کوئی چیز طلب نہ کرے اور یہ یاد رکھیں کہ عاشق کا وجود عشق سے زندہ ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ حافظ شیرازیؒ نے فرمایا۔

؎ زندہ شد از عشق تو دل بر دوام ما

ترجمہ: تیرے عشق سے ہمارا دل دائمی زندگی پا گیا۔

عشق کی انتہاء

فرمایا کہ عشق کی انتہا عاشق کیلئے ہوتی ہے کہ وہ معشوق کو بھول جاتا ہے۔ اور پھر خود کو بھی بھول جاتا ہے۔ معشوق کے بارے میں وہ نہ تو وصال کے خیال میں رہے۔ اور نہ ہی فراق کے غم میں رہے۔ کیونکہ وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ اسے نہ تو وصل سے خوشی ہوتی ہے اور نہ ہی جدائی سے غمگین ہوتا ہے۔ ؎

(1) چوں از تو بجز عشق نجویم بہ جہان ہجران و وصل تو مرا شد یکسان

(2) بلائی عشق تو سامان بودنم ندارد خواہی تو وصل جو د خواہی ہجران

ترجمہ: (1) جبکہ میں تجھ سے تیرے عشق کے سوا نہیں ڈھونڈتا تو تیرا وصل اور جدائی میرے لئے یکساں ہیں۔

(2) تیرے عشق کی بلا میرے ہونے کا سامان نہیں رکھتی چاہے تو وصل ڈھونڈ، چاہے جدائی۔

عشق کی قسمیں

فرمایا کہ جناب غوث الاعظم قدس اللہ سرہٗ نے غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ عشق کی تین قسمیں ہیں۔

(1) پہلی قسم پروانہ کی طرح (2) دوسری قسم بلبل کی طرح

(3) تیسری قسم شمع کی صورت میں

ان تینوں اقسام کی مختصر تشریح۔

1: پروانہ: جو کہ عشق کی وجہ سے خود کو چراغ پر ڈالتا ہے اور اسکے اندر جل جاتا ہے اگر چہ وہ عشق کی وجہ سے جل گیا لیکن مشاہدہ کا لطف نہ پایا یعنی معشوق کے دیکھنے کا شوق پورا نہ کرسکا۔

2: بلبل: دونوں موسموں میں پریشان رہتا ہے پھولوں کے کھلنے کے موسم میں وہ وصال گل کے لئے روتا ہے کہ ہائے افسوس یہ شگفتگی مستقل نہیں ہے مجھے پھر جدائی درپیش ہے کیونکہ موسم خزاں آنے کا خطرہ اور گلوں کی پژمردگی کا فکر سامنے ہے اس بناء پر جدائی کے غم میں روتا ہے اور گریہ وزاری کرتا ہے۔

3: شمع کی صورت: پس فرمایا عشق شمع کی صورت میں چاہئے کہ خود شمع کی مرضی پر رکھتا ہے کیونکہ اگر اسے روشن کرنا چاہے تو روشن ہوتا ہے اور اگر اسے بجھانا چاہے تو بجھ جاتا ہے اور وہ ہر لحاظ سے حیران و دم بخود رہتا ہے کہ کیا وہ سر کو جلائے اور ہجر کو دور کرے۔اس کے بعد فرمایا کہ جناب ہمدانی کی تمہید میں لکھا ہے کہ عشق تین قسم پر منحصر ہے۔

1: عشق صغیر 2: عشق کبیر 3: عشق میانہ

1: فرمایا عشق صغیر ہمارا عشق ہے حق تعالیٰ کے ساتھ

2: عشق کبیر خدا تعالیٰ کا عشق ہے بندوں کے ساتھ

3: عشق میانہ یہی ہے کہ شانہ یعنی کنگھی کی طرح کہ سر کے نیچے آری رکھے اور محبوب کی زلف میں پہنچائے۔

فرمایا ہم نے جس عاشق کو جو شمع کی مانند کہا ہے بس جب بھی وہ روشن ہوتا ہے تو اس کی روشنی مجلس میں ہر طرف برابر اور یکساں ہوتی ہے اور اس کا رخ ہر شخص کے سامنے ہوتا ہے۔ لہٰذا اس عاشق سے مراد اولیاء اللہ ہیں کہ عالم اور عالمیان کو انوار الٰہی سے روشنی بخشتے ہیں اور تمام مخلوق پر توجہ فرماتے ہیں اور اپنی رحمت آمیز ہوا سے جو کہ ان کے ظاہر اور باطن میں موجود ہے سب کو نوازتے ہیں فرمایا وہ اس سلسلہ میں سلیم القلب واقع ہوئے ہیں اور وہ اپنے تمام امور کو حق سبحانہٗ کے سپرد کرتے ہیں اس پر آپؒ نے فرمایا۔

ے سپردم بتو مایہ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را

ترجمہ: میں نے اپنی دولت کو تیرے حوالہ کیا تو ہی میرے کم یا زیادہ حساب کو جانتا ہے

سلیم القلب کا درجہ

ملفوظ: ایک موقع پر حضرت فخر اولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا۔

(1) سپردم جملہ کار خویش با تو بدادم اختیار خویش با تو

(2) الٰہی جملہ عالمِ بندۂ تست بزیر منقت افگندۂ تست

(3) کرم بخشی با جان غریبان دہی مقصد مرادبی نصیبان

ترجمہ: (1) میں نے اپنے سارے کام تیرے سپرد کئے اور اپنا اختیار تجھے دے دیا ہے۔

(2) اے اللہ! تمام عالم تیرا غلام ہے اور تیرے احسان کے نیچے سر جھکائے ہوئے ہے۔

(3) ہم غریبوں کی جان پر کرم فرما اور بے نصیبوں کو ان کا مقصد عطا فرما۔

فرمایا۔ یہ کہ اولیاء اللہ کو تمام عالم اور عالمیان سلام کرتے ہیں اس لئے کہ انہیں دنیا اور دنیا والوں پر دست تصرف حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ مولانا رومؒ نے بھی یوں ارشاد فرمایا۔ اولیاء کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ قدرت واختیار حاصل ہے کہ وہ نکلے ہوئے تیر کو واپس لوٹا دیتے ہیں۔

فرمایا۔ یہ کیا چیز ہے؟ پھر فرمایا اولیاء اللہؒ چونکہ عشق سے ولایت حقیقی پر فائز ہوتے ہیں اور ان کو عرش پر بھی تصرف حاصل ہوتا ہے۔ اور پھر آپؒ نے یہ شعر پڑھا۔

؎ ہر دل کہ در مہر تو آمیختہ شد او عاقبت از کنگرۂ عرش در آویختہ شد

ترجمہ: ہر دل جو تیری محبت میں ملایا گیا یعنی وہ دل کہ جس میں تیری محبت سما گئی اور وہ آخر کار عرش کے کنگرہ میں یعنی منارہ کے ساتھ لہرایا اور بلند کیا گیا۔

اور فرمایا۔ مگر کبھی کبھی بے نیاز کا نیاز بھی ظہور میں آتا ہے۔

؎ دارد سر ایں رشتہ یکی عجز دگر ناز

از یں سو ہمہ عجز آمد وزاں سو ہمہ ناز

ترجمہ: اس رشتے (یعنی عشق) کا سرا ایک طرف عاجزی ہے دوسری طرف ناز ہوتا ہے۔

اور درجۂ احدیت عشق، عاشق و معشوق سے ہوتا ہے اور کنگرہ عرش سے آویختگی لفظ "انا احمد" بلا میم۔ اور سبحانی ما اعظم شانی صادر ہوا ہے۔ اور ناز و کرشمہ کے جواب میں رب ارنی انظر الیک، لن ترانی وارد ہوا۔ اور عجز و نیاز سے انی تبت الیک اس کی انتہا ہے۔ اور فرمایا۔ جب حضرت موسیٰ علےٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انی تبت الیک کہا۔ تو کچھ دیر بعد اپنی مرضی سے "انی انا اللہ" اسے سنوایا اور شجر سے مشاہدہ بخشا۔

فرمایا سلیم القلب وہ ہے جو معشوق کے سامنے کسی طرح دم نہ مارے اور نہ ہی اپنی خواہش کے بارے کوئی سوال کرے۔ اور نہ دوسرے کیلئے کرے میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ "الفقر لایحتاج الیٰ اطمعه" اس موقع پر ایک شخص نے عرض کی یا حضرتؒ ہم بندوں کا سوال سوائے اہل اللہ کے کہاں حاصل ہوتا ہے؟ خصوصاً ہم غلاموں کو اگر حضورؒ سے مدد نہ پہنچے تو ہمارے تمام کاموں میں خرابی رونما ہوگی۔ آپؒ نے فرمایا۔

کوئی مرے کوئی جیوے ستھرا گھول بتا سے پیوے

آخر میں فرمایا کہ جب بھی فقیر سے کوئی شخص سوال کرتا ہے تو سلیم القلبی سے حق تعالےٰ سے سوال کیوں نہیں کرتا۔ چونکہ حق سبحانہ واللہ تعالےٰ ہر کسی کے حالات سے واقف ہے اور تمام عالم کی حاجت روائی کرنیوالا ہے۔ لہٰذا فقیر کی تسلیم کی برکت سے دونوں پر وہ رحمت فرماتا ہے۔ حاجات طلب کرنے والوں کی حاجتیں پوری فرماتا ہے۔ اور سلیم القلب کو اپنے قرب میں بلند درجہ عطا فرماتا ہے بلکہ بڑھا دیتا ہے۔

حضرت قبلہ عالمؒ کا مقام عشق

ملفوظ: ایک دن حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس شریف کے ایام خانقاہ میں بیٹھے تھے کہ مولوی نور جہانیاں بہاولپوری نے عشق کے تذکرہ کے دوران کہا کہ عشق کیا چیز ہے؟ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے اپنی زبان حقائق بیان سے فرمایا کہ عشق آگ ہے۔ جہاں جلوہ نمائی کرتا ہے۔ سوائے معشوق کے سب کو جلا دیتا ہے اور پھر آپؒ نے یہ کلام پڑھا "العشق نارٌ یحرق ماسوی المحبوب "یعنی عشق آگ ہے سوائے محبوب کے سب کو جلا ڈالتا ہے۔

فرمایا اس کے بغیر کسی اور کو کیا راس آتا ہے۔ جو کچھ اس کی قسمت میں ہوتا ہے ملتا ہے۔

نَارُاللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَہ ؕ (سورہ الھمزہ پ ۳۰)

ترجمہ: اللہ کی آگ بھڑک رہی ہے۔ وہ جو دلوں پر چڑھ جائے گی۔

؎ ہوشیار چہ داند کہ دریں پردہ ہا چہ راز است

ترجمہ: ہوشیار یعنی عاقل کیا جانتا ہے کہ ان پردوں میں کیا راز ہے۔ اشعار ؎

(1) آسودہ دلا حالِ دلِ زار چہ دانی خونخواریٔ عشاق جگر خوار چہ دانی

(2) ہرگز نہ خلیدہ بکف پائی تو خاری آزردگیٔ سینہ افگار چہ دانی

ترجمہ: (1) اے آسودہ دل تو پریشان دل کا حال کیا جانتا ہے۔ اور تو جگر خوار عشاق کی خونخواری کے بارے کیا جانتا ہے۔

(2) تیرے پاؤں میں کبھی کانٹا تک نہ چبھا لہٰذا تو زخمی دل کی تکلیف کے بارے

کیا جاتا ہے۔

اور فرمایا کہ ان کے فرمان کی گہرائی میں دیکھیں تو اس میں ایک آزار یعنی ایک تکلیف نہیں جو امیر خسرو نے فرمایا کہ عشق آگ ہے۔ عشق جلانے والی لکڑی کی طرح ہے۔ عشق شمشیر کی مانند ہے۔ عشق غازی کی طرح ہے۔ عشق جلاتا ہے۔ عشق کاٹتا ہے اور عشق کمیل نہیں ہے۔ فرمایا مولوی یار محمد نے فرمایا ہے کہ اس زمانہ میں عشق حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ پر ختم ہوا۔ اور حال میں ایسا عشق نامی وحرفی کسی کو نہیں دیا۔ پس خود عاشق نے اس بارے میں کہاں فرمایا ہے۔ ایک کتاب میں، میں نے لفظ عشق دیکھا ہے کہ کسی محقق نے لکھا ہے کہ لفظ عشق میں تین حرف ہیں۔ عین کے معنی عین عنایت کے ہیں۔ یعنی عاشق کو شیوۂ عنایت دکھانا ہوتا ہے۔ حق کے ساتھ بھی اور باطن کے ساتھ بھی۔ حق کے ساتھ عنایت یہ ہے کہ اس کی فرمانبرداری میں اپنی جان کو مصروف رکھے۔ اور خلق کے ساتھ یہ ہے کہ اس کے پاس جو کچھ ہو یا جو کچھ گھر میں رکھتا ہو۔ وہ سب کچھ مخلوق کو دے دے اور اس کے دل میں صرف محبوب ہو۔ لہٰذا وہ سب کچھ خلق کو عنایت کرتا رہے۔ اور شین سے متعلق لکھا ہے کہ جب تجھے عشق آئے کیونکہ آنے کی چیز ہے سیکھنے کی چیز نہیں تو اس عشق محبوب سے خواہ وصل کی صورت یا ہجر کی صورت میں کوئی رنج تجھے پہنچے اس سے پریشان نہ ہو۔ کیونکہ عشق میں ضرور دشواریاں اور تکالیف واقع ہو جاتی ہیں۔ اور اس راہ میں تجھے سوائے معشوق کی یاد کے کچھ یاد نہ ہو۔

؎ درعشق نمودار است ہزاراں آزار ۔۔۔ باید کہ نباشی تو ازاں بے قرار

ترجمہ: عشق میں ہزاروں تکالیف نمایاں ہیں تجھے چاہیئے کہ تو ان سے بے قرار نہ ہو

جائے اور قاف سے فنائیت لکھا ہے۔

یعنی عشق میں جور نج، درد ہجر، وصل، ناز کرشمہ، خطاب اور عتاب تجھے پیش آئیں۔ تو اس سلسلہ میں کسی کے سامنے دم نہ ماریں۔ جب تک زندہ رہے گا پڑ حوصلہ رہتا ہوگا۔ کیونکہ یہ سب کچھ تیری آزمائش کیلئے ہوتا ہے۔ اور تیرے عشق کی یہ کسوٹی ہے۔ اور فرمایا کہ عشق کے معنی ایک اور بھی ہے۔ جیسے کہ اہل استحقاق نے کہا ہے۔ اسی اثنا میں ایک دوست نے عرض کی۔ یا حضرت! عشق، ارادت، محبت اور شوق میں کیا فرق ہے؟ اور ان میں سب سے پہلے کونسا ہے؟ فرمایا کہ سب سے پہلے اور ارادت ہے۔ اور ارادت اسے کہتے ہیں کہ سالک کو اپنی قسمت کے مطابق ازلی درد دل میں پیدا ہوتا ہے جو کہ خدا رسیدہ ہوتا ہے۔ اور وہ اس ارادت میں سعی کرتا ہے۔ اور وسیلہ کی جستجو کرتا ہے اور جب اسے پالیتا ہے اور جس کی وساطت سے پالیتا ہے۔ اس پر قائم ہو جاتا ہے۔ دل و جان سے اور مال و جان سے اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور اسے بے مطلب نہیں چھوڑتا۔ پس محبت اسی معنی میں محبت ہے۔ اور محبت قلبی کی یہی علامت ہے۔ کہ محبوب کی راہ میں مال و جان صرف کرنے میں دریغ نہیں کرتا جیسے کہ کہا ہے۔

"حب القلب یظہر من الید" دل کی محبت ہاتھ سے ظاہر ہوتی ہے۔

اور فرمایا کہ سیر الاولیاء میں اس طرف چند کلمات سے اشارہ ہے۔ جو کہ ان میں سے ایک یہ ہے۔ کہ "المحبت ایثار" یعنی ایثار کر اس چیز کو کہ جسے تو دوست رکھتا ہے۔ اور دوسرا کلمہ یہ ہے۔

"المحبۃ التی یمیز الصادق عن الکاذب" محبت وہ چیز ہے جو سچے کو جھوٹے

سے الگ کردے۔

یعنی محبت ایک آلہ ہے جدا کرنا مردوں کو نامردوں سے یعنی اگر یہ مردِ محبت صادق ہے۔تو یقیناً دوست کی طرف سے آنے والی تکالیف پر صابر رہتا ہے۔اور دوست کی اطاعت و تابعداری سے ذرہ بھر تجاوز نہیں کرتا۔تا کہ صدقِ محبت میں آجائے۔پس اسی محبت سے ہی عشق ہے۔جو کہ عالم غیب سے پیدا ہوتا ہےاوردم بدم ترقی اور نو بہ نو لطف پیدا ہوتا ہے۔گویا یہاں درجۂ محبت سے عشق رونما ہوتا ہے۔ایک بزرگ نے کہا ۔

(1) مرحبا عشقا بیا خوش آمدی　　دردلم جاں کن کہ دل کش آمدی

(2) آمدی بردیٔ ازمن صبروتاب　　خانہ ات آبادای خانہ خراب

ترجمہ: (1)مرحبائے عشق تو بہت خوش آیا کہ میرے دل میں جگہ لے کہ تو دل لبھانے والا آیا ہے۔

(2) تو کیا آیا کہ کہ مجھ سے صبر وسکون اور تاب وتوان لے گیا۔اے خانہ خراب تیرا گھر آباد ہو۔

اولیاءؒ کے قلوب میں انوار وتجلیات وارِد ہوتے ہیں

ملفوظ: فرمایا کہ اولیاء اللہؒ کے دل میں انوار و تجلی وارد ہوتے ہیں۔اوراس میں اسرارالٰہی عود کرآتے ہیں پس اگر وہ اسرار اس کے دل میں رہ جاتے ہیں تو اسے بلند درجہ پر پہنچادیتے ہیں۔اگر باہرآجاتے ہیں تو منصور کی طرح ترقی نہیں پاتے بلکہ اگر باہرآگئے تو منصور کی طرح ترقی نہیں۔ بلکہ سرسولی پرآجاتا ہے فرمایا۔حضرت بابا



حضرت ابراہیمؑ فرزند رسول اکرمؐ کا مزار شریف



پتھر پہ نقش حضرت جبریلؑ کا پنجہ مبارک



ار حضرت بلال حبشیؓ موذن رسولؐ

صاحب کی زبان سے ان کی کتاب اسرار الاولیاء میں لکھا ہے۔ کہ اولیاءؒ کے قلوب میں عالم نورانی سے ہزاروں انوار اور ستر ہزار اسرار نازل ہو جاتے ہیں۔ لیکن ان پر جن کا دل اسرار کے لائق ہے۔ کیونکہ وہ ایسے اسرار ہیں کہ اگر ان انوار سے ایک ذرہ بھی باہر آ جائے۔ تو تمام دنیا اس سے روشن اور منور ہو جاتی ہے۔ پس مناسب یہ ہے کہ اپنے میں ضبط رکھے تاکہ انوار و اسرار الٰہی سے واقف ہو جائے لیکن ان کے اظہار پر پابندی ہے۔ فرمایا کہ اس راہ میں عاشق صادق وہ ہے کہ جو کچھ عالم غیب سے اسرار الٰہی اس پر نازل ہو جاتے ہیں ان میں سے ایک ذرہ بھی بیان نہ کرے تاکہ اس پر محبت کے لاکھوں اسرار دوست کیطرف سے نازل ہو جائیں۔ پھر آپؒ نے یہ شعر پڑھا۔

؎ سریست مرا درون جان از عشقت اگر سر برود ای دوست نہ گویم باکس

ترجمہ: اے محبوب! تیرے عشق کا راز میری جان کے اندر ہے، اے دوست! اگر سر بھی چلا جائے تو پرواہ نہیں لیکن یہ راز کسی سے بیان نہیں کروں گا۔

اور فرمایا کہ حضرت خواجہ حسن سنجریؒ نے لکھا ہے کہ اسرار دوست صاحب جمال ہے۔ اور جمال کہیں ایسے قرار نہیں پاتا مگر غم ناک عاشق کے دل میں قرار پاتا ہے۔ فرمایا کہ اس دل میں اسرار الٰہی اور انوار تجلی قرار پاتے ہیں۔ اسے سوائے حکایت عشق کے دوسرا کیا کام ہے۔

؎ عاشقان را جز حکایت عشق نیست

فاسقان را جز شکایت فسق نیست

ترجمہ: عاشقوں کے پاس سوائے عشق کی حکایت کے اور کوئی ذکر نہیں ہوتا اور فاسقوں کے پاس سوائے گناہ کی شکایت کرنے کے کوئی اور بات نہیں ہوتی۔

فرمایا کہ میں نے ایک موقع پر حضرت قاضی حمید الدین ناگوریؒ کی کتاب "لوائح" میں دیکھا انہوں نے حضرت بابا صاحبؒ کے عشق کے تذکرہ میں یہ شعر پڑھے۔

(1) عشق تو مراسر بسر حیران کرداست

درکوئی خرابات پریشان کرداست

(2) با این ہمہ رنج عشق اے دوست بہ بین

اسرار تو در قلوب پنہان کرداست

ترجمہ:(1) تیرے عشق نے تو مجھے سراسر حیران کیا ہے اور شراب خانہ کے کوچہ میں پریشان کیا ہے۔

(2) اے دوست! یہ سب کچھ تو عشق کی تکلیف کی وجہ سے دیکھ لے۔ پھر بھی تیرے یہ تمام اسرار قلوب میں چھپالئے ہیں۔

اس موقع پر فرمایا کہ حضرت بابا صاحبؒ نے اس وقت آنکھیں پُر آب کر کے فرمایا کہ ان اسرار میں سے ایک اس طرح کا بھی ہے۔ کہ وہ بازگشت کرے۔ اور کسی کو اس بازگشت سے ذوق آتا ہے۔ اسے اس حالت میں غیر کی الفت سے کیا کام؟ پس فرمایا کہ اس بات کی قدر و قیمت وہی شخص جانتا ہے جو دریائے عشق و محبت میں غرق ہو جاتا ہے۔ اور فرمایا کہ عشق و محبت کا دعوئ وہ شخص کر سکتا ہے۔ کہ جو اپنی جان کو معشوق کے وجود سے باندھتا ہے۔ اور جس وقت کھولتا ہے تو البتہ مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ فرمایا میں نے حضرت حمید الدین ناگوریؒ کے لوائح میں پڑھا ہے۔ کہ کل قیامت کے دن آواز آئے گی کہ مجنوں کو حاضر کرو اور ان کو بھی جو ہماری محبت کا دعوئ

کرتے ہیں۔ جب تمام حاضر ہو جائیں گے تو خطاب ہوگا کہ ایسا دعویٰ کرنا چاہیے جیسا کہ مجنوں نے کیا ہے۔ کہ پوری زندگی لیلیٰ کی دوستی میں غرق رہا۔ اور وفات کے بعد بھی اس کی محبت میں کہا کہ میں سوائے لیلیٰ کے تیری پرواہ نہیں رکھتا اور ابھی تک اسی حال میں ہے۔ پھر آپؒ نے یہ رباعی پڑھی۔

(1) عشقے کہ نہ عشق جاودانی است   بازیچہ شہوۃ جوانی است

(2) عشق آں باشد کہ کم نگردد   تا باشد ازان قدم نگردد

ترجمہ: (1) ایسا عشق جو جاودانی نہیں ہے۔ وہ جوانی کی شہوت کا کھیل ہے۔

(2) عشق وہ ہوتا ہے جو کم کبھی نہیں ہوتا جب تک ہوگا اس سے قدم کبھی نہیں ہٹے۔

فرمایا وہ کہ جسے عشق نہیں ہوتا اس پر کیا اعتقاد۔ اور فرمایا درویش جب عاشق ہوتا ہے تو اس پر ثابت قدم رہتا ہے۔ کیونکہ محبت کا ایک ذرہ بہتر ہے تمام آدمیوں اور پریوں کی اطاعت سے۔ فرمایا ہر وہ عاشق ہوتا ہے جو ثابت قدم ہوتا ہے۔ جتنا کہ اسے پتھر کی کسوٹی پر پرکھیں۔ اس سے صاف غبار ہی برآمد ہوتا ہے۔ یعنی دوست کے اسرار سے جو کچھ بھی دیکھتا ہے۔ اسے راز ہی رکھتا ہے اور اس کا اظہار کبھی نہیں کرتا۔ فرمایا کاملان کار جب اپنی ثابت قدمی سے درجۂ کمال کو پہنچتے ہیں تو ان کا سینہ انوار تجلی سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ پس اگر خاک پر نظر کرتے ہیں یا ہاتھ میں پکڑتے ہیں تو زرخالص یعنی کیمیا بن جاتا ہے۔ اور اسرار الٰہی کو اس کے سر سے قدم تک پھیلا دیتے ہیں۔ فرمایا۔ عاشق ہر وقت معشوق کی محبت میں دوست کے دیدار کا آرزومند ہوتا ہے۔ اور آتش عشق سے ایسا پگھلتا ہے۔ جیسے سونا بھٹی میں پگھل جاتا ہے۔ فرمایا

سوائے عشق کے معشوق کی حضوری حاصل نہیں ہوتی۔ اگر چہ زاہد ہے اور نماز خوان ہے۔ فرمایا جہاں کہیں محبت آجاتی ہے دوئی دل کے درمیان سے اُٹھ جاتی ہے۔ پھر آپ" نے فرمایا۔

تانفس من زعشق دوست زدم　　خاست از ما دوئی زکرم دوست

ترجمہ: جب سے دوست کی محبت کا دم بھرا ہے تو دوست کی مہربانی سے "دوئی" ہم سے اٹھ چکی ہے۔

حضرت یوسفؑ اور زلیخا کی محبت کا حال

ملفوظ: ایک دن حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جس وقت زلیخا نے حضرت یوسفؑ سے عقد زوجیت پانے کے بعد ان کے پاس سے عبادت خانہ کی طرف بھاگی۔ تو حضرت یوسفؑ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ ایک وقت وہ تھا جب تو میرے پیچھے بھاگتی تھی اور اب میرے سامنے سے بھاگتی، دوڑتی اور گریز کرتی ہے۔ جواب میں کہا کہ جہاں بھی عشق آتا ہے پھر دوئی نہیں رہتی۔ تیرے عشق کے زمانہ میں میرے دل میں پوری دنیا میں تیرے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ اب اگر چہ تیرے طفیل دوسرا عشق نصیب ہوا۔ اب میرے دل میں تیری گنجائش نہیں۔ سوائے محبوب حقیقی کے اب کہاں تمہاری جگہ۔ اگر تمہاری طرح کے ہزاروں یوسف سامنے آجائیں۔ سوائے اس کی پرستش کے میرے دل میں کسی کیلئے کوئی جگہ نہیں فرمایا دل میں عشق کی آگ ہے۔ جو کچھ اس میں آجاتا ہے ٹھہر نہیں سکتا اگر وہ سینہ سے آہ نکالتا ہے تو مشرق و مغرب میں جو کچھ سامنے آتا ہے۔ سب کچھ جل کر خاکستر اور ناپید یعنی فنا ہو جاتا ہے۔

حضرت موسیٰؑ کے نقاب کا جلنا

فرمایا کہ جس وقت حضرت موسیٰؑ عشق الٰہی کے انوار تجلی سے مشرف ہوئے تھے تو اپنے چہرہ مبارک پر نقاب اوڑھ لیا۔ تو وہ نقاب ان کی سانس سے کہ جس میں عشق کے انوار تھے وہ جل جاتا تھا۔ فرمان آیا کہ اے موسیٰؑ! اگر تم ہزار نقاب اوڑھ لو گے وہ تمام کے تمام جل جائیں گے۔ جاؤ زندہ کا خرقہ پہن لو اور اس سے درخواست کر اور وہ برقع یعنی نقاب حاصل کر اور اپنے چہرہ پر اوڑھ۔ جب حضرت موسیٰؑ نے اس کے عشق کا نقاب اوڑھ لیا تو پھر اس کا ایک تار بھی نہ جلا۔

اہلِ عشق کی خلقت

ملفوظ: فرمایا زاد المحبین میں لکھا ہے کہ جب حق تعالےٰ نے چاہا کہ اہلِ عشق کو عالم وجود میں لے آئے تو اس سے کچھ قبل ایک زمین پیدا کی اور اس زمین پر شوق، اشتیاق اور انوار و اسرار عشق کی نظر سے دیکھا۔ اس سے وہ زمین حرکت میں آ گئی اور عالم سکر میں گر پڑی اور فریاد کی کہ "المشتاق فی لقاء رب العالمین" اس وقت اہل عشق کو اس زمین سے پیدا کیا۔ گویا عشق کو خاکِ عشق اور انوار و تجلی سے سرشت کیا ہے اور جو کچھ ان کے وجود میں ہے نور و تجلی میں گوندھا ہوا ہے پس جو ولولہ و جوش ان میں ہے ابتدا سے انجام تک عالم سکر میں پڑے دریائے محبت میں غرق ہیں۔ فرمایا ایک واصل تھا اس نے دعا مانگی کہ یا الٰہی اگر تو مجھے دوزخ میں لے جائیگا اور جلائے گا تو ایک ہی آہ سے دوزخ کو ختم کر دوں گا۔ کسی نے سوال کیا اور کہا کہ اگر عشق و محبت کی آگ کے سامنے صد ہزار دوزخ ہوں تو سینۂ عشق سے جل کر ختم ہو جاتی ہیں کیونکہ

عشق کی آگ آتشیں اور عاشقوں کا سینہ بہت زیادہ سخت ہیں۔ قیامت کے دن حق تعالےٰ کسی عاشق کو ازراہ آزمائش دوزخ میں بھیجے گا دوزخ اُس کے قدم کی آواز سے چیخ اُٹھے گی کہ اے خداوندا! کیا اسے میرے جلانے کیلئے بھیجا ہے؟ اس شخص کی آگ کا بوجھ مجھ سے نہیں برداشت ہوسکتا پس دوزخ اس سے گریزاں ہوگی اور اگر عاشق کہیں سکر کے شعلہ سے باہر آجاتا ہے تو عرش تک ہر چیز کو جلاتا ہے۔ پھر آپؒ نے یہ شعر پڑھا۔

"در سینہ عاشقاں ہمہ درد دہند"

یعنی عاشقوں کے سینہ میں سراسر درد دیا گیا اور فرمایا کہ ایک مرتبہ بابا صاحب قدس سرہٗ نے یہ مصرعہ پڑھا اور بے ہوش ہوگئے اور زبان مبارک پر یہ لفظ لائے کہ تین وقت نزول رحمت کے ہیں۔

نزول رحمت کے اوقات

(1) اول سماع کے وقت اہل سماع پر اور ان کے اصحاب پر۔

(2) دوسرا بزرگوں اور درویشوں کے واقعات وحالات بیان کرتے اور سنتے وقت۔

(3) تیسرا عاشقانِ الٰہی کا عالم تجلی میں ڈوب جانا اور ان پر تجلیات کا نزول ہونا۔

فرمایا! جس وقت قوالوں نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشیؒ اور حضرت حمید الدین ناگوریؒ کی مجلس میں یہ شعر پڑھے تو ان دونوں صاحبانؒ کو وجد کی کیفیت طاری تھی۔

باباصاحبؒ کارقص

اور حضرت باباصاحبؒ بھی موجود تھے ان کے دونوں ہاتھوں کو پکڑلیااور ہوامیں رقص کرنے لگےاوروہ یہ شعر ہیں۔

(1) من نہ آنم کہ زعشق تو پائی پس دارم   اگر تیغ کشی در تنم یکشے در تو نگزارم

(2) مپرس از شب ہجراں کہ چوں ہمی دارم   مبادہیچ کسے راتویست دشوارم

(3) من از جمال تو اے سروباغ گل چیدم   ہوس نہ شد کہ گہی دل رود بہ گلزارم

(4) اگر دہند بہ فردا بہشت باہمہ چیز   بجبہ نہ خرم کہ مست دیدارم

ترجمہ:(1) میں وہ نہیں ہوں کہ تیرے عشق سے قدم پیچھے ہٹ جاؤں اور اگر میرے جسم میں تلوار بھی ماردیں تو میں اپنی جان بچانے کی کوشش نہیں کروں گا۔

(2) جدائی کی رات کے بارے نہ پوچھ کہ کس طرح گزری۔میری طرح کا ایسا مشکل مرحلہ اللہ کرے کسی کو درپیش نہ ہو۔

(3) اے سروباغ!میں تیرے حسن کے پھول چنتا ہوں لیکن یہ ہوس مجھے کبھی پیدانہ ہوئی کہ میرادل لحہ بھر کیلئے باغ کی طرف متوجہ ہوجائے۔

(4) اگر مجھے کل ان چیزوں کے ساتھ بہشت بھی دے دیں تو میں ایک کوڑی میں بھی نہیں خریدوں گااس لئے کہ میں تو دیدار کے لئے مست ہوں۔

اور فرمایا کہ باباصاحب قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ ایک درویش عالم شوق و اشتیاق میں پہنچااس کے آنے سے نئی صورت حال پیداہوئی وہ خودبخود یہ شعر پڑھتا اور فرش پر باربار سجدہ کرتا اور کھڑاہوتا پھر شعر پڑھتا اور سجدہ کرتا تھا ہم نے شمار کیا

تقریباً، کم وبیش اس نے ہزار بار شعر پڑھا اور سجدے کیے اور وہ شعر یہ ہے۔

؎ جان دہم از برائے جانان من گر بود صد ہزار جان در تن

ترجمہ: محبوب کی خاطر جان دے دونگا اگر ہزاروں جانیں بھی میرے جسم میں ہوں تو سب فدا کردوں گا۔

اس موقع پر کسی بزرگ نے حضرت فخرالاولیاء قدس سرہ کی خدمت میں عرض کی کہ یا حضرت! اولیاءٔ کا سجدہ کیسا ہے؟ اس کے جواب میں آپؒ نے یہ اشعار پڑھے۔

(1) سجدہ گاہی اندرونِ اولیاءٔ است سجدہ گاہی جملہ آنجا خدا است

(2) چشم نیکو باز کن در من نگر تا بہ بینی نور حق اندر بشر

(3) آن مجاز است این حقیقت ای خراں نیست مسجد جز درون سروران

ترجمہ: (1) سجدگاہ اولیاءٔ کے قلوب ہیں سجدگاہ جہاں بھی ہو وہاں سراسر خداوند تعالےٰ ہے۔

(2) آنکھ اچھی طرح کھول اور مجھ میں نظر کرتا کہ تو بشر کے اندر حق تعالےٰ کا نور دیکھ سکے۔

(3) وہ مجاز ہے اور یہ حقیقت ہے اس کے غیر مسجد نہیں سوائے محبوبوں کے قلوب کے

ایک شخص نے مجھے کیمیا گر سمجھا

ملفوظ: ایک دن حضرت فخرالاولیاء قدس سرہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں گوشۂ تنہائی میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک آدمی میرے پاس آیا اور اس نے اپنی بغل سے قرآن

مجید نکالا اور میرے سامنے رکھ دیا اور کہا کہ تم کیمیا گر ہو۔ خدا کے لئے مجھے کیمیا گری سکھادو۔ میں حیران ہوگیا۔ کہ یہ مجھے کیا کہتا ہے آخر بہ ہزار وقت اسے میں نے خود سے دور کیا اس کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ شاید ہر وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ ظاہری اسباب کے بغیر روزی عطا فرماتا ہے لوگ اسے کیمیا گر سمجھتے ہیں اور سائل بنتے ہیں کہ ہمیں بھی کیمیا گری سکھادو۔ چنانچہ ہم نے سنا کہ ایک افغان حضرت حافظ محمد جمال اللہؒ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ تم کیمیا گر ہو۔ مجھے بھی سکھادو۔ حضرت حافظ صاحبؒ نے اس کے جواب میں فرمایا خان صاحب! ہم کیمیا گر نہیں ہیں۔ حضرت قبلہ عالمؒ کی مہربانی اور نظر کرم وعنایت سے اپنا کام بہتر چلا رہے ہیں کوئی کیمیا گری نہیں جانتے۔ وہ خان اس حد تک دامن گیر ہوا کہ بڑی مشکل سے اس سے دامن چھڑایا اور یہ بھی فرمایا کہ ایک بزرگ جس کا نام محمد مُنا اویسیؒ تھا شہر فرید لکھویرہ پہنچا ان کا دستور تھا کہ پندرہ، سولہ درویش اکثر ہمراہ رکھتے تھے ان کا کپڑا، روٹی وغیرہ کا خرچہ وہ اپنی طرف سے کرتے تھے۔ فرید مذکور نے ان کو اس حال میں دیکھا تو انکے پیچھے پڑ گیا اور تقاضا کیا کہ تم کیمیا گری جانتے ہو مجھے بھی سکھادو۔ اس بزرگ نے حکمت عملی سے بمشکل اس سے اپنا دامن چھڑایا اور چلے گئے۔

فرمایا۔ حق تعالیٰ جسے توکل بخشتا ہے اسے بے پناہ روزی عطا فرماتا ہے کہ عوام الناس کا فکر وخیال وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ توکل عجیب چیز ہے بلکہ توکل مومن کی علامت ہے کہ "وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ○ (سورۃ مائدہ ۶)

ترجمہ: اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر تمہیں ایمان ہے۔

قرآن مجید میں صادر ہے اگر توکل صادق ہوگا تو ضرور حق تعالیٰ اہل توکل

مجید نکالا اور میرے سامنے رکھ دیا اور کہا کہ تم کیمیا گر ہو۔ خدا کے لئے مجھے کیمیا گری سکھا دو۔ میں حیران ہو گیا۔ کہ یہ مجھے کیا کہتا ہے آخر بہ ہزار وقت اسے میں نے خود سے دور کیا اس کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ شاید ہر وہ شخص جسے اللہ تعالےٰ ظاہری اسباب کے بغیر روزی عطا فرماتا ہے لوگ اسے کیمیا گر سمجھتے ہیں اور سائل بنتے ہیں کہ ہمیں بھی کیمیا گری سکھا دو۔ چنانچہ ہم نے سنا کہ ایک افغان حضرت حافظ محمد جمال اللہؒ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ تم کیمیا گر ہو۔ مجھے بھی سکھا دو۔ حضرت حافظ صاحبؒ نے اس کے جواب میں فرمایا خان صاحب! ہم کیمیا گر نہیں ہیں۔ حضرت قبلہ عالمؒ کی مہربانی اور نظر کرم وعنایت سے اپنا کام بہتر چلا رہے ہیں کوئی کیمیا گری نہیں جانتے۔ وہ خان اس حد تک دامن گیر ہوا کہ بڑی مشکل سے اس سے دامن چھڑایا اور یہ بھی فرمایا کہ ایک بزرگ جس کا نام محمد مُنا اویسیؒ تھا شہر فرید لکھویرہ پہنچا ان کا دستور تھا کہ پندرہ، سولہ درویش اکثر ہمراہ رکھتے تھے ان کا کپڑا، روٹی وغیرہ کا خرچہ وہ اپنی طرف سے کرتے تھے۔ فرید مذکور نے ان کو اس حال میں دیکھا تو انکے پیچھے پڑ گیا اور تقاضا کیا کہ تم کیمیا گری جانتے ہو مجھے بھی سکھا دو۔ اس بزرگ نے حکمت عملی سے بمشکل اس سے اپنا دامن چھڑایا اور چلے گئے۔

فرمایا۔ حق تعالےٰ جسے توکل بخشتا ہے اسے بے پناہ روزی عطا فرماتا ہے کہ عوام الناس کا فکر وخیال وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ توکل عجیب چیز ہے بلکہ توکل مؤمن کی علامت ہے کہ "وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (سورۃ مائدہ ۶)

ترجمہ: اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر تمہیں ایمان ہے۔

قرآن مجید میں صادر ہے اگر توکل صادق ہوگا تو ضرور حق تعالےٰ اہل توکل

کو بے حساب اور بغیر تکلیف کے وافر روزی عطا فرماتا ہے پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

؎ برتوکل گر بود فیروزیت حق دہد مانند مرغان روزیت

ترجمہ: اگر توکل پر تجھے کامیابی نصیب ہوگی تو حق تعالیٰ تجھے پرندوں کی طرح روزی عطا فرمائے گا۔

اور فرمایا۔ متوکل صادق اور اہل شریعت اور اہل طریقت وہی ہیں جو روزی کیلئے اسباب ظاہری نہیں بناتے۔ اور اس میں جستجو نہیں کرتے بلکہ فارغ دل ہو کر یاد خدا میں اور اس کی عبادت میں حاضر رہتے ہیں۔ اور جو کچھ انہیں غیب سے پہنچتا ہے۔ وہی اپنے کھانے پر صرف کرتے ہیں اور اگر زیادہ ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دیتے ہیں۔

"الدنیا مزرعة الاخرة" ترجمہ: دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

کا یہی معنی ہے۔ اور یقین جانتا ہے۔ کہ جو کچھ مقدر میں سے ہے ضرور ملے گا۔ جستجو کرے خواہ نہ کرے۔

؎ گر کنی صد ہزار باری جست نخوری بیش زانچہ روزی تست

ترجمہ: اگر تو لاکھ مرتبہ بھی جستجو کرے گا تو اس سے زیادہ رزق تجھے نہ ملے گا۔ وہی جو کچھ تیری قسمت میں ہوگا۔

اس موقع پر ایک اور عالم موجود تھا۔ انہوں نے یہ اشعار پڑھے ؎

(1) بہ شغل جہان رنج بردن چہ سود کہ روزی بہ کوشش نیاید فزود

(2) بہ دنبال روزی چہ باید دوید تو بنشین کہ روزی خود آید پدید

ترجمہ: (1) دنیا کے کاموں کے تکلیف اٹھانے سے کیا فائدہ کیونکہ روزی تو

کوشش سے نہیں بڑھائی جا سکتی۔

(2) روزی کے پیچھے کیوں دوڑتا ہے تو بیٹھ جا کیونکہ روزی خود ظاہر ہو جاتی ہے یعنی تجھے مل جاتی ہے۔

حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے ان اشعار کے سننے پر فرمایا کہ اگر روزی کو تلاش کیا جائے اور اس کے پیچھے دوڑا جائے تو روزی اس سے بھاگتی اور پہلوتہی کرتی ہے۔ اگر توکل کر کے بیٹھتا ہے۔ اور روزی تلاش نہیں کرتا تو روزی خود بخود اس کے قریب آ جاتی ہے۔ فرمایا روزی دینے والا حق سبحانہ وتعالےٰ ہے کہ

"ان اللّٰہ ھو الرزاق ذوالقوۃ المتین"

حضرت سلطان المشائخؒ کا فرمان کہ مومن کیلئے دس نور

ملفوظ: ایک دن حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مصنف سیر الاولیاء نے حضرت سلطان المشائخؒ کی بات لکھی ہے یعنی ان کا فرمان تحریر کیا ہے کہ

"وللمومن عشرۃ انوار نور الروح و نور العقل و نور المعرفۃ و نور العلم و نور التوفیق و نور البصر و نور الخیار و نور الحجۃ و نو ر الشوق"

ترجمہ: اور مومن کیلئے دس انوار ہیں، روح، عقل، معرفت، علم، توفیق، بصر، بھلائی، حجت اور عشق کے انوار ہیں۔ اور فرمایا کہ

"شوقی الیٰ جھات و جھک شوق المریض الی لباس العافیہ"

یعنی میرا شوق تیرے چہرہ کی طرف ایسا ہے۔ جیسے بیمار کو صحت وتندرستی کا۔

اور فرمایا کہ

"قال الحکیم لایجوز فی دور القلب ولا فی ترکیب الطبائع ولا فی القیاس ولا فی الفھم ولا فی الحس ولا فی الممکن ولا فی لواجب ان یکون محب ولیس لمحبوبہ الیہ میل وود"

یعنی ایک حکیم نے فرمایا کہ جائز نہیں کسی کے نزدیک نہ ترکیب میں نہ قیاس میں اور نہ فہم میں اور نہ حس میں اور نہ ممکن میں اور نہ واجب میں کہ کسی ایک کو دوست رکھے اور محبوب کو اس کی طرف میل یعنی خواہش نہ ہو۔ یعنی سالک عشق الٰہی اور محبت حق تعالےٰ اور جمال کمالِ ایزدی کے شوق میں اپنی جان کو صرف کرے۔ تو حق تعالےٰ اسے اپناواصل گردانتا ہے۔

"القلب مع القلب" ترجمہ: دل دل کے ساتھ ہے۔

شاہد ہے اور یہ بات اس کلام کے موافق ہے جو حضرت سلطان المشائخ قدس سرہٗ سے لوگوں نے سوال کیا کہ محبّ کے اضطراب و پریشانی سے محبوب کا کیا روش یعنی کیا رویہ ہوتا ہے؟ فرمایا کہ یہ بھی ان سے ہے جیسے کہ وہ کرتا ہے۔ مصرعہ

"اے بے خبر من روم اومی کشد قلاب را"

ترجمہ: اے بے خبر میں جا رہا ہوں اور وہ آہنی کنڈی سے کھینچتا ہے۔

(1) عاشقان ہر چند مشتاق جمال دلبر اند

دلبران بر عاشقان از عاشقان عاشق تر اند

(2) عشق می نازد بحسن و حسن می نازد بہ عشق

آری آری این دو معنی عاشق یک دیگر اند

ترجمہ: (1) عاشق جتنا کہ محبوب کے جمال کے مشتاق ہیں اسی طرح محبوب عاشقوں پر، عاشقوں سے بھی زیادہ عاشق ہیں۔

(2) عشق حسن پر ناز کرتا ہے اور حسن عشق پر نازاں ہے۔ ہاں ! ہاں یہ دو معنی بھی ایک دوسرے کے عاشق ہیں۔

مؤلف مناقب شریفہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے جب یہ کلام اور حکایات بیان فرمائے تو فدوی جان نثار یعنی مؤلف مذکور نے دیکھا کہ حضرت فخر الاولیاءؒ کی مبارک آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور کچھ دیر سکوت فرمایا۔ پھر کانوں میں آواز پہنچی کہ ایک مولوی صاحب نے عرض کی کہ یا حضرتؒ ! عشق کیا چیز ہے؟ اور اس سے کیا درکار رہتا ہے؟ آپؒ نے فرمایا کہ اس سے پہلے بتایا جا چکا ہے کہ عشق آگ ہے۔ جو کچھ اس تک آتا ہے۔ جل جاتا ہے سوائے معشوق کے۔

عشق آن شعلہ است کو چوں بر فروخت

ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

ترجمہ: عشق وہ شعلہ ہے کہ جب وہ بھڑک اٹھتا ہے سوائے معشوق کے سب کو جلا ڈالتا ہے۔

(1) ابجد عشقت کہ بیاموختم — پیرہن محنت و غم دوختم

(2) حاصل عشق این سخن بیش نیست — سوختم و سوختم و سوختم

ترجمہ: (1) میں نے عشق کی ابجد سیکھی اور محنت و غم کے کرتے کو سیا۔

(2) عشق کا حاصل اس بات سے زیادہ نہیں ہے کہ میں جل گیا، میں جل گیا اور میں جل گیا۔

پھر فرمایا۔ عشق اگرچہ آگ ہے۔ لیکن لطیفہ الٰہی ہے۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ بعض سالکان نے عشق کو ذات الٰہی کہا ہے۔ اس کے بعد حضرت فخر الاولیاء نے یہ دعا پڑھی۔

"اَللّٰھُم اِنِیْ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ و حُبَّ من یَحِبُّکَ وَالْعَمَلُ الَّذِی یُوْدِی اِلیٰ حُبِکَ اَللّٰھُم اجعَلُ حُبَّکَ اَحَبَ الیٰ من نفسی وَاَھلِیٰ و مَالِیٰ وَمنَ الماء البار دالِیَ الْعَطْشَانِ O

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت اور تجھ سے محبت کرنے والوں کی محبت کا سوال کرتا ہوں۔ اور ایسے عمل کا جو تیری محبت تک پہنچائے۔ اے اللہ اپنی محبت کو میری طرف میری جان۔ اہل وعیال۔ اور ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب بنادے جیسا کہ ٹھنڈا پانی پیاسے کو محبوب ہوتا ہے اپنی محبت اس سے بھی زیادہ محبوب بنادے۔

فرمایا کہ یہ دعا ہر نماز کے بعد پڑھنا چاہیے۔ آپؒ نے حاضرین مجلس کی طرف اشارہ فرمایا کہ درویشوں کو چاہیے کہ ہر نماز کے بعد اس دعا کو پڑھا کریں تاکہ محبت الٰہی پر فائز ہو جائیں۔

کاملان کا درجہ اور واصلان کا رتبہ

ملفوظ: انہیں افکار میں حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ عشق و محبت کے اذکار میں شوق، ولولہ اور عشق پیدا ہوتا ہے۔ یعنی عشق کا دعویٰ دل سے پیدا ہوتا ہے اور جب عشق کا جلن دل میں درجۂ کمال تک پہنچ جاتا ہے۔ اسے جتنا بھی پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ آخر کسی دن اندر سے سر باہر نکال لیتا ہے یعنی کسی دن ظاہر ہو

جاتا ہے اور پھر آپؒ نے یہ اشعار پڑھے

(1) چند پنہاں غم عشق تو چون طاقت نیست

وقت آن شد کہ برون آید صد شور بہم دیگر

(2) رو کشادہ از صنم طاقت عاشق می بری

چون پس پردہ می شوی پردہ چرا می دری

ترجمہ: (1) جب تیرے عشق کے غم کو چھپانے کی طاقت نہیں وہ وقت آ گیا کہ وہ باہم شور مچاتا ظاہر ہو چکا ہے۔

(2) محبوب سے چہرہ کھلوا کہ عاشق دیکھنے کی طاقت رکھتا ہے جب تو پردہ کے پیچھے ہوتا ہے تو پردہ کیوں پھاڑتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اگرچہ عشق اختیار میں نہیں ہے۔ لیکن اہل کمال کے عشق کا مرتبہ یہ ہے کہ وسیع حوصلہ عاشق میں ہونا چاہیے۔ تاکہ دوست کے اسرار کے مناسب ہو۔ ہر وہ لوگ جو کہ عشق میں درجہ کمال کی طرف قدم بڑھاتے ہیں اور جو اس میں مر گئے ہیں۔ انہوں نے شہادت کا درجہ حاصل کیا ہے۔ چنانچہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا۔

"من عشق وعف و کتم ومات فقد مات شهيدا"

ترجمہ: جو عاشق ہوا اور پاکباز رہا اور عشق چھپائے رکھا اس حال میں وہ شہید ہے۔

کاملان کا درجہ اور واصلان کا رتبہ یہی ہے۔

بے نشان کا حُسن

ملفوظ: ایک مرتبہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے یہ شعر پڑھے ؎

(1) اے عشق تو بی نشان جمالے داری دراصل وجود خود کمالے داری

(2) ہر لحظہ بہ مثالی و جمالی داری اے عشق در یغانہ چہ خیالی داری

ترجمہ: (1) اے عشق! تو بے نشان ہے لیکن انتہائی حسن رکھتا ہے دراصل تو اپنے وجود میں کمال رکھتا ہے۔

(2) ہر لحہ تو مثالی حُسن رکھتا ہے اے عشق! افسوس ہے کہ تو کیا خیال رکھتا ہے۔

اور ایک دن مجلس میں آپؒ نے یہ شعر پڑھا۔

؎ نظامی این چہ اسرار است کز خاطر برون راندی

پس و پیش زبان درکش زبان درکش

ترجمہ: اے نظامی یہ کیا راز ہے جو تم نے دل سے باہر نکالا ہے۔اس کے پس و پیش کوئی نہیں جانتا تو اپنی زبان بند کر اپنی زبان بند کر۔

اور پھر آپؒ نے یہ شعر بھی پڑھے۔ ؎

(1) آنم کہ نیمہ ما خوش کردند در نیمہ بہ غم ذرہ دلکش کردند

(2) از آب لطف تو فراخی دارم دریاب مرا و گرنہ آتش گردم

ترجمہ: (1) میں وہ ہوں کہ آدھے سے انہوں نے ہمیں خوش کرنا اور ایک آدھے سے غم کے ذرہ کو انہوں نے ہمارے لئے دلکش بنا دیا ہے۔

(2) تیری مہربانی کے پانی سے میں کشادگی رکھتا ہوں مجھے پالے ورنہ میں آگ ہو جاؤں۔

فائدہ

جان لیں کہ مؤلف مناقب شریفہ نے حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ کے تمام ملفوظات میں عشق مطلق کی تعریف اور خصوصاً عشق کے بارے میں حضرت عشقیہ فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے ارشادات اور عظیم روحانی معلومات، ابیات واقوال کثیرہ میں سے تھوڑے سے ہم نے تحریر کئے ہیں اور نثر کے طریقے سے بھی عشق اور عاشقان صادق کی تعریف وتوصیف میں کسی قدر لکھا گیا ہے تا کہ مطالعہ کرنے والے ان سے استفادہ کر سکیں۔ اور عشق فی نفس الامر ایسی چیز نہیں کہ اس کی حقیقت کی مدح وتوصیف کو سمجھا جا سکے۔ اس لئے کہ یہ ایک وجدانی امر ہے، بیانی نہیں ہے اور اس کے ماسبق میں بھی مؤلف مناقب شریفہ نے خود حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی زبان حقائق بیان سے نقل کئے ہیں جیسے کہ بعض سالکان نے عشق کو ذات کہا ہے پس چونکہ ذات حق کی کیفیت کو بیان میں نہیں لا سکتے تو عشق بیان میں کس طرح آ سکتا ہے۔ لیکن جب کسی کی قسمت میں اس نعمت سے بہرہ مندی لکھی گئی ہو تو وہ جانتا ہے کہ عشق یہ ہے دوسرے کو اس سے آگاہی نہیں ہوتی لیکن محل ورود یہ کہ ذات عاشق ہے۔ علامات عشق سے وہ سب سے ممتاز ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ جو کہ مرد کامل ہیں۔ ذات ذوالجلال کے جمال کے حقیقی عشاق سے ہیں تمام عالم اور عالمیان سے اس قدر ممتاز تھے کہ جمال باکمال کے مشاہدہ سے ان کے بارے میں ہر فرد جن وانس بلکہ ملائک آسمان جانتے اور سمجھتے تھے کہ حق تعالےٰ کا عشق ان کے دل سے آفتاب جہاں تاب کی طرح عالم اور عالمیان کو روشنی بخشتا ہے اس حد تک کہ اگر

سنگِ دلان عالم اور ان کے اجہل جو کسی طرح بھی عشق کے نام ونشان کو نہ جانتے تھے۔ اور اتفاق سے جو آپ ؒ کے دیدار فیض آثار سے مشرف ہو کر ایسے رقیق القلب اور جاں نثار بن جاتے۔ ایسا لگتا کہ گویا قدیم سے ان کے دل میں محبت کے اثرات قائم ودائم تھے اور اگر کوئی فاضل یا کوئی عالم یا اور کوئی شخص ان کے دیدار فیض آثار، جمال سے پہلے اپنے دل میں انکار رکھتا تھا۔

"اعاذ نا اللہ منھا" جو ان کی مجلس سے ایک بار حاضر ہو کر بہرہ مند ہوتا تو پھر دوبارہ حاضر ہونے اور مجاہدہ کرنے کی خواہش کرتا اور ان کا عُقدہ عقیدہ میں بدل جاتا کہ سر قدم پر رکھتا اور بے اختیار طالب راہ ہوتا۔ بلکہ بہت سے لوگ واصل باللہ ہوجاتے۔ اور اسی سے حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ ' کی علامتِ عشق واضح روشن ہے امید ہے کہ دیکھنے، زیارت کرنے اور حاضری دینے والوں میں سے کوئی بھی آپ ؒ کی مجلس کی برکات سے انکار نہیں کرسکتا۔ اور دوسری علامت یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو کسی کام میں جدوجہد اور کوشش کرتے دیکھتے یا کسی کو کسی کام سے متعلق رقیق القلب اور گریاں دیکھتے۔ اس کا کام چاہے دنیاوی ہوتا چاہے دینی اسے عشق کی طرف رجوع کرنے کا حکم فرمادیتے اور فرماتے کہ اس کوشش کا ظہور بھی عشق ہے۔ چنانچہ میاں محمد مزمل ؒ جو کہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ ' کے قدیمی غلاموں میں سے ہیں وہ شروع میں اپنے دل میں عشق مجازی کا حصہ رکھتے تھے۔ آخر کار حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ ' کی نظر کیمیا بار وحقیقت شناس سے مشرف ہوئے تو پھر شغل اور اشغال اور اوراد سے فراغت کے بعد مراقبہ و مشاہدہ میں معروف ہوجاتے اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ تقریباً آدھا دن عبادت گاہ میں بیٹھے رہتے۔ اس میں بھی آدھ پہر مذکور میں ہر شخص کو

اجازت تھی کہ وہ ان کے پاس آتا اور اپنی اپنی حاجات کے بارے سوال کرتا۔ اور بہت جلد اور مختصر وقت میں اپنی اپنی حاجتیں عرض کر کے جواب باصواب پاکر رخصت ہو جاتے تھے۔ جس وقت میاں مذکور حضرت صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو انہیں حضور کے پاس بیٹھنے اور معانقہ کرنے کی اجازت نہ تھی بلکہ وہ آکر عبادت خانہ کے ایک کونے میں بیٹھ جاتے اور اکثر و بیشتر وہ عشق آمیز حکایات وغیرہ عرض کرتے تھے۔ اور وہ جواب سے سرور القلب اور سرفراز ہو جاتے تھے۔ اور یہ بیٹھنے کی اجازت بھی ایسے وقت میں انہیں عاشق مزاج ہونے کی وجہ سے ہوتی تھی لیکن اس دوران کسی اور کو مجلس میں بیٹھنے اور حاجت عرض کرنے کی اجازت نہ تھی۔ چنانچہ ہندی ڈوہڑے جو کہ میاں موصوف نے خود تحریر کئے تھے ان کے عاشق مزاج ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ چنانچہ ان میں ایک یہ ہے۔ ڈوہڑہ

بے فائدہ میکوں ہٹک ناں مائی لڈویساں جھوکا منہیاں
عار و یار کتھاں شرمیجن او گلیس کتھاں رہیاں
وسر یاراج بیا نزاں مینوں وسریاں سنگتاں سئیاں
محمد یار ناں وسرم ڈِٹوں جیندے نال اکھیں لگ رہیاں

پس میاں موصوف بسا اوقات خاص کر سحر کے وقت اپنے ڈوہڑے اور لیلان و جام چنھڑ کے قصے جو کہ میاں حسن علی کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی خدمت میں سنایا کرتے تھے۔ پس میاں مذکور روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے مقررہ معمول کے مطابق حضور کی خدمت میں عبادت خانہ کے ایک کونے میں بیٹھا ہوا تھا کہ میاں عبداللہ کھوکھر جو کہ پیر بھائیوں میں سے تھے

ان دنوں غریب اور نادار ہو چکے تھے ۔ خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوسی کی اور گریہ وزاری کرنے لگا یہاں تک کہ زار و زار رونا شروع کیا۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے پوچھا اے میاں عبداللہ ! تجھے کیا ہو گیا ہے۔ کہ اس طرح زار و زاری کر رہے ہو۔ اس نے عرض کی یا حضرتؒ! ایک جوڑا بیلوں کا رکھتا تھا اور ان سے کھیتی باڑی کر کے ذریعہ معاش کرتا تھا اس وقت ان میں سے ایک بیل مر گیا اب میں وہ کہاں سے لے آؤں گا کہ ذریعۂ معاش کر سکوں ۔ پس آپؒ نے اسے تسلی دی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دے گا اس دعا کا اثر تھوڑے دنوں میں ظاہر ہوا کہ عبداللہ مذکور نے اس کے بعد معاشی تنگی نہ دیکھی ۔ میاں عبداللہ کو آپ نے رخصت فرمایا اور وہ باہر چلا گیا تو آپ نے اپنی زبان حقائق بیان سے فرمایا کہ اے میاں محمد۔ یہ کیا تھا میں نے عرض کیا یا حضرتؒ! یہ میاں عبداللہ تھا جو بیل کیلئے رو رہا تھا۔ فرمایا کہ اے میاں محمد۔ یہ بھی عشق تھا۔ میں نے عرض کیا کہ یا حضرتؒ! آپ ہی جانتے ہیں ۔لیکن یہ عبداللہ بیل کیلئے گریہ کر رہا تھا۔ پھر فرمایا نہیں نہیں ۔ یہ بھی عشق تھا ۔ میں نے چند بار اس بات کا تکرار کیا۔ خود حضرتؒ بھی تکرار سے فرماتے رہے۔ آپؒ نے اس کی تفصیل فرما دی لیکن خود اس سے زیادہ آپؒ نے نہ فرمایا اس واقعہ کے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ ایسے امور کو بھی عشق سے تعبیر فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی پاک ذات سے آپ کو عشق کا شغف حد کمال تک تھا۔ ان کے عشق کے واقعات شمار نہیں کئے جا سکتے ۔ اس کیلئے اور دفتر چاہئے ۔لیکن طوالت کے خوف سے اس سے زیادہ ذکر کرنا مناسب نظر نہیں آتا ۔ اگر کسی کو سرائے سعادت حاصل ہے تو اتنا ہی کافی ہے بلکہ اہل عقیدت کے لئے ایک حرف ہی کافی ہے۔

سلسلہ چشتیہ کی وجہ شہرت

ملفوظ: دیگر یہ کہ عشق اور عاشقوں کی تعریف کے نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے لیکن جس کسی کو فیضِ ازل سے اس سے حصہ ملا ہے تو وہ ہر وقت اور ہر گھڑی اس کا ثناخوان ہوتا ہے۔ چونکہ حق کی راہ میں یہ عظیم وسیلہ ہے پس یہ لوگ یعنی طالبان حق بلکہ واصلان بھی اس کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ اور اس کا عظیم وسیلہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ اس راہ میں ریاضت درکار ہے۔ چنانچہ قلت طعام، قلت منام، قلت کلام اور عدم خلط با نام یعنی لوگوں سے کم ملنا اور ترک دنیا تمام بلکہ ہر دو عالم میں عشق ہی آسان ہے کہ ان امور سے عاشق کو ذرہ بھر تکلیف نہیں پہنچتی۔ بلکہ عشق کا مکمل غلبہ ہو جاتا ہے اور غالباً یہ نعمت حضرات خواجگان چشت، عشق سرشت کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ انہوں نے اکثر تھوڑے ہی عرصہ میں راہ عشق سے مقامات عالیہ طے فرمائے ہیں اس وجہ سے اکثر اہل سلاسل ان کی اس فضیلت کے قائل ہیں اور یہ حکایت کاتب منتخب خود نہیں کہہ رہا بلکہ اپنے والد بزرگوار سے کہ جنہوں نے حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی مجلس میں حاضر تھا نے خود سنی کہ آپ نے فرمایا کہ اس سلسلہ شریفہ کا نام قدیم سے عشقیہ ہے اس لئے اس سلسلہ شریفہ کا اصل کام اہل عشق سے ہے اور چشتیہ نام اہل سلسلہ عالیہ کا شیخ ابواسحاقؒ سے مشہور ہوا۔ اس نام کی شہرت کی وجہ یہ ہے کہ شیخ ممدوح کا محلّہ نوری وقت چاشت کے نور کی طرح رات دن چمکتا رہتا تھا اور اس وجہ سے ان کا لقب چشتی اور ان کے سلسلہ کا نام چشتیہ مشہور و معروف ہوا۔ لیکن ان کے سابق نام کو سوائے خاصان کے کوئی نہیں جانتا پس یہ گروہ عشق میں اس قدر مشہور ہو گیا تھا کہ سیادت اور

قرشیہ کا نام بھی نہ رہا بلکہ عشق کی وجہ سے محو ہوا اور اس سے اتنی شہرت حاصل کی ہے کہ عشق اور عاشقوں کے اوصاف نہ ختم ہونے والے ہیں میں اس گفتگو کو ان چھ اشعار پر ختم کرتا ہوں ۔

(1)	کس نداند مدح عشق اندر جہان	بی نہایت را چہ داند کس بیان
(2)	گر شوند اقلام اشجار زمین	ہفت دریا ہم مدادی ہمر این
(3)	تا ابد بنویسد این اسرار را	مدح و شرح عشق آن دلدار را
(4)	آن تمام آیند وزین عشر عشیر	در نیاید در کتابت و در صریر
(5)	این چنیں فرمود مولا معنوی	در کتاب مستطاب مثنوی
(6)	شرح عشق ار من بگویم بر دوام	صد قیامت بگذرد وایں ناتمام
(7)	قول لا احصے ثنا در وی رواست	زانکہ مدح خویش را او خود سزاست
(8)	در مدح عشق گفتن من کیم	چونکہ عشق آید بگوید کہ کیم
(9)	لیک عاشق را علامتہا بود	نی علامت بل کرامتہا بود
(10)	زان کرامت بر ہمہ روشن بود	کہ ز عشق حق دلش گلشن بود
(11)	نار گوئی عشق را آن بار نیست	بلکہ نور مطلق است آزار نیست
(12)	صد ہزاران جان فدائی عاشقان	عاشقان ذات حق را شائقان
(13)	لاابالی از ہمہ عالم زیند	زانکہ مقبولی حق را لائقند
(14)	کرد مدح عشق و عاشق می تنم	مدح و وصف خواجہ خود میکنم
(15)	لیک مجمل خوشتر آید در بیان	این چنین گفتہ اسلاف مہان
(16)	خوشتر آن باشد کہ سر دلبران	گفتہ آید در حدیث دیگران

(17) بلکہ دفع چشم بد را از ان سیر | می سرایم من بعنوان دگر
(18) کور چشم بد از ین حسن و جمال | تا کہ چشم بد نہ بیند ایں کمال
(19) چونکہ مدح عشق نبود قعر یاب | ختم کن واللہ اعلم بالصواب

ترجمہ: (1) کوئی بھی دنیا میں عشق کی تعریف نہیں جانتا۔ جس کی کوئی انتہا ہی نہ ہو اس کے بارے میں کون کچھ بیان کرسکتا ہے۔

(2) اگر زمین کے تمام درخت قلم بن جائیں اور ساتوں سمندر اس کیلئے سیاہی بن جائیں۔

(3) اور اس محبوب کے عشق کی تعریف وتشریح کو اور اسرار ورموز کو قیامت لکھتے جائیں۔

(4) تو وہ تمام کے تمام ختم ہو جائیں گے مگر اس کا عشر عشیر بھی نہ لکھا جائے گا۔

(5) اپنی کتاب مثنوی شریف میں مولانا روم قدس سرہٗ نے ایسا ہی تحریر فرمایا ہے۔

(6) اگر میں ہمیشہ عشق کی تشریح لکھتا رہوں اور اس پر سینکڑوں قیامت گزر جائیں پھر بھی ختم نہ ہوں۔

(7) قول "لاأحصے" اس کی تعریف میں جائز اور صحیح ہے کیونکہ یہ اپنی تعریف کرنیکے آپ ہی لائق ہے۔

(8) عشق کی تعریف بیان کرنے والا میں کون ہوں کیونکہ یہ جب آتا ہے تو کہتا ہے کہ تو کون ہے؟

(9) لیکن عاشقوں کی علامتیں ہوتی ہیں۔ علامتیں نہیں بلکہ کرامتیں ہوتی ہیں۔

(10) اس سے تمام کرامتیں روشن ہوتی ہیں کیونکہ عشق حق سے اس کا دل باغ و بہار ہوتا ہے۔

(11) عشق کو تو آگ کہے یہ مناسب نہیں۔ عشق تو نور مطلق ہے اور کوئی آزار بھی نہیں ہے۔

(12) لاکھوں جان عاشقوں پر قربان تمام عاشق ذات حق کے ساتھ محبت رکھنے والے ہیں۔

(13) تمام عالم سے لاپرواہ جیتے ہیں اس لئے حق تعالےٰ کے ساتھ مکمل قبولیت رکھتے ہیں۔

(14) عشق اور عاشق کی تعریف کر کے مجھے مسرت ہوتی ہے کیونکہ میں اپنے آقا کی تعریف خود کرتا ہوں۔

(15) لیکن بیان کرنے میں اس کا اجمال اچھا لگتا ہے کیونکہ بڑے بڑے اسلاف نے ایسا ہی کیا ہے۔

(16) یہ کتنا بہتر ہوتا کہ محبوبوں کے اسرار و رموز دوسروں کی زبانی بیان ہو جاتے۔

(17) بلکہ چشم بد کو دفع کرنے کیلئے میں اس وجہ سے دوسرے عنوان کے ساتھ بیان کرتا ہوں۔

(18) اس حسن و جمال سے نظر بد اندھی اچھی ہے۔ تا کہ چشم بد اس کمال کو نہ دیکھ سکے۔

(19) چونکہ عشق کی تعریف کرنا نہایت ہی مشکل ہے لہٰذا گفتگو ختم کر لے۔ اور اللہ تعالےٰ ہی اس حقیقت کو بہتر جانتا ہے۔

توحید اور اقسام توحید

ملفوظ: ایک دن حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے حضور توحید کا ذکر ہوا۔ تو حضرت فخر الاولیاءؒ نے فرمایا کہ میں نے کتاب میں لب لباب دیکھا کہ توحید اس سے عبارت ہے کہ سالک کونین میں مشہور نہ ہو سوائے حق تعالےٰ شانہٗ کے۔ اور توحید تین قسم پر ہے

1. توحید شرعی اور یہ اثبات کرنا ہے وحدت کا بر حق کا
2. توحید کشفی اور یہ اثباتِ وجوب ہے خاص بر حق کا
3. توحید عقلی اور یہ اثبات وجوب ہے بر حق کا اور اس کے غیر کے وجوب کی نفی ہے

سالک کیلئے ضروری چیزیں

ملفوظ: حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے یہ بھی فرمایا کہ فتوحات میں لکھا ہے۔ کہ سالک کیلئے واجب ہے کہ ان نو چیزوں کو اختیار کرے تا کہ کامل ہو جائے الجوع، والسھر، والصمت، والعزلت، والتوکل، والبصر، والفتر، والیقین، فھذہ تسعة امھات الخیر تتضمن الخیر کله۔ اور یہ بھی فرمایا کہ صاحب عوارف نے لکھا ہے کہ سالک کیلئے آٹھ چیزیں واجب ہیں کہ ان کو اختیار کرے تا کہ اسے مقام و مرتبہ حاصل ہو جائے۔

الاوّل ۔الایمان باﷲ ورسوله ۔ الثانی التوبة النصوحة ۔الثالث الزھد فی الدنیا ۔ الرابع تحقیق مقام العبودیة بدوام العمل ﷲ تعالےٰ ۔ والخامس قلة الطعام ۔ والسادس قلة الکلام ۔ والسابع قلة المنام ۔ والثامن العزلة من الانام

ترجمہ: (1) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر پختہ ایمان۔

(2) خالص توبہ (3) ترک دنیا (4) مقام بندگی کی حقیقت اور اللہ تعالیٰ کیلئے مداومت عمل (5) کم کھانہ (6) کم بولنا

(7) کم سونا (8) عام لوگوں سے گوشہ نشینی۔

اور یہ بھی فرمایا کہ حق یہ ہے کہ سالک توحید ربانی کو سمجھتا ہے تو اس کیلئے یہ امر ضروری ہے کہ ان تمام کو اختیار کرے تاکہ توحید سے فائز ہو جائے۔ پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

؎ اگر خواہی تو توحید خدارا۔قدم داری شریعت مصطفیٰ را

ترجمہ: اگر تُو توحید خدا چاہتا ہے تو شریعت مصطفیٰ علیہ ﷺ پر ثابت قدم رہ۔

کسی نے عرض کی کہ آپؒ نے خدا کو دیکھا

ملفوظ: مؤلف مناقب شریفہ لکھتے ہیں کہ مولوی امام الدین نے نافع السالکین میں لکھا ہے۔ کہ ایک دن ایک شخص نے حضرت فخرالاولیاء قدس سرہٗ سے عرض کی کہ غریب نواز! لوگ یوں کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ تعالیٰ کو آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ آپؒ بھی دیکھتے ہیں؟ فرمایا حال یہ ہے کہ ہم بھی دیکھتے ہیں۔ ایک اور شخص نے عرض کی غریب نوازؒ! حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ

"مَنْ رَآنِیْ رَایٔ الْحَقَّ" یعنی جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔

ہم غلاموں کا کیا حال ہوگا کہ ہم بے چارے کس طرح حضرت پیغمبر ﷺ کی زیارت کر سکیں گے۔ آپؒ نے فرمایا تم ہمیں دیکھو۔

حصولِ معرفت کا ذریعہ

ملفوظ: ایک دن حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے حضور معرفت کا ذکر چلا۔ ایک عالم نے عرض کی کہ یا حضرت، قبلہ ؒ! معرفت کیا ہے؟ جواب میں آپؒ نے فرمایا کہ معرفت ایک مرتبے کا نام ہے۔ اور معرفت کے معنی ربوبیت کی شناخت ہے۔ ربوبیت حق تک پہنچنا ہے۔ بلکہ خود حق ہونا ہے۔ اور وہ مقام و مرتبہ حاصل نہیں ہوتا مگر حیاتِ قلب سے اور حیات قلب کی علامت یہ ہے کہ اس میں انوار الٰہی کی تجلیات کے ظہور کا مشاہدہ کرے۔ اور فرمایا قلب آئینہ ہے مگر اسے مثل آئینہ کے صفائی درکار ہے۔ اور صفاءِ آئینہ سوائے مصقلہ کے مشکل ہے۔ پس آئینہ قلب کیلئے مصقلہ چاہیئے یعنی دل کو صاف کرنے والا چاہیئے اور اس کا مصقلہ ذکر حق ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

" لکل شیءٍ مصقلة و مصقلة القلب ذکرا للّٰہ تعالٰے "

یعنی ہر چیز کے لیے مصقلہ ہے اور دل کے لیے مصقلہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

فرمایا: ذکر کے فوائد اس وقت حاصل ہوتے ہیں کہ قدم شریعت اور طریقت اور حقیقت پر جے رہیں۔ ایک بزرگ نے پوچھا کہ ان میں فرق کیا ہے؟ فرمایا۔ اقوال النبی ﷺ شریعت ہیں۔ افعال النبی ﷺ طریقت ہیں اور احوال النبی ﷺ حقیقت ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ۔

الشریعة اقوالی والطریقة افعالی، والحقیقة احوالی وقیل الشریعة ھی الطریقة الواضحة والطریقة ھی التقویٰ والحقیقة ھی التوجه الیٰ رضاء المولٰے.

ترجمہ: حضور پُر نور ﷺ نے فرمایا کہ شریعت میرے فرمودات، طریقت میرے اعمال اور حقیقت میری کیفیات ہیں۔ کہا گیا ہے کہ شریعت واضح راستہ ہے اور طریقت تقویٰ ہے اور حقیقت رضائے رب پر متوجہ ہونے کا نام ہے۔ اور بعض نے اس معنی کو اولیٰ اور افضل کہا ہے۔

؎ شریعت رامقدم دارا کنون　　حقیقت از شریعت نیست بیرون

ترجمہ: اب تو شریعت کو مقدم رکھ لے کیونکہ حقیقت شریعت سے جدا نہیں ہے۔

فرمایا جو کوئی شریعت میں راسخ و پختہ ہوتا ہے۔ تو حقیقت کی راہ اس پر کھولی جاتی ہے۔

؎ محال است سعدی کہ راہ صفا　　توان رفت جز در پی مصطفیٰؐ

ترجمہ: اے سعدی! راہ صفا پر حضور ﷺ کی تابعداری کے بغیر چلنا محال ہے۔

پس فرمایا کہ جب بھی محبِّ صادق شریعت اور طریقت اور حقیقت میں استقامت حاصل کرتا ہے۔ تو ذکرِ حق میں مصروف ہو جاتا ہے۔ اور فوائد حاصل کرتا ہے۔ لیکن ذکر حق میں محبت اور شوق ضروری ہے تا کہ ذکر میں بھی محبت اور شوق اور اشتیاق کا مظاہرہ کرے۔ فرمایا ذکر کی کئی قسمیں ہیں۔ ان میں سے ان کا ذکر کرلیا کرے کہ جن کی اجازت حاصل ہوگی۔ اور ذکر کیلئے آداب بھی ضروری ہیں۔ اور اوقات، بیٹھنے کا طریقہ اور اٹھنے کے آداب بھی بہت ضروری ہیں۔ ان میں سے بھی مطلوب اہل اجازت ہیں۔ یا پھر اچھی طرح سمجھ کر عمل کرے۔ تقویٰ اور پرہیز گاری حاصل کرے۔ تمام گناہوں اور کردار و افعال ذمیمہ سے دامن و دل کو پاک کر کے عمل کرے۔ امور حسنہ اور شریعت اور حقیقت اور طریقت پر پابند رہ کر ذکر کرے۔ اس

موقع پر مولوی صالح محمد نے عرض کی کہ کیا تمام کلمہ کا ذکر کرتا ہے۔ یا "الا اللہ" یا صرف "اللہ" فرمایا کہ اس کے مدارج ہیں۔ پہلے کلمہ "لا الہ الا اللہ" پھر "الا اللہ" پھر "اللہ" اس کے بعد صرف "ھُو" حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کو جس وقت آنحضرت ﷺ نے صرف ھا، ھُو، ھی کا ذکر کرنا بھی فرمایا تھا۔ مگر یہ آخری درجہ ہے۔

روح کے بارے میں

ملفوظ: ایک دن مجلس مبارک میں دوران گفتگو روح کے متعلق ذکر چلا۔ مولوی نور اللہ بھنڈی نے کہا کہ اگرچہ حق سبحانہٗ تعالیٰ قرآن شریف میں "یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الروح قل الروح من امر ربی" فرمایا ہے لیکن اس کی معرفت کی کیفیت بزرگوں سے کس حد تک ثابت ہوئی ہے؟ جواب میں حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اس کی معرفت کا طریقہ عقل ہے نہ سمع۔ لیکن وہ عقل معاش، عقل معاد ہے۔ جو کہ "منہ المبداء والیہ المعاد" کو جانتا اور سمجھتا۔ فرمایا کہ کنز العباد میں لکھا ہے کہ انبیاء اور بعض اولیاءؒ اور علماء نے روح کو دیکھا ہے لیکن انہوں نے شریعت کے آداب کو ملحوظ رکھا۔ چونکہ حضور اکرم ﷺ اس بارے میں ساکت اور خاموش رہے اور غیر مستحق سے صفت روح کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا۔ اس وقت ایک شخص خدایار نامی جو کہ مشہور حکیم اور حضرتؒ کا غلام و مرید تھا۔ محفل میں موجود تھا، اسنے بیان کیا کہ قبلۂ من روح کا مسئلہ علم حکمت میں بھی لکھا ہے۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ہم نے دیکھا ہے۔ جو کہ شرح تام حق پر۔ اول یہ کہ ۔ بجان و دلش ہمی خوانم

یعنی ہم دل و جان سے اسے پڑھتے ہیں۔

فرمایا وہ چیز جو کہ حکمت کے قالب سے لکھی ہوئی ہے۔ مگر حکمت کی رائے الگ ہے۔ اور عرفاً کی رائے علیحدہ ہے۔ اور چیز امر ربی سے ہے۔ اس معنی کی تحقیق الگ ہے۔ "من عرف نفسہ فقد عرف ربہ" منحصر ہے سوائے اس کے کہ وہ مقام حیرت و غیرت ہے۔ اس کی نہایت اس پر ہوئی کہ شرح۔ نام حق کی شرح حاضر کی گئی اور حکیم مذکور نے خبر حکمت کی رو سے حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے روبر پڑھا۔ جب تمام کیا۔ تو آپؒ نے فرمایا کہ علماً نے اس بارے کہا ہے۔ اور عرفاً کیلئے یہ مقام مشاہدہ و سکوت ہے۔

رموزِ عشاقِ حق

ملفوظ: ایک مرتبہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے حضور ذکر ہوا کہ یہ جو بعض بزرگ بعد نماز فریضہ تین بار حق، حق، حق پڑھتے ہیں۔ خاص کر خاندان صابریہ میں بہت استعمال کرتے ہیں۔ یہ کیسا ہے؟ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ "لیس بینی و بین ربی فرق" مگر شاید کہ ان کی نظر اپنے "عدم وجود" ہونے کی وجہ سے ہوگا۔ اور یہ اس وقت ہو سکتا تھا کہ "مربوب" کا حضرت ربّ میں کوئی وجود نہ ہو۔ اور وہ مقام مشہودات مطلق میں خود کو بلکہ کل ماسویٰ اور خود کو عدم محض دیکھا ہوگا۔ اس کے بعد کہتا ہے۔

"الا انی تقدمت بالعبودیة" یعنی اگر عبودیت مجھ پر ہے اور یہ کہ موجود۔

(۱) نامی زمن بر من و باقی ہمہ اوست ما فی الوجود واحد الا اللہ

(2)	لیس نے الدارین الا ربی	وان الموجودات کلہا معدومہ
(3)	ای خواجہ سرمستک شدی	برعاشق خستک زدی
(4)	خصم خداوند خودی	کشتی گرفتی با خدا

ترجمہ: (1) مجھ پر میرا صرف نام ہے اور باقی سب کچھ وہی ہے۔ وجود میں نہیں مگر اللہ۔

(2) دنیا میں کچھ نہیں سوائے رب تعالیٰ کے اور بے شک تمام موجودات معدوم ہیں۔

(3) اے خواجہ تو سرمست ہو گیا اور عاشق پر تو نے خستک ماردی

(4) تو اپنے خدا کا دشمن ہے اور اللہ تعالیٰ سے تو نے لڑائی مول لی ہے۔

پس فرمایا کہ حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں ایک چڑا ایک چڑیا پر عاشق ہو گیا۔ اپنے معشوق سے کہا کہ سلیمانؑ کی مجلس میں میرا سر نہ پھاڑ ورنہ میں سلیمانؑ کے ملک کو درہم برہم کردونگا۔ حضرت سلیمانؑ نے سن لیا اور پوچھا کیا کہا۔ چڑے نے جواب کہا "ان للعاشقین سرا" یعنی یہ عاشقوں کے راز ہیں۔

حاصل کلام یہ مجذوبوں کی باتیں ہیں۔ اس میں سکوت بہتر ہے۔ مگر اس کی وجہ سے شریعت کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَہ کے بارے میں سوال وجواب

ملفوظ: ایک دن بعض علماء نے حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ سے استفسار کیا کہ "من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ یہ حدیث ہے۔ ان کے جواب میں آپ نے فرمایا۔

کہ جو ہر اسرار میں میں نے پڑھا ہے۔ کہ یہ کلام بعض بزرگوں کے نزدیک فرمودہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہے۔ اور بعض اسے حدیث کہتے ہیں۔ لیکن نووی نے عدم صحت کے ساتھ یہ تصریح کی ہے۔ لیکن اگرچہ حدیث نہیں ہے مگر علماء و مشائخ کی کتابوں میں مستشہد ہے یعنی واضح ہے۔ اور اس کے موافق قرآن مجید اور بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔

قولہ تعالےٰ (1) وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (سورہ ذاریت ۲۶)

(2) سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ (سورہ حٰم السجدہ پ ۲۵)

ترجمہ: (1) اور خود تم میں۔ تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں۔

(2) ابھی ہم انہیں دیکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کیلئے آپے میں۔ یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے۔

اور انبیاء علیہم السلام کے اخبار میں بھی آیا۔ حاکیا عن اللہ تعالےٰ کہ اے انسان! اعرف نفسک تعرف ربک وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اعرفکم بربکم اعرفکم بنفسکم۔

ترجمہ: اپنے آپ کو پہچان اپنے رب کو پہچان لے گا۔ حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا تم میں رب کی زیادہ پہچان والا وہی ہے جو اپنے آپ کو زیادہ پہچاننے والا ہے۔

شیخ کی اِجازت کے بغیر مرید نہ کرے

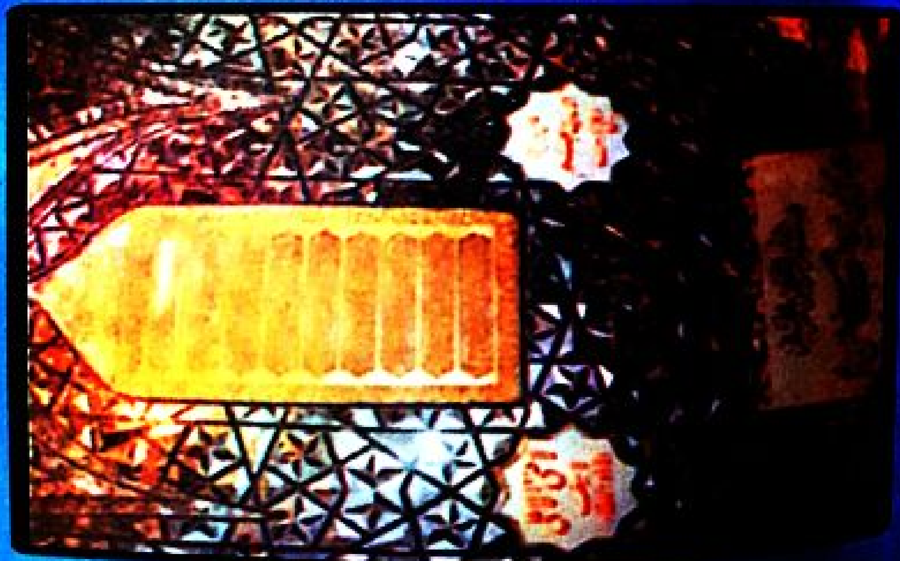
ملفوظ: ایک روز حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ احمد پور کے مکان میں محکمہ علماء کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ جہاں جناب صاحبزادہ میاں نور احمد مہاروی صاحبؒ بھی



حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا گھر (کوفہ عراق)



وہ مقام جہاں آپ نے آخری سجدہ ادا کیا



وہ مقام جہاں آپ پر حملہ کیا گیا

موجود تھے۔ بات اس طائفہ کے بارے چلی جو لوگ خود کو تصوف سے نسبت کرتے ہیں۔ اور پیر کی اجازت کے بغیر بیعت کرتے ہیں اور لوگوں کو مرید کرتے ہیں۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا چونکہ مرید مقامات سلوک پیر کی مدد سے حاصل کرتا ہے اور خلافت حاصل کرنے کا خیال نہیں کرتا ہے جو کہ صاحب سند اور صاحب نسبت کرتا ہے۔ وہ تو درست ہے دوسرا ہوس کی بنا پر کرتا ہے جو کہ صاحب سند اور صاحب نسبت کرتا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔ صاحب سند و نسبت باری تعالیٰ کی عبادت میں ثابت قدم رہتا ہے۔ مقام توکل پر پہنچ جاتا ہے اور خون جگر سے صحیح مجاہدہ کرتا ہے۔ پھر یہ بات واضح ہے جو اس شغل کے بارے میں بزرگوں کی کتابوں میں جو قول لکھے ہیں وہ یہ ہیں۔ کہ یہ بزرگان نسبت جو کہ "من اللہ" یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور "من الشیخ" یعنی پیر کی طرف سے مجاز رہے ہیں۔ وہ خود کو خوشی سے اس کام میں نہ لائے۔ لہٰذا بغیر مجاز ہونے کے تو خود بخود یہ کام شروع نہ کر ایسا کرنے سے اپنا کام بھی غلط کر بیٹھے گا اور اسے بھی جسے بغیر اجازت بیعت کرتا ہے۔ اس کا کام بھی ضائع اور برباد کر بیٹھے گا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے مکروہ فریب ہو جائے گا۔ بلکہ بہتر یہ ہے۔ کہ حق کی یاد اور پیر کامل کی یاد میں مستغرق ہو جا اور اپنے پیر سے خلافت حاصل کرنے کیلئے خود میں صلاحیت پیدا کر۔

۔ بی یاد روزگار تو گر یک نفس زنم

تضیع عمر باشد و تعطیل روزگار

ترجمہ: تیری یاد کے بغیر اگر دنیا میں ایک سانس بھی لے لوں تو ایسا کرنا عمر کو ضائع کرنا اور زمانے کو گویا خود سے دور کرنا اور رخصت کرنا ہے۔

فرمایا ایسا پیر جو صاحب اجازت نہیں ہے۔ اس سے گریز کرنا ہی بہتر ہے۔
کیونکہ اس کا سلسلہ منقطع ہوتا ہے۔

فرمایا تصوف حُسنِ خلق ہے

ملفوظ: ایک موقع پر تصوف کے بارے میں حضرت فخرالاولیاء قدس سرہٗ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سنے گئے۔ فرمایا "التصوف ھوالاخلاق الحسنہ "یعنی تصوف حسنِ خُلق ہے۔

فرمایا اہل سلوک کو نیک مداخلت چاہیئے

ملفوظ: ایک موقع پر یُوں ذکر فرمایا کہ اہل سلوک کو مداخلت نیک چاہیئے

اول: یہ کہ خدا کی قسم نہ کھائے۔ نہ ہی حق اور نہ ہی ناحق۔ اور نہ قصد سے اور نہ غفلت سے کیونکہ انوار کے ظہور سے محرومی کا خطرہ ہے۔

دوم: جھوٹ نہ بولے نہ سنجیدگی سے اور نہ مذاق سے کہ شرح صدر سے محرومی کا خطرہ ہے۔

سوم: وعدہ خلافی نہ کرے کیونکہ احباب کے جمع ہونے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلند مراتب سے محرومی کا خدشہ ہے۔

چہارم: کسی چیز کو غفلت سے نہ کرے اور کسی جاندار کو آزار نہ پہنچائے کیونکہ وہ اہل دنیا سے امن چاہتے اور آخرت میں بھی احسن درجہ پاتے ہیں۔ اور بارگاہ حق کے مقرب ہوتے ہیں۔

پنجم: بددعا نہ کرے کیونکہ وہ اس کے لائق ہوتا ہے اگرچہ ظلم کیا ہو۔

ششم: کفر و شرک اور نفاق کا حکم نہ کرے۔ اہل قبلہ کے ساتھ جو کہ قرب خدا تعالیٰ کے موجب ہیں۔

ہفتم: نامحرم کی طرف نظر نہ کرے نہ ظاہر نہ پوشیدہ بلکہ تمام حواس کی حفاظت کرے۔

ہشتم: پرہیز کرے ہر ضرر سے اور اپنا بوجھ کسی پر نہ ڈالے کھانے اور پہننے اور دیگر ضروریات کی چیزیں اگر چہ قلیل ہوں تو اس میں بھی حد فقر کا خیال رکھے کیونکہ اس میں عابدوں کی عزت ہوتی ہے۔ اور متقیوں کو شرف ملتا ہے۔ امر معروف اور نہی منکر کے عمل کیلئے طاقت چاہیئے۔ اس کی نظر میں تمام لوگ برابر ہوتے ہیں کیا اغنیاء اور کیا فقراً ، یقین اور توکل اس کا قوی و کامل ہوتا ہے۔

نہم: طمع یعنی لالچ نہ کرے اور جو دودھ آدمیوں کے ہاتھ میں ہے۔ وہ دوسرے کی غذا ہے۔ اس میں خواہش نہ کرے کیونکہ اس ملک عظیم کے مالک اور فخر جلیل کے ہاں غناً خالص کیلئے ضروری ہے۔

دہم: تواضع یعنی عاجزی یہ تمام فضیلتوں کا اصل ہے۔ اور اطاعت کو مکمل جلا بخشنے والی ہے۔

معرفت کے بارے گفتگو

ملفوظ: ایک دن حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے حضور میں بہت سے علماً موجود تھے۔ کہ حق تعالیٰ کی معرفت کے بارے بات چیت ہونے لگی۔ کہ مقام معرفت سے حیوۃ قلب اور انوار الٰہی کے تجلیات کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔ حضرت فخر الاولیاء

قدس سرہ نے فرمایا کہ قلب کیسا مقام ہے کہ اس میں مشرق سے مغرب تک سب کچھ نمودار ہوتا ہے۔ مگر معرفت حق تعالےٰ سوائے ورزش ذکر و اذکار اور شغل اشغال کے اور پیر کامل کی ہدایت کے بغیر مشکل ہے۔ اگر چہ ذکر جہری وخفی وسری وروحی بزرگوں کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ مگر ان کا حصول سوائے پیر کامل کی تربیت اور نظر عنایت کے نہیں ہوتا۔ جو کچھ ہے۔ پیر کامل کے فرمان پر منحصر ہے۔ پس ان کے فرمان سے پہلوتہی نہیں کرنی چاہیئے۔ تا کہ جلد اپنے مقصود پر پہنچ جائے۔ اور انوار الٰہی کیلئے کوئی حجاب نہیں ہے۔ خاصان کی نظر میں خدا تعالےٰ ہر جگہ عجائب کی طرح رونما ہوتا ہے۔ چنانچہ حافظ شیرازیؒ نے فرمایا

؎ درخرابات مغان نور خدامی بینم این عجب بین کہ چہ نوری زکجامی بینم

ترجمہ: میں بڑے مے خانہ میں خدا کا نور دیکھ رہا ہوں یہ عجیب بات دیکھیں کہ میں کہاں سے اور کیسا نور خدا دیکھ رہا ہوں۔

انوار کے رنگوں کے متعلق ارشاد فرمایا

اس موقع پر مولوی حامد نامی جندار جو کہ صاحب السیر کے مرید تھے اور جناب فخر الاولیاءؒ سے بھی فیض یاب ہوئے تھے۔ انہوں نے عرض کی کہ یا حضرت "انوار کے رنگوں کے بارے میں بہت کچھ بتایا جاتا ہے۔ آپ" اس کے متعلق کچھ فرمایئے۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا۔ مولوی صاحب! پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ امر کہنے کا نہیں ہے۔ اس کا تعلق مشاہدہ سے ہے۔ لیکن کتاب مرغوب القلوب میں لکھا ہے کہ سالک کیلئے ہر منزل میں عجائبات پیدا ہوتے ہیں اور ان

عجائبات میں کوئی نہ کوئی نور ظاہر ہوتا ہے۔لیکن ہر نور کا مقام علیحدہ اور مرتبہ جدا ہے۔ ان میں سے کونسا نور قلبی ہے۔اور کونسا نور روحی ہے اور کونسا ملکی اور کونسا نور ناسوتی اور کونسا جبروتی اور کونسا مرشدی اور کونسا نبوی اور کونسا حقی ہے۔لیکن ان کی شناخت اور سمجھ اس وقت ہوتی ہے کہ جب مشق سے ان کا مشاہدہ ہونا شروع ہو جائے۔اور مرشد کامل سے رشد وہدایت حاصل ہو جائے تا کہ نور حقی کو پہچان کر خود کو اس پر قائم رکھا جائے۔اس وقت فرمایا کہ ہمدانی کی عین القضاء کی تمہید کے اندر واضح لکھا ہوا ہے۔کہ جس وقت حق سبحانہٗ وتعالیٰ بندہ کو دوست رکھتا ہے تو سب سے پہلے اس کے لئے ذکر کا دروازہ کھولتا ہے اس کے بعد اپنے قرب میں پہنچاتا ہے پھر اسے توحید کی کرسی پر بٹھاتا ہے اس کے بعد اس سے پردہ ہٹا دیتا ہے۔تا کہ وہ حق کو دیکھے اور مشاہدۂ حق کرے۔اس کے بعد اسے یگانگی کے گھر کے دروازہ سے اندر لے آتا ہے اس کے بعد ظاہر کرتا ہے اور اسے کشف ہو جاتا ہے اور اس سے وہ کبریائے حق کے جمال کو دیکھتا ہے اور جب جمال پر نظر پڑتی ہے بلکہ وہ حق ہو جاتا ہے پس یہ اس وقت ہوتا ہے کہ جب خود فانی اور حق میں باقی رہتا ہے اور وہ خدا تعالیٰ کی نگہبانی اور حفاظت میں ہوتا ہے۔پس وہ اپنی ذات کے دعویٰ کرنے سے بیزار ہو جاتا ہے فرمایا کہ اس بارے میں شکر حق ادا کرنا چاہئے کہ جب بندہ ایک بار حمد خدا کرتا ہے تو جہاں بیٹھ کر کرتا ہے تو وہ زمین نور سے بھر جاتی ہے۔پھر جب دوبارہ شکر حق کرتا ہے تو آسمان اس نور سے بھر جاتا ہے۔اور جب تیسری بار وہ شکر حق کہتا ہے تو آسمان زمین میں جو کچھ ہے وہ تمام نور سے بھر جاتے ہیں پس اس اثناء میں پھر نور کے رنگوں کا ذکر شروع ہوا۔فرمایا کہ شکر کا نور علیحدہ ہے اور وہ نور جو ذکر اذکار، شغل اشغال اور مراقبہ میں چیز کی

مدد سے سالک پر متجلی ہوتا ہے وہ علیحدہ ہے اور رنگوں میں سرخ اور سفید اور سبز اور سیاہ
یقیناً اسرار الٰہیہ سے ہیں لیکن ان رنگوں کی سمجھ اور مقامات ظہور اور ان کا محقق ہونا
پیر کامل سے معلوم کئے جا سکتے ہیں۔ فرمایا کہ ان تمام کا مبدأ اس آیت میں۔

"اللہ نور السمٰوات تا نورٌ علےٰ نور" ہے۔ اس موقع پر مولوی عبداللہ نے عرض
کی کہ ان انوار کی شرح "کشکول شریف، رسالہ نظامیہ اور رسالہ حضرت اجمیری
صاحبؒ میں موجود ہے کیونکہ میں نے آپؒ کے فرمان کے مطابق ان کا مطالعہ کیا
ہے۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مولوی صاحب ہاں! بزرگوں کی
کتابوں اور ان کے رسائل میں تمام احوال موجود ہیں مگر محنت و مشقت اور پیر کامل کی
توجہ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے اور حصول کے بغیر تسلی بھی نہیں ہوتی۔

شنیدہ کے بود مانند دیدہ یعنی سنا ہوا دیکھے ہوئے کے برابر نہیں ہوتا۔

فرمایا کہ نور حقیقی کو نور سیاہ کہا ہے کیونکہ وہ مقیم ہے اور باقی سارے مسافر
ہیں۔ مولوی حامد نے یہ شعر پڑھا۔

سیاہی چون بہ بینی نور ذات چو تاریکی در آب حیات۔

ترجمہ: جب تو نور ذات کو سیاہ دیکھے گا تو یوں سمجھ لے جیسے کہ آب حیات تاریکی میں ہے۔

حضرتؒ نے فرمایا کہ یہ کہنے سے حاصل نہیں ہوتا پس اس وقت صرف اتنا
ہی فرمایا کہ دل کا آئینہ بتدریج مصقلہ کے تصرف اور "لا الہ الا اللہ" سے صفائی
حاصل کرنی چاہئے۔ دل جو کہ غیبی انوار کا مظہر پذیر ہوتا ہے اور حال کی ابتدا میں وہ
انوار زیادہ تر بجلی کی مثال پر ظاہر ہو جاتے ہیں اور جتنی کہ صفائی زیادہ ہوگی انوار قوی
تر ہوتے جاتے ہیں اور بجلی کے بعد چراغ اور شمع اور شعلہ اور آگ کی مثال روشن ہو کر

مشاہدہ میں آتے ہیں۔ پس انوار علوی ظاہر ہو جاتے ہیں اور شروع میں ستاروں کی مانند چھوٹے اور بڑے نظر آتے ہیں اس کے بعد چاند اور اس کے بعد سورج اور اس سے بھی بالاتر انوار مثال سے بھی بہتر نمایاں نظر آ جاتے ہیں لیکن طالب صادق ان میں سے کسی بھی انوار کے سامنے سر نہیں جھکاتا اور منشرح نہیں ہوتا۔

قلب کی صفائی اور اسرار رحمانی

ملفوظ: مؤلف مناقب شریفہ لکھتے ہیں کہ حضرت بابا صاحب قدس سرہٗ کے عرس مبارک کے موقع پر مولوی محمد خلیل لالکھیان اور مولوی عبدالرحمان سکنہ موضع ملکانہ آئے اور بندہ سے بندہ کی تالیف شدہ کو دیکھنے کی درخواست کی اور جب انوار کے ذکر پر انہوں نے نظر ڈالی تو کہا کہ اس بارے میں ہم نے بھی حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی زبان گوہر فشان سے سنا ہے۔ تبرکاً اسے بھی یہاں درج کرلیں۔ پس انہوں نے اپنے روبرو اسطرح لکھوایا کہ ایک دن حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے حصول معرفت کے ذکر اور انوار الٰہی کے وصول مشاہدہ کے بارے میں یوں فرمایا تھا کہ اگرچہ ذکر و اذکار اور شغل واشغال اور مراقبہ اور تصورات انوار الٰہی اور اسرار رحمانی یقیناً قلب کی صفائی کے تحت ضرور اثر انداز ہوتے ہیں اور مکاشفہ اور معائنہ سے ضمیر میں آ جاتے ہیں لیکن مدعٰی وہ ہے کہ شغل و تفکر اور بے صورت کا تصور سامنے آتا ہے اور اپنی خیالی اور وہمی ہستی کو حق سبحانہٗ وتعالٰے کی حقیقی ہستی کو کہ اس کے وجود "لیس کمثلہٖ شئے" ہے اور اسکی ذات بحت موجود ہے محو ہو جاتا ہے اور اپنی اقامتہ بے صورتی کی ذات کہ جن کے درجات کو مقرر پہچان لے۔ چنانچہ ایک بزرگ نے کہا ہے۔

عنقا شکار کس نشود دام باز چین کانجا ہمیشہ باد بدست است دام را

ترجمہ: عنقا پرندہ کسی کا شکار نہیں ہوتا اس لئے جال اٹھا لے کیونکہ یہاں تو ہمیشہ ہوا بھی جال کے ہاتھ میں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ وہ ذات ہرگز پائی نہیں جاتی۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ معنی یوں نہیں ہے کہ ہرگز پائی نہیں جاتی بلکہ حضرت حافظ صاحبؒ نے اس سے یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ ذات حق مراتب سے وراالوراء ہے اور اس پر کوئی بھی محیط نہیں ہوسکتا "وھو علیٰ کل شئی محیط" یعنی وہ ہر چیز پر محیط ہے" اور بے چون و چرا محیط ہے۔ بحد کلیہ اس تک پہنچنا مشکل ہے کیونکہ وہ نہ ابتداء رکھتا ہے نہ انتہاء۔ اس کو معلوم ہے اور اس معنی سے متعلق بھی حافظ صاحبؒ نے فرمایا ہے۔

ماجرائے من و معشوق مرا پایان نیست آنچہ آغاز ندارد نہ پذیرد انجام

ترجمہ: میرے اور میرے معشوق کے ماجرا کی کوئی انتہاء نہیں کیونکہ جو آغاز نہیں رکھتا وہ انتہا کو قبول نہیں کرتا۔

یعنی وہ جو ذات بحت ہے اس کے خیال کی انتہاء تک نہیں جاسکتے۔ لہٰذا حدیث شریف میں آیا ہے کہ۔

"لا تفکروا فی ذاتہٖ وتفکروا فی صفاتہٖ" یعنی اس کی ذات میں تفکر نہ کرو اس کی صفات میں تفکر کرو۔

پس یہ اعتبار ذات بحت وہ وراالوریٰ ہے۔ جناب حافظ صاحب قدس سرہٗ نے وہ شعر کہا ہے کہ اولیاءؒ کو ہر وہ مقام حاصل ہوتا ہے ہر اس چیز سے کہ جو ان سے متعلق ہے انہوں نے یکجا کر کے اس شعر میں بیان کیا ہے۔

کس ندانست کہ بہ منزلکہ دلدار کجا است

این قدر ہست کہ بانگ جرس می آید

ترجمہ: کوئی بھی نہ سمجھا کہ منزل سفر میں محبوب کس مقام پر ہے ہاں! اتنا کچھ ہے کہ جرس کی آواز آ رہی ہے۔ بالجملہ یہ کہ حق کو از روئے صفات پایا جاسکتا ہے۔ مگر مقام میں جب غور وفکر کرتا ہے پہنچ جاتا ہے۔

اس مقام میں ان صفات سے مشاہدہ یاب ہو جاتا ہے۔ نیز فرمایا کہ ایک رسالہ میں ہم نے دیکھا ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ من حیث الذات دیکھا نہیں جاتا اور من حیث الصفات دیکھا جاتا ہے۔ اور صفات جو ورائے حجاب ہیں۔ مگر صفات بھی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر ذات نہ ہو تو صفات کہاں سے آتے اور اس معنی کا حصول اپنے وجود کی نفی پر منحصر ہے۔

(1) قلم بر ہستی خود زن بہ بینی آن زمان ویرا

درونِ خود تصور کن کہ سرتا پائے نورانی

(2) بطون خود مصفا کن مشو قانع بہر جائے

قدم در نامرادی زن برو در بحر عمانی

(3) نہ خوانی لا الٰہت را اگر فہمی تو الا اللہ

درون فکر یک ساعت بہ بین ہر جائے سلطانی

ترجمہ: (1) قلم اپنی ہستی پر چلا تو پھر اسے تو دیکھے گا اپنے آپ کا تصور کر کہ تو سر سے پا تک نور ہی نور ہے۔

(2) اپنے باطن کو صاف شفاف کر اور ہر جگہ پھرنے پر قناعت نہ کر ناکامی میں

بھی چلتا جا یہاں تک بحرِ عمان تک چلتا جا۔

(3) اگر تو الا اللہ کو سمجھ گیا تو لا الہ کو نہیں پڑھے گا۔ گھڑی بھر کیلئے دل میں توجہ کر تو ہر جگہ اسی ایک ہی شہنشاہ کو دیکھ لے گا۔

حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے ان دونوں مولوی صاحبان سے کلام سنا۔

اولیائؒ کی ارواح کا کمال

ملفوظ: ایک موقع پر اس کان حقائق کی زبان مبارک سے میں نے سنا۔ کہ آپؒ نے فرمایا کہ اولیاء کی روح کی کمال حضور نبی کریم ﷺ کی متابعت پر موقوف ہے اور مناہی سے اجتناب پر۔

اولیاء خُدا نہیں مگر خُدا سے جدا بھی نہیں

ملفوظ: ایک موقع پر فرمایا کہ اولیائؒ عین حق ہیں اور ہدایت ہیں اور ہدایت ان کے دامن سے بندھی ہوئی ہے یعنی ان کے دامن سے وابستہ ہے۔ اور ان کی توجہ عین ذات حق کی توجہ ہے۔ اگر چہ اولیاء خُدا نہیں ہیں۔ لیکن خُدا سے جدا نہیں

عارف کی تعریف

ملفوظ: ایک دن حضرت قدس سرہٗ کے سامنے عارفوں کے عرفان کے کمال اور معرفت کے درجہ ءِ اتم کا ذکر ہوا۔ زبان حقائق بیان سے فرمایا کہ میں نے ایک کتاب میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ عارف معرفت میں نہیں پہنچتا جب تک تعارف سے یاد نیا سے نہ چلا جائے۔ عارف وہ ہوتا ہے کہ سوائے اس کے جو کچھ دل میں ہوتا ہے اسے باہر

کرے تاکہ یگانہ ہو جائے۔ کیونکہ دوست یگانہ ہے۔ اور عارف وہ ہے جو خاموش رہے اور فکر مند رہے۔ محبت کی راہ میں عارف وہ ہے کہ اپنے دل کو دونوں جہانوں سے اٹھالے۔ اور عارف ترین لوگ وہ ہوتے ہیں جو متحیر ترین ہوتے ہیں۔ عارف کی علامت دوست رکھنے سے مرکب ہے۔ اور راحت کا ترک کرنا اور مولیٰ تعالےٰ کے ذکر سے اُنس رکھنا ہے۔ اور عارف وہ ہے کہ جب صبح کو اٹھے تو اسے رات کے بارے یاد نہ رہے۔ عارف آفتاب کی مانند ہیں کہ تمام دنیا پر چمکتے ہیں اور ان کے نور سے تمام عالم روشن ہے۔ پس فرمایا کہ حضرت قبلہ عالمؒ ایسے تھے کہ آفتاب سے زیادہ ضیاء رکھتے تھے کہ تمام عالم مشرق سے مغرب تک اور عرب و عجم بلکہ عرش سے تحت الثریٰ ان کے نور کے فیضان سے روشن ہیں۔ اس وقت کوئی بھی مدد لینے والا حاضر ہوتا تو ان پر کرم فرماتے۔

ے جگ سارے کون روشن کیتا ہکی کھرل سہارے

جگ روشن کیتا نور محمد گہن ملائک سارے

مزید فرمایا۔

ے الف ارادہ عشق دے کیتا آن ظہور

وچ سیالن دہماں کیتا مرجی والے نور

جناب حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ یہ سنانے کے بعد خاموش بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک دو آدمیوں کو یکدم وجد آ گیا۔ اور یہ امر قیلولہ کے وقت سے کچھ پہلے واقع ہوا۔ اس کے بعد لحظہ دو لحظہ آنجنابؒ نے چارپائی پر آرام فرمایا۔ اور حاضرین مجلس شریف میں موجود یاروں اور درویشوں نے حصول برکت کی خاطر حضرتؒ کے ہاتھ

پاؤں ملنے شروع کیے۔ اس وقت یہ بات ظہور پذیر ہوئی کہ اولیاء کو یہ قدرت حاصل ہے کہ جو خبر اللہ تعالیٰ سے چاہتے ہیں پا لیتے ہیں۔

ولی کی کرامت یا اجابتِ دُعا

حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی زبان حقائق بیان سے یہ بات نکلی کہ ایک سال کوہستان میں بارش نہ ہوئی تھی اور گھاس نہ اُگی مالدار لوگ مال مویشی کی بھوک پیاس سے پریشان ہوئے۔ اور ایک ولی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی کہ حضور! گھاس نہ ہونے کہ وجہ سے ہمارے مال مویشی بھوک سے ہلاک ہو رہے ہیں۔ دعا فرمائیں کہ بارش ہو جائے گھاس پیدا ہوتا کہ ہمارے جانور آسودہ حال ہو جائیں۔ اس ولی اللہ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ کیا تمہیں بارش کی ضرورت ہے یا گھاس کی؟ ان لوگوں نے عرض کی قبلہ! بارش کے بغیر گھاس کہاں سے پیدا ہوگی۔ اس ولی اللہ نے کہا کہ حق تعالیٰ قادر ہے کہ اگر گھاس بغیر بارش کے اُگ آئے تو تعجب و حیرانی کی بات نہ ہوگی۔ پس انہوں نے دعا فرمائی رات درمیان میں آ گئی۔ جب علی الصبح لوگ خواب سے بیدار ہوئے اور پہاڑ کی طرف دیکھا۔ تو ہر طرف پہاڑ کے اوپر، پہاڑ کے نیچے ہری ہری گھاس ہی گھاس نظر آ رہی تھی۔ اور ہر جا سبز سبز گھاس سے اٹی پڑی تھی۔ دیکھا کہ ہر قسم کی گھاس جو کہ مال مویشیوں کے چرنے کے قابل تھی بارش کی تراوت سے ترو تازہ لہلہا رہی تھی۔ پس وہ لوگ اس ولی اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس ولی کے احسان کی تعریف کی۔ اور اپنے جانوروں کو وہ گھاس چرانے لگ گئے۔ پھر حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے

فرمایا کہ اس دن سے آج تک اس ولی اللہ اور ان کی اولاد کو "غرشین" کے لقب سے پکارتے ہیں یہاں تک کہ تمام خلق خدا انہیں اسی لقب سے یاد کرتے ہیں۔ کیونکہ "غر" پشتو زبان میں پہاڑ کو کہتے ہیں اور "شین" سبز گھاس کو کہتے ہیں۔ اس موقع پر ایک عالم بول پڑا کہ انسان سرّ حق ہے۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے اس کے جواب میں یہ شعر پڑھا۔

گر نبودی سرّ حق اندر وجود آب و گل را کی ملک کردے سجود

ترجمہ: اگر حق تعالیٰ کا راز وجود کے اندر نہ ہوتا تو پانی اور مٹی کو یعنی وجود آدم کو فرشتے کب اور کیوں سجدہ کرتے۔

فرمایا کہ تم نے نہیں سنا کہ "الانسان سرّی وانا سرّہٗ" یعنی انسان میرا بھید ہے اور میں اس کا راز ہوں۔ یہ تذکرہ اس بارے میں ہی آیا ہے۔ پھر ایک اور شخص نے عرض کی کہ یا حضرتؒ! اس ولی کو غرشین کے لقب سے کیوں پکارا گیا۔ جب کہ اس نے سبز گھاس اللہ تعالیٰ سے مانگی اور اسے مل گئی۔ اس امر کو کرامت کہتے ہیں یا اجابت دعا۔ حضرتؒ نے جواب میں فرمایا کہ ولی کی کرامت اور دعا دونوں ہوتی ہیں۔ لیکن دل کی توجہ سے اور دعا زبان سے وہ ہر امر پر مختار ہے کہ کوئی چیز دعا سے ظاہر کردے یا دعا کے واسطہ سے۔ بزرگ اور اہل شریعت ایسے کرتے ہیں کہ دل سے توجہ کرتے ہیں اور ظاہر میں دعا فرماتے ہیں۔ تا کہ امداد کی مددگاری اور لفظوں کے تعاون سے دعا اس کی طرف سے اور اس کا سوال اس بارگاہ میں مقبول ہو جائے۔ کیونکہ شریعت اور طریقت میں کتمانِ کرامت کا فرمان آیا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ کرامت نور باطن اور صفائی قلب سے ظہور میں آتی ہے۔ اور اجابتِ دعا الفاظ کی تاثیر زبان پر

پاکیزگی اور حلال خوری سے میسر ہوتی ہے۔ پس اس موقع پر کسی طرف سے سوال ہوا۔ کہ بعض امور ہندو فقیروں سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ وہ کس طرح ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ امر چار قسم پر ہے۔

(1) ایک معجزہ ہے اور وہ انبیاء و رسل کے خوارق سے ہے اس کا ظاہر کرنا ان پر فرض ہے۔

(2) کرامت۔ ولی اللہ سے جو خوارق ظاہر ہوتے ہیں اسے کرامت کہتے ہیں جیسے کہ حضرت غوث اعظم قدس سرہ' اور حضرت خواجگان چشتؒ اہل شرع سے ظاہر ہوئے۔ مگر ان کا کتمان یعنی چھپانا ضروری ہے۔

(3) معونت۔ بعض خوارق مجذوبوں اور مجانین یعنی مجنوں لوگوں سے بھی ظاہر ہوئے ان کو معونت کہتے ہیں۔ اہل شرع کو تو علم وعمل دونوں ہوتے ہیں مگر ان لوگوں یعنی مجذوبوں اور مجانین کو نہ تو علم ہوتا ہے اور نہ ہی عمل۔

(4) استدراج۔ جو کچھ ہندوؤں سے ظاہر ہوتا ہے۔ اسے استدراج نام دیتے ہیں جو کہ سخت محنت و مجاہدہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

فرمایا کہ اگر کوئی چاہتا ہے کہ خود کو اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں میں شامل کرے یا اولیاءؒ سے کرے تو ضروری ہے کہ رسول مقبول ﷺ کی صحیح متابعت کرے اور شیخ کامل کی تابعداری کرے اور شیخ کامل کی تابعداری کو عین رسول کریم ﷺ کی متابعت سمجھے۔ تب اعلیٰ مرتبہ پا لیتا ہے۔

اموربدعت واقسامِ بدعت

ملفوظ: ایک موقع پر مجلس شریف میں ذکر چلا کہ بعضے اولیاء اللہؒ سے بدعت کے کام ظہور میں آتے ہیں۔ان کے بارے میں کیا خیال کیا جائے؟ فرمایا کہ اولیاء اللہ جو کامل ومکمل ہیں ان سے اول تو بدعت کا کوئی کام ظاہر نہیں ہوتا یعنی سرزد نہیں ہوتا اگر ہو بھی جائے تو پھر اس کے تمام کاموں پر نظر رکھی جائے کہ کیا ہمیشہ اس سے ایسے کام ہوتے ہیں یا کبھی کبھی۔اور بدعت دو قسم پر ہے۔

(1) حسنہ (2) غیر حسنہ

اگر بالکل غیر حسنہ ہے اس کو دل سے جانتا ہے اور اس سے انکار بھی نہیں کرتا اور اگر حسنہ ہے تو اپنے کئے ہوئے اور فرمائے ہوئے کی وہ اصل حکمت جانتا ہے۔ واللہ اعلم کس وجہ سے اس سے ہوا ہوگا۔اور اس امر کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا اور نہ ہی اس میں پڑنا چاہیئے۔

نذرونیاز کا جواز اور اقسام نذر

ملفوظ: ایک دن حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے حضور وصال یافتہ اور اہل حیات بزرگوں کی نذر معین اور نذر غیر معین کے بارے ذکر ہوا۔فرمایا سب کچھ درست ہے۔ لیکن یہ فرق ضرور ہے کہ نذر معین یہ ہے کہ کچھ نذر للہ اور بزرگوں کی نذر ماہانہ یا سالانہ مقرر کر لیتے ہیں اس کی ادائیگی ضرور کرتے ہیں اور غیر معین یہ ہے کہ کبھی حسب توفیق فی سبیل اللہ طعام سے یا نقد سے دے دیتے ہیں یا کسی بزرگ کی خدمت میں کوئی چیز یا طعام یا شیرینی پکا کر اہل وصال بزرگ کے لئے ختم پڑھ کر تقسیم کرتے ہیں۔یا خاص

طور پر عرس کے دن لوگوں میں بانٹتے ہیں یا کسی اہل حیات بزرگ کی خدمت میں جا کر جو کچھ اپنے مطلب کے لئے نذر لِلّٰہ یا کسی متوفی بزرگ کیلئے منت مانی تھی مطلب کے حصول پر اسے ادا بھی کرتے ہیں اس موقع پر علماء میں سے ایک نے گیارہویں شریف کے بارے میں جو کہ پیر صاحبؒ کے نام سے مقرر ہے وہ کیسے ہے؟ جواب میں آپؒ نے فرمایا کہ سخاوت الانبیاء میں اس کا اجراء خود جناب رسول مقبول ﷺ سے آیا ہے اور پیر صاحب قدس سرہٗ سے بھی اسی طرح آیا ہے کہ اکثر ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو کیا کرتے تھے اور بعض نے اس کو رسول مقبول ﷺ کا عرس بھی لکھا ہے کہ جناب پیر صاحب ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو کرتے تھے ۔اگرچہ عرس و میلاد ربیع الاوّل شریف کے مہینے میں ہے لیکن وہ عرس کی نیت سے ہر مہینے میں طعام یا شیرینی یا دودھ میں سے جو میسر آتا ختم پڑھکر تقسیم کیا کرتے تھے پس اس صورت میں جائز ہے۔

فائدہ

اس موقع پر مؤلف مناقب شریفہ نے بعض وظائف کے بارے میں جو لوگ حل مشکلات کے متعلق پوچھتے تھے اور حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ انہیں عطا فرماتے تھے ۔لہٰذا کاتب منتخب بھی تبرکاً اور بعض کی متابعت میں وہ تحریر کرتا ہے تاکہ مخلص و معتقد و منسلک انہیں دیکھ کر پڑھ کر عمل میں لائیں اور فوائد حاصل کریں اور حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے فیوض سے بہرہ یاب ہو جائیں۔

نابینا کو وظیفہ بتایا وہ پڑھ کر بینا ہو گیا

ملفوظ: مؤلف مناقب شریفہ لکھتا ہے کہ اس نیاز مند کی موجودگی میں ایک نابینا مرد نے حضرت فخر الاولیاءؒ کی خدمت میں عرض کی کہ یا حضرتؒ! میں نابینا ہو چکا ہوں اور عاجز آ گیا ہوں توجہ فرمائیں تاکہ پھر سے مجھے بینائی مل جائے۔ آپؒ نے اسے فرمایا کہ درود شریف زیادہ تعداد میں پڑھا کرو اور آنکھوں پر دم کر لیا کرو بفضل اللہ تعالیٰ آنکھوں کی روشنی پاؤ گے۔ اس نابینا نے پھر عرض کی کہ غریب نوازؒ! بندہ اس سے پہلے بھی اسی نیت سے درود شریف پڑھتا رہا ہے۔ فرمایا میاں! درود شریف ایسی چیز نہیں ہے کہ تو اسے پڑھے اور تیری آنکھیں روشن نہ ہوں۔ درود شریف زیادہ پڑھا کر تیری آنکھیں ضرور روشن ہوں گی اس ذکر میں فرمایا کہ ایک شخص میاں قبول نامی ہمارے آشناؤں میں سے تھے اس کی آنکھوں کی روشنی کم ہو گئی تھی۔ اس نے درود شریف پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ ایک لاکھ پورا کیا تو اسکی آنکھیں روشن ہو گئیں اور یہ بھی فرمایا کہ مہاروی صاحبزادگانؒ کے اقرباء میں سے ایک صاحب تھے آنکھوں سے بالکل معذور ہو گئے تھے۔ بکثرت درود شریف پڑھا بینا ہو گیا۔ فی الجملہ یہ کہ اس نے کثرت سے درود شریف پڑھا ایک ماہ میں بینا ہو گیا۔

حلِ مشکلات کیلئے وظیفہ

ملفوظ: ایک موقع پر حضرت فخر الاولیاءؒ کی زبان حقائق ترجمان سے سنا فرمایا کہ جس کسی کو کوئی سخت ترین مشکل کوئی اہم ضرورت اور معاملہ پیش آئے یا کوئی مقصود حل نہ ہوتا ہو تو اپنا وہ مقصد یا معاملہ دل میں رکھ کر سلسلہ عالیہ چشتیہ کے مشائخ اور اپنے پیر

کے نام ایک سو بتیس بار (۱۳۲) تین دن میں درود مستغاث پڑھے یا ہر روز تیرہ مرتبہ پڑھے اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔

خوش وخرم رہنے کیلئے وظیفہ

ملفوظ: ایک دن میں نے سنا کہ ایک درویش سے فرمایا کہ یہ دعا روزانہ ایک سو بار پڑھا کرو دین و دنیا میں خوش وخرم رہے گا۔ دعا یہ ہے۔

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بَرَکَۃً فِی الْعُمُرِ وَصِحَّۃً فِی الْبَدَنِ وزیادۃ فی العلم وَسِعۃً فی الرزق وثباتاً عَلےَ الایمانِ ونورّ قُلوبنا بنُورِ العرفانِ بحُرمتِ نبی آخرِ الزّمانِ ﷺ برحمتکَ یاارحم الرّاحمین٥

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے عمر میں برکت، صحت بدنی، زیادتیٔ علم، وسعتِ رزق اور ایمان پر ثابت قدمی کا سوال کرتا ہوں ہمارے دلوں کو نورِ عرفان سے منور فرما۔ اے ارحم الراحمین بحرمت نبی آخر الزمان ﷺ ہم پر رحم فرما۔

تنگدستی دُور کرنے کا وظیفہ

ملفوظ: ایک دفعہ میں نے عرض کی کہ قبلہ منؓ! میں بہت تنگدست ہوں۔ ارشاد ہوا کہ یہ کلمات ہر روز ایک سو مرتبہ پڑھا کرو۔ بفضلہٖ تعالےٰ کسی کے محتاج نہ رہو گے پس اس دن سے میں نے اس پر عمل شروع کیا اور اسی دن سے فراخ دستی اور کشادگی حاصل ہوئی۔ کلمات یہ ہیں۔

"اَللّٰھُمَّ یَارَبَّ الْاَرْبَابِ یامُسَبِّبَ الْاَسْبَابِ یَامُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ یاغِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ، یا اَھْلَ الْمُسْتَغِرَاتِ نَصْرٌمِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ وَ بَشِّرِ

الْمُؤْمِنِيْنَ○فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ○

ترجمہ: اے اللہ تو رب الارباب ہے۔ اے اسباب کا سبب بنانے والے اے دلوں کو بدلنے والے، اے مدد طلب کرنے والوں کی مدد فرمانے والے۔ اے طالبان مقصود! نصرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور فتح قریب ہے۔ اور اہل ایمان کیلئے خوشخبری ہے۔ پس اللہ تعالیٰ بہتر محافظ ہے اور وہی ارحم الراحمین۔

ہر مطلب کے حصول کیلئے وظیفہ

ملفوظ: ایک دن میں نے سنا۔ آپؒ نے فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم. سُبْحَانَكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ يَارَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَّارِثُه' وَ رَازِقُه' وَرَاحِمُه'○

ترجمہ: پاک ہے اللہ اور معبود تیرے سوا کوئی نہیں۔ اے رب! تو ہر شئے کا وارث ہے اور رازق ہے اور ہر چیز پر رحم فرمانے والا ہے۔

جو بھی اپنے کسی مطلب کیلئے سترہ بار پڑھے گا۔ مطلب حاصل ہوگا۔

مسبعات عشر کا وظیفہ

ملفوظ: ایک مرتبہ پاکپتن شریف میں کسی ایک بزرگ نے حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ سے وظیفہ مسبعات عشر پڑھنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے ان سے فرمایا پڑھا کریں۔ چونکہ میں بھی حاضر تھا فرمایا کہ تم بھی مسبعات کا ورد کیا کرو۔ میں نے عرض کی کہ حضورؐ نے تو مجھے ارشاد فرمایا تھا کہ یہ دعا پڑھا کرو۔ یہ بھی مسبعات کے برابر ہے۔ چنانچہ وہ دُعا یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. اللّٰھُمّ اَنْتَ رَبِّیْ لاَ الٰہ الاّ انتَ عَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَ اَنْتَ ربُّ العرشِ العظیم ما شا اللّٰہُ کَانَ وَمَالَمْ یشالم یکن ولا حول ولا قوۃَ الابااللّٰہ العلے العظیم اعلم ان اللّٰہ علے کل شی قدیر و ان اللّٰہ قد احاط بکل شی علماً . اللّٰھُمّ انی اعوذبک من شرّ نفسی و من شرّ کل ذی شر ومن شر کل دابۃ انت اخذبنا صیتھا ان ربی علے صراط مستقیمO

ترجمہ: اے اللہ! تو میرا رب ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میرا تجھ پر بھروسہ ہے اور تو عرش عظیم کا بھی رب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے چاہنے سے ہر کام کا ہونا ممکن ہے۔ اور جو وہ نہ چاہے نہیں ہوتا۔ اور ہمت وطاقت ماسوائے اللہ تعالیٰ کے ناممکن ہے۔ اور وہ نہایت ہی عظیم اور بلند ہے۔ اور جان لے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔ اور بے شک علم الٰہی ہر شے کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اے اللہ! میں تجھ سے شر نفس اور شریر کے شر اور ہر چوپائے کے شر سے پناہ طلب کرتا ہوں۔ تو نے اسے چوٹی سے پکڑا اور دور کیا۔ بے شک میرا رب صراط مستقیم پر ہے۔

حضرتؒ کے وظائف میں سے یہاں اور وظائف بھی نقل کرتا لیکن تبرکاً عوام کے فائدے کیلئے بس اتنا ہی نقل ہو سکے۔ مزید وظائف کتاب مناقب میں دیکھ لیں۔

فرمایا اللہ اللہ ہر کوئی کہتا ہے

ملفوظ: ایک دن فرمانے لگے کہ "اللہ اللہ" ہر کوئی کہتا ہے۔ لیکن اولیاء کا کہنا کچھ اور اثر رکھتا ہے۔ اور پھر آپؒ نے یہ شعر پڑھا۔

؎ عام می گویند ہردم نام پاک این اثر نہ کند چوں نہ بود عشق پاک

ترجمہ: عام لوگ ہردم نام پاک کا ورد کرتے ہیں لیکن اثر نہیں کرتا کیونکہ ان کا عشق پاک نہیں ہوتا۔

پس فرمایا کہ اولیاءؒ کو حق سبحانہٗ وتعالےٰ نے تمام قوت اپنے جناب سے عطا فرمائی ہے کہ وہ جو کچھ کریں اختیار رکھتے ہیں لیکن ان سے ان کا سبب عالم میں ظاہر نہیں ہوتا ایک وجہ یہ کہ اظہار کرامت سے دوسرے درجات تک نہیں پہنچ سکتے بلکہ بند ہوجاتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ اگرچہ حق تعالےٰ نے ان کو عالم اور عالمیان کے حق میں اپنی رحمت کا مظہر فرمایا ہے لیکن یہ اوران کی ذات کو حق سبحانہٗ وتعالےٰ نے فیوض ورحمت حاصل کرنے کیلئے زیادہ فضیلت وبرکت عطا فرمائی ہے کیونکہ "رحمتی وسعت کل شیٔ" وارد ہے پس فرمایا کہ اولیاءؒ سے کرامت برحق ہے اور وقتِ ضرورت ظہور میں لاتے ہیں لیکن حتی الامکان اس کا کشف نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ بعض صوفیاء کے نزدیک کرامت منع ہے بلکہ اس کے اظہار کو کفر سمجھتے ہیں اس موقع کی مناسبت سے حضرت دقوتے کا قصہ جو کہ مشہور ہے۔ بیان فرمایا اس کے بعد فرمایا کہ اہل کمال کے نزدیک درجہِ کمال تسلیم ہے اور فرمایا کہ فنا فی اللہ کے شروع میں اسلام ہے اور درجہ تسلیم میں سالک حقیقی مسلمان ہوجاتا ہے اور سب سے اعلیٰ مدارج مقامِ تسلیم ہے اگر کوئی اہل اللہ خوارق عادت کا قصد کرتا ہے کافر ہوجاتا ہے۔ اہلِ تسلیم تمام کام حق کے سپرد کرتے ہیں اور خود کوئی تصرف نہیں کرتے کیونکہ حق تعالےٰ تمام اشیاء کا مالک ہے جو کچھ اس کی مرضی ہوگی کرتا ہے پھر آپؒ نے یہ شعر پڑھا۔

؎ ماؤمن جملہ بہ پیش اونہید مالک ملک است ملک اورا دھید

ترجمہ: ہم اور میں تمام کے تمام اسکے سامنے رکھ دو کیونکہ وہ ملک کا مالک ہے۔لہٰذا ملک اسی کے حوالہ کردو۔

فرمایا جو سانس اور لمحہ ذکر کے بغیر ہو وہ زندگی ہی نہیں

ملفوظ: ایک روز زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ مقصود اصلی حق تعالےٰ کا ذکر و فکر ہے اور یہ عزلت اور تنہائی میں حاصل ہوتی ہے۔ اور حق تعالےٰ کے دوستوں انبیاء اور اولیاء نے اکثر خلوت و تنہائی اختیار کی ہے بلکہ حضور نبی کریم رؤف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو غار حرا میں جانا اور بیٹھنا منظور تھا اور یہ اسی مقصد کیلئے تھا۔فرمایا کہ ذکر یہ ہے کہ ایک سانس بھی اس کے بغیر باہر نہ آئے وہ سانس اور لمحہ جو ذکر کے بغیر ہے وہ سانس اور وہ لحظہ زندگی ہی نہیں ہے اور فرمایا ذکر سے مراد یہ ہے کہ سانس خالی نہ جائے

پاس انفاس کی اہمیت

اور وہ پاس انفاس ہے اور اس سے مراد وقوف قلبی ہے اور سالک کو چاہئے کہ وہ تین چیز کی مداومت کرے۔

(۱) ایک۔پاس انفاس (۲) دوم۔ وقوف قلبی

(۳) سوئم۔درود صلوٰۃ کا ورد

پھر آپؒ نے یہ شعر پڑھے ؎

(1) اگر تو پاس داری پاس انفاس بسلطانی رسانیدت ازین پاس

(2) ترا یک پند بس در ہر دو عالم کہ برنا ید ز جانت بے خدا دم

ترجمہ: (1) اگر تو پاس انفاس کا لحاظ رکھتا ہے تو یہ اس طرف سے یعنی ذکر کی

طرف سے تجھے بادشاہی پر پہنچادے گی۔

(2) تجھے دونوں جہانوں میں ایک ہی نصیحت کافی ہے یہ کہ اللہ تعالےٰ کے ذکر کے بغیر تیرادم باہر نہ آئے۔

فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے اولیاء اللہ تعالےٰ کے مظہر ہیں اور فیض رسانی میں فیض سبحانی کی مانند ہیں یعنی ان سے جو چیز بھی صادر ہوتی ہے۔حق سبحانہ وتعالےٰ سے ہوتی ہے یہ مثل نہر کے ہیں۔نہر کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس میں پانی جاری رہتا ہے اور اولیاء کو یہ شرف حاصل ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالےٰ ان سے اپنے اسماء صفات کے کمال کو ظاہر فرماتا ہے۔کیونکہ مظاہر ممکنات اس کی مثل ہے۔

کشف وکرامات کی حقیقت

ملفوظ: اس کے بعد فرمایا کہ صاحب فتوحات لکھتے ہیں کہ کشف وکرامات کوئی چیز نہیں۔ بلکہ کشف وکرامات یہ ہے کہ سالک تمام اوقات میں خود کو حق تعالےٰ کی عبادت میں مصروف رکھتا ہے اور کوئی لحہ گمراہی اور غفلت میں نہیں گزارتا۔کیونکہ وہ اطاعت اور عبادت میں ذوق اور لذت پاتا ہے وہ ہر طرح سے رضائے ایزدی میں راضی ہوتا ہے پھر آپؒ نے یہ شعر پڑھا۔

؎ اگر شہ روز را گوید شب است این

بباید گفت اینک ماہ و پروین

ترجمہ: اگر بادشاہ ان کو کہدے کہ یہ رات ہے تو کہنا پڑتا ہے کہ ہاں جناب یہ چاند ہے اور وہ ثریا ستارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگنے کا طریقہ

ملفوظ: ایک دن ایک شخص نے عرض کی کہ یا حضرت قبلہؒ! دعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ ہم بے چاروں کے گناہوں کو اپنے فضل وکرم اور حضور محبوب پاک ﷺ کی توجہ سے معاف فرمائے اور نزع کے وقت عاقبت بالخیر فرمائے۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے اس وقت یہ رباعی پڑھی ۔

(1) روز و شب می خواہیم از رب این دعا — از گروہی مومنان کن اے خدا

(2) بر رہِ شرعم بدہ محکم قدم — ہم بہ کلمہ وردِ وقت نزع دم

ترجمہ: (1) رات اور دن میں رب تعالیٰ سے یہ دعا مانگتا ہوں کہ اے اللہ تعالیٰ مجھے مومنوں کے گروہ میں فرما۔

(2) شریعت کی راہ میں مضبوط قدم رکھنے کی توفیق دے اور جان کنی کے وقت کلمہ پڑھنا نصیب فرما۔

فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے ایمان کی سلامتی کی دعا کریں اس کے بعد دفع بلا اور اسکے بعد نیک اولاد اور رزق کی دعا طلب کرنی چاہئے۔

فرمایا تم بھی چشتی بہشتی ہو

ملفوظ: مناقب شریفہ کے مؤلف کہتے کہ اس موقع پر میں حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے فرمان کے مطابق ایک اور واقعہ ذہن میں رکھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ایک شخص کوڑے خان بلوچ جو کہ حضرت قاضی صاحب قدس سرہٗ کوٹ مٹھن والے کے مریدوں میں سے تھے اور وہ نواب محمد بہاول خان کی ملازمت کرتے تھے۔ اتفاق

سے کسی سرکاری کام کے سلسلہ میں سنگھڑ شریف گئے اور حضرت فخر الاولیاءؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ دوران گفتگو اس نے عرض کی یا حضرتؒ یہ لوگ جو چشتی بہشتی کا لفظ مرکب کر کے بولتے ہیں واقعی چشتی بہشتی ہوتے ہیں؟ حضرت قبلہ غریب نوازؒ نے جوش و عشق بدوش یعنی جلال میں آ کر اسے اپنے دست مبارک سے پکڑا اور ہلایا اور فرمایا میاں تم بھی چشتی بہشتی ہو۔ میاں تم بھی چشتی بہشتی ہو۔ چند ہی روز گزرے تھے کہ سکھوں نے ضلع ڈیرہ غازیخان کے علاقے میں یلغار کیا۔ سرکار کی طرف سے اسی خان مذکور کو رنجیت سنگھ کے دَل سے مقابلہ کیلئے میدان میں آنا پڑا۔ سکھوں کے ساتھ اس جنگ میں لڑتے ہوئے کوڑا خان شہید ہو گئے۔ شرعی مسئلہ کے مطابق شہید کیلئے بہشت واجب ہے۔ چونکہ وہ بلوچ قاضی محمد عاقل صاحبؒ کے مرید تھے سلسلہ چشتیہ میں داخل تھے شہید ہو کر بہشتی ہو گئے۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کا فرمان حضرت رسول مقبول ﷺ کے معجزہ کے صدقے میں کرامت کی صورت میں ظاہر ہوا۔

سلسلہ چشتیہ ضرور پڑھیں

ملفوظ: ایک دن حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ فرمایا اگر کوئی شخص کسی دوسرے سلسلہ میں مرید ہو جائے گا۔ تو اسے چاہیئے کہ سلسلہ چشتیہ کو ضرور پڑھے۔ بلکہ اگر وہ تھوڑا سا کلام اللہ پڑھ کر ان کی ارواح کو بخشتا ہے۔ تو انشاء اللہ تعالےٰ ان حضرات کے مدارج کی برکت سے اور ان کے نام ونشان کے صدقے میں وہ جنت میں جگہ پائے گا۔ اس کے بعد آپؒ نے یہ شعر پڑھا ؎

(1)	ہر کہ خواند شجرۂ پیران چشت	او بماند جاودان اندر بہشت
(2)	بود ہر یک پیر چشتے ای فتا	بر قدم گاہ محمد مصطفیٰ ﷺ
(3)	ہم بہ تفسیر و حدیث و ہم اصول	عالمی بودند ہر یک از رسول ﷺ
(4)	گر بخوانی فاتحہ ارواح شان	روئی دوزخ را نہ بینی بے گمان

ترجمہ: (1) جو بھی پیران چشت کا شجرہ پڑھتا۔ ہے وہ ہمیشہ بہشت میں رہتا ہے۔

(2) اے جوان! ہر ایک چشتی پیر حضور ﷺ کے نقش قدم پر تھا یعنی حضور سرورِ عالم ﷺ کی پیروی واتباع کرتا تھا۔

(3) ہر ایک علم حدیث، علم تفسیر اور علم اصول میں سرکار ﷺ کے دین کا عالم تھا۔

(4) اگر ان کی روحوں کو فاتحہ پڑھے گا تو بے شک دوزخ کا منہ بھی نہ دیکھے گا یعنی جہنم سے محفوظ رہے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ برحق ہیں۔ اگر ان میں سے ہوں گے تو ساتھ لیں گے۔ اگر بد ہوں گے تو یہ بخشوائیں گے۔

بعض الفاظ کا ذکر

بعض ایسے الفاظ کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے۔ جو حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے ساتھ بعض صاحب نسبت فقراء جنہیں آپؒ سے ملاقات کا اتفاق ہوتا۔ تو ہم وہ الفاظ وارشادات بھی لکھ لیا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک یہ کہ ایک مرتبہ حضرت بابا صاحب قدس سرہٗ کے عرس شریف پر حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ پاکپتن

شریف تشریف لائے یہ حضرت دیوان شیخ محمد یارؒ کی سجادگی کا زمانہ تھا حضرت بابا صاحب قدس سرہٗ کے سجادہ صاحبؒ اور دیگر صاحبزادے میاں مظہر صاحبؒ کمالات صوری ومعنوی سے بیعت تھے۔ میاں محمد باقر صاحبؒ جو کہ خاندان صابریہ چشتیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ مشہور بزرگ حضرت میراں بھیک قدس سرہٗ سے فیض یافتہ تھے۔ میاں صاحبؒ موصوف عرس مبارک پر موجود تھے۔ اتفاقاً عرس شریف کے ایام میں ایک دن جمعہ بھی آیا۔ جب نماز جمعہ خانقاہ شریف کی مسجد میں تیار ہوگئی۔ نمازیوں کا ہجوم مسجد میں جمع ہوا۔ حضرت میاں باقر صاحبؒ بھی مسجد میں حاضر ہوئے۔ جبکہ حضرت فخرالاولیاء قدس سرہٗ تجدید وضو میں مصروف تھے۔ میاں صاحب موصوف حضرت فخرالاولیاء قدس سرہٗ کی تشریف آوری کے منتظر تھے۔ نیز میاں صاحبؒ نے فرمایا کہ کوئی جائے اور حضرت صاحبؒ کو اطلاع دیدے کہ نماز تیار ہے۔ اس وقت صاحبزادہ میاں گنج بخشؒ جو کہ دیوان غلام رسولؒ صاحب کے خلف حقیقی اور میاں صاحب موصوف کے مرید تھے انہوں نے کہا یا حضرتؒ! میاں الٰہی بخش چراغی ان کے مرید ہیں۔ انہیں بھیجا جائے کہ اپنے پیر کو بلا کر لے آئے۔ تاکہ نماز ادا کی جائے۔ لیکن صاحبزادہ صاحبؒ کا چراغی کا نام لینے اور مریدی کی نسبت کر کے بات کرنے کا انداز کچھ تنقیدی محسوس ہوا۔ کیونکہ دوسرے چراغی جناب میاں سے بیعت رکھتے تھے۔ صرف وہ ایک الٰہی بخش معہ پسران کے حضرت فخرالاولیاءؒ سے بیعت رکھتے تھے۔ ان مریدوں کا آپس میں کبھی کبھی ایسی حکایتیں ہوتی رہتی تھیں۔ میاں صاحبؒ مرحوم نے جو یہ انداز گفتگو سنی تو فرمایا کہ تم نے یہ کیا کہا؟ کہ میاں الٰہی بخش ان کا مرید ہے۔ کیا ہم اور تم ان کے مرید نہیں ہیں؟ ایسا لفظ کہنا تمہارے شایان شان نہیں ہے۔

کیا عقیدہ کی رو سے اور کیا حقیقی طور سے میاں صاحب ؒ کے اس ارشاد سے صاحبزادہ صاحب ؒ مذکورہ لا جواب اور خاموش ہو گئے۔

فائدہ

جان لیں کہ کاتب منتخب نے ایک دو اور باتیں بھی ایک دوست سے سنی ہیں کہ میاں صاحب مذکور نے فرمایا یہ وہ ہیں صاحبزادہ صاحب ؒ! کہ ہم ان کے ظہور سے پہلے جب ہندوستان سے بابا صاحب قدس سرہ ' کے جناب میں آرہے تھے تو راستے میں شہروں اور مواضعات میں کسی نماز پڑھنے والے کو نہ دیکھا تھا۔ اب جبکہ ہم آرہے تھے تو جس جس دیہات، گاؤں اور بستی میں سے گزرنے کا اتفاق ہوا تو کوئی جگہ تہجد گزاروں سے خالی نہ دیکھی۔ دین کے نور کی یہ ساری روشنی اور فیض حضرت فخر الاولیاءؒ کی ذات شریف کی برکت سے ہے۔ اس بارے میں تم کیا جانتے ہو لہٰذا حضرت صاحب ؓ کے متعلق اس امر میں دلاوری نہ کیا کرو۔ کیونکہ یہ بے ادبی ہے۔ لہٰذا احتیاط ضروری ہے۔

(1) تو چہ دانی این سلیمان را کہ چیست — درلباس ظاہرش گنجیدہ کیست

(2) اولیاء را می شناسد اولیاء — قدر ایشان را چسان داند عمیٰ

(3) نور و ظلمت را شناسد نور عین — نی ہمیں دو مہرہ ہا چوں فرقدین

(4) صورتش را ہچون خود پنداشتی — بر حقیقت او نگاہ نہ گماشتی

(5) مظہر کامل شدہ است او ذات را — شد محیط آن ذات مخلوقات را

(6) عرش و لوح و کرسی وارض و فلک — جن و انس و جملہ حیوان و ملک

(7)	مستفیض انداز فیوض عام او	ساختہ وردِ زبان ہا نام او
(8)	چونکہ علت غائیٔ بالا و پست	من رآنی قد رآ اللہ گفتہ است
(9)	احمدم بے میم و بے عینم عرب	در حقیقت نور احمد نور رب
(10)	پس ولی چو نشست بر سجادہ اش	شد تمام اوصاف را آمادہ اش
(11)	ایں سلیمان نور رحمٰن است لیک	لیس فی عرفانہِ عین لدیک
(12)	او خلیفہ حق شدہ بی کش مکش	جَاعِل فِی الْاَرْض خلیفا شاہدش
(13)	این سلیمان را شناسد مار و مور	کی شناسی تو کہ داری چشم کور
(14)	این سلیمان چو ہمی خود شدہ	رب ھب لی نقش در خاتم زدہ

ترجمہ: (1) تو کیا جانے اس سلیمانؒ کو کہ کیا ہے۔ اس کے ظاہری لباس میں کون سمایا ہوا ہے۔

(2) اولیاء کو اولیاء ہی پہچانتے ہیں ان کی قدر و منزلت کو اندھا کیسے جان سکتا ہے۔

(3) نور اور ظلمت کو نورِ عین ہی پہچانتا ہے۔ نہ ہی یہ دو ظاہری آنکھوں والا۔

(4) تو نے ان کی صورت کو اپنی کی طرح گمان کیا ان کی حقیقت پر تو نے نظر ہی نہیں ڈالی۔

(5) وہ ذات کا مظہر کامل ہو چکا ہے۔ اور وہ ذات تمام مخلوقات پر محیط ہو گئی۔

(6) عرش اور لوح اور کرسی اور زمین و آسمان، جن اور انسان اور تمام حیوان اور فرشتے۔

(7) ان کے فیض عام سے سارے فیض پا رہے ہیں تمام زبانوں پر ان کے نام کا

وظیفہ جاری ہے۔

(8) چونکہ بلندی اور پستی میں علت نمائی ہے یعنی لطیف اشارہ ہے اس لئے اللہ تعالٰے نے فرمایا جس نے مجھے دیکھا اس نے اسے دیکھا۔

(9) احمد بے میم ہوں اور عرب بے عین ہوں در حقیقت حضرت احمد ﷺ کا نور رب کا نور ہے۔

(10) پس ولی جب اس کے سجادہ پر بیٹھا تو وہ اس کے تمام اوصاف سے متصف ہو گیا۔

(11) یہ سلیمانؒ رحمٰن کا نور ہے لیکن نہ سمجھنے والے اس حقیقت کو نہ جان سکے۔

(12) وہ بغیر کسی کش مکش کے حق کا خلیفہ ٹھہرا۔ لہٰذا جاعل فی الارض خلفا اس پر شاہد ہے۔

(13) اس سلیمانؒ کو چیونٹی اور سانپ تک پہچانتے ہیں تو کیونکر جان سکتا ہے کہ تیری آنکھ ہی بے نور ہے۔

(14) یہ سلیمانؒ اپنے نام کی طرح اسم بامسمّٰی ہو گیا کیونکہ "ربّ ھب لی" کی مہر نگینے پر نقش کر دی گئی۔

مختصر یہ کہ اس گفتگو کے دوران حضرت فخر الاولیاءؒ تشریف لے آئے۔ اور نماز کھڑی ہو گئی نماز کی ادائیگی کے بعد جب آپؒ اپنی جگہ پر واپس آئے۔ تو صاحبزادہ صاحبؒ اور میاں صاحبؒ کی بات چیت کے بارے میں حضرت قبلہؒ کو عرض کی گئی۔ تو آپؒ نے فرمایا کہ اگر گھر میں کوئی بیٹا ہو شاید میاں صاحبؒ کی مثل ہو۔ میاں صاحبؒ تو آفتاب کی طرح ہیں کہ جن کی وجہ سے خاندان صابریہ چمکا ہے۔ یہ کہ

میاں صاحبؒ بعض اوقات برج نظامیہ میں حضرت فخر الاولیاءؒ کی زیارت کیلئے حاضر ہوتے تھے۔اور حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ' بھی کبھی کبھی ان کے حجرہ میں جو صابریہ نام سے موسوم تھا وہاں تشریف لے جاتے تھے۔نیز کسی نے میاں صاحبؒ کے احوال کے بارے پوچھا تو آپؒ نے فرمایا کہ اس وقت سلسلہ صابریہ کی روشنی ان میں موجود ہے۔پس بیٹا ایسا چاہیئے جو اپنے اجداد نسبتی کے نام ونشان کو اور پیری ومریدی کو ہدایت سے روشن کرے۔

فائدہ

اس موقع پر اس مسکین بے تسکین کاتب منتخب کو میاں حاجی خان کاتب جو کہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ' کے خاص غلام اور با اخلاص مرید تھے اور صادق القول مرد تھے۔ان سے ایک نکتہ یاد ہے۔اس موقع کو مناسب خیال کر کے تحریر کرتا ہوں۔ انہوں نے بتایا کہ اس ملاقات کے زمانہ میں جو حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ' اور میاں باقر صاحبؒ کے درمیان ملاقات ہوئی ۔ مولوی قادر بخش صاحب بھی حضرت فخر الاولیاءؒ کے معتمد و خاص تھے۔کہا کہ اے حاجی خان آؤ ایک بار میاں محمد باقر صاحبؒ کی خدمت میں جا کر علیحدہ ملاقات وزیارت کر آئیں۔پس بندہ یعنی حاجی خان اور مولوی صاحب موصوف ہم دونوں انکی خدمت میں حاضر ہوئے۔جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ حضرت صاحبؒ کے غلاموں میں سے ہیں۔تو بہت مہربانی اور لطف و کرم سے پیش آئے۔بڑی شفقت سے گفتگو فرمائی اور بزرگوں کے واقعات وحالات سناتے ہوئے مولوی صاحب سے مخاطب ہوئے۔حکایت کے دوران مولوی صاحب

سے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے پیر صاحب کا مقام و مرتبہ کیا ہے؟ مولوی صاحب نے دست بستہ عرض کی کہ یا حضرتؒ! ہم تو ظاہر بین لوگ ہیں۔ سوائے شریعت وطریقت پر استقامت کے ہمیں بزرگوں کے مقامات کے بارے میں کیا علم ہوسکتا ہے۔ میاں محمد باقر صاحبؒ نے فرمایا کہ ان کا مقام بہت ہی بلند ہے۔ اور ان کا نام مقام محبوبیت پر پہنچا ہوا ہے۔ کہ اس سے اوپر کوئی اور مقام نہیں ہے۔ اس مقام کے بعد ان بزرگوں کی سیر یعنی پہنچ عین اس مقام تک ہوتی ہے کہ جہاں سے آگے اس مقام کی کوئی نہایت یعنی انتہا نہیں ہے۔ پس مسکین کاتب منتخب کہتا ہے کہ الحمدللہ۔ ہمارے دل میں پہلے سے حضرتؒ کے بارے میں جو عقیدہ اور نظریہ تھا اب مزید محکم ہو چکا تھا۔ مزید ایسے بزرگ سے ہم نے سنا اور وہ بزرگ بھی ایسے کہ جن کی تعریف حضرت فخر الاولیاءؒ نے اپنی زبان حقائق بیان سے کی تھی۔ حضرتؒ کی تعریف سن کر حقیقت مزید ظاہر، واضح اور روشن ہوگئی۔ اور اس مسکین نے سلسلہ شریفہ پر دستخط کرانے کیلئے حضرت فخر الاولیاءؒ سے بطور سند عرض کی کہ یا حضرتؒ! آپؒ کی ذات بابرکات سلسلہ میں دستخط فرماتے ہیں۔ اس کا پڑھنا مرید کے عقیدہ پر ہے۔ یا اس کا پڑھنا ضروری ہے۔ شاید آپؒ بندہ کے عقیدہ سے واقف ہوگئے۔ فرمایا کہ مرید کی مرضی ہے کہ جو کچھ چاہتا ہے پڑھتا ہے۔ پس بندہ اس دن سے محبوب بارگاہ رحمان کے لقب سے پکارنے لگے۔ الحمدللہ علیٰ ذلک یہاں تفصیلات بہت زیادہ ہے۔ طوالت کے خوف سے موقع کو مجمل چھوڑ جاتا ہے۔ ایک بزرگ نے حضرت فخر الاولیاء کی تعریف میں بہت خوب کہا ہے۔

(1) بہ عالم جلوہ گر شد صورت اسرار رحمانی بہ ایں فخر و بہ ایں نور و بہ ایں شان سلیمانی

(2) تعالی اللہ زہی شان کہ ذات پاک تو دارد — نمی دانم کہ سبحانی ویا محبوب سبحانی

(3) ہماں نور جہاں آرا کہ شد اندر عرب پیدا — ہمانا در عجم آمد بکر و فر افغانی

ترجمہ: (1) دنیا میں رحمانی اسرار رموز کی صورت میں جلوہ گر ہوئے۔ اس فخر کے ساتھ اور اس نور کے ساتھ اور اس شان سلیمانی کے ساتھ۔

(2) اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ تیری ذات مبارکہ کو کیسی شان بخشی ہے میں نہیں جانتا کہ تو سبحان ہے یا محبوبِ سبحانی ہے۔

(3) دنیا کو روشن کرنے والے وہ نور جو سرزمین عرب میں پیدا ہوا۔ اسی نور والے کے صدقے میں افغانی کروفر کے ساتھ تو عجم میں جلوہ گر ہوا۔

اس کے علاوہ وہ ان میں سے یہ ہے کہ ایک بار حضرت فخرالاولیاء قدس سرہٗ حضرت بابا صاحب قدس سرہٗ کے ایام عرس میں روضہ منورہ کے باہر روضہ کی طرف سرہانے کی جانب کھڑے ختم شریف پڑھ کر اور بخش کر دعائے خیر مانگ کر رخصت ہوئے تو مولوی قادر بخش صاحب سے پوچھا کہ میاں غلام قادر سنوری بھی مشائخ صابریہ میں سے تھے۔ اور بابا صاحب قدس سرہٗ کے عرس شریف پر موجود تھے اور وہ پہلے ہی حضور کی خدمت میں حجرہ منورہ برج نظامیہ میں ملاقات کرنے اور فیض یاب ہونے کیلئے بندہ کے پاس آئے تھے۔ اس وقت وہ کہاں ہوں گے تاکہ ان سے وداع سنت ادا کی جائے مولوی صاحب مذکور اور دوسرے لوگوں نے عرض کی۔ کہ یہاں قریب ہی ایک گھر میں ہیں۔ پس آپؒ وہاں سے اس طرف تشریف فرما ہوئے اور فدوی یعنی مؤلف مناقت شریفہ جو کہ خدمت میں حاضر تھا۔ ہمراہ آیا۔ ابھی حضرت فخرالاولیاء قدس سرہٗ آپ سے ملاقات اور رخصت لینے کیلئے آرہے ہیں۔ وہ بزرگ

جو کہ حجرہ کے اندر تھے۔اس خبر کے سنتے ہی فوراً اندر سے باہر آ گئے جب کہ حضرتؒ ان کے حجرہ کے بالکل قریب پہنچ گئے طرفین سے ملاقات ہوگئی۔میاں صاحب نے عرض کی کہ اے قبلہؒ! اس وقت سلسلہ خواجگان چشت اہل بہشت کیلئے آپؒ کی ذات بابرکات روشن آفتاب ہے۔روشنی اور توجہ سے ہمیں یادرکھیں اور فراموش نہ فرمائیں۔اور ہر لحظہ ہمیں اپنی سلک دعا سے حق کے طلب گاروں اور فیض پانے والوں کو اپنی ذات سے تصور فرمایا کریں۔حضرتؒ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ میاں صاحبؒ! آپ کی ذات بھی چشت اہل بہشت سے ہے۔اوراس جانب صرف رسمی طور پر چشتیوں کے نام لیوا ہیں۔حضرتؒ! لہٰذا ہمیں بھی اپنی مہربانی اور دلی الطاف میں شمار فرمائیں۔اس حسین کلام اور خوبصورت گفتگو کے بعد دعا خیر فرما کر ایک دوسرے سے رخصت ہوئے۔ حضرت فخرالاولیاءؒ اسی وقت سوار ہوکر خانقاہ مہار شریف کی طرف روانہ ہوئے۔

میاں غلام محی الدین قصوریؒ اور حضرت فخرالاولیاءؒ کے درمیان گفتگو یا مکالمہ

ان سب کے علاوہ ایک مرتبہ میاں غلام محی الدین قصوریؒ جو کہ خاندان مشائخ نقشبند سے تعلق رکھتے تھے اور مشہور و معروف تھے۔پاکپتن شریف میں حضرت باباصاحب قدس سرہٗ کے عرس مبارک پر آئے ہوئے تھے وہ حضرت فخرالاولیاء قدس سرہٗ کی صحبت سے شرف اندوز ہوئے اور عرفان الٰہی کے بعض نکتے و مراتب متعلقہ خاندان نقشبندیہ وغیرہ کے بارے میں حضرت فخرالاولیاءؒ کی خدمت میں

سوالات کئے۔ آپؒ کی ذات شریف جو کہ فیض الٰہی عطا کرنے میں مدارج غوثیت و قطبیت پر فائز اور چاروں خانوادوں چشتیہ اور قادریہ اور نقشبندیہ اور سہروردیہ۔ ان تمام میں تلقین وارشاد بخش تھے۔ ہر خاندان سے متعلق ہر قسم کے جواب کیا علمِ ظاہری اور کیا علمِ باطنی جواب دے کر مطمئن فرماتے تھے۔ اور چونکہ وہ اپنے مدعا کے مطابق حضرت فخر الاولیاءؒ سے سوال پوچھ کر آپ کے جواب سے استفادہ کرتے رہے۔ آخر میں انہوں نے سوال کیا کہ یا حضرتؒ! سماع سننا خاص سلسلہ چشتیہ میں کن مراتب سے اور کس واسطہ سے مرغوب و پسندیدہ ہے؟ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے اپنی زبان حقائق بیان سے فرمایا۔ سبحان اللہ! شاید بزرگانِ نقشبند کو اس بارے میں کوئی آگاہی نہیں جو کہ دریافت کرتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا صاحب! سرود یعنی سماع مراتب عشق سے تعلق رکھتا ہے۔ اور سماع ان دردمندان عشق کے لئے دوا ہے۔ حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا ہے کہ "السماع ورد الحق یزعج القلب الی الحق" پس میاں صاحب نے عرض کی کہ یا حضرتؒ! ہمارے عشق کیلئے وہ "ورد الحق" نہیں ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ تمہاری خبر کیلئے یہ ہے۔

لیکن ؎ منزلِ عشق از مکان دیگر است   مرد این راہ را نشانِ دیگر است

ترجمہ: عشق کی منزل کا تعلق دوسرے مکان سے ہے۔ اور اس راہ کے مرد کی نشانی کچھ اور ہے۔

انہوں نے عرض کی کہ منزل عشق کیسے حاصل ہے۔ جواب میں آپؒ نے یہ مصرعہ پڑھا۔

؎ عاشقان خواجگان چشت را

ترجمہ: خواجگان چشت کے عاشق کو

پھر میاں صاحب نے گزارش کی کہ اہل عشق کو عشق کے کام میں کیا مراتب حاصل ہوتے ہیں؟ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا پہلے تو عشق کے کام میں مرتبہ تسلیم حاصل ہوتا ہے۔اس کے بعد آپ نے یہ شعر پڑھا۔

کشتگان خنجر تسلیم را ہر زمان از غیب جان دیگر است

ترجمہ: خنجر تسلیم کے شہیدوں کا ہر وقت غیب سے اور جان یعنی نئی نئی جان عطا ہوتی ہے۔

اور اس موقع پر میاں صاحب مذکور نے عرض کی کہ یا حضرتؒ! مشہور ہے کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہٗ اس شعر کے سننے سے واصل بحق ہوئے کیوں غیب سے انہوں نے جان دیگر سے مدد نہ پائی اور یہ سماع ان کے اندرون یعنی دل میں کارگر نہ ہوئی؟ جناب فخر الاولیاء قدس سرہٗ لحظہ بھر خاموش رہے۔شاید انہیں تعجب ہوا۔کہ بزرگ کیا کہہ رہے ہیں اور کیا پوچھ رہے ہیں۔پس گھڑی بھر کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ میاں صاحب! اس واقعہ کا کیا بیان کیا جا سکتا ہے۔آپ نہیں جانتے کہ مصرع اول میں فنافی اللّٰہی کا مقام ہے۔اور مصرع ثانی کو بقاب اللّٰہی ہے۔ پس جس وقت انہوں نے پڑھا" کشتگان خنجر تسلیم را" حضرت خواجہ صاحبؒ مقام فنافی اللّٰہی سے لوٹ کر خود سے فانی ہو گئے۔اور دوسرے لحہ جب کہ " ہر زمان از غیب جان دیگر است" پڑھا تو مقام بقاب اللّٰہی سے نئی جان حاصل کر لی۔گویا مراتب عروج و زوال میں قرار پائے ہوئے تھے۔آخر کار تقدیر ایزدی اس میں مقدر ہوئی کہ برزخ وجود عنصری اور ظاہری لباس بشریت آنحضرت کا جب وجود مسعود جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ جو کہ عام لوگوں کے دیدار اور فوائد و برکات کیلئے تھے۔مگر

نہ دراصل علامات سے عدم سایہ اور جسم اطہر پر مکھی نہ بیٹھنے کے آپ نورٌ علےٰ نُور اور سرِ وحدۃ حقیقی تھے۔ اور وہ بھی صورت کے وحدت وجود کے دیدار کیلئے تشریف لے گئے۔ اور بارگاہ احدیت میں منتقل ہو گئے۔ پس دوسروں کو اس معاملہ کے گزرنے پر کیا عذر و وہم ہو سکتا ہے۔ ایک بزرگ نے کہا ہے۔

اگر عالم بہ یک دستور ماندی بسا انوار کان مستور ماندی

ترجمہ: اگر دنیا ایک ہی طریقہ پر قائم رہ جاتی تو بہت سے ایسے انوار بھی ہیں جو کہ نظروں سے اوجھل رہ جاتے۔

اور جب اس امر کے اوقات تقدیر الٰہی پر منحصر ہیں۔ ہر وقت جو کسی کیلئے مقدر ہو اس پر جو اس مثال کے موجب ظاہر ہوا۔ ہر راز کے جاننے اور پہچاننے کا ذریعہ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس ہی ہے۔ جو کمالات الٰہیہ کیلئے مظہر اتم ہیں۔ بزرگوں نے اور اولیاءؒ نے تمام فیوضات آن سرور ﷺ کے دامن سے وابستہ ہو کر حاصل کیئے۔ خواجہ صاحب قدس سرہٗ کی ذات کو مقام محبوبیت ذات بحت میں اور افاضۂ دائمی میں قبل ازیں بھی یہ درجہ حاصل تھا لیکن "الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب" بھی صادر آیا ہے۔

ترجمہ: موت دوست کو دوست سے ملانے کیلئے پل ہے۔

نیز خواجہ صاحبؒ کو شہید المحبت کا خطاب عطا ہونا تھا یعنی مرتبۂ شہادت اس موقع پر نہ پائی تھی کیونکہ یہ مرتبہ پہلے آپؒ کو حاصل تھا لیکن اس سے آپؒ کو نہایت بلند درجہ حاصل ہوا تھا لہٰذا ارادہ الٰہی پر کہنے والوں کو مصرعۂ اول " کشتگان خنجر تسلیم را" زبان پر جاری رہا۔ اور یہ مصرعۂ ثانی کہ "ہر زمان از غیب جان دیگر است" جو کہ

بشری حیات کا ممد تھا ان کی زبان سے بلکہ تمام جاننے والوں اور شہر دہلی کے تمام دانش وروں سے یک لخت اہل قضا و قدر نے ان سے اٹھالیا اور فراموش کروا دیا۔ جس قدر بھی سوچ بچار اور جستجو کرتے رہے مگر ایک لفظ بھی نہ پایا اس حد تک کہ تین دن حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ اسی حالت میں رہے۔ پس بلاشبہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ اس لفظ " کشتگان خنجر تسلیم " سے سلیم القلب تھے اور ذات احدیت میں سراسر محویت پا کر چلے گئے لیکن وہ جو کشتۂ خنجرِ تسلیم ہیں تو بشریت کی زندگی میں اس جہان کو کیا کریں گے اور ان کے کس کام آئے گی۔

میاں صاحب! آپ نے سنا ہوگا کہ کچھ عرصہ بعد مصرعہ ثانی کسی کو یاد آگیا تھا۔ بادشاہ دہلی نے طریق مجلس کے مطابق حضرت خواجہ صاحبؒ کے مزار مبارک پر اپنی ابیات کو گویّوں اور گانے والوں سے شروع کرایا تھا۔ مصرعہ ثانی کے پڑھنے پر مزار شریف میں جنبش اور تحریک پیدا ہوگئی بلکہ مزار شریف کے پائنتی جنبش کرتے ہوئے ایک سوراخ نمودار ہوگیا۔ تو وہی تحرک اور ترانہ کی آواز اس سوراخ سے سنی گئی پس حاضرین مجلس میں موجود علماءٔ و دانشمندان نے فوراً گویّوں کا گانا بند کرا کے انہیں خاموش کرایا۔ یہاں تک کہ مزار شریف نے آرام پایا اور تحرک بند ہوگیا اس دن سے آج تک حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کے عرس مبارک کے ایام میں مزار شریف پر محفل سماع نہیں کراتے بلکہ دوسری جگہ جو کہ مزار مبارک سے کافی فاصلہ پر ہے وہاں محفل سماع منعقد کرتے ہیں اور سرود و گانے والے بھی کوشش کرتے ہیں کہ مزار شریف تک آواز نہ پہنچے۔ ہاں! مزار شریف سے اتنا دور مجلس عرس منعقد کرتے ہیں۔ مزار شریف کے پائنتی کی طرف سوراخ واضح نمودار ہے اور زیارت گاہ خلائق

ہے۔ عاشورا کے دن خادمان مزار نور بار صندل اور مشک ملا کر مزار شریف پر اور اس سوراخ میں چھڑ کتے ہیں۔

فائدہ

مسکین بے تسکین کا تب منتخب اور مؤلف کتاب مناقب شریفہ نے میاں غلام محی الدین قصوری کے واقعہ کے بعد سماع کے بارے میں بڑی تفصیل کے ساتھ اور حل واباحت کے ساتھ تحریر کیا ہے کہ کم لوگوں نے اس طرح تفصیل سے اہل تحقیق کی تاویلات جو کہ انہوں نے مدح رخسار، خدوخال اور زلف وخط اور بادہ و مے خانہ اور دیگر جو کچھ غزلیات وقصائد میں مذکور ہوتا آیا ہے جو کہ مبتدیوں کے لئے حل کا سبب ہوتا ہے کو ذکر کر کے سوال وشبہ از معترضین کو جواب دیا ہے۔ لیکن طوالت کی وجہ سے کاتب منتخب نے ان کا یہاں ذرہ بھر بھی ذکر نہ کیا اس لئے وہاں دیکھنا چاہئے۔ لیکن مسئلہ کا حاصل خلاصہ جو کہ حضرت شیخ عبدالحق قادری دہلوی قدس سرہٗ نے مدارج النبوت میں ذکر کیا ہے وہ یہ ہے۔ بڑی تفصیل کے بعد فرمایا کہ اصل یہ کہ اس پر حرمت کا اعتماد کیا جاتا ہے احادیث اور آثار میں نہیں ملتا ہے پس بہت تحقیق کے بعد سماع کی حل واباحت کو ترجیح دی ہے بلکہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے صحیح تحقیق نقل کر کے فرمایا کہ جنہوں نے سماع کو ثابت کیا ہے تحریر کیا خود اس امام ہمام نے اس کی صفائی تحریر کی ہے اور وضاحت فرمائی اور اس مسکین کو اپنے والد بزرگوار سے یاد ہے انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں حضرت فخر الاولیاءؒ کے ساتھ قبلہ عالمؒ کے خانقاہ شریف پر گیا ہوا تھا اور وہاں دو تین آدمی علماء میں سے حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی خدمت

میں حاضر ہوئے۔ قدم بوسی کی اور عرض کی کہ غریب نوازؒ! ہم ملک شمال میں سکونت رکھتے ہیں اور اس خاندان عالیہ کے ہم پرانے مرید اور خدام سے ہیں اور یہاں حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس شریف پر آئے ہوئے ہیں لیکن وہاں ہمارے علاقہ میں علماء ہمیں بدعتی منسوب کرتے ہیں اور بلکہ بدعتی کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم بدعت کی طرف جاتے ہو کیونکہ وہاں سرود ہوتا ہے اور تم بھی سنتے ہو وہ ایک دو کتابوں کے نسخے جو کہ فقہ کی ہیں اور وہ انہیں کھول کر عرض کرنے لگے کہ ان کتب میں بھی یہ مسئلہ انہی علماء کے کہے کے مطابق موجود ہے۔ پس ہم جو حضور انورؒ کے غلام ہیں ان کو کیا جواب دیں۔ خود ہی مہربانی فرما کر ہمیں اس سلسلہ میں تعلیم فرمائیں جناب حضرت فخرالاولیاءؒ نے زبان حقائق بیان سے فرمایا کہ تم ان کو کوئی بھی جواب نہ دو کیونکہ یہ اختلاف نیا نہیں آیا بلکہ یہ تو ہم سے بہت پہلے کا ہے اور یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور فرمایا کہ سماع خود بخود نہ وجہ حل رکھتا ہے نہ وجہ حرمت۔ اس کی حل و حرمت سننے والوں کے خیالات اور تصورات پر موقوف ہے کیونکہ اگر ان کا خیال حرام جیسے بیگانہ عورت شراب وغیرہ کی ظاہری صورت پر ہے تو حرام ہے اگر کوئی غریب خدا تعالےٰ اور رسول ﷺ یا اپنے شیخ کے خیال میں ہوتا ہے تو کون سی حرمت اور کون سا گناہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ سماع و صوت حسن افزا تصور ہے کہ وہ تصور کسی دل میں جاگزین ہوتا ہے۔ پس کاتب منتخب کہتا ہے کہ یہ اجمالی تفصیل سماع کے بارے میں حضرت فخرالاولیاءؒ سے سن کر نقل کیا گیا ہے۔ حضرت شیخ سعدیؒ کے ابیات بھی اس موضوع کے موافق موجود ہیں جو کہ انہوں نے کہے ہیں ۔

(1) سماع اے برادر بگویم کہ چیست　　اگر مستمع را بدانم کہ کیست

(2) اگر مرد لهواست و بازی و لاغ — فزون تر شود دیوش اندر دماغ

(3) وراز اوج معنی پرد طیر او — فرشته فرو ماند از سیر او

(4) فیض روح اعظم است این بانگ رود — نفخ صوری زو چه باشد یک سرود

(5) نفخ صوری مرده تن زنده کند — بانگ رودی جان پاینده کند

(6) روح جنبش خورد بر باد است — گفت لبیک و به استقبال جست

(7) جسته خورد و محو شد در وصل یار — هم چون قطب الدین اوشی بختیار

(8) لی مع الله را نشانی زو بود — آیتی از کن فکان او بود

(9) نسبت پنهان است در صورت حسن — با جمال با کمال ذوالمنن

(10) جان صافی از کدوراتِ هوا — فهم آن نسبت کند زین نغمه ها

(11) فهم چون گیرد به پرّ داز بدن — محو گشت و رسته شد از ما و من

(12) فهم راز نسبت این خوش ندا — کس نداند غیر مشتاق خدا

(13) عشق پاک لایزال بے مثال — چونکه جان را پاک کرد از هر وبال

(14) کرد آسان فهم راز غیب را — بلکه فهم نامهٔ لاریب را

(15) گفت پیغمبر اَرِحنا یا بلال — یاد ماده آن جمال بے مثال

(16) تارهد جان باندایت از عنا — در مقام بی مقامی فنا

(17) گرچه دل دائم ازان شد باخبر — لیک در بانگت بود ذوق دگر

(18) لذت مشقت چو نبود ای جوان — لحن داؤدت نگیرد در رواں

(19) صد هزاراں جان به پیش آن نبی — محو در ذات و نمی فهمد غبی

(20) مرغ و ماهی آب بادی پیش او — می طپیدند از دم بی خویش او

گرچہ شمس باز غہ داند کشاد

(21) منکر حال است دائم در عناد

لب بہ بندای بے نوائی خوش نفس

(22) این نوائے بے نوایان است وبس

ترجمہ: (1) اے بھائی! سماع کے بارے میں تمہیں بتاتا ہوں کہ کیا ہے اگر اس کے سننے والے کے بارے میں جان لو کہ کون ہے۔

(2) اگر آدمی بیہودہ ہے، کھلاڑی ہے، آزاد ہے تو اس سے اُس کے دماغ میں شیطانیت بڑھتی جاتی ہے۔

(3) اور اگر اس کی روح اس سے بلندیوں پر اڑتی اور پرواز کرتی ہے تو فرشتہ بھی اسکی بلند پروازی سے رہ جاتا ہے۔

(4) اس سرنگی کی آواز سے اس کی روح کو بہت بڑا فائدہ ہوتا ہے ایک ہی سریلی آواز اس کیلئے صور کی آواز ہوتی ہے۔

(5) صور کی آواز مردہ وجود کو زندہ کرتی ہے تو سرنگی کی آواز اس کی جان کو ابدی زندگی دیتی ہے۔

(6) اس کی روح الست کی ہوا سے وجد کرتی ہے لبیک کہہ کر استقبال کو دوڑتی ہے۔

(7) وجد میں آ کر وصل محبوب میں محو ہو جاتی ہے جیسے کہ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کو وجد و محویت ہوئی تھی۔

(8) اللہ تعالےٰ کی معیت کی علامت اس سے ظاہر ہوتی ہے " کن فکان" کی نشانی اس پر آشکار ہوتی ہے۔

(9) اللہ تعالےٰ کے جمال وکمال کے حسن کے جلوے جو پوشیدہ ہیں آشکار

ہوجاتے ہیں۔

(10) ان نغموں کے سننے اور نسبت کرنے سے اس کی جان ہوا کی کدورتوں سے صاف ہوجاتی ہے۔

(11) محویت میں آ کر "ما و من" کے چکر سے آزاد ہوجاتا ہے مگر جب سمجھ لیتی ہے تو جسم سے پرواز کرتی ہے۔

(12) سوائے اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کے کوئی نہیں جانتا کیونکہ اس میٹھی آواز سے فہم میں ایک نسبت پیدا ہوتی ہے۔

(13) لایزال کا عشق پاک اور بے مثال ہے چونکہ یہ جان کو ہر مصیبت سے پاک کرتا ہے۔

(14) غیب سے فہم کو آسان کرتا ہے بلکہ فہم کو لاریب کے خط سے جوڑ دیتا ہے۔

(15) حضرت پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ اے بلالؓ! مجھے اس بے مثال کی یاد سے راحت پہنچا۔

(16) تاکہ میری جان تیری آواز سے متوجہ ہوجائے اور فنا سے بقا کی طرف چلی جائے۔

(17) اے جوان! جب تک عشق کی لذت نہ ہو تو لحنِ داؤدی بھی تجھ پر اثر نہ کریگی۔

(18) اگرچہ دل ہمیشہ اس سے باخبر رہتا ہے مگر تمہاری آواز میں کچھ اور ذوق ہے۔

(19) لاکھوں جانیں اس آواز پر محو ہیں لیکن غبی نہیں سمجھتا۔

(20) پرندے اور مچھلی اور ہوا اس کے سامنے تڑپتے ہیں اور بے خود ہو کر وجد کرتے ہیں۔

(21) جو منکر حال ہے وہ ہمیشہ عناد میں ہے اگر چہ وہ کتاب شمس بازغہ بھی پڑھ کر حل کرے۔

(22) یہ آواز بے نواؤں کی آواز ہے اور بس۔اے خوش نفس یعنی خوش آواز۔اس بے نوائی سے لب بند کرلے۔

میاں نجم الدین کی خاص تمنا

ملفوظ: ایک موقع پر میاں نجم الدین ہندوستانی نے حضرت فخر الاولیاءؒ کی خدمت میں عرض کی کہ قبلہ منؒ! ہمیں معشوق کے عشق نے ڈسا ہے اگر مجھے معشوق سے ملواؤ گے یعنی وصال محبوب کرائیں گے تو بہتر وگرنہ اپنی جان کو حضور والا کے دروازہ پر فدا کروں گا آپؒ نے اس کے جواب میں یہ رباعی پڑھی۔

لسعت حیۃ الھوی کبدی فلا طبیب لھا ولا راقی

الا الحبیب الذی شغفت بہ فعندہ رقیتی وتریاقی

ترجمہ: میرے دل کو عشق کے سانپ نے ڈسا ہے پس نہ اس کا کوئی طبیب ہے نہ منتر پڑھنے والا مگر وہی حبیب جس کی محبت میں مبتلا ہوں تو اس کے پاس منتر بھی ہے اور تریاق بھی۔

پس آپؒ نے فرمایا عشق عظیم بلا ہے۔طرفین کو جلاتا ہے اس مناسبت سے آپؒ نے یہ واقعہ بیان فرمایا۔کہ میاں حسن علی ٹب والا نے جام چیز ولیلھان ہندی والا قصہ ذکر کیا۔کہ تقدیر الٰہی سے ایک مرتبہ کسی وجہ سے ان کے درمیان جدائی واقع ہوئی۔جب کچھ عرصہ بعد ان کی ملاقات ہوگئی تو اچانک ایک دوسرے کو دیکھتے ہی

دونوں جان بحق ہو گئے۔ پس آپؒ نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ ان کی حقیقی اور سچی ملاقات تھی اور نیز فرمایا کہ " من مات بعشق مات شہیدا" یعنی جو عشق و محبت میں فوت ہوا وہ شہید مرا" اور یہ بھی فرمایا کہ دو عورتیں ایک دوسرے سے آشنائی رکھتی تھیں ایک نے دوسری سے پوچھا کہ عشق کس طرح حاصل ہوتا ہے۔ اس دوسری نے جواب دیا کہ اگر عشق کی سچی طالبہ ہوتی تو مجھ سے مشورہ نہ کرتی۔ پھر آپؒ نے یہ اشعار پڑھے

(1) عشق نی کار جہان ساختن است — بلکہ نقد دل و جان باختن است

(2) عشق نے دلق بقا دوختن است — بلکہ داغ فنا سوختن است

(3) عاشق آن دان کہ ز خود باز رہد — نغمہ ترک خودی ساز دہد

(4) نہ رہ دولت دنیا سپرد — نہ سوئی نعمت عقبیٰ نگرد

(5) قبلہ حاجت او دوست بود — ہر چہ جز دوست ہمہ پوست بود

ترجمہ: (1) عشق دنیا جہاں کے کام بنانے کا نام نہیں بلکہ دل و جان کی نقدی ہارنا ہے۔

(2) عشق بقا کی گودڑی سینے کا کام نہیں بلکہ فنا کے داغ کو جلانا ہے۔

(3) عاشق اسے جان جو خود کو بھول جائے اور خودی کے نغمے کو ترک کر دے

(4) عشق کی راہ دنیا کے سپرد نہ کرے اور نہ ہی آخرت کی نعمت کی طرف نظر کرے۔

(5) اس کے حاجتوں کا قبلہ دوست ہی ہوتا ہے جو کچھ بھی دوست کے بغیر ہے وہ پوست ہوتا ہے یعنی وہ صرف چھڑا ہے۔

اس وقت پیر بخش نامی قوال جو کہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے غلاموں میں سے تھا

محفل میں حاضر تھا، رقوالی کے طرز پر ان اشعار کو اس نے پڑھنا شروع کیا۔

؎ درچشم مجنوں بودهٔ لیلےٰ شده بنمودهٔ
لیلےٰ کجا مجنوں کجا خود بودهٔ خو بودهٔ

ترجمہ: مجنوں کی آنکھ میں تو ہی تو تھا مگر خود کو لیلےٰ بنا کر دیکھایا۔ لیلےٰ کہاں اور مجنوں کہاں تو خود ہی تو تھا۔ اس کے متصل حضرتؒ نے فرمایا ؎

(1) لا آدم فی الکون ولا ابلیس　　لا ملک سلیمان ولا بلقیس

(2) فالکل عبارة وانت المعنٰی　　یا من ہو لقلوب الخلق مقناطیس

ترجمہ: (1) دنیا میں نہ آدم ہے اور نہ ہی ابلیس نہ ملک سلیمان اور نہ ہی بلقیس ہے۔

(2) پس تمام تر عبارت ہے اور تو ہی اس کا معنی اور حقیقت ہے جو کہ تمام مخلوق کے قلوب میں مقناطیس کی طرح کشش رکھتا ہے۔

پھر پیر بخش مذکور نے ان اشعار کو قوالی کے طرز پر گانا شروع کیا ؎

(1) دل داغ ترا بجان گرفتہ　　دردتو جائی جاودان گرفتہ

(2) برتن چہ زنی گلاب وکافور　　کاین شعلہ در استخوان گرفتہ

ترجمہ: (1) دل نے تیرے داغ کو خوشی سے قبول کیا اور تیرے درد نے تو مستقل جگہ پکڑی ہے۔

(2) اپنے جسم پر تو کیا گلاب اور کافور لگائے گا۔ کیونکہ اس شعلہ نے تو ہڈیوں تک کو پکڑ لیا ہے۔ ایک شخص نے یہ شعر پڑھا۔

؎ گاہ نقش دیو گاہ آدم کند　　گاہ نقش شادی وگہ غم کند

ترجمہ: کبھی تو شیطان کی شکل بناتا ہے اور کبھی آدم کی۔ کبھی تو خوشی کی شکل اختیار کرتا ہے اور کبھی غم کی۔

حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے سنتے ہی اپنی زبان حقائق بیان سے فرمایا کہ ذات بحت ہے جو ہر لباس میں ظہور کرتی ہے۔

تصوف کے بارے گفتگو

ملفوظ: ایک دن تصوف کے بارے میں کچھ ذکر چل پڑا۔ تو حضرت فخر الاولیاؒء نے یہ ہندی مصرعہ پڑھا۔

؎ ہابیل قابیل آدم کے بیٹے آدم کا جایا ہے

اس کے متصل پھر آپؒ نے یہ شعر پڑھا۔

؎ ہر قوم راست راہی و دینی وقبلہ گاہی من قبلہ راست کردم بر سمت کج کلاہی

ترجمہ: ہر قوم کا ایک سیدھا راستہ اور ایک دین اور ایک قبلہ ہے میں نے ایک کج کلاہ کی طرف قبلہ کا تعین کر لیا۔

پس اس تقریب میں صاحبزادہ خواجہ محمودؒ جو کہ تونسہ شریف میں اس مجلس میں موجود تھے اور یہ وہ زمانہ تھا کہ جب حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ ضعف طبیعت کی وجہ سے حضرت قبلہ عالمؒ کے مزار پر انوار پر حاضری کیلئے مہار شریف نہ جا سکتے تھے عرض کی کہ اگر آپؒ ایک بار حضرت قبلہ عالمؒ کے خانقاہ پر چلے جاتے ہیں۔ تو آپ کو کتنی خوشی ہوتی ہے۔ جواب میں فرمایا کہ صاحبزادہ صاحبؒ! ہمارا دل ہر لحظہ چاہتا ہے کہ پرندوں کی طرح اڑتے ہوئے حسب سابق خانقاہ مبارک پر پہنچ جائیں لیکن چارہ

کیا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ بوڑھا اور ضعیف ہو چکا ہوں۔

پھر آپؒ نے یہ شعر پڑھا ۔

(1) جوانی شدو زندگانی نماند جہان گو بماں چون جوانی نہ ماند

(2) جوانی بود خوبیٔ آدمی چون خوبی رود کی بود خورمی

ترجمہ: (1) جوانی گئی اور زندگی نہیں رہی دنیا اگرچہ باقی رہی ہے مگر جوانی نہ رہی۔

(2) جوانی انسان کی خوبی ہے جب خوبی ہی نہ رہی تو خوشی کہاں رہی۔

ظاہر و باطن کی مشغولی

ایک دن حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ' کی مجلس میں ظاہر و باطن کی مشغولی اور مراقبہ اور پاس انفاس اور ذکر سری اور خفی اور اخفی کا ذکر چلا تو حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ' نے فرمایا کہ ہر نفس جو انسان باہر نکالتا ہے۔ اور جاری رہتا ہے۔ گوہر نایاب ہے۔ چاہیئے کہ اسے ضائع نہ کرے یعنی اس کا باہر نکلنا اور اندر جانا۔ اس بارے میں سوچ اور غور کرے اور ہر وقت اس میں مستغرق رہے۔ کیونکہ یہ استغراق کلی عبادت کا درجہ رکھتا ہے۔ بلکہ اگر کوئی شخص اس مشق و مجاورۃ میں ہو گا تو یہ بھی محل عبادت ہے۔ اگرچہ سویا ہوا بھی ہو گا۔ اور اگر یہ نہیں ہو گا تو اوقات ضائع چلے جائیں گے۔

سات وقت کی مشغولی

اس کے بعد فرمایا کہ مشغولی سات وقت کیلئے ہے۔ تین دن میں اور چار رات میں۔ تفصیل یہ ہے۔

دن کے اوقات

(1) علی الصبح سے اشراق تک (2) اشراق سے چاشت تک

(3) عصر سے شام تک

رات کے اوقات

(1) شام سے عشاً تک (2) عشاً سے تہجد تک

(3) تہجد سے سحر تک (4) سحر سے صبح تک

چار قسم کے لوگ

ملفوظ: ایک دن حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ خلق یعنی لوگ چار قسم کے ہیں۔

(1) ایک وہ کہ جن کا ظاہر آراستہ ہے اور ان کا باطن خراب ہے۔

(2) دوئم وہ کہ ان کا باطن آراستہ ہے اور ان کا ظاہر خراب ہے۔

(3) سوئم وہ کہ ظاہر و باطن دونوں آراستہ ہیں۔

(4) چہارم وہ جن کے ظاہر و باطن دونوں خراب ہیں۔

فرمایا کہ باطن کی مشغولی بہت جلد کامیاب ہوتی ہے۔ لیکن پہلے تو ظاہر کی مشغولی درکار ہے۔ کیونکہ یہ عشق مجازی کے بجائے ہے اور وہ عشق حقیقی کی جگہ اور مجاز سے حقیقۃ تک پہنچاتا ہے۔ کیونکہ "المجاز قنطرۃ الحقیقۃ" یعنی مجاز حقیقت تک پہنچنے کیلئے پل کی مانند ہے۔ اور یہ بغیر ورزش یعنی سخت و مشقت کے ظاہری ورزش استقامت باطن نہیں رکھتا فرمایا ورزش باطن مراقبہ ہے۔

مراقبہ کا طریقہ اور اہمیت

مشائخ کی اصطلاح میں مراقبہ رویت قلب ہے۔خاص طور پر حق تعالےٰ کو اور ذکر خفی سب سے بالا و بہتر ہے۔یہ مراقبہ سے سات درجہ زیادہ ہے کیونکہ مراقبہ قلب خاص کر حق تعالےٰ کو دیکھنا ہے۔اور ذکر خفی ذات حق کے علم کا طالع ہے ظاہر و باطن پر۔اور اس حال میں بندہ کو اس رویت سے شعور ہے۔اور یہ علم رویت کی طرح ہے۔اور یہ علم بندہ کے دل پر مستولی ہوتا ہے۔اور وہ شعور سے بے شعور رہ جاتا ہے۔ ذکر خفی کرنے والے کا یہی حال ہوتا ہے۔اس موقع پر سوال ہوا کہ کیا مرید کا مراقبہ خاص کر رب العزت اور حضرت محمد پیغمبر ﷺ اور شیخ کو یا ہر ایک ذات کیلئے علیحدہ علیحدہ کرنا چاہیئے۔یا جمیع کیلئے کرنا چاہیئے۔فرمایا کہ جمیع کو بھی ممکن ہے اور سب کا بھی اور چاہیئے کہ جمیع یعنی سب کا کرلے۔اور جان لے کہ اللہ تعالےٰ سامنے موجود ہے۔اور پیغمبر محمد ﷺ دائیں طرف ہیں اور شیخ بائیں طرف۔اور مراقبہ میں ایسے بیٹھے کہ جس طرح بلی چوہے کی خواہش میں بیٹھتی ہے۔

توجہ شیخ کی برکت

ملفوظ: میاں نجم الدین ہندوستانی سے میں نے سنا۔وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے حضور میں نے عرض کی کہ یا حضرتؒ! اس بندہ پر توجہ فرمائیں۔جواب میں فرمایا کہ ابھی تک تو ہماری توجہ شناسی ہے کہ تم سینکڑوں میل دور ہر سال دوڑے دوڑے آتے ہو۔کیا ہماری توجہ کے بغیر آتے ہو۔پس حضرتؒ کے اس فرمان پر اس کی آنکھیں کھل گئیں۔کہ حق یہ ہے کہ واقعی ذات شریف کی توجہ کے

بغیر میرا یہاں آنا ممکن نہ تھا۔ اشعار بر موقع ہے۔

(1) بسا نازنینند زیر فلک سبق بردہ در قرب حق بر ملک

(2) زمام خیار است در دست شان کہ یزدان مختار کرد ست شان

(3) کسے را کہ خوانند آید بدر کسے را کہ رانند افتد بسر

(4) کہ مقبول ایشان ز راہ ادب شود زود مقبول درگاہ رب

(5) سفیہی کہ از پیش شان راندہ شد ز حق گشت مردود واماندہ شد

ترجمہ: (1) بہت سے ایسے نازنین فلک کے نیچے موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے میں فرشتوں سے بھی سبقت لے گئے ہیں۔

(2) اختیار کی باگ ان کے ہاتھ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر انہیں مختار بنا دیا

(3) جسے یہ بلاتے ہیں وہی دروازے پر آتا ہے اور جسے یہ بھگائیں وہ سر کے بل جا گرتا ہے۔

(4) اس لئے کہ ان کا مقبول ادب کی راہ سے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں جلد مقبول ہو جاتا ہے۔

(5) وہ بے وقوف جو ان کے سامنے سے دھتکارا گیا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے مردود ہو گیا اور بہت پیچھے رہ گیا۔

وہ ملفوظات جو کاتب منتخب نے اپنے کانوں سے خود سنے کسی اور کتاب میں نہ آئے جان لیں کہ ملفوظات مذکورہ بالا ہیں جو کاتب حروف نے خود سنے یا کتاب مناقب شریفہ سے منتخب کئے گئے تھے۔ لہٰذا حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے بعض ارشادات عالی جو کہ کتاب موصوف میں مذکورہ نہ تھے اور کاتب منتخب نے خود سنے اور

یادرکھے۔ان کا ذکر مناسب سمجھ کر توفیق حقیقی سے اور حضرت فخرالاولیاء قدس سرہٗ کی توجہ سے یہاں تحریر کرتا ہے۔

ہدایت حق تعالےٰ کے قبضہ قدرت میں ہے

ملفوظ: ایک دن یہ مسکین حضرت فخرالاولیاء قدس سرہٗ کی مجلس شریف میں شرف زیارت سے مشرف ہوا۔تو اس وقت مجلس میں ہدایت کے باب میں بات چل نکلی۔ حضرت فخرالاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ہدایت خاص کر حق تعالےٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔حق جل شانہٗ کے اس امر میں دوسرا کوئی دخل نہیں رکھتا۔

قولہ تعالےٰ "یھد من یشا" یعنی جسے چاہے ہدایت دے۔

اس پر اپنا قبضہ وتصرف بیان فرمایا۔چنانچہ ایک دن حضور سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات صحابہ رضوان اللہ علیہم کے ساتھ محفل سجائے تشریف فرما تھے۔کہ ایک اجنبی شخص کہ جس کو اس سے پہلے کسی نے کبھی نہ دیکھا تھا۔محفل قدس منزل میں داخل ہو کر حضرت نبی رحمت رسول مقبول ﷺ کے دیدار مبارک سے فائز ہوا۔اور پھر رقص کرنے لگا۔جیسے کہ عرب کے بادیہ نشین لوگوں کی عادت ہوتی ہے جو وہ سرود سننے کے وقت کرتے ہیں۔اس نے بھی وجد کرنا شروع کیا۔گھڑی بھر کے بعد اس کا رقص اختتام کو پہنچا۔اور محفل کے ایک گوشے میں بیٹھ کر زار وزار رونا شروع کیا۔ اور جب وہ دونوں کاموں یعنی رقص اور گریہ وزاری سے فارغ ہوا۔تو حضور پُر نور ﷺ نے اس سے استفسار فرمایا کہ اے جوان! پہلے آتے ہی تم نے سرور ومسرت کا اظہار کیا اور پھر گریہ وزاری میں مشغول ہو گئے ہو۔آخر ایسا کیوں کیا؟ اس جوان نے جواب

میں عرض کیا یا حضرت ﷺ میری خوشی وغم اور رقص و گریہ کی وجہ واحد ہے اور وہ یہ ہے کہ حق تعالےٰ نے ہدایت اپنے اختیار میں رکھی ہے کیونکہ میں ایک چرواہا ہوں اور میں اپنا مال ومویشی چرانے کے لئے جنگل میں مشغول تھا کہ ایک اونٹ سوار مسافر میرے پاس سے گزرا اور وہ کچھ عربی کے اشعار پڑھتا ہوا جا رہا تھا اور ان اشعار میں آپؐ کا اسم پاک بھی پڑھتا جا رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اے شتر سوار! یہ نام پاک والے صاحب کہاں ہیں؟ اور اس نے ادھر کا اشارہ فرمایا۔ اسی وقت میں نے ریوڑ وہیں چھوڑ دیا اور اس طرف چل پڑا۔ اچھا خاصا فاصلہ تھا اور میں نے یہ فاصلہ تین ماہ میں طے کیا اور آج آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شرف دیدار وزیارت سے مشرف ہوا اور مجھے یقین ہے کہ آپ اس جگہ تشریف فرما نہ تھے بلکہ اللہ تعالےٰ موجود تھا کہ مجھے ہدایت عطا کی پس میں اس وجہ سے مسرور و خوش ہوا اور میں نے رقص کیا کہ اللہ تعالےٰ کا بے پناہ شکر ہے کہ حق جلِ شانہٗ نے ہدایت اپنے ہاتھ میں رکھی ہے اگر آپ کے ہاتھ میں ہوتی تو مجھے کس طرح نصیب ہوتی اور میرا رونا بھی اس سبب سے تھا کہ جب میں یہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضور انور کے خویش اقارب آپ سے دشمنی رکھتے ہیں اور لڑتے جھگڑتے ہیں پس ان کے اس رویہ اور احوال پر غمگین ہو گیا ہوں۔ پھر عرض کیا کہ کاش! ہدایت آپ کے ہاتھ میں ہوتی۔ تا کہ ان کو اپنی قرابت داری کے حوالے سے تمام مخلوق سے پہلے ہدایت عطا فرماتے اور جب ہدایت حق جل شانہٗ کی دست قدرت میں ہے تو انہیں ہدایت عطا نہ فرمائی۔

فائدہ

جان لیں کہ اس واقعہ میں اس اعرابی کے بارے میں حضرت فخر الاولیاءؒ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر بیان فرمائی۔

"اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ" پ ۲۰ سورۃ القصص

ترجمہ: بے شک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کردو۔ ہاں ۔اللہ ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے۔

(1)	حکم یہدی من یشاء را پیش دار	کار خود تفویض کن با کردگار
(2)	اھد نا بر گوز توفیق خواہ	جملگی ما بندگانیم اوست شاہ
(3)	ہر کہ را او خواند کس او رنہ راند	وانکہ را وے راند او را کس نہ خواند

ترجمہ: (1) "یہدی من یشاء" کے حکم کو سامنے رکھ اور اپنا کام اللہ تعالےٰ کے سپرد کر لے۔

(2) "اھد نا" یعنی ہدایت دینے کی توفیق اسی سے طلب کر کیونکہ ہم سارے اس کے بندے ہیں اور وہ بادشاہ ہے۔

(3) جس کسی کو وہ بلائے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا اور جسے وہ دور کردے تو کوئی اسے بلا نہیں سکتا۔

ہدایت وقت سے متعلق ہے

ملفوظ: ایک اور دن بھی ہدایت کے بارے ذکر ہوا۔ بندہ بھی مجلس شریف میں حاضر تھا۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ہدایت وقت سے متعلق ہوتی ہے

جب بھی وہ وقت آتا ہے تو ہدایت دینے والے غیب سے حاضر ہو جاتے ہیں اور اسباب ہدایت میسر ہو جاتے ہیں اس پر آپؒ نے یہ واقعہ بیان فرمایا۔ کہ میاں گل محمد نامی ایک شخص تھا وہ ہم سے بھی آشنا تھے وہ اپنا واقعہ خود بیان کرتا تھا کہ میں جوانی میں ملازمت پیشہ تھا، تھوڑا سا علم بھی پڑھا ہوا تھا اور کتب فقہ میں سے کنز، قدوری اور شرح وقایہ وغیرہ بھی پڑھ چکا تھا۔ جس جگہ اور جس علاقے میں میری نوکری ہوتی تو میں مذکورہ کتب ساتھ رکھتا اور جب ڈیوٹی سے فارغ ہوتا تو مسائل کا مطالعہ کیا کرتا تھا لیکن چونکہ ہدایت کی سعادت نہ پائی تھی نماز کبھی کبھار پڑھتا اور کبھی قضاء کرتا تھا اور جب سونے کا وقت ہوتا تو میں مذکورہ کتب چارپائی کے نیچے رکھتا اور خود چارپائی پر سو جاتا تھا۔ لیکن جب ہدایت کا وقت پہنچا تو ہدایت کے اسباب غیب سے ظاہر ہوئے وہ اس طرح کہ ایک مرتبہ میں نے مغرب کی نماز ایک مسجد میں ادا کی میں نے دیکھا کہ انتہائی سادہ اطوار کا ایک اجنبی شخص مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے اور انتہائی سکون و اطمینان سے مصروف نماز ہے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ شاید یہ اہل اللہ میں سے ہوں گے اور صاحب برکت ہوں گے جو نماز بڑے اخلاص، سکون اور اچھے طریقے سے آہستہ آہستہ ادا کر رہا ہے میں نے دل میں سوچا کہ ان سے کوئی چیز ورد وظیفہ کیلئے پوچھوں گا۔ لہٰذا میں نماز پڑھکر اپنی جگہ بیٹھا رہا تا کہ تمام نمازی اپنی اپنی نمازیں پڑھکر چلے جائیں اور جب میں ان کو فارغ دیکھوں گا تو ان سے وظیفہ پوچھ لوں گا۔ چنانچہ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں ان کے قریب گیا اور عرض کی کہ آپ برکت والے شخص معلوم ہوتے ہیں بندہ کو کوئی ورد وظیفہ عطا فرمائیں تا کہ اللہ تعالےٰ اپنی یاد کا ذوق وشوق عطا فرمائے۔ پس اس آدمی نے بندہ کو پڑھنے کیلئے کچھ عطا فرمایا۔ پس

میں اپنی جگہ واپس آیا اور ان کی ہدایت کے مطابق عمل شروع کیا جب رات کو سونے کا
وقت آیا تو حسب عادت قدیم میں نے کتابیں چار پائی کے نیچے رکھ دیں اور خود
چار پائی پر سو گیا۔ چنانچہ اس وردو وظیفہ کی برکت سے جو اس بزرگ نے عطا فرمایا تھا
سوتے ہی خیال آیا کہ میں بڑا بے ادب ہوں کہ کتب فقہ نیچے پڑی ہیں اور میں اوپر
سویا ہوا ہوں لیکن اس خیال کو میں صرف خیال سمجھ کر نہ اٹھا لیکن پھر وہی خیال دل میں
شعلہ زن ہوا میں نے پھر اسے رد کیا پھر وہی خیال مچلنے لگا اور شدت سے آیا۔ اس حد
تک کہ مجھے سونے نہ دیا۔ میں اٹھا اور کتابیں اٹھائیں چار پائی پر رکھیں اور خود نیچے
زمین پر سو گیا پس حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جب وقت آتا ہے تو
ہدایت دینے والے بھی آجاتے ہیں اور ایسے اسباب مہیا ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد
میاں گل محمد مذکور صاحب نسبت بن گئے تھے اور وہ ہمارے بھی شناسا تھے۔

(1) چون از حق نیک باشد قسمت کس

بود در عاقبت زان بہرہ اش بس

(2) ولی مرہون باوقات است ہر کار

چون وقت آید شود زان بہرہ بردار

ترجمہ: (1) جب حق تعالیٰ کی طرف سے کسی کی قسمت اچھی ہونے لگتی ہے تو پھر
اسے اس سے کافی حصہ مل جاتا ہے۔

(2) چونکہ ہر کام مرہون وقت ہوتا ہے اس لئے جب وقت آتا ہے تو وہ اس سے
بہرہ ور ہو جاتا ہے۔

علم وبال وگمراہی کا سبب بھی ہوتا ہے

ملفوظ: ایک دن یہ مسکین خدمت میں حاضر تھا کہ بات علم کی تعریف میں شروع ہوئی۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ علم بھی ہدایت کے لئے نیک خبر ہے اور اگر ہدایت ہمراہ نہ ہو تو خود علم ہی وبال وگمراہی کا سبب ہوتا ہے اور فرمایا کہ یہ سب کچھ طریقہ و مذاہب باطلہ، اہل ہوا، خوارج، معتزلہ اور وہابیہ وغیرہ اور تمام علماءِ سُوء سے پیدا ہوتا ہے نہ کہ جہلا سے اور فرمایا کہ اکیلا کوئی بھی کسی جہت اور طرف کو نہیں جاتا بلکہ جدھر بھی جائے گا تو وہ اپنے ہمراہیوں اور تابعداروں کا گروہ ساتھ لے کر جائے گا یعنی وہ خواہ بہشت میں چلا جائے خواہ دوزخ میں کیونکہ اگر حق تعالیٰ اسے ہدایت فرمائے تو اس کے علم کی وجہ سے دوسرے اس کی متابعت میں بھی ہدایت پائیں گے اور اسکے ساتھ بہشت میں جائیں گے اور اگر گمراہی میں پڑ جائے تو دوسرے بھی اس کے علم پر اعتماد کر کے اس کے تابع ہو کر گمراہ ہوں گے اور دوزخ میں جائیں گے۔ نعوذ باللہ منھا۔ یہ بھی فرمایا کہ علم تلوار کی طرح ہے کہ اس کی قیمت ہزار روپیہ ہوگی پس ہر وہ شخص کہ جس کے ہاتھ میں ایسی تلوار ہوگی اگر اس کا دل صحیح جگہ پر ہوگا تو دشمن کے مقابلہ میں بددل نہ ہوگا اور دشمن کا سر کاٹ لے گا اور اگر دل پر قبضہ نہ ہوگا تو بزدلی اس پر غلبہ پاتی ہے اور اس کا دشمن اسی کی تلوار سے اس کا سر اڑا دے گا ایسا عالم جو ہدایت یافتہ ہوگا اس کا دشمن نفس و ہوا ہوں گے یا دوسری گمراہیاں ہوں گی۔ اگر ہدایت شامل حال نہ ہو تو مذکورہ دشمن اس کے علم کے باوجود اسے ضلالت کے گڑھے میں ڈال دیتے ہیں بلکہ ضلالت کے کنویں میں گرا کر ہلاک کر ڈالتے ہیں۔

علم وبال وگمراہی کا سبب بھی ہوتا ہے

ملفوظ: ایک دن یہ مسکین خدمت میں حاضر تھا کہ بات علم کی تعریف میں شروع ہوئی۔ حضرت فخرالاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ علم بھی ہدایت کے لئے نیک خبر ہے اور اگر ہدایت ہمراہ نہ ہو تو خود علم ہی وبال وگمراہی کا سبب ہوتا ہے اور فرمایا کہ یہ سب کچھ طریقہ ومذاہب باطلہ، اہل ہوا، خوارج، معتزلہ اور وہابیہ وغیرہ اور تمام علماء سُو سے پیدا ہوتا ہے نہ کہ جہلا سے اور فرمایا کہ اکیلا کوئی بھی کسی جہت اور طرف کو نہیں جاتا بلکہ جدھر بھی جائے گا تو وہ اپنے ہمراہیوں اور تابعداروں کا گروہ ساتھ لے کر جائے گا یعنی وہ خواہ بہشت میں چلا جائے خواہ دوزخ میں کیونکہ اگر حق تعالےٰ اسے ہدایت فرمائے تو اس کے علم کی وجہ سے دوسرے اس کی متابعت میں بھی ہدایت پائیں گے اور اسکے ساتھ بہشت میں جائیں گے اور اگر گمراہی میں پڑ جائے تو دوسرے بھی اس کے علم پر اعتماد کر کے اس کے تابع ہو کر گمراہ ہوں گے اور دوزخ میں جائیں گے۔ نعوذ باللہ منھا۔ یہ بھی فرمایا کہ علم تلوار کی طرح ہے کہ اس کی قیمت ہزار روپیہ ہوگی پس ہر وہ شخص کہ جس کے ہاتھ میں ایسی تلوار ہوگی اگر اس کا دل صحیح جگہ پر ہوگا تو دشمن کے مقابلہ میں بددل نہ ہوگا اور دشمن کا سر کاٹ لے گا اور اگر دل پر قبضہ نہ ہوگا تو بزدلی اس پر غلبہ پاتی ہے اور اس کا دشمن اسی کی تلوار سے اس کا سر اڑا دے گا ایسا عالم جو ہدایت یافتہ ہوگا اس کا دشمن نفس وہوا ہوں گے یا دوسری گمراہیاں ہوں گی۔ اگر ہدایت شامل حال نہ ہو تو مذکورہ دشمن اس کے علم کے باوجود اسے ضلالت کے گڑھے میں ڈال دیتے ہیں بلکہ ضلالت کے کنویں میں گرا کر ہلاک کر ڈالتے ہیں۔

(1) علم ہمان است کہ پایندہ است — کز اثرش قالب دل زندہ است

(2) روشنی جان و دل از وے بود — چیرگی عقل ہم از وے بود

(3) علم کہ آن تابع نفس و ہوا ست — علم نہ بل رہزن راہ خدا ست

(4) جہل ز این علم بسے بہتر است — علم ابلیس است از و بدتر است

ترجمہ: (1) علم وہی ہے جو پائندہ ہے کہ اس کے اثر سے دل کا قالب زندہ ہے۔

(2) جان اور دل کی روشنی اس سے حاصل ہوتی ہے اور عقل کو غلبہ بھی اسی سے ہوتا ہے۔

(3) وہ علم جو نفسانی خواہشات کے تابع ہے وہ علم نہیں بلکہ راہِ خدا کا راہزن ہے۔

(4) تو جہالت بھی ایسے علم سے بہت بہتر ہے کیونکہ وہ ابلیس کا علم ہے بلکہ اس سے بھی بدتر ہے۔

ایک طالب علم کی خودکشی کا افسوس ناک واقعہ

ملفوظ: محمد علی نامی ایک شخص جو کہ تونسہ شریف میں تحصیل علم میں مشغول تھا اور کتاب توضیح تلویح اصول پڑھتا تھا اپنے کسی قریبی رشتہ دار کے ہاں موضع احمدانی میں سکونت رکھتا تھا۔ تو اس رشتہ دار کی لڑکی سے اس کی شادی بھی ہوئی تھی۔ واللہ اعلم کہ اسے علم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا یا اپنی مردانگی قوت کی کمی کی وجہ سے کافی عرصہ وہ گھر نہ گیا اور اپنی اہلیہ کے قریب نہ ہوا۔ کافی عرصہ بعد اس کا سُسر تونسہ

شریف میں آیا اور اسے ایک طرف لیجا کر پوچھا کہ اے فلاں! اگر تجھ میں ایسا قصور تھا تو تو نے شادی کیوں کی؟ چونکہ تو نے کی ہے تو اپنا علاج کر کہتے ہیں کہ اس نے یہ بھی کہا کہ عورت کو خلاص کر یعنی طلاق دے دو اور چونکہ اس کی قسمت ازل سے اچھی نہ تھی اور تدبیر کار اس کے ہاتھ نہ آیا بلکہ سُسر کے طعنہ کے غم وغصہ سے وہ مدرسہ سے اور شہر سے باہر نکل گیا تقریباً میل بھر کے فاصلہ پر ریت کے ٹیلے پر جا کر بیٹھ گیا اور اپنے پیٹ اور گردن میں چاقو نما قلم تراش کو زور سے مارا اور دونوں کو پھاڑ ڈالا یعنی شدید زخمی کر دیا۔ پس بے ہوش ہو کر گر پڑا تھا کہ ابھی تھوڑی سی جان باقی تھی کہ اتفاقاً ایک شخص وہاں پہنچا اور اس کا حال دیکھا اور فوراً آ کر مدرسہ میں اطلاع دی۔ پس علماء اور فقراءُ اُسے وہاں سے اٹھا کر لے آئے اور اسکے احوال حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے گوش گزار کیے لوگوں کے حال پر یعنی حضرت قبلہ نے فرمایا کہ اسے جا کر کہہ دو کہ اس گناہ شنیع سے توبہ کرتا کہ حق جل شانہٗ تجھے بخش دے اور فرمایا کہ اس کے زخموں کو سی دو اور دوا چھڑک دو شاید اس کی زندگی بچ جائے اور صحت یاب ہو جائے پس حضرتؓ کے فرمان پر عمل کیا گیا اور اسے حضرت قبلہ کا پیغام پہنچایا اور توبہ کے بارے بتایا گیا اور اس نے دل وجان سے قبول کر کے توبہ کی امید ہے کہ حضرتؓ کی مدد اور توبہ کی بنا پر وہ ایمان کی سلامتی کے ساتھ گیا ہوگا۔ لیکن اسکے زخموں کے سینے سے اسے کوئی فائدہ اور افاقہ نہ ہوا کہ اس کی زندگی ختم ہو گئی۔ پس علی محمد مذکور کے احوال دیکھنے اور سننے سے اس مسکین پر اس قدر غم والم اور افسوس طاری ہوا کہ کہنے کا یارا نہیں ہے اور ساری رات ایسے خیالات میں اور ایسے عالم میں کہ وہ خوش اور خوبرو نوجوان تھا مگر ایسا فعل اس سے سرزد ہوا کہ اسے علم پڑھنے سے کیا فائدہ ہوا اور یہ مسکین بھی ان

دنوں تونسہ شریف علم حاصل کر رہا تھا دوسرے دن حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی خدمت میں خلوت میں جا کر عرض کی یا حضرتؒ! رات دن لوگوں کو آپ تاکید سے یہی حکم فرماتے ہیں کہ علم پڑھنے اور مطالعہ کرنے میں کسی قسم کی سستی اور کوتاہی نہ کیا کرو اور علم کا حال یہ ہے کہ علی محمد باوجود اس قدر علم وادب کے اپنے ساتھ کیا کر گیا۔ از راہ کرم فرمانے لگے کہ "علم بہت کام آتا ہے" اس فرمان پر اس مسکین کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ چونکہ آپ عاجزوں کے دستگیر اور شکستہ حالوں پر بے پناہ شفقت فرماتے تھے لہٰذا اس مسکین شکستہ حال کے شکستہ دل کو ملاحظہ فرمالیا۔ جلدی سے عنایات و کرم اور لطف ومہربانی فرماتے ہوئے متوجہ ہوئے اور ورطۂ غم والم سے نکال کر ساحل نجات پر پہنچایا۔ مسرت اور تسلی وتشفی سے معزز فرمایا اور اپنی زبان گوہر فشان دار اور کان حقیقت سے موتی نکال کر اس خاکسار کو انعام سے سرفراز فرمایا۔ حضرت مولانا روم قدس سرہٗ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

(1) تا نگرید کودکی حلوہ فروش — بحر بخشایش کجا آید بجوش

(2) تا نگرید ابر کے خندد چمن — تا نگرید طفل کے جوشد لبن

ترجمہ: (1) جب تک حلوہ فروش بچہ نہ رویا تو اس کی بخشش کا سمندر کہاں جوش میں آتا۔

(2) جب تک بادل نہیں روتا باغ کیسے ہنستا یعنی جب تک بادل نہیں برستا باغ میں پھول کہاں کھلتے اور جب تک بچہ نہیں روتا دودھ کہاں جوش مارتا ہے۔

مختصر یہ کہ آپ نے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے بیٹا! ہدایت علم میں نہیں ہے اگر علم سے ہدایت ہوتی تو علامہ زمخشری جو کہ تفسیر کشاف کے مصنف تھے اور کوئی عالم

ان کے پایہ کا نہ ان سے پہلے ہوا۔ نہ شاید ان کے بعد پیدا ہوگا تو وہ ہدایت پر ہوتے۔ چونکہ ان کیلئے ہدایت نہ تھی اور وہ معتزلہ ہو گیا تھا اور نزع کے وقت زبان منہ سے باہر لٹک رہی تھی۔ لیکن میری طرف سے تمہیں علم پڑھنے کی تاکید اس جہت سے ہے کہ علم ایک اچھی چیز ہے۔ اگر کسی کی قسمت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت ہے تو علم کام آتا ہے اور اے بیٹا! علم حاصل کرنے میں اطمینان سے مشغول رہو اور علم پڑھنے میں سرگرم رہو۔ حق تعالیٰ فضل و کرم فرمائے گا۔ یہ ارشادات عالی جو کہ حیات ابدی کا سرمایہ تھیں۔ نیازمند کے دل میں گھر کر گئیں اور پھر علم پڑھنے میں اطمینان قلب کے ساتھ مشغول ہو گیا اور اس امید پر کہ حضرتؒ کے فرمان کی برکت سے ہدایت بھی عنایت ہوگی۔ حضرت امیر خسروؒ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے۔

ہر کہ زدل دامن پیران گرفت گنج بقا زین دہ ویران گرفت

ترجمہ: ہر وہ شخص کہ جس نے دل سے پیروں کا دامن پکڑا تو اس نے بقا کی دولت اس ویران دیہات سے حاصل کر لی۔

مجلس شریف میں مجذوبوں کے بارے گفتگو

ملفوظ: ایک دن یہ مسکین مجلس شریف سے مشرف ہوا۔ کہ اس وقت بات مجذوبوں کے بارے میں چلی کہ ان کی شکل مسلوب ہوتی ہے۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ان کی صحبت اور مجلس سے دور رہنا چاہئے اس لئے کہ ان سے فائدہ نہیں پہنچتا۔ اکثر نقصان ہی ہوتا ہے اگر بالفرض نفع رسانی کرتے بھی ہیں تو اپنی طرح ہی کر دیتے ہیں۔ پس ان کی صحبت سے احتراز کرنا لازم ہے بلکہ اہل ارشاد جو کہ صاحب

شریعت ہیں ان کی صحبت ضرور اختیار کرنی چاہئے کیونکہ ان کی صحبت سے سراسر نفع ہی ہوتا ہے نقصان ہرگز نہیں پہنچتا۔

اہل اللہ کی شفقت خلقِ خدا پر

ملفوظ: ایک مرتبہ یہ مسکین مجلس میں حاضر تھا کہ بات اہل اللہ کی شفقت تمام خلق خدا پر ہے چل پڑی۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ اس راہ میں تین جز لازم ہیں۔

الرغبت الی اللہ والیاس مماسوی اللہ والشفقة علےٰ خلق اللہ .

ترجمہ: اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ رہنا۔ اللہ تعالےٰ کے بغیر ہر شے سے دور رہنا اور خلق خدا پر شفقت کرنا۔

فرمایا کہ شفقت مجذوبوں اور مسلوبوں کے ساتھ بھی ہونی چاہئے جیسے کہ ایک مرتبہ ایک برہنہ دہلی شریف میں تھا ایک دن دیکھا کہ وہ شہر سے باہر جا کر بیٹھا ہے اور سر پر خاک ڈال رہا ہے اور نوحہ اور گریہ وزاری کر رہا ہے کوئی شخص اس کے پاس گیا اور پوچھا کہ اے فلاں! یہ کام کیوں کر رہا ہے جواب میں اس نے کہا کہ افسوس یہ ہے کہ عنقریب دہلی شہر میں ایک حادثہ واقع ہونے والا ہے اس لئے ایسا کر رہا ہوں۔ کیونکہ اس حادثہ سے تمام خلقت خراب اور پریشان ہوگی اس بناء پر ان کے احوال پر نوحہ کر رہا ہوں اور خاک سر پر ڈال رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اس قسم کی شفقت ان مجذوبوں پر جو بالکل آزاد ہوتے ہیں ہونی چاہئے۔ پس اہل کمال شفقت کو اس پر قیاس کرنی چاہئے کہ جس قدر بھی ہو سکے۔

نادر شاہ کا قتل اور مجذوب کی پیش گوئی

ملفوظ: ایک موقع پر یہ مسکین حاضر خدمت تھا کہ بات مجذوبوں کی صفائی کے بارے میں شروع ہوئی۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ ان کو سلوک کی بناء پر یا نظر کی وجہ سے کسی اہل اللہ سے صفائی وغیرہ سے مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ پس اس کے بعد کسی سبب سے ان کی عقل مسلوب ہو جاتی ہے اور وہ صفائی جو سلبِ عقل سے پہلے حاصل ہوئی ہوگی اس کے بعد بھی باقی رہتی ہے پس اس صفائی سے کوئی چیز بھی امور دنیا سے آئندہ اور بعیدہ یعنی آنے والا یا گزرا ہوا ان کو حس سے معلوم ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات زبان پر کوئی چیز لے آتے ہیں تو ان کے اس مرتبہ کے سبب وہ جلد ظہور پاتی ہے۔ پس ان کی صفائی کے بارے میں آپ نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ میری مادری جد سے گل محمد یعنی جناب صاجزادہ مقبول بارگاہ صمد گل محمدؒ حکایت بیان کرتے تھے کہ میں یعنی حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ خسر نادر شاہ کی فوج میں ملازم تھے وہاں ایک آزاد منش مجذوب ہوتے تھے۔ میں انہیں روٹی کھلانے کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ کسی کی طرف التفات نہ کرتے تھے اور خدمت کو بھی کوئی چیز نہ سمجھتے تھے لیکن میں اس کی آزادگی کے باوجود اس کی خدمت سے کبھی دستبردار نہیں ہوتا تھا۔ اس پر ایک مدت گزر گئی ایک دن وہ مجذوب میرے پاس آیا۔ مجھے ایک طرف لے گیا اور چپکے سے مجھے کہا کہ بابا! آئندہ شب جو آ رہی ہے۔ نادر شاہ اپنے کسی قریبی عزیز کے ہاتھوں قتل کیا جائے گا اور اس سے بہت بڑا حادثہ رونما ہوگا اور بہت بڑی غارت گری ہوگی۔ اور بہت سے لوگ مارے جائیں گے۔ لہٰذا تم یوں کرو کہ اپنا اسباب اور مال

ومتاع باندھ کر تیار رکھو اور جونہی فتنہ وفساد شروع ہوتے دیکھو تو سوار ہو کر اور اپنا مال واسباب اٹھا کر یہاں سے بھاگ جاؤ۔ تا کہ امن میں رہو میں نے اس مجذوب سے پوچھا کہ بادشاہ کے قتل ہونے کی وجہ کیا ہوگی؟ اس نے کہا کہ ایک مظلوم کی فریاد بارگاہ جل شانہٗ میں مقبول ہو گئی ہے اور اس مظلوم کا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ ایک صاحب عزت شخص تھے اس پر اہل کاروں نے ناحق بہت بڑا ٹیکس عائد کیا اور اس کی دولت، زمینیں اور گھر تمام اثاثہ بیچ کر اس کا جرمانہ ادا کیا گیا لیکن اس کا ابھی کچھ اثاثہ باقی تھا کہ بادشاہ کے نوکر چاکروں نے مزید تقاضا کیا اسے پکڑ کر مارا پیٹا۔ پس اس کے گھر میں اس کی جوان بیٹی تھی اسے اٹھایا اور بازار میں فروخت کرنے کیلئے لے گئے۔ خریداروں کو بتایا گیا کہ اگر کوئی صاحب حیثیت اسے چاہتا ہے تو اس لڑکی کو خرید سکتا ہے تو ایک شخص نے کہا کہ مجھے اجازت دو تا کہ میں اسے اچھی طرح دیکھ لوں اس نے اجازت دے دی پس وہ خریدار اس جوان لڑکی کو ایک گوشہ میں لے گیا اور اسے برہنہ کر کے دیکھا۔ واپس آ کر کہا کہ مجھے پسند ہے اس کی قیمت بتا۔ جب اس لڑکی کے باپ نے اپنی لڑکی کو بکتے دیکھا اور حالات بھی دیکھے اس سے اس کا جگر خون، خون ہو گیا اور اس نے آسمان کی طرف منہ کر کے دیکھا اور فریاد کرتے ہوئے کہا کہ "اے مالک ارض وسما تجھے بھی یہ پسند ہے" اس کی یہ فریاد حق جل شانہٗ کی بارگاہ میں پہنچی، جلدی سنی گئی اور مقبول ہوئی اور بادشاہ کے قتل کا حکم بادشاہِ حقیقی کی طرف سے صادر ہوا۔ مختصر یہ کہ میں ان کے کہے پر مکمل اعتماد رکھتا تھا ان سے رخصت ہو کر، خفیہ طور پر دوستوں کو اطلاع دی اور چھپتے چھپاتے میں اپنے سامان کو سمیٹنے اور تیاری میں لگ گیا۔ چنانچہ میں نے سارا سامان تیار کیا۔ جب رات پہنچی۔ منتظر بیٹھا رہا تا کہ غوغا

اور شور وغل برپا ہو۔ القصہ جب ہنگامہ شروع ہوا تو میں بلا تامل سوار ہو کر اور سامان ساتھ لے کر بھاگ نکلا اور سلامتی کے ساتھ اپنے وطن میں پہنچ گیا۔ ہمارے بھاگنے کے بعد لشکر میں ایسا فتنہ فساد برپا ہوا کہ اکثر نے ایک دوسرے کو قتل کیا اور بہت لوگ غارت گری میں تباہ ہوئے۔ ہم اس مجذوب کی خدمت کی برکت سے مال واسباب سمیت محفوظ وسلامت رہے۔

حصول معرفت بلند وبالا پہاڑ کی چوٹی سر کرنے سے بھی مشکل ہے

ملفوظ: ایک دن کاتب مسکین محفل قدس منزل میں موجود تھا کہ بات حق تعالےٰ کی معرفت میں صعوبت وسہولت یعنی مشکلات وآسانی کے بارے میں شروع ہوئی۔ مولوی محمود صاحب مجلس شریف کے حاضرین میں سے ایک تھے۔ عرض کی کہ یا حضرتؒ! حق جل شانہٗ کی معرفت کیا چیز ہے؟ کہ اس کے برابر کوئی چیز نہیں لیکن اس کا حصول بہت ہی مشکل نظر آرہا ہے۔ جیسے کہ بلند وبالا پہاڑ کی چوٹی کو سر کرنا مشکل ہے۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مولوی صاحب! اگرچہ بندہ اپنے طور پر کوئی چیز نہیں ہے۔ ہاں! اللہ تعالےٰ جل شانہٗ کے فضل وکرم کے سامنے کوئی مشکل نہیں بلکہ نہایت آسان ہے۔ کاتب منتخب عرض کرتا ہے کہ اس وقت اس مضمون کے مطابق مولانا نظامی گنجوی کے اشعار پڑھے جیسے کہ انہوں نے کہا ہے۔

(1) نشاید ترا جز تجویافتن — عِنان باید از ہر دری تافتن

(2) پثر وہندہ را یاوہ زاں شد کلید — کز اندازۂ خویشتن درتو دید

(3) بسے کز تو در تو نظارہ کند ورقہای بے ہودہ پارہ کند

(4) بسے منزل آمد ز من تا بتو نشاید ترا یافت الا بتو

ترجمہ:(1) تجھے تیرے سوا نہیں پایا جا سکتا ہر دروازے سے اپنی باگ موڑنی چاہیے۔

(2) ڈھونڈنے والوں سے اس لیے کنجی گم ہو گئی کیونکہ اس نے تجھے اپنی اندازے سے دیکھا۔

(3) بہت سے لوگ جو تجھ سے تجھے ہی دیکھتے ہیں وہ بیہودہ اوراق گردانی کرتے ہیں۔

(4) بہت سی منزلیں مجھ سے تم تک آئیں تجھے تیرے سوا نہیں پایا جا سکتا۔

اسلام میں پہلا اور آخری درجہ

ملفوظ: ایک دن یہ مسکین محفل شریف میں داخل ہوا تو اس وقت حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ فرما رہے تھے کہ اسلام میں پہلا درجہ فنا فی اللہ ہے اور اسلام میں آخری درجہ مرتبہ تسلیم ہے۔ پس بات اس پر ختم ہو گئی تھی۔ واللہ اعلم کہ کس موقع و محل کے بارے بات چل رہی تھی لیکن یہ مسکین اتنا ہی سن سکا۔

ایک سو مسلمان مرد جمع ہوں تو ایک ولی اللہ ہوگا

ملفوظ: ایک دن یہ مسکین مجلس شریف میں حاضر تھا کہ آپ نے فرمایا کہ جہاں کہیں ایک سو مسلمان مرد جمع ہوں گے ان میں سے ایک ولی اللہ ہوگا اور وہ تین طریقوں پر ولی ہوگا۔ ایک یہ کہ وہ خود کو ولی جانتا ہوگا اور دوسرے بھی سمجھیں گے کہ یہ ولی ہے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ وہ خود کو ولی جانتا ہوگا اور دوسرے لوگ نہ جانتے ہوں

ے۔تیسرا طریقہ یہ کہ وہ نہ تو خود اپنی ولایت کے بارے جانتا ہوگا اور نہ ہی دوسرے لوگ جانتے ہوں گے اسی طرح جہاں کہیں بھی مسلمانوں کی سو قبریں ہونگی ان اصحاب قبور میں سے ایک ولی اللہ ہوگا۔

نماز پنجگانہ باجماعت پڑھنے کی برکت

ملفوظ: ایک دن قصور دین اور اس زمانے کی بات چلی تو حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اس زمانے میں جو بھی نماز پنجگانہ باجماعت ادا کرتا ہے وہ ولی اللہ ہوگا۔

ولی کسے کہتے ہیں اور ولایت کیا ہے

ملفوظ: ایک دن یہ مسکین ظہر کی نماز کیلئے وضو کرتے وقت خدمت میں حاضر تھا۔ میاں محمد اکرم جو کہ حضرت کا خادمِ خاص تھا قبلہؒ کے اعضاء پر آبِ وضو ڈال رہا تھا اس خادم نے عرض کی کہ یا حضرتؒ! ولایت کیا ہے؟ اور ولی کسے کہتے ہیں؟ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے پہلے چاہا کہ اس کے سوال کو خوش طبعی سے ٹال دیں لیکن اس خادم یعنی محمد اکرم نے بڑی الحاح وزاری سے عرض رسانی کی کہ خیال تھا کہ غلام کو سوال کا صحیح جواب مل جائے گا اور ساتھ ہی عرض کی کہ یہ بندہ جب بھی سوال کرتا ہے۔ مذاق میں بات ٹالی جاتی ہے۔ پس اس کی بات پر آپ نے کشادہ پیشانی سے توجہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ حق تعالےٰ بندہ کے دل میں پیدا کرتا ہے کہ وہ ہر کسی سے مستغنی ہو جائے۔ تو اس استغنا کو ولایت کہتے ہیں۔ اور صاحب استغنا کو ولی اللہ کہتے ہیں۔

فائدہ

جان لیں کہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی باتوں میں رموز ونکات تھے اور طوالت کے خوف سے ان کے بیان کے اظہار کو چھوڑا جاتا ہے لیکن ولایت کی اس تفسیر میں جو کہ آپ نے فرمایا کہ ولایت مشتمل ہے جمیع مراتب کمالات کو اور یوں عنایت فرمایا کہ سائل کی سمجھ میں اس کے استعداد کے قریب ہو۔ اور ولایت کے معنی بھی بہ طریق کمال ادا ہو جائیں۔ پس اس اعتبار سے کہ غنا حق جل شانہٗ کا خاص وصف ہے۔ یہ تفسیر توحید کامل اکمل کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور توکلِ کامل کا راز بھی مقامات عالیہ سے ہے اور ہر شخص کو اس کا ظاہری اشارہ تسلیم کی طرف بھی ہے کہ اولیاء کے مقامات میں سے ایک اعلیٰ مقام ہے۔ اور بزرگوں نے اس مقام کے بارے میں فرمایا ہے کہ "الفقیر لا یحتاج الی اللہ"۔

نیز واضح ہے اور ان اسرار سے یہ کلام معجز نشان اس پر مشتمل ہے۔ تو ولایت کے دوسرے مقامات بطریق اولیٰ شامل ہوں گے۔ اور یہ مسکین اگرچہ مقامات اولیاء سے بالکل ناواقف ہے۔ لیکن بحسب ظاہر عبادت اور اس کے استعداد فہم ناقص کے کچھ بیان کیا گیا ہے۔ معاف فرمائیے۔ اس استغنا کا حصول حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی ذات میں بطریق کمال پایا جاتا تھا۔ جو کہ آثار وغیرہ میں مذکور رہا ہے۔

؎ شنیدہ کے بود مانند دیدہ

ترجمہ: سنا ہوا دیکھے ہوئے کی طرح کب ہوتا ہے۔

(1) چونکہ بنوازد کسے را مستعان

آزاد و مستغنی شود از ہر دو عالم جہان

(2) حاجتی دنیا ندارد فارغ از عقبیٰ بود

واصل مولےٰ بود چیست حاجت بعد ازاں

ترجمہ: (1) جب رب مستعان کسی کو نوازتا ہے تو دونوں جہانوں سے بے نیاز اور آزاد ہوتا ہے۔

(2) وہ دنیا کی کوئی حاجت نہیں رکھتا اور آخرت سے بے فکر ہوتا ہے۔ مولےٰ تعالےٰ سے واصل ہوتا ہے تو اس کے بعد کونسی حاجت باقی رہتی ہے۔

سب سے نیک اور سب سے بُرا

ملفوظ: ایک دن ایک تقریب میں یہ لفظ زبان مبارک پر لے آئے کہ سب سے نیک وہ شخص ہے کہ خود کو تمام لوگوں سے برا سمجھے اور سب لوگوں سے براوہ ہے جو خود کو سب سے زیادہ نیک جانے۔

غلاموں کو تلقین کا حسین انداز

ملفوظ: ایک دن یہ مسکین حاضر خدمت تھا کہ میاں محمد یار منشی جو کہ حضرتؒ کے خاص غلام تھے۔ وہ بھی اس وقت حاضر تھے۔ وہ کہنے لگے کہ ہم نے اس دنیا کو بہت آزمایا۔ اس کے سرد و گرم کو چکھا اور پرکھا۔ اب دل چاہتا ہے کہ اس جہان میں جا کر وہاں کے حالات دیکھیں۔ البتہ وہاں کے حالات دیکھنے سے متعلق " کل جدید لذیذ " اور انتظار بھی ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ ان کی " ہر نئی چیز لذیذ ہے " ۔ یہ باتیں سن

کرحضرت فخر الاولیاء قدس سرہ' نے فرمایا کہ جس نے بھی اس جہان کا توشہ تیار کیا

ہوگا تو اسے وہاں جانے کا طلب اور شوق زیادہ ہوگا۔اور ہم تو اس سفر کیلئے کوئی خاص

توشہ واسباب نہیں رکھتے اور جانے کا شوق بھی نہیں رکھتے۔اس وقت یار محمدؒ نے عرض

کی یا حضرتؒ! اگرچہ ہم غلام وخدام راستہ کا کوئی توشہ نہیں رکھتے۔لیکن آئندہ اور حال

میں اپنے لئے بار گناہ کو بھی تو زیادہ کررہے ہیں۔لیکن بار گناہ کی اس زیادتی کو اخلاص

کے پانی سے دھوئیں گے۔جواب میں آپ نے فرمایا کہ اگرچہ گناہ سرزد ہوتے ہیں

لیکن امیدوار ہیں کہ آئندہ خداتعالےٰ توبہ کی توفیق دے گا۔اور ہم توبہ کریں گے تاکہ

ہمارے گزشتہ گناہوں کو معاف فرما کر ہمیں بخش دے۔کیونکہ توبہ گناہوں کا کفارہ

ہے۔سبحان اللہ! حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ' کا غلاموں کو تلقین ہدایت کا کیسا حسین

انداز تھا تھوڑے سے اشارہ اور گفتگو سے لوگوں کو کس طرح راہ راست پر لاتے تھے۔

کسی مرد نے کیا ہی اچھا کہا ہے۔

؎ توبہ ی کن توبہ ی کن باز باز   زانکہ باب توبہ اکنوں ہست باز

ترجمہ: توبہ کرلے توبہ کرلے اس لئے کہ توبہ کا دروازہ ابھی تک کھلا ہوا ہے۔

نرے عالم اور درویش کے پڑھائے ہوئے میں فرق

ملفوظ: ایک دن بندہ محفل شریف میں موجود تھا۔کہ شیخ حسن نامی قریشی نے حضرتؒ

کی خدمت میں عرض کی کہ ہم حضور کے غلاموں اور وابستگان دامن سے ہیں اور میاں

مولوی محمد یار جو کہ حضرت قدس سرہ' کے استادزادگان میں سے تھے وہ بھی حضرت کے

ایسے ہی غلام تھے۔اور جس وقت ہم اور وہ گفتگو کرتے تو مولوی صاحب کی رعایت ہم

سے زیادہ ہوتی تھی اور وجہ معلوم نہ تھی ہم نے پوچھا حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ہاں! دونوں ہمارے یاروں سے ہیں لیکن فرق بہت بڑا ہے اور اس جگہ ایک حکایت بر سبیل تمثیل بیان فرمائی کہ پرانے زمانے میں طالب علم تھا۔ اور کسی استاد کی خدمت میں علم حاصل کرتا تھا۔ اور علم سے فراغت کے بعد اس نے کسی درویشِ حقیقی کے پاس جا کر حق تعالےٰ کا ذکر شروع کیا۔ جب اسے اس ذکر سے تاثیر پیدا ہوئی تو استفادہ کیلئے اکثر اوقات اس درویش کی خدمت میں آنا جانا زیادہ کر دیا اور اس کے بعد وہ اپنے علمی استاد کو پھر یاد نہیں کرتا تھا اور ان کی خدمت میں نہ جاتا تھا۔ ایک دن اتفاق سے ایک کوچہ میں استاد اور شاگرد کی ملاقات ہوگئی۔ استاد نے کہا کہ اے فلاں! میں نے تجھے علم پڑھایا تھا مدت ہوگئی کہ تو میرے پاس نہ آیا۔ سنا اور دیکھا گیا ہے کہ تو فلاں درویش کے پاس اکثر اوقات حاضر ہوتا ہے وہ تجھے کیا دیتے ہیں؟ کہ تو اس پر اس قدر فریفتہ ہوگیا ہے۔ شاگرد نے کہا یا حضرتؒ! وہ ہمیں کوئی چیز نہیں دیتے لیکن مجھے اس نے اللہ تعالےٰ کا نام سکھایا ہے۔ استاد نے کہا کہ اے کم ہمت! یہ کیسا لفظ ہے میں نے بھی تجھے جو کتابیں پڑھائی ہیں تو ان میں ہزار، ہزار جگہوں پر اسم اللہ تعالےٰ پڑھا چکا ہے۔ شاگرد نے کہا کہ وہ اور خدا تعالےٰ ہے جسکا نام درویش نے مجھے سکھایا ہے۔ یعنی آپ کے پڑھائے ہوئے اسم میں اور اس کے پڑھائے ہوئے نام میں عظیم فرق ہے۔

فائدہ

جو کوئی شخص حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی خدمت میں کوئی بے ادبی کرتا۔ اگر اسے کوئی دنیاوی حاجت پیش آتی تو اسے مشکل کشائی کیلئے حضرت فخر الاولیاء

قدس سرہٗ کا وسیلہ پکڑے بغیر اور کوئی چارہ نظر نہ آتا۔ وہ صاحب حاجت باوجود بے ادبی کرنے کے پھر بھی حضرتؒ کی خدمت میں آتا اور ظاہری اور باطنی مدد کا طالب ہوتا تو حضرتؒ جلدی سے اس کی مشکل حل کرنے کیلئے ہر طرح سے اس سے تعاون فرماتے یا مستجاب دعاؤں سے انہیں مشرف فرماتے۔ اگر کوئی خط بھیج کر اپنے مسائل و مشکلات کے حل کیلئے عرض گزار ہوتا تو آپ انہیں بذریعہ مراسلہ جواب باصواب سے نوازتے۔ اگر اس وقت کوئی یاد دلاتا کہ یا حضرتؒ! یہ تو وہی شخص ہے جس نے آپ کی بے ادبی اور گستاخی کی تھی اور آپ اس کے حق میں اتنی مہربانی، کرم اور توجہ فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارا انتقام اس سے یہی ہے کہ ہم اس کی خیر خواہی چاہتے ہیں۔ فرماتے جو بھی ہمارے حق میں بدی کرتا ہے ہم اس کے حق میں نیکی کا سلوک کرتے ہیں۔

حضرت شیخ سعدیؒ نے فرمایا ۔

ترجمہ: برائی کا بدلہ برائی کی صورت دینا آسان ہوتا ہے اگر تو جوان مرد ہے تو جس قدر تجھ سے ہو سکے تو اچھائی کا سلوک کر۔

ایک سال سنگھڑ میں خشک سالی ہوئی لوگ آپؒ کے پاس حاضر ہوئے

ملفوظ: ایک سال بارش نے دیر کی۔ موسم نہایت خشک رہا۔ ملک سنگھڑ کے لوگوں کا گزارہ اور آبادی زراعت پر تھی۔ چونکہ یہ بارانی علاقہ ہے۔ لہٰذا لوگ جمع ہو کر حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی خدمت میں استغاثہ فریاد لے کر حاضر ہوئے۔ اور

عرض کی یا حضرتؒ! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بارش و بارانی جاری فرمائے۔ وگرنہ ہم اور ہمارے مال مویشی سب ہلاک ہو جائیں گے۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنی حیثیت و استطاعت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی راہ میں دال روٹی اور چھولے وغیرہ خیرات کرو۔ کہ حق تعالیٰ اس خیرات کی برکت سے تمہاری تقصیرات کو معاف کرے اور بارش بھیجے۔ فرمایا کہ پہاڑ کے لوگوں کی عادت تھی کہ بارش بند ہونے پر خیرات کرتے تھے۔ خاص طور پر بہت سے جانور ذبح کرتے تھے۔ اور حق تعالیٰ ان کیلئے بارش بھیجتا تھا۔ چنانچہ ایک شخص تھا جو کہ پہاڑ میں رہتا تھا۔ اس کی بیس بکریاں یا بھیڑیں تھیں۔ بارش بند ہونے کی وجہ سے اس کی کھیتی خشک ہوگئی تھی۔ اس نے بھیڑیں ذبح کرنی شروع کیں۔ ہر روز ایک بھیڑ ذبح کرتا تھا۔ کسی نے اس سے کہا کہ اے فلاں! واللہ اعلم بارش آتی ہے یا نہیں۔ تم ان بھیڑوں کو اپنے ہاتھوں سے کیوں ذبح کر رہے ہو؟ جواب میں اس نے کہا کہ اگر بارش آتی ہے تو میری کھیتی سیراب ہوگی تو پھر میں اپنی فصل اور زراعت کے مطابق اور بھیڑیں خریدوں گا۔ اور بارش نہیں آتی تو یہ بھیڑیں بھوک، پیاس سے مر جائیں گی۔ تو پھر میں کیا کروں گا۔ اتفاق سے اور خیرات کی برکت سے جب اس نے تیرھویں بھیڑ ذبح کی تو بارش شروع ہوگئی۔ اور اس کی زمین خوب سیراب ہوگئی اور اس نے پچاس بھیڑیں اور خریدیں اور یہ بھی فرمایا کہ کوہستانی لوگوں کا یہ طریقہ ہے کہ بارش دیر ہونے کی صورت میں مال دار لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے مال کو دیکھتے ہیں جن کے مال میں کوئی فربہ جانور نظر آتا ہے تو مل کر اسے خریدتے ہیں اور پھر اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کر دیتے ہیں۔ اور سب لوگوں کو کھلاتے ہیں خود کھاتے ہیں اور تقسیم کر دیتے

ہیں اور حق جل شانہٗ اس خیرات کی برکت سے اور ذبح جانور کی برکت سے بارش نازل فرماتا ہے۔

مظلوم کی آہ سے بچو

ملفوظ: ایک دن بندہ خدمت میں حاضر تھا کہ بات مظلوم کی فریاد کے بارے میں چلی۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مظلوم کی فریاد فوراً درگاہ حق میں مقبول ہو جاتی ہے۔ اور ظالم کو ظلم کی پاداش جلدی مل جاتی ہے۔ اور اس پر واقعہ بیان فرمایا کہ شداد کافر نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ اور باغ ارم، بہشت کے مد مقابل اس نے تیار کرایا۔ جیسے کہ سنا جاتا ہے کہ اس نے بہت سے محلات، روشندان، باغات اور زر وجواہر کی اینٹیں بنا کر تیار کرایا۔ لہٰذا تمام سیم وزر روئے زمین پر جہاں سے ملے ہر آدمی سے زبردستی چھین کر، زبردستی میں اپنے اعیان مملکت اور گماشتے مقرر کر رکھے تھے۔ کہ جہاں سے بھی سونا چاندی اور زر و جواہر مل جاتے غصب کر کے لاتے تھے۔ اس زمانے میں ایک بچہ تھا جو کہ ایک شخص کے گائے بیل اجرت پر چراتا تھا۔ وہ دو انگوٹھیاں سونے کی اپنی انگلی میں پہنے ہوئے تھا۔ اس کا وزن تقریباً ایک درہم کچھ کم و بیش تھا۔ اور وہ انگوٹھیاں اس کے نزدیک بہت عزیز تھے۔ اس لئے کہ اس نے وہ اپنی محنت کی اجرت سے حاصل کی تھیں۔ شداد کے گماشتوں نے اس کے ہاتھ سے وہ سونا حاصل کرنے کیلئے زبردستی اس سے چھین لیں۔ وہ لڑکا اس کی وجہ سے بہت دکھیا ہوا۔ اور رونے لگا اور کہا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ شداد کے سوا کوئی اور خدا بھی ہے۔ اگر میں اس کا مکان جانتا تو اس کے پاس جا کر اس سے اس امر کے بارے میں فریاد

کرتا۔ شاید وہ میرے حال پر غور کرتا اور میرا انتقام اس سے لے لیتا۔ کسی نے اس سے کہا بلکہ اسے بتایا کہ وہ خدا ایسا خدا ہے کہ تو جہاں بھی ہوگا اور اس سے فریاد کرے گا۔ تو وہ سنتا ہے۔ اور غور فرماتا ہے۔ پس اس لڑکے نے آہ و نالہ اور فریاد وفغاں بلند کرتے ہوئے کہا کہ اے میرے خدا! میں انگوٹھیوں کی اس جوڑی کو بہت دوست رکھتا تھا۔ لیکن لوگ مجھ سے زبردستی وہ چھین کر لے گئے ہیں۔ تیرے جناب میں استغاثہ کرتا ہوں کہ تو ان سے انتقام لے سکتا ہے۔ پس اس کی فریاد نے فوراً اثر دکھایا کہ شداد کا اس وقت ایک پاؤں اس کے بنائے ہوئے بہشت کے باہر تھا اور ایک اندر تھا۔ اور سارے متعلقین، آدمی، گھوڑے، اونٹ، گدھے، گائیں یہاں تک کہ حد نظر تک جو اس کے مال و اسباب تھے۔ اور جو حسِ زندگی رکھتے تھے مقبوض ہو گئے۔ یہاں تک کہ اس کے متعلقین میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچا۔ اس سلسلہ میں حضرت شیخ نے خوب کہا ہے۔

(1) حذر کن زدردِ دروں ہائی ریش ——— کہ ریش درون عاقبت سر کشد

(2) بہم برمزن ناتوانی دلی ——— کہ آہی جہان را بہم برزند

(3) چراغی کہ بیوہ زنے برفروخت ——— بسے دیدہ باشی کہ شہری بسوخت

ترجمہ: (1) زخمی اور دکھے ہوئے دل کے درد سے بچو کیونکہ زخمی دل کی آہ آخر کہیں سر نکال لیتی ہے۔

(2) جہاں تک تجھ سے ہو سکے ایسے دل کو نہ ستا۔ کیونکہ ایک ہی آہ سے دنیا کو درہم برہم کر دیتا ہے۔

(3) جو چراغ بیوہ عورت نے جلایا تو نے اکثر دیکھا ہوگا کہ اس نے ایک پورے شہر کو جلا دیا۔

رشوت خور قاضی کے تذکرہ پر فرمایا

ملفوظ: ایک دن بندہ خدمت میں حاضر تھا۔ کہ ایک شخص نے دوران گفتگو کہا کہ قاضی قطب الدین ڈیرہ والا نے ستر روپے رشوت کے طور پر دیئے ہیں۔ تا کہ عہدہ قضا انہیں سونپا جائے۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے اس بات کے سننے پر یہ شعر پڑھا۔

مبادا دل آن فرومایہ شاد　　　　کہ از بہر دنیا دہد دین بہ باد

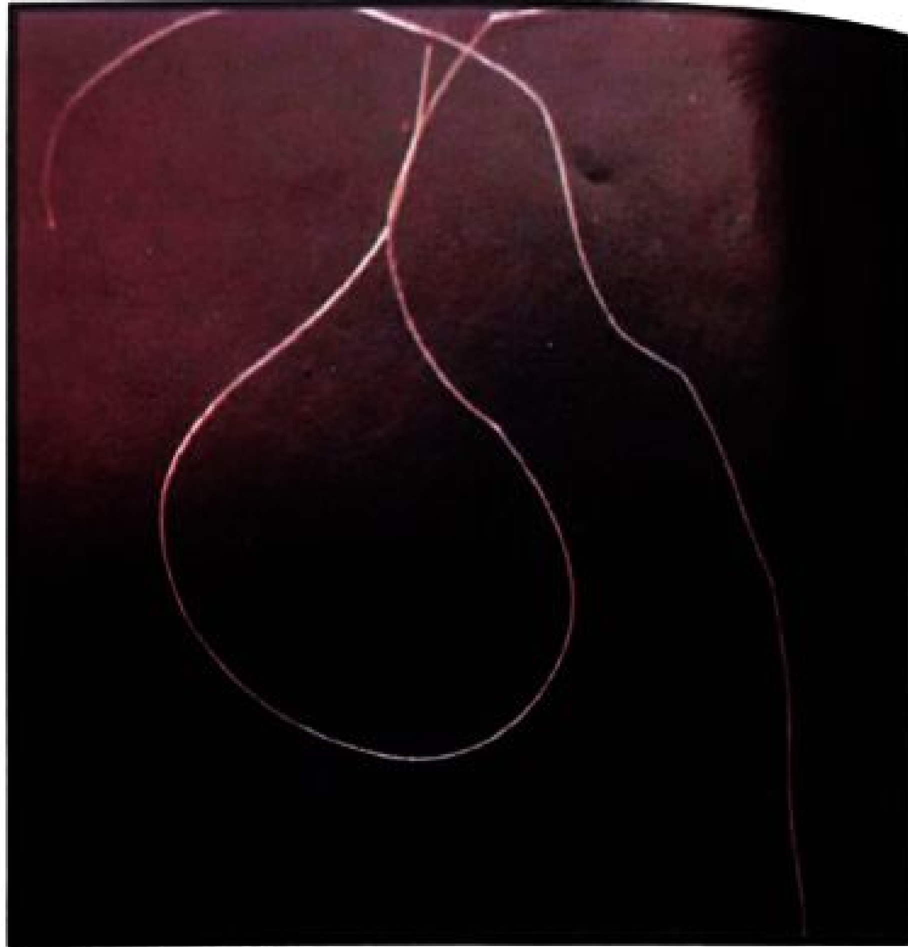
ترجمہ: اللہ اس کمینے کے دل کو کبھی خوش نہ کرے جو دنیا کی خاطر دین کو برباد کر دیتا ہے۔

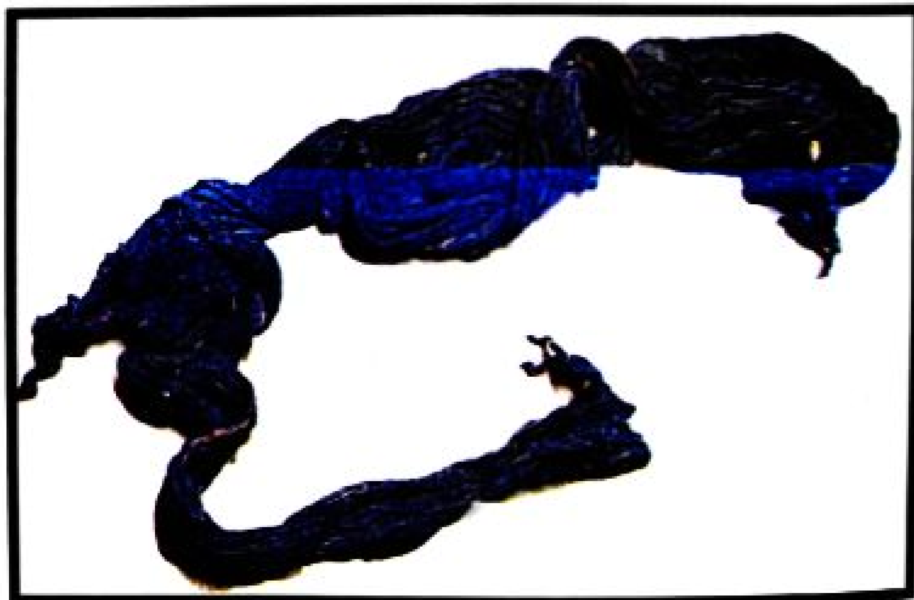
نیز بسا اوقات جب قضا میں رشوت کا ذکر چلتا۔ تو فرماتے کہ اگر کسی کو بخار لاحق ہو جائے یا کبھی نوبتی بخار ہو جاتا ہے تو فرماتے کہ کہوا ے بخار مجھ سے دفع ہو جاؤ ورنہ تجھے رشوت خور قاضی کی قبر میں ڈال دوں گا۔ بخار دفع ہو جاتا ہے۔

بڑی دستار سجائے ایک جوان بارگاہ میں حاضر ہوا

ملفوظ: ایک دن یہ مسکین خلوت کے وقت حضرتؒ کے خاص عبادت خانہ کے دروازہ پر پہنچا۔ دروازہ کے سوراخ سے میں نے نظر کی اور دیکھا کہ ایک شخص ملحوق الراس بہت بڑی دستار سجائے کمر بستہ نوجوان مستقل مزاجی اور دلجمعی کے ساتھ حضور کی خدمت میں دوزانو بیٹھا، سر جھکائے کوئی چیز عرض کر رہا ہے۔ پس میں نے بڑی توجہ اور غور سے کان لگا کر سنا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ یا حضرتؒ! توجہ فرمائیں کہ حق تعالیٰ بندہ کو اپنا عشق عطا فرمائے۔ چونکہ ہر کسی کو حضرت قبلہ قدس سرہٗ کی محبت کی نشانیاں

موئے ریش مبارک و دستار مبارک
فخر الاولیاء حضرت شاہ محمد سلیمان تونسویؒ





معلوم تھیں کہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ عشق کا نام سنتے ہی آپ کے چہرہ مبارک پر بشاشت اور روشنی پھیل جاتی تھی۔ چنانچہ اس آدمی کی طرف توجہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ اے فلاں! تو عشق طلب کرتا ہے۔ اور ہم خود چاہتے ہیں اگر عشق کی گدھی ہم کو لات مارتی تو بہت اچھا ہوتا۔ تو وہ اور بھی خوش ہو جاتی۔ چنانچہ کشادہ روئی اور مسکراتے چہرہ سے اپنا دست مبارک اس کی پیٹھ پر مارتے ہوئے فرمایا اور بار بار فرماتے جاتے تھے کہ۔ سبحان اللہ! کیسی محبت و عشق بارگاہ محبوب رحمانی دل میں موجود تھی۔ اس کے باوجود کہ کمال عشق کے مرتبہ محبوبی کو پہنچے ہوئے تھے۔ لیکن پھر بھی عشق کی تشنگی باقی تھی۔ حضرت شیخ سعدیؒ نے کیا ہی خوب کہا ہے ۔

(1) حریفان خلوت سرائے الست بیک جرعہ تا نفخہ صور مست

(2) دلا آرام در بر دلا آرام جوئے لب از تشنگی خشک بر طرف جوئے

(3) نگویم کہ بر آب قادر نے اند کہ بر شاطئ نیل مستسقی اند

(4) بہر وقت شان خلق کی رہ برند کہ چون آب حیوان بہ ظلمت درانند

ترجمہ: (1) حریف یوم الست کے تنہائی کے مقام سے شراب محبت کی ایک گھونٹ پی کر صور پھونکنے تک مست ہو چکے ہیں۔

(2) محبوب پہلو میں ہے مگر محبوب کی تلاش میں سرگردان ہیں ندی کے کنارے پر ہوتے ہوئے پیاس کی وجہ سے ہونٹ خشک ہیں۔

(3) میں یہ نہیں کہتا پانی پر قدرت نہیں رکھتے دریائے نیل کے کنارے پر ہوتے ہوئے شدید پیاسے ہیں۔

(4) وہ وقت پر لوگوں کی کس طرح راہنمائی کرتے ہیں کیونکہ وہ آب حیات کی طرح تاریکی میں ہیں۔

مقام تسلیم کی طرف اشارہ فرمایا

ملفوظ: ایک مرتبہ ایک شخص نے ہرن کا ایک بچہ حضرت صاحبزادہؒ کو ہر درج ولایت، اختر درج ہدایت کرامت اور مرحمت نقش، حضرت سجادگی منش شاہ اللہ بخش ادام اللہ ظلال لطفہ' علےٰ مفارق المستر شدین کیلئے لایا۔ انہوں نے اس کی پرورش فرمائی۔ وہ بچہ اس قدر مانوس ہوا کہ بغیر بندرسی، محلوں، گلیوں، کوچوں میں پھرتا رہتا تھا بلکہ شہر سے باہر نکل جاتا تھا۔ اور پھر خود بخود گھر لوٹ آتا تھا۔ ایک چھوٹی سی گھنٹی بھی اس کے گلے میں ڈالی ہوئی تھی۔ مختصر یہ کہ عرصہ ہوا ہرن کا وہ بچہ جو کہ اب کچھ بڑا ہو چکا تھا شاید اپنی عادت کے مطابق وہ شہر سے باہر نکل گیا تھا۔ اس وقت سنگھڑ کا حاکم ظاہراً جو کہ ناظم ملتان کی طرف سے یہاں متعین کیا گیا تھا۔ اتفاقاً وہ تونسہ شریف سے منگوٹھہ کی طرف سوار ہو کر جا رہا تھا۔ کہ شہر سے باہر اس کی نظر ہرن کے بچہ پر پڑی۔ واللہ اعلم اس نے کسی سپاہی کو کہا یا سپاہی نے خود اس پر بندوق سے فائر کیا اور وہ زخمی ہو گیا۔ زخمی ہونے کے بعد آگے بڑھ کر اسے ذبح کیا۔ جب اسے بتایا گیا کہ یہ بچہ صاحبزادگان کا پالتو تھا۔ اور از خود بھی مشہور تھا کیونکہ اور کوئی شخص ایسی چیز دامنِ کوہ میں کہاں رکھ سکتا تھا۔ القصہ، ذبح کرنے کے بعد اسے حضرت فخر الاولیاء کی خدمت بھیجا اور فریب کے طریقہ سے معذرت کی کہ ہم سے غلطی ہو گئی اور ہم نہیں جانتے تھے کہ یہ حضور انور کی ملکیت ہے۔ جب کہ خود حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ' ایسے امور کی طرف توجہ نہیں فرماتے تھے۔ پس تحقیق کے بعد کہ واقعہ یہ بچہ صاحبزادگان کا پروردہ ہے۔ اسے واپس اس کافر کی طرف بھیج دیا اور کہا کہ جب تم نے اسے مارا ہے تو اسے

خود کھالو ہمیں اس سے کیا واسطہ۔ پس چند ایام اس پر گزرے تھے۔ ایک دن کہ بندہ بھی مجلس شریف میں موجود تھا کہ ایک بلوچ برخوردار نامی کہ اس مسکین کا تب منتخب سے قرابت رکھتا تھا۔ حضرت قبلہؒ کی خدمت میں عرض گزار ہوا کہ یا حضرتؒ! حضرت دین پناہ رحمتہ اللہ علیہ کے زمانۂ حیات میں ایک مرغ حضرت موصوف کی ملکیت تھا۔ جسے بعض آدمیوں نے چوری کیا اور خفیہ طور پر کہیں لے جا کر ذبح کر کے کھا گئے۔ پس اس مرغ کو جس قدر تلاش کیا نہ ملا آخر کھانے والوں کے پیٹ سے وہ اذان دیتا تھا۔ حضور! ابھی تک ہرن کے بچے کے سینگ ظاہر نہیں ہوئے تھے۔ یعنی اگر اس بچہ کے سینگ ہوتے اور کھانے والوں کے پیٹ کے اندر ظاہر ہو کر ان بدکیشوں کے پیٹ پھاڑ دیتے اور وہ ہلاک ہو جاتے۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ صاحب خروس یعنی حضرت دین پناہ مرحوم "آنہر" تھے۔ اور ہم فحل خصی میں ہیں۔

فائدہ

جان لیں کہ اس لفظ خصی میں ظاہری اشارہ ہے مقام تسلیم کی طرف کہ اس سے آگے مراتب عرفان سے اور کوئی مرتبہ نہیں ہے۔ اور اس مرتبہ پر پہنچا ہوا دل و جان سے راضی ہوتا ہے اور مسرور ہوتا ہے۔ کہ جو کچھ حق کی طرف سے آتا ہے۔ اپنی طرف سے اس کے کاموں میں دخل نہیں دیتا نہ از راہ کرامات اور نہ از راہ ظاہر۔ لیکن حق تعالےٰ جو کہ منتقم حقیقی ہے اس کا انتقام ہاتھ سے نہیں چھوڑتا۔ چنانچہ تھوڑے سے عرصہ میں ہرن کی سینگوں کا اثر ظاہر ہوا کہ فرنگیوں نے اس ملک پر غلبہ حاصل کر لیا ان کی حمایت میں مسلمان قوم کھوسہ وغیرہ کے لوگ بھی اٹھے اور اس کا فرپلید کو بصد خواری

کے ساتھ قتل کیا۔اور وہ مردار ہو گئے۔اور کنار کے سابق علمدار حاکم قتل ہوئے ہوں گے۔مگر ان کو اس ہرنی بچہ کی سزا پہنچنی تھی سو پہنچ گئی۔اور یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ صاحب تسلیم حق کا دوست ہوتا ہے۔اور حق کا دوست جو بھی ہوتا ہے حق تعالےٰ اس کا دوست ہوتا ہے۔اور جو اس کا دشمن ہوتا ہے حق تعالےٰ اس کا دشمن ہوتا ہے۔

(1)	صاحب تسلیم چوں تسلیم شد	فارغ او از ہر امید و بیم شد
(2)	دوست او پس خاصۂ اللہ بود	گر بہ ظاہر یار عبداللہ بود
(3)	دشمن او ہم عدو حق بود	زانکہ در حق فانی مطلق بود
(4)	حق حفاظت او کند در جملہ کار	او بود دائم بہ حفظ کردگار
(5)	چونکہ رفت او از میانہ حق بماند	حق یداللہ فوق ایدیہم براند
(6)	بس توسل کن بدوای مرد کار	تا شوی واصل بذات کردگار
(7)	گر شوی تسلیم اورا بوالفضول	آن بہ یابی کہ نیاید در عقول

ترجمہ: (1) جب عین تسلیم ہو جاتا ہے تو وہ ہر خوف و امید سے آزاد ہو جاتا ہے۔

(2) اس کا دوست خاص کر اللہ کا دوست ہوتا ہے۔اگر چہ بظاہر وہ اللہ کے بندے کا دوست ہوتا ہے۔

(3) اس کا دشمن حق کا بھی دشمن ہوتا ہے۔اس لئے کہ وہ حق تعالےٰ میں مطلق فنا ہوتا ہے۔

(4) حق تعالےٰ تمام کاموں میں اس کی حفاظت کرتا ہے۔وہ ہمیشہ اللہ تعالےٰ کی حفاظت میں ہوتا ہے۔

(5) چونکہ وہ تو چلا گیا درمیان میں حق تعالےٰ رہ گیا۔حق تعالےٰ نے اس کے بارے میں "یداللہ فوق ایدیہم" فرمایا ہے۔

(6) اے مردکار! تو اس کا وسیلہ پکڑ لے تا کہ اللہ تعالےٰ کی ذات کے ساتھ واصل ہوجائے۔

(7) اے ابوالفضول!! اگر تو بھی اس سے تسلیم ہوجائے تو وہ کچھ پالے گا جو کہ ذہنوں اور عقلوں میں بھی نہیں آسکتا۔

فرمایا اولیاءاللہ دُعا کرنے میں اِذن کے منتظر ہوتے ہیں

ملفوظ: ایک دن حق تعالےٰ سے دعا مانگنے کے بارے میں بات چلی۔اور یہ وہ دن تھے کہ جن قریبی ایام میں مقبول بارگاہ صمد حضرت صاحبزادہ گل محمد صاحبؒ کا وصال ہوا تھا۔ایک شخص نے جو کہ شاید دلیر اور حوصلہ مند تھے۔عرض کی کہ اگر حضور خود صاجزادہ صاحب کیلئے دعا فرماتے۔تو امید ہے کہ ان کو شفا حاصل ہوجاتی کیونکہ آپ کی دعا کبھی رد نہیں گئی۔فرمایا کہ یہ لوگ یعنی اولیاءاللہ بھی دعا کرنے میں اِذن کے منتظر ہوتے ہیں۔تو نے نہیں سنا کہ حق جل تعالیٰ شانہٗ نے حضرت نوح علیہ السلام سے خطاب فرمایا کہ "ولاتسئلن ما لیس لک بہ علم" یعنی جس چیز کے بارے تجھے علم نہیں اس کیلئے سوال نہ کریں جب اجازت نہ پائی تو دعا کرنے سے رک گئے۔

وصول اِلی اللہ کے تین طریقے اور وظیفہ اعظم

ملفوظ: منقولہ از استاذیم حضرت مولانا محمد امین ؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے بندہ یعنی مولوی موصوف کو تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ "وصول الی اللہ" کیلئے تین طریقے ہیں۔ایک سلوک،دوسرا جذب، تیسرا پیر کامل کی صحبت۔فرمایا ان میں سے سب سے آسان اور افضل صحبت ہے۔حتی الامکان صحبت کامل کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہیئے۔

(1)	آنچہ صحبت کرد با جان حزین	ابر نیسان ہم نکردہ با زمین
(2)	آفتابی سنگ را گوہر کند	سنگ آہن را بہ صحبت زر کند
(3)	قلب،قلب خویش را نہ پیش یار	تا بہ پیشش قلب تو گردد عیار
(4)	زندۂ پایندہ گردی از دمش	ای برادر شو قرین و ہمدمش

ترجمہ: (1) غمگین دل کے ساتھ جو کچھ صحبت نے کیا ہے برسنے والے بادل نے بھی زمین کے ساتھ ویسا نہ کیا۔

(2) وہ سورج جو پتھر کو موتی بناتا ہے پتھر لوہے کو اپنی صحبت سے خالص چاندی بناتا ہے

(3) اپنے دل کو محبوب کے دل کے قریب کر لے تاکہ اس کے سامنے تیرا دل بھی کھرا بن جائے۔

(4) اے بھائی تو اس کے قریب اور ہمدم بن جا تاکہ ان کے دم سے تجھے حیات جاودانی حاصل ہو جائے۔

اس بات کے موافق بات یہ ہے کہ جس وقت زمانہ طالبعلمی میں بندہ تو نہ

شریف میں علم حاصل کر رہا تھا۔ تو سید حسن عسکری ہندوستانی دہلوی جو کہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ کے مجازان میں سے تھے۔ حضور کی خدمت میں آیا اور طالب حق ہوا۔ ان کو حضرت استاذیم کے قریب مدرسہ کے ساتھ ڈیرہ دیا گیا۔ تقریباً دو سال انہوں نے تونسہ شریف میں قیام کیا۔ ان کی رہائش گاہ مدرسہ کے قریب ہونے کی وجہ سے ہم طلباء کی ان سے آشنائی ہوگئی اور ہم بلا تکلف ایک دوسرے سے بات چیت و حکایت کرتے رہتے تھے۔ ہم نے انہیں دیکھا کہ شغل اشغال میں سے وہ ذکر جہر ہرگز نہیں کرتے تھے۔ اور دوسرے سالکان کی طرح ان کو ہم نے مراقبہ بھی کم کرتے ہوئے دیکھا۔ لیکن اکثر مشغولی کے اوقات میں اپنی جگہ سے اٹھتے اور حضرت فخر الاولیاء کی عبادت خانہ کی طرف جاتے گھنٹہ دو گھنٹہ بعد واپس آتے تھے۔ یہ بندہ اور میاں سعید محمد کہ ہم دونوں درس طالب علم تھے۔ بے تکلفی کی وجہ سے ہم سید صاحب کی خدمت میں بیٹھتے اور ان سے دریافت کرتے کہ آپ حصول معرفت حق کیلئے حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ کی خدمت میں اتنی دور سے آئے ہیں۔ ہم آپ کو دوسرے سالکوں کی طرح ذکر واذکار اور شغل واشغال کرتے نہیں دیکھتے یہ عجیب بات ہے۔ اس سید صاحب نے فرمایا کہ میں نے حضور کی خدمت میں وظائف کے بارے عرض کی ہے۔ تو حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ نے مجھے فرمایا کہ وظیفۂ اعظم یعنی سب سے بڑا وظیفہ تو یہی ہے۔ کہ تم ہمیں دیکھ، دیکھ کر جایا کرو۔ اس وجہ سے میں اکثر اوقات دن میں اور رات میں بھی حاضر ہو کر اور دور سے کھڑا ہو کر ان کے جمال جہاں آرا خواہ وقت استراحت ہو خواہ وقت خواب خواہ آرام فرما رہے ہوں یا مصروف عبادت و شغل و مراقبہ میں صرف دور سے زیارت کرتا ہوں اور پھر مناسب وقت کے

بعد واپس لوٹ آتا ہوں۔ حضرت پیر رومی نے کیا خوب کہا ہے۔

یک نظر کردن بروئے اولیاء　　　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ترجمہ: اولیاء کے چہرے پر ایک نظر کرنا سو سال کی بے ریا عبادت سے بہتر ہے۔

مولوی محمد حیات دہلویؒ کے

تین اہم سوال اوران کا جواب

ملفوظ: نیز میں اپنے استاد محترم سے بہتر یاد رکھتا ہوں۔ انہوں نے بتایا کہ مولوی محمد حیات دہلویؒ بھی حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے مجازان میں سے تھے۔ استاذیم صاحب نے فرمایا کہ میں ان کی خدمت میں کتاب شرح موافق پڑھ رہا تھا۔ استاد صاحب نے مزید فرمایا کہ بعض معروضات حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ کی خدمت میں عرض کرنے تھے۔ مگر بالمشافہ میں عرض نہیں کر سکتا۔ لہٰذا تم یعنی استاذیم بندہ یعنی مولوی دہلویؒ کی طرف سے حضور میں گزارش کریں اور جواب باصواب حاصل کر کے لے آؤ۔ میں نے قبول کیا اول یہ کہ حضرتؒ کی خدمت میں بیٹھنے اٹھنے کے سلسلہ میں متردد ہوتا ہوں کہ کس طرح بیٹھوں اور کیسے اٹھوں ۔ اس بارے تلقین عنایت ہوجائے۔ اور جب میں یعنی استاذیم نے عرض حضور انور میں گزارش کی۔ فرمایا کہ ہماری مجلس قلندروں کی مجلس ہے۔ جیسے بھی موقع میسر ہوا انتظار نہ کریں اور بیٹھ جائیں مقصود اس جواب سے یہ ہے کہ جب دل شغل و نیاز میں مشغول ہوگا اعضائے ظاہری جیسے بھی ہوں گے ہرج نہیں۔ دوسری عرض یہ ہے کہ میں جو کچھ جانتا ہوں صرف آپ کو جانتا ہوں جو کچھ مرضی ہو فرمائیں۔ فرمایا کہ ان کو کہہ دو "اعتقادکم ینفعکم" تمہارا

اعتقاد تمہیں نفع دے گا۔ تیسری عرض یہ ہے کہ جب میں ہندوستان میں ہوتا ہوں۔ تو بعض لوگ دنیاوی اسباب وسامان سے کوئی چیز اگر ہمیں دیتے ہیں تو ان کے لینے نہ لینے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جواب میں فرمایا کہ سوال نہ کریں اور خیال بھی نہ کریں۔ پس اگر ویسے دے دیں تو اس کے قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ یہ فتوح ہے۔

زمانہ کے اثرات کے بارے میں فرمایا

ملفوظ: مجھے اپنے والد صاحب سے یاد ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک دن میں حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر تھا کہ بات قصور ہمت اور اس زمانے کے لوگوں کے بارے میں چلی۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا ہر زمانہ میں فرق قدیم سے چلا آ رہا ہے۔ حضرت مولانا پیر فخر الدینؒ کے زمانہ میں ان کے لنگر سے درویشوں کو ایک پاؤ بھر روٹی ملتی تھی۔ آٹھ پہر یعنی رات دن میں ایک مرتبہ پاؤ کی روٹی ملتی تھی۔ بلکہ دو، دو اور تین، تین روز فاقہ سے گزرتا تھا۔ اور چونکہ وہ صلاحیت کا دور تھا نیز اہل زمانہ بھی شوق ومحنت سے متصف ہوتے تھے۔ ان کی خدمت عالیہ میں مردان خدایاد کا انبوہ اور ہجوم رہا کرتا تھا۔ کہ کہنے کے اندازہ سے بھی بڑھ کر ہے۔ اور حضرت قبلہ عالمؒ کے وقت میں البتہ روٹی ہر دو وقت یعنی رات اور دن دونوں وقت ملتی تھی۔ کپڑے اور جوتے وغیرہ نہیں ہوتے تھے۔ اگر کسی کے ہوتے بھی تو بہت کم لوگوں کے پاس ہوتے تھے۔ لیکن لوگ ہجوم کی وجہ سے آستان پر سر مارتے تھے۔ بہر حال ان کے دیدار کے وقت خوش ہوتے تھے۔ اور اب ہمارے وقت کا حال

اس وقت مجلس میں موجود نہ تھا۔ جب یہ حکایت حضرت استاد صاحب نے سنی۔ فرمایا آمنا وصدقنا کہ شیخ نے اسی طرح لکھا ہے کہ مرد وہ ہے جو کہ کھاتا ہے۔ اور مست و بے خود نہیں ہوتا۔

فرمایا بد قسمت میرے دروازہ پر نہ آئے گا

ملفوظ: مولوی حسن علی جو کہ پیر بھائیوں میں سے ایک ہے۔ وہ نقل کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت فخر الاولیاء کے عبادت خانہ کے باہر بیٹھا ہوا تھا کہ مولوی متین الدین بہاولپوری کہ وہ بھی پیر بھائیوں میں سے تھے۔ وہ عبادت خانہ سے باہر آئے اور بہت ہی خوش وخرم تھے۔ میں نے کہا اے مولوی صاحب! آج آپ "حضرتؒ" کے خلوت خانہ سے بہت خوش خوش آئے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ کہا آؤ تمہیں بھی خوش کرونگا۔ پس میرا ہاتھ پکڑا۔ اپنے ڈیرہ پر لے گیا اور کہا کہ میں تمہیں بشارت دیتا ہوں جو بات آج حضرت صاحبؒ نے مجھے ارشاد فرمائی۔ میں نے کہا بیان فرمائیں۔ بتایا کہ میں حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے خلوت خانہ میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ یا حضرت غریب نوازؒ! ہم غلام جب اپنے وطن میں ہوتے ہیں تو تمام سال حضور کا نام مبارک ہمارا ورد ہوتا ہے۔ اور سال کے بعد جب ہم زیارت واستفادہ کیلئے ہزاروں امیدیں لئے خدمت میں یہاں حاضر ہوتے ہیں۔ اور چند دن جو کہ ہماری قسمت میں ہوتے ہیں مستفید ہو کر واپس اپنے وطن کو لوٹتے ہیں۔ ہمارا حال ویسا ہی رہتا ہے۔ جیسے کہ وہاں سے آنے کے وقت تھا۔ شاید کہ یہ بیت ہمارا مصداق یا حال کے مطابق ہے۔

؎ تہید ستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل

میں نے یہ مصرعہ پڑھا اور ابھی مصرعہ ثانی نہیں پڑھا تھا کہ حضرت فخرالاولیاء قدس سرہٗ انتہائی جوش میں آئے اور فرمایا کہ اے بیٹا! خاموش رہو۔ اور ایسے نہ کہو کیونکہ بے نصیب یعنی بدقسمت میرے دروازہ پر ہرگز نہیں آتا اور نہ ہی آئے گا۔ اگر تو بے نصیب ہوتا تو میرے دروازہ پر ہرگز نہ آتا یہ آنا ہی تیری خوش بختی ہے۔ اور تو کیا چاہتا ہے۔ پس مولوی متین الدین نے کہا کہ میرے لئے سب سے بڑی خوشی یہی ہے۔ کہ میں نے اپنی قسمت کا حال معلوم کرلیا ہے۔ اور تمہیں بھی بشارت دیتا ہوں کہ قسمت کی اس بشارت میں ہمارا ہر پیر بھائی داخل ہے۔

حضرتؒ سے ایمان کی حفاظت کی درخواست

اور اس موقع پر ایک اور بات اس مسکین کاتب منتخب نے حضرت فخرالاولیاء کی زبان حقائق بیان سے سنی تھی۔ یاد آ گئی ہے وہ یہ ہے کہ اس مسکین کے دور کے اقرباؑ میں سے ایک شخص نے کہا کہ اے فلاں! مجھے حضرتؒ کی خدمت میں ہمراہ لے جا کر بیعت کرا لینا لیکن خفیہ طریقے پر کہ دوسرے میرے خویش و اقارب کو پتہ نہ چلے کہ وہ طعن نہ کریں چنانچہ بندہ اس کے ہمراہ ہوگیا۔ خدمت عالی میں پہنچے۔ اسے بیعت کرنے کی درخواست کی۔ پس آپ نے اسے بیعت فرمایا۔ نماز روزہ اور دیگر شرعی احکام پر استقامت کی تلقین فرمائی۔ اس کے بعد اس شخص نے حضرت فخرالاولیاء قدس سرہٗ کے پاؤں مبارک پر سر رکھ دیا۔ اور عرض کی کہ میں ایمان کی حفاظت چاہتا ہوں۔ حضرت فخرالاولیاءؒ نے اپنا دست مبارک اس کی پیٹھ پر مارتے ہوئے فرمایا کہ اے برادرِ مَن! تیرا ایمان سلامت ہے خاطر جمع رکھ۔ جب کچھ عرصہ



مزار پر انوار فخر الاولیاء شہباز چشت حضرت
شاہ محمد سلیمان تونسویؒ

اس پر گزر گیا اس کی موت آن پہنچی اور وہ فوت ہو گیا۔ اس کی وفات کے بعد شاید کہ اس کی بیوی کو اس کی بیعت کی خبر نہ تھی۔ بندہ کے سامنے اس کی بیوی نے اظہار کیا کہ اے میاں صاحب! کیا وجہ ہے کہ میں کبھی کبھی خواب میں اپنے شوہر کو دیکھتی ہوں کہ وہ ایک ایسے گروہ کے ساتھ ہے جو کہ وہ قادری ٹوپی پہنے ہوئے ہیں اور میرا خاوند بھی ان کے ہمراہ و ہمدم ہیں میں نے اسے بتایا کہ دراصل بات یہ ہے کہ آپ لوگوں سے پوشیدہ طور پر میں نے اسے حضرت صاحبؒ کا مرید کرایا تھا۔ پس آپ نے ان کو اپنے گروہ اور طائفہ میں داخل فرمایا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایک مرتبہ استاد صاحب، صاحب معرفت مولوی محمد امین بیمار ہو گئے بیماری ان پر غالب تھی امید حیات منقطع تھی۔ جناب فخر الاولیاء قدس سرہٗ ہر روز ان کی عیادت کیلئے ان کے گھر تشریف لے آتے تھے۔ ایک دن وہ نہایت کمزور اور ضعیف ہو چکے تھے ان کی کمزوری اور ضعف کی خبر حضرت صاحبؒ تک بھی پہنچی حسب عادت آپ اس دن پہلے ہی طبع پرسی کر کے تشریف لے گئے تھے اور پھر دوسری مرتبہ اس کی تیمارداری کرنے تشریف لے آئے اس عنایت اور کرم پروری کی وجہ یہ تھی کہ مولوی صاحب موصوف جید عالم دین اور حقیقی سالک تھے۔ پس جب دوسری مرتبہ ان کے مکان میں داخل ہوئے تو وہ انتہائی ضعیف اور نحیف ہو چکے تھے۔ لیکن ہوش و حواس قائم تھے اور زبان بھی اپنی حالت پر تھی۔ پس حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ دوسری چارپائی پر بیٹھے اور ان کا حال پوچھا۔ بندہ بھی حاضر تھا۔ اور حکیم جو حضرت فخر الاولیاء کے ہمراہ آئے تھے۔ فرمایا کہ اس کی نبض دیکھ کر اس کا علاج معالجہ کرے۔ جناب استاد صاحب نے اس دوران فریاد شروع کی کہ یا غریب نواز! بندہ کے ایمان کی حفاظت حضور کے ذمہ ہے۔ کئی بار انہوں نے یہ

بات بتکرار کے ساتھ عرض کی۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اے محمد امین صاحب! دل تو یہی چاہتا ہے۔ لیکن اس سے آگے آپ نے بات نہ کی اور خاموش ہو گئے اور کچھ نہ کہا کہ فلاں کوئی چیز چاہتا ہے۔ لحظہ بعد جب آپ واپس جانے کیلئے اٹھے۔ تو مولوی صاحب نے اپنا ہاتھ حضرتؒ کے دامن فیض میں ڈالا اور پھر سپرد ایمان کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا ہاں! ہاں! یہ ہم مردوں کا کام ہے۔

لوگوں کو مرید کرنے سے

انکار پر خدا اور حبیب خدا کا حکم

ملفوظ: ایک مرتبہ مولوی غلام رسول بہاولپوری کی زبان سے یہ حکایت کی گئی۔ اس کے بعد اس مسکین کو مولوی صاحب موصوف سے ملاقات کرنے کا اتفاق ہوا۔ مجملاً ان سے پوچھا کہ فلان حکایت جو کہ آپ کی زبانی نقل کرتے ہیں صحیح ہے یا غلط ہے۔ اس پر مولوی صاحب موصوف نے فرمایا کہ میں حضرت فخر الاولیاء کی خدمت خلوت خانہ میں حاضر تھا۔ بندہ نے مولوی صاحب سے پوچھا جبکہ تفصیل کا موقع اس وقت نہ تھا۔ کیونکہ ہم حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی محفل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ بعد میں بھی ان سے تفصیل سے پوچھنے کا موقع نہ ملا۔ چونکہ اس سے پہلے بھی یہ واقعہ اپنے ایک دوست سے سنا تھا۔ اس لئے یہاں نقل کرتا ہوں۔ ان کا بیان یہ ہے۔ مولوی موصوف نے بتایا کہ ایک دن حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی محفل میں اس زمانہ کے فقراُ خلفا کی بیعت کے متعلق بات چلی کہ حضرت فخر الاولیاء نے بندہ یعنی مولوی غلام رسول سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مولوی صاحب! اس وقت لوگوں کو بیعت وارشاد کرنا سہل و

آسان ہو چکا ہے۔ جس زمانے میں کہ حضرت قبلہ عالمؒ ہمیں اس کام کی طرف لے آئے اور ایک دن مجھے خلوت میں طلب فرمایا کہ جناب حضور سرور عالم ﷺ کی طرف سے اس طرح حکم مبارک صادر ہوا۔ کہ تم اپنے پیروں اور مشائخ کے سجادہ پر بیٹھے ہو۔ تمہیں چاہیئے کہ گمراہی میں بھٹکتے ہوئے اور راہ گم گشتہ لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرنے کیلئے ہادی اور رہنما بن جائیں۔ اور طالبان حق کو حق تعالےٰ تک پہنچائیں۔ میں نے ادب سے دست بستہ بہ نیاز تمام عرض کی کہ حضور! اس نیاز آگین کو اس کام سے معاف فرمائیں۔ کیونکہ مجھے اس بار گراں کو اٹھانے کی طاقت نہیں۔ مجھے صرف حضور عالی کی شفقت، کرم اور مہربانی کافی ہے۔ اس لئے کہ جو لوگ میرے پاس آئیں گے یا مجھ سے عقد بیعت باندھیں گے۔ تو میں نہیں جانتا کہ کل قیامت کو ان سے کیا برتاؤ ہوگا۔ ایسا نہ ہو کہ میں ان لوگوں کی پاداش میں شرمسار ہو جاؤں۔ پس حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا فی الحال آپ جائیں کہ تمہاری یہ درخواست جناب حضور سرور عالم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں پیش کی جائیگی۔ پس پھر دوسرے دن خلوت میں طلب کر کے فرمایا کہ جناب حضور سرور کائنات ﷺ کا ارشاد پاک تمہارے بارے میں اس طرح صادر ہوا۔ کہ تم ضرور اس کام کیلئے تیار ہو جاؤ اور یہ فرمایا کہ آئندہ بیعت کرنے والوں کا حال میں جانتا ہوں کہ کیا ہوگا۔ تم ان کے بارے میں تسلی کرو۔ اس لئے کہ جو بھی اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ دے دیتا ہے اور تمہارا مرید ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے آپ کو تمہیں بخش دیتا ہے۔ جیسا بھی ہوگا نیک ہوگا یا نیک نہ ہوگا پس اس پر میں نے عرض کی کہ یا حضرت! خداوند تعالےٰ بے نیاز اور بے پرواہ ہے۔

حضرت نوح علےٰ نبینا وعلیہ السلام نے اپنے بیٹے کیلئے سوال کیا کہ:

"رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَکَ الْحَقُّ" (سورۃ ہود پ۱۲ ات ۴۴)

ترجمہ: اے میرے رب میرا بیٹا بھی تو میرا گھر والا ہے۔

خطاب آیا کہ "اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ (سورۃ ہود پ۱۲ ات ۴۵)

ترجمہ: وہ تیرے گھر والوں میں نہیں بے شک اس کے کام بڑے نالائق ہیں۔

پس اگر ایسا حکم بندہ کے مریدوں اور بیعت کرنے والوں کے متعلق صادر ہوجائے تو کسے دم مارنے کی ہمت ہوگی پس حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ پھر عرض کیا جائے گا پس پھر تیسرے دن حضور نے طلب کر کے فرمایا کہ تمہارے ساتھ حق سبحانہٗ وتعالےٰ اور حضور ﷺ نے وعدہ فرمایا ہے کہ جو بھی تمہارے دروازہ پر آئے اور تم اسے قبول کرلو تو اس کے حق میں تمہیں "لیس من اہلک" بھی نہیں کہا جائے گا تمہیں اس کام میں آنا ضروری ہے۔ پس میں نے زار وزار رونا شروع کیا۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ اے یار! اس کام کو خندہ وخوشی سے کسی نے بھی اختیار نہیں کیا ہے۔ جس پر بھی یہ بوجھ ڈالا گیا ہے اسی طریقے پر گریہ وزاری اور خوف سے زبردستی اختیار کرایا ہے لیکن تم کو مبارک ہو کہ تم سے انہوں نے عظیم وعدہ فرمایا ہے کیونکہ بہت کم لوگوں کو اس طرح صریح وعدہ سے سرفراز فرمایا گیا ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب ومنہ المبدأ والمآب والعہدۃ علے الناقل ابیات۔

(1)	کن توسل باسلیمانؑ زمان	تا کہ از دیوان بمانی در امان
(2)	نرم شو در زیر مہرش ہمچو موم	تا رہی در ہر دو عالم از ہموم
(3)	فارغ از ہر مکر وہر تلبیس شو	پیش حکمش رام چون بلقیس شو
(4)	تا نوازد این سلیمانؑ مر ترا	محرم رازت کند در دو سرا

(5)	گر تو موری نامور گردی ازان	گر بگیری دامنش از صدق جان
(6)	منکرش در دو سرا ملعون شد	زانکہ او از سرِ حق مشحون شد
(7)	سرِ حق را ہر کہ او منکر شود	قہرِ حق را مہبط و منزل بود
(8)	منکر نور است چشم موش کور	آنکہ ظلمت نداند عین نور
(9)	ہر کہ فارق نیست در بوم و ہما	این سلیمانؑ را نہ بیند از عمیٰ
(10)	غیرت حق چشم بندی می کند	پردہ بر روئی سلیمانؑ می تند
(11)	چشم ہر نا اہل راز و کور کرد	تا کہ فارق شد میان مار و مرد
(12)	رحم فرما ای سلیمانؑ زمان	تا کہ ہر مشکل شود آسان ازاں

ترجمہ: (1) تو سلیمانؑ زمان کا وسیلہ پکڑ لے تا کہ تو دیوؤں اور شیطانوں سے امان رہے۔

(2) ان کے مہر کے نیچے موم کی طرح نرم ہو جا یعنی تابع حکم ہو جا تا کہ دونوں جہانوں کے غموں سے چھٹکارہ حاصل کر سکو۔

(3) تو ہر مکر و فریب سے آزاد ہو جا اور ان کے حکم کے سامنے بلقیس کی طرح تابع فرمان ہو جا۔

(4) تا کہ یہ سلیمانؑ خاص کر تجھے نواز دے اور تجھے دونوں جہانوں کا محرم راز بنا دے۔

(5) اگر تو صدق دل سے ان کے دامن کو پکڑے گا تو اگر تو چیونٹی ہے تو اس وابستگی سے نامور ہو جائے گا۔

(6) وہ تو اللہ تعالےٰ کے بھید سے مل گیا اس لئے ان کا منکر دونوں جہانوں میں

ملعون ہو گیا۔
(7) اللہ تعالیٰ کے راز کا جو بھی منکر ہوا تو وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق ہوا۔
(8) اندھا چوہا نور کا منکر ہے جو کہ وہ تاریکی میں بھی نور عین کو نہیں جانتا۔
(9) جو بھی بوم وہما میں فرق کرنے والا نہیں تو اندھا پن کی وجہ سے وہ اس سلیمانؑ کو نہیں دیکھ سکتا۔
(10) اللہ تعالیٰ کی غیرت چشم بندی کرتی ہے اور سلیمانؑ کے چہرہ پر پردہ ڈالتا ہے۔
(11) ہرنا اہل کی آنکھ کو اس سے اندھا کر دیا تا کہ سانپ اور انسان میں فرق کرنیوالا ہو۔
(12) اے سلیمانؑ زمان! رحم فرمائیں تا کہ مشکل آسان ہو جائے۔

دنیا کی کراہت اور گرانباری

ملفوظ: ایک دوست نے نقل کیا کہ ایک دن حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ عام مجلس کی ایک تقریب میں لفظ زبان مبارک پر لائے کہ ہمیں اسباب دنیا کے دینے میں یعنی نقدی وغیرہ دینے سے کوئی ثواب مرتب نہیں ہوتا۔ چونکہ مجلس میں اکثر علماء تھے۔ انہوں نے عرض کی کہ یا حضرتؒ! قرآن شریف اور حدیث ﷺ میں سخاوت اور اخیاً کی تعریف جا بجا واضح ہے۔ اس حد تک کہ ہر نیک صفت سے انہیں ترقی دی گئی ہے۔ اور خود ذات شریف نے جو یہ بات فرمائی ہے ہم نہیں سمجھ سکے۔ پس حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ جل شانہٗ نے قرآن کریم میں فرمایا۔

"لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ط (پ۴ سورہ آل عمران)

ترجمہ: تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے۔ جب تک راہ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو

پس ہمیں چونکہ اسباب دنیا محبوب نہیں ہے۔ ان کے انفاق سے برا بھی نہیں ہوتا حق یہ ہے کہ محبت اپنی جگہ کہ اس سے کراہت ہوتی ہے۔ ایسی کراہت کہ جیسے پلیدی سے ہوتی ہے۔ لہٰذا دنیا کی چیزوں کے ذکر سے حضور قبلہ کی طبع مبارک پر گرانباری ہوتی تھی۔ چنانچہ دنیا کی بات چیت سے حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی نورانی پیشانی پر اس کا اثر ہوتا تھا۔ اس مثالی کراہت کے بارے میں تھوڑا سا بیان کرتا ہوں۔ ایک مرتبہ ایک شخص حافظ نور احمد نامی افغان جو کہ پیر بھائیوں میں سے ایک تھے انہوں نے بارہ ہزار روپے بطور نذرانہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی خدمت میں پیش کرنے کیلئے لایا تھا۔ نماز مغرب کے بعد حضور قبلہ کی خدمت میں خادمانہ آداب وسلام عرض کی اور نذرانہ پیش کرنا چاہا۔ جناب فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا اس وقت رات کا وقت ہے۔ صاحبزادہ کے پاس لے جاؤ کہ وہ رکھ لیں تا کہ کل صبح وہ فقرأ و علمأ وغیرہ کے طریقے سے تقسیم کرلیں۔ القصہ دوسرے دن نماز اشراق اور وظائف دلائل شریفہ سے فارغ ہوکر آپ نے قلم دوات اور کاغذ منگوایا اور فرد تقسیم لکھنا شروع کیا۔ چنانچہ ان میں سے سات ہزار روپیہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ کے صاحبزادگان کیلئے ایک ایک کے نام تقسیم کر کے لکھ کر بھجوادیا۔ اور پانچ ہزار روپیہ علمأ، فقرأ، خدام اور ملک سنگھو کے مواضعات میں رہنے والے غربأ و مساکین کیلئے تقسیم کر کے بھیج دیا۔ اور لنگر شریف کیلئے ایک چھوٹی کوڑی بھی نہ دی اور بالا بالا بانٹ دیا۔ جب آپ اس سے فارغ ہوئے تو شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ اس بلا کے بوجھ

سے مجھے ساری رات آرام وسکون سے سونا نصیب نہ ہوا۔ فرمایا کہ لوگوں میں سے بہت سے ایسے ہیں جن کے پاس دنیاوی مال و اسباب بے پناہ ہوتا ہے۔ اور وہ فرصت وآسودگی کے ساتھ گزارتے ہیں۔ معلوم نہیں ان کو آرام وسکون کس طرح آتا ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ پوری حکایت اور سارا کلام مبارک دنیا کی کراہت اور گراں باری کے بارے میں تھی۔ پس وہ چیز جو اہل اللہ کے نزدیک موجب کراہت ہو کس طرح محبوب ہو سکتی تھی۔

"فہم من فہم "الدنیا جیفۃ وطالبھا کلاب"

ترجمہ: دنیا مردار ہے اور اس کے طلب کرنے والے کتے ہیں (حدیث شریف)

فرمایا ہے۔ "وحب الدنیا راس کل خطیئۃ" روایت مشہور ہے۔

ترجمہ: اور دنیا کی محبت تمام گناہوں کی بنیاد ہے (حدیث شریف)

کوئی پیاسا ہمارے پاس نہیں آتا کہ اُسے سیراب کریں

ملفوظ: قاضی نور محمد بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے خلوت کے وقت شرف زیارت سے فائز ہوا۔ شاید وہ وقت خوشی کا تھا جب میں بنگلہ شریف میں داخل ہوا تو فرمایا اے قاضی! مردانِ خدا، خدا نہیں ہیں۔ لیکن خدا سے جدا بھی نہیں ہیں۔ اور یہ جان لیں کہ حق تعالےٰ نے رحمت کے سمندر ہمارے حوالے کئے ہیں۔ لیکن کوئی پیاسا ہمارے سامنے نہیں آتا کہ اسے سیراب کریں اور حصہ عطا کریں۔

فائدہ

جان لیں کہ یہ سخن عالی حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی بلند ہمتی کی خبر دیتا ہے۔ کہ باوجود اس کے کہ بہت سے قوی استعداد لوگ آپ کی خدمت میں رہ کر معرفت حق سے بہرہ یاب ہوئے ہیں۔ لیکن آنجناب کے استعداد کی نسبت وہ لوگ کم بہت نظر آتے ہیں۔

(1) ہما گرچہ بسا عالی طواف است ولی وصفش بر عنقا گزاف است

(2) چون نیل و دجلہ ہم بحر طویل اند بہر ذخار آن ہا بس قلیل اند

(3) فلک اگرچہ زمین ہا را محیط است ولی عرش عظیم آن را محیط است

ترجمہ: (1) ہما اگرچہ بہت بلند پرواز ہے۔ لیکن اس کی تعریف سے عنقا بڑھا ہوا ہے۔

(2) جب کہ دریائے نیل اور دجلہ بہت طویل دریا ہیں مگر دوسرے ذخائر سے وہ نہایت کم ہیں۔

(3) آسمان اگرچہ زمینوں کو گھیرے ہوئے ہے۔ لیکن عرش عظیم ان سب پر محیط ہے۔

بعض ان ملفوظات کا ذکر جو قرب وصال ارشاد فرمائے یا صادر ہوئے۔

ایسے ملفوظات کا ذکر جو حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ سے وصال قریب سنے گئے وہ صحیح حوالہ کے ساتھ نقل کئے جاتے ہیں۔

وصال سے قبل کا حال

وصال ذوالجلال سے چند روز قبل حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ یہ شعر مسلسل اور تکرار کے ساتھ دہراتے رہے۔ بندہ کاتب منتخب جمعہ کے دن عادت قدیم کے مطابق شرف زیارت سے مشرف ہوا تو بندہ نے بھی کئی بار سنا کہ کئی مرتبہ ایک ہی مجلس میں آپ بار بار یہ بیت پڑھتے رہے۔

؎ آہن کہ بہ پارس آشنا شد فی الحال بصورت طلا شد

ترجمہ: لوہا جب پارس پتھر سے آشنا ہو گیا تو اسی وقت طلا کی صورت اختیار کر گیا یعنی سونا بن گیا۔

لیکن اس بات کی رمز کسی کو معلوم نہ ہو سکی اگرچہ بہت سے علماء موجود تھے وہ اپنے اپنے خیالات کے مطابق کچھ نہ کچھ کہتے رہے مگر حقیقت حال تک نہ پہنچ سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ اولیاء کرامؒ کے رازوں کو نہ سمجھ پائے تھے۔ واللہ الہادی الی الرشاد۔

پاس انفاس کا وِرد اور اس کی فضیلت

ملفوظ: پہلے سجادہ نشین سے اور دوسرے صاحبزادگان سے تواتر سے ثابت ہے کہ دو تین روز آخری اور عارضہ کے اخیرہ میں اس شعر کو بار بار تکرار سے پڑھتے رہے۔

؎ اگر تو پاس داری پاس انفاس

بہ سلطانی رسانندت ازیں پاس

ترجمہ: اگر پاس انفاس کا لحاظ رکھتا ہے تو تجھے اسی لمحہ میں بادشاہی تک پہنچا دے گا۔

یعنی ذکر پاس انفاس کا پابند ہے تو یہ تجھے لمحہ بھر میں ولایت کے اعلیٰ مقام پر

پہنچائے گا یہاں تک ایک مرتبہ صریح فرمایا کہ یہ ورد پاس انفاس ایک ایسا ورد ہے پس یہ عظیم الشان ورد عظیم تاثیر کا حامل ہے۔اور نزع کے وقت بہت فائدہ پہنچاتا ہے اور بار بار اس ورد شریف کی تعریف بیان فرماتے تھے یہاں تک کہ حاضر غلاموں میں سے ایک نے عرض کی کہ یا حضرت اس بندہ کو اس ورد کی اجازت عطا فرمائیں۔ فرمایا تمہیں اجازت ہے دوسرے نے بھی عرض کی وہ اجازت سے مشرف ہوئے یہاں تک کہ بہت سے لوگ اس وقت طالب ہوئے تو سب کو اجازت عطا فرمائی۔ زہے نصیب ان لوگوں کے جو ایسے پُر برکات وقت میں حاضر تھے اور فائز ہوئے تھے۔

آخری وقت میں غیر حاضر مریدوں کے لئے دعائیں

ملفوظ: چونکہ سجادہ نشین اولین اس عارضہ میں ہر وقت خدمت میں حاضر تھے بلکہ ہر وہ خدمت جس کی اس وقت ضرورت پڑتی تھی آپ اپنے ہاتھ سے کرتے تھے اس حد تک کہ ہر وہ خدمت جو ان کے ہاتھ میں آجاتی دوسرے غلاموں اور خدمت گاروں کے حوالہ نہ کرتے تھے۔لہٰذا اگر کوئی حاجت مند اپنی حاجت پیش کرتا تو ان کی وساطت سے عرض گزارتا اور اپنے مطلب میں پہنچ جاتا اگر کوئی دعائے خیر کیلئے التماس کرتا تو آپ معروض پیش کرتے۔حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ فرماتے کہ فاتحہ خیر یعنی دعائے خیر تمام حاضر اور غائب دوستوں کیلئے کرلیں اور دست مبارک اٹھا کر دعا فرماتے تھے اور ایسے اوقات میں کہ جس وقت آپ کی کمال توجہ محبوب حقیقی کے وصال کی طرف تھی اور حاضرین یعنی غیر حاضر اور دور افتادگان کو بھی بے بہرہ نہیں چھوڑتے تھے۔

(1) زہی بخت وسعادت آن نکوکار — کہ زد دستِ وفا در دامن یار

(2) چہ یاری بلکہ شاہ دو جہانی — کہ دارد ہر دو عالم راضمانی

(3) سلیمانؑ ہمتی احمد نشانی — کہ گویدامتی در ہر زمانی

(4) پناہ عصمتی امیدواران — کہ کشت آرزو را اوست باران

ترجمہ: (1) اس نیکو کار کی سعادت اور قسمت کتنی مبارک ہے کہ اس نے وفا کے ہاتھ سے محبوب کے دامن کو تھام لیا۔

(2) کیسا محبوب؟ بلکہ دو جہانوں کا بادشاہ ایسا ہے کہ دونوں جہانوں کی ضمانت دیتا ہے۔

(3) سلیمانؑ ہمت والا اور حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ جیسی نشانی والا جو کہ ہر وقت اُمتی اُمتی فرماتے ہیں۔

(4) امیدواروں کیلئے عصمت پناہ ہیں کیونکہ آرزوؤں کی کھیتی کیلئے بارش ہیں۔

وفا اور کرم کا انداز

ملفوظ: حضرت سجادہ نشین صاحب متع اللہ المستفیدین بطول بقاء فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر ان دنوں جب میاں خدا بخش لانگری حضور قبلہ کی خدمت میں فائز ہوا اور خوف جدائی سے اس نے بہت ہی گریہ وزاری شروع کی ۔حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے ان کی طرف التفات فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ کون ہے ہم نے عرض کی کہ یہ حضور قبلہ کے لانگری خدا بخش ہیں ۔اسے تسلی دیتے ہوئے التفات کی عنایت فرمائی اور جناب سجادہ صاحب کو فرمایا کہ یہ تمہارے سپرد ہے۔ کیونکہ میاں خدا بخش

کاروبار کے لائق شخص ہے اور ہمارے نزدیک معتمد رہا ہے اور ہم اس پر مکمل اعتماد کرتے تھے یہ بھی وفا اور کرم کا انداز تھا جو غلاموں اور وابستگان کے ساتھ فرماتے تھے۔

فرمایا ہم خواجہ اللہ بخشؒ سے خوش اور راضی ہیں

ملفوظ: جب روز بروز بیماری غلبہ کرنے لگی اور ہر آدمی کو خوف لاحق ہوا اور ہر ایک نے فریاد وزاری شروع کی اور حضرتؒ کی بارگاہ میں اپنے معاملات ومقاصد سے متعلق عرض ومعروض پیش کرنے لگے پس جب سارے غلام ہر وقت اس فیاض حقیقی کے ظاہری باطنی فیض وکرم سے مشرف ہوتے تھے جان ودل سے عرض کرنے لگے کہ غریب نواز! ہم غلامان اور مریدان نے حضور کا دروازہ فیض دیکھا ہے اور حضرتؒ سے ظاہری اور باطنی فیوض حاصل کر چکے ہیں دل اس طرح چاہتا ہے کہ ہمیں دوسروں کے در پر نہ جانا پڑے۔ لہٰذا اپنے صاحبزادہ عالی گہر کو ایسی عنایات سے سرفراز فرمائیں تا کہ ہم غلام تا ابد اپنا سر آستان ذات شریف میں رکھ کر فیوض وبرکات حاصل کرتے رہیں۔ خصوصاً میاں صاحب کرم منش میاں شاہ اللہ بخشؒ متع اللہ المستفیدین بطول مقامہ' جو کہ ہمیشہ حضور کی خدمت گزاری اور فرمانبرداری میں دل وجان سے قربان رہتے ہیں تا کہ غلامانِ حضور درد ہجر کو ان کے جمال کے مشاہدہ سے جو کہ ذات شریف کا بعینہٖ نشان ہے اپنے درود کرب کا علاج کر سکیں فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ فضل کرے گا ہم میاں اللہ بخش سے خوش اور راضی ہیں نیز یہ بیت زبان حقائق بیان لے پر آئے۔

؎ اگر گیتی سراسر باد گیرد   چراغ مقبلان ہرگز نمیرد

ترجمہ: اگر تمام ہوا کی لپیٹ میں آ جائے تو مقبولوں کا چراغ ہرگز نہیں بجھے گا۔

صاحبزادہ خواجہ اللہ بخشؒ سے فرمایا

تمہاری ذات فیض رسان ہوگی

ملفوظ: نیز دوستوں سے یہ بات واضح ہوئی کہ عصر کے وقت حاضرین نے پھر حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کے بارے میں عرض کی۔ تو آپ نے ان کے حق میں پھر اسی طرح عنایت وکرم فرماتے ہوئے فرمایا کہ تمام حوادث زمان اور حاسدان سے اللہ منان کی پناہ دیتا ہوں۔ صاحبزادہ صاحب کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا کہ تمہاری ذات فیض رسان ہوگی اور ہر قسم کے حوادث سے محفوظ و مامون ہوگی۔ پھر زبان مبارک سے یہ بیت فرمایا۔

؎ چراغی را کہ ایزد برفروزد　　　　ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد

ترجمہ: جس چراغ کو اللہ تعالیٰ روشن فرماتا ہے جو بھی اسے پھونک مارے گا اس کی اپنی داڑھی جلے گی۔

صاحبزادہ میاں خیر محمدؒ

کو اپنے دامنِ فیض میں لیا

ملفوظ: میں نے حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کی زبانِ درفشان سے سنا انہوں نے بتایا کہ جس رات کو اہل پردہ نے اندر سے کہلا بھیجا کہ حاضر لوگوں کو ایک طرف کردیں تاکہ ہم یعنی اہل پردہ زیارت ودعا سے فیض یاب ہوجائیں۔ جب دوسرے غلاموں اور خادموں نے جگہ خالی کردی تو تمام اہل پردہ پروانہ وار اس شمع جمال حقیقی کے گرد جمع

ہوئے اور صاحبزادہ میاں خیر محمد صاحب بھی ان کے ہمراہ تھے۔ان کو حضرت صاحب قبلہؒ نے دامن فیض کے نیچے فرمادیا اور صاحبزادہ صاحب نے عرض کی کہ ان کے لئے دعا اجابت فرمائیں۔

انہوں نے بھی فریادوزاری کا آغاز کیا آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ فضل ورحم فرمائے گا پھر صاحبزادہ صاحب نے عرض کی کہ حق تعالےٰ آپ کا سایہ ہم غلاموں کے سروں پر تادیر قائم رکھے۔فرمایا کہ یہ سایہ بہت عظیم ہے اگر کوئی اس سایہ کے نیچے نہیں بیٹھتا تو اس سے ثمرہ سکون وراحت نہیں پاتا۔اس کے بعد ہمارے لئے یعنی سجادہ نشین کیلیے سوال کیا کہ ان کو اپنی دعا اور عنایت حقیقی سے سرفراز فرمائیں۔اس عارضہ میں عادت شریفہ ہو چکی تھی کہ اکثر آپ قد لمبا کر کے یعنی سیدھا استراحت فرماتے تھے۔میں یعنی سجادہ نشین چارپائی کے نیچے بازو کے ساتھ آکر بیٹھتا تھا۔ آپ اگر اٹھنے اور بیٹھنے کا ارادہ فرماتے تو میں چارپائی پر آکر بیٹھتا تھا۔اور اپنے سینے کے ساتھ حضرتؒ کو ٹیک یعنی تکیہ لگا کر بٹھاتا اور کبھی پشت مبارک میرے سینے سے جُدا کر کے استراحت فرماتے تھے اور اس وقت جب کہ اہل پردہ میرے لئے عرض رسان ہوئے تو اپنے تکیہ پر ٹیک لگائے ان کی عرض رسانی کی طرف کما حقہ' متوجہ ہوئے۔اور فرمایا کہ ہم اس سے راضی اور خوشنود ہیں۔نیز اپنا پشت مبارک میرے سینہ کے ساتھ لگا کر فرمایا کہ ہم ہمیشہ اس کے سینہ میں بھی اس طرح رہیں گے اور اس سے جدا نہ ہوں گے۔

خواجہ اللہ بخش قدس سرہٗ

سے حضرتؒ کی آخری گفتگو

ملفوظ: بعض یاران معتمد نے بتایا جب کہ حضرت فخر الاولیاء کے جسم عنصری کا ضعف بہت زیادہ نظر آنے لگا۔ اور آتش فراق کا خوف بھڑکنے لگا۔ اور حضرت سجادہ نشین صاحبؒ کہ جس وقت اپنے سینہ مبارک سے حضرت فخر الاولیاء کو تکیہ لگوائے ہوئے بیٹھے تھے۔ تو سجادہ نشین سے نہ رہا گیا اور زار و زار رونا شروع کیا۔ یہاں تک کہ آنسوان کے چشمان سے جاری ہوئے اور حضرتؒ کے دوش مبارک اور پیراہن مبارک پر گرے تو حضرتؒ نے معلوم فرمایا کہ باغ معرفت کے وہ نونہال اس حال خوف و فراق میں پہنچ گئے ہیں۔ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ جو کہ پشت مبارک کی طرف تھے۔ اور اپنے دست سے ان کی داڑھی مبارک اور رخسار کو مس کرتے ہوئے فرمایا کہ کیوں اس قدر غمناک ہوئے ہو۔ چہرے پر داڑھی رکھتے ہو اپنا ہوش و حواس بھی قائم رکھو۔ کہ ہمارا جسم تمہارا جسم، ہمارا دل تمہارے دل کے ساتھ اور ہماری روح تمہاری روح کے ساتھ ہمیشہ رہیں گے تسلی کر اور گریہ نہ کر۔ پس ان الفاظ کے ساتھ ایسی تسکین حضرت فخر الاولیاء کے تصرف سے ان پر رونما ہوئی کہ پھر گریہ و زاری سے آرام کیا اور دوسروں کو تسلی دینے کی کوشش کرنے لگے۔

حضرت خواجہ اللہ بخش قدس سرہٗ کے بارے "ونفخت فیه من روحی "فرمایا

ملفوظ: اس وقت کے حاضرین خاص کر استاد محترم حقائق آ گین حضرت مولانا محمد امین اور حضور قبلہؒ کا خادم جناب محمد اکرم پھر محترم جناب سجادہ نشین کیلئے عرض گزار ہوئے اور بہت ہی الحاح وزاری کی۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے انہیں تسلی دینے کے بعد یہ آیت تلاوت کی کہ "ونفخت فیه من روحی "یعنی ہم نے ان میں اپنی روح پھونکی ہے۔ اور بندہ نے اس کے معنی استاد محترم سے دریافت کئے۔ انہوں نے فرمایا کہ آیت گفتگو کے متصل حضرت سجادہ نشینؒ کیلئے جو عرض ومعروض کی تھی۔ تو حضرتؒ نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔ اور اس وقت ہر شخص کو یقین تھا کہ یہ فرمان انہیں کے بارے میں صادر ہوا ہے۔ اس کے بعد اگر کوئی شک کرے گا۔ تو وہ جانتا ہے کہ فرمان ہی یہی تھا۔ انتہی کلامہ پس مسکین کاتب منتخب کہتا ہے۔ کہ ایسے نوازشات حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے خاندان ولایت کے نقادہ کیلئے نہ صرف اس وقت فرمائیں بلکہ عارضۂ اخیرہ میں بھی ہمیشہ کرم فرماتے رہے۔ کیونکہ وہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے راز دان اور اسرار شناس تھے۔ اور آپ کو معلوم تھا کہ ان کی قسمت حق تعالیٰ کی طرف سے نیک ہی ہے۔ چنانچہ ان ایام میں حضرت قبلہ عالمؒ کے صاحبزادے اور سجادہ نشین جناب خواجہ محمود صاحبؒ حضرت فخر الاولیاء کی زیارت اور فیض یابی کیلئے تونسہ شریف میں آئے ہوئے تھے۔ ان دنوں حضرت فخر الاولیاء کے فرزند صاحبزادہ میاں خیر محمد صاحبؒ کہیں گئے تھے۔ اور بعض لوگ انہیں واپس لانے

کیلئے بھیجے گئے تھے۔ بندہ یعنی کاتب منتخب محفل قدس منزل میں حاضر تھا۔ حضرت صاجزادہ خواجہ محمود صاحبؒ بھی تشریف رکھتے تھے۔ صاجزادہ موصوف نے پوچھا یا حضرتؒ! میاں خیر محمد صاحبؒ کے آنے یا نہ آنے کی کوئی خبر پہنچی ہے؟ جناب فخر الاولیاء نے فرمایا کہ کوئی خبر نہ آئی۔ لیکن دعا کرتے ہیں اللہ تعالےٰ انہیں ہدایت فرمائے۔ صاجزادہ صاحب موصوف نے عرض کی کہ یا حضرتؒ! خود توجہ فرمائیں تاکہ اسے ہدایت ہو جائے۔ پھر حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا صاجزادہ صاحبؒ! وہ دوسرا جو کہ بڑا ہے اس کے بارے میں ہمیں تسلی ہے۔ آپ ان کیلئے دعا فرمائیں۔ بندہ کاتب منتخب جو کہ اس وقت موجود تھا اور سجادہ نشین صاحبؒ کے بارے میں اپنی زبان حقائق بیان سے فرمایا تسلی فرمائیں تو سن لیا اور جان لیا کہ وہ حق تعالےٰ کے نوازے ہوئے ہیں۔ اور حق جل شانہٗ کے خاصان میں سے ہیں۔ اس قسم کی نوازشات دوسرے لوگوں سے بھی بکثرت منقول ہیں۔ اور بندہ نے بھی خواب میں حضرت فخر الاولیاءؒ کی طرف سے بے شمار نوازشات وعنایات کو ملاحظہ کیا۔

طوالت کے خوف سے یہاں اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(1) از ازل ہر کہ بختیار بود	ہر مرادیش در کنار بود
(2) لطف چوں بہ او رفیق بود	خاصۂ حق براو شفیق بود
(3) چوں خدا ار ابرو نظر باشد	نزد خاصانش دوست تر باشد
(4) رحم خاصان عین رحم خداست	رحم حق رہنما راہبری است

ترجمہ: (1) روز ازل سے بخت جس کی یاوری کرے تو اسے ہر مراد حاصل ہو جاتی ہے۔

ونفخت فیہ من روحی



ثانی کریم حضرت شاہ اللہ بخش تونسویؒ

(2) اللہ تعالیٰ کی مہربانی جس میں شامل ہو جائے تو خاص کر اس پر اللہ تعالیٰ کی شفقت زیادہ ہوتی ہے۔

(3) جب اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت اس پر ہو جائے تو وہ اس کے خاص دوستوں کے نزدیک بھی زیادہ محبوب ہو جاتا ہے۔

(4) خاصانِ خدا کی مہربانی دراصل اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی راہ ہدایت کی رہنمائی بھی ہے۔

حضرتؒ پاس انفاس کا ذکر کرتے ہوئے مالکِ حقیقی سے جا ملے

ملفوظ: تمام حاضرین بیان کرتے ہیں کہ جب آنے والی شب حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی وصال کی رات تھی۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے اپنی زبان حقائق بیان سے سجادہ نشینؒ صاحب کو اشارتاً فرمایا کہ مجھے بٹھاؤ۔ چنانچہ آپ اٹھے اور بیٹھ گئے۔ اٹھنے کے وقت ہندی کا یہ مصرعہ بڑے شوق و محبت سے پڑھا۔

؎ مونہہ تو پلڑا دور کر گلان کرئیں رَج

پس حاضرین ذی عقل سمجھ گئے کہ اس شوق کا ثمرہ محبوب حقیقی کے وصال کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ ہر شخص پر فراق کے درد خوف کا غلبہ ہوا۔ اور ہر طرف گریہ وزاری اور ہاؤ ہو کا شور بلند ہوا۔ خود حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ ہر آدمی کو تسلی دیتے رہے۔ اور فرماتے رہے کہ ہمیں کلی خیریت ہے۔ اور نیز اس رات میں جب نصف شب گزری تو آپ نے تہجد کے نوافل ادا فرمائے۔ اس کے بعد دوسرے اوراد پڑھے جو عادت

اور معمول سے پڑھتے تھے۔ ان میں بعض تسبیح کی تعداد سے اور بعض بغیر تسبیح کے پڑھے۔ اس کے بعد پھر تازہ تیمم کر کے پھر نوافل شروع فرمائے۔ پس سجادہ نشین صاحب نے عرض کی کہ یا حضرتؒ! آپ نے تو تہجد کی نماز ادا کی ہے۔ جواب میں فرمایا کہ دو رکعت پھر پڑھ لیتے ہیں اور چند بار آپ نے دوگانہ ادا فرمایا۔ تو سجادہ نشین صاحب نے عرض کی کہ حضور نے نماز پہلے ہی ادا کی ہے۔ پھر جواب میں فرمایا کہ مجھے چھوڑو، دو رکعت اور بھی ادا کرتا ہوں۔ اور ایک بار فرمایا کہ باہر جا کر وقت دیکھ آؤ۔ جب عبادت خانہ سے باہر جا کر واپس آئے تو عرض کیا کہ ابھی تھوڑا سا وقت باقی ہے۔ پھر نماز میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ طبع بشری و عنصری پر ضعف کا غلبہ ہوا عالم ملکوت سے بعض نفر، عالم ارواح سے روحیں اور حوران بہشتی اس محبوب الٰہی کی روح قدسی کے استقبال کیلئے آ کر ہر طرف جلوہ گر ہوئے۔ یہاں تک کہ آپ جس پلنگ پر لیٹے استراحت فرما رہے تھے کہ یکدم میری یعنی سجادہ نشین کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا کہ یہ عورتیں کہاں سے آئیں، انہیں دفع کر۔ ہم ایسے معاملات کی تہہ تک نہیں پہنچ رہے تھے، ہم حیران ہوئے اور عرض کی کہ غریب نواز! یہاں کوئی عورتیں نہیں ہیں۔ فرمایا کہ ادھر نظر کر کے دیکھو کہ کتنی جمع ہو گئی ہیں۔ ہم نے حجرہ شریف کے ستون کو ہاتھ لگا کر کہا کہ یہ تو ستون ہے۔ اور یہ ہم ہیں فرمایا نہیں، نہیں اب دیکھو کہ وہ آراستہ ہو کر ہم پر برس رہی ہیں۔ ان کو مارو اور دور بھگاؤ پس ہم فہمیدہ نا فہمیدہ خاموش ہو گئے۔ تمام حاضرین کہتے ہیں کہ اگرچہ موسم انتہائی سردی کا تھا اگر کوئی حجرہ شریف سے باہر جاتا تو سردی کی شدت سے لرزہ براندام ہوتا تھا۔ لیکن عبادت خانہ اور حجرہ شریف کے اندر اتنی گرمی تھی کہ جان و دل جلنے لگتے تھے۔ اس حد

تک کہ بعض دوست اس گرمی کو برداشت ہی نہیں کر سکتے تھے۔ بار بار باہر آتے جاتے تھے۔ شاید ایسی گرمی ایسے سرد موسم میں حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ' کی محبت وعشق حقیقی کی وجہ سے ظاہر ہو رہی تھی۔ جیسے کہ ارشاد فرمایا گیا۔

وعدۂ وصل چوں رسد نزدیک   آتش شوق تیز تر گردد

ترجمہ: محبوب سے جب ملنے کا وعدہ قریب آجاتا ہے تو محبت کی آگ بہت زیادہ تیز ہونے لگتی ہے۔

پس عورتوں کے بارے بتانے کے بعد حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ' کچھ دیر خاموش ہو گئے ہیں اور آنکھیں بھی بند کر لیں۔ پس سجادہ نشین صاحب فرماتے ہیں کہ حاضرین نے مجھ سے کہا کہ دیکھنا چاہئے کہ کیا ہو گیا ہے جو کہ حضرت صاحب قبلہؒ خاموش ہو گئے۔ پس میں نے عرض کی یا حضرت غریب نوازؒ! چشم مبارک کھول کر نظر عنایت سے ہمیں دیکھیں۔ فرمایا "ہوں" یعنی کیا کہتے ہو، کہو۔ میں نے عرض کی کہ خود خاموش ہو گئے ہیں طبع مبارک کا کیا حال ہے۔ فرمایا کہ ہماری طبیعت خیریت سے ہے۔ خاموشی پاس انفاس کیلئے ہے۔ تسلی رکھو اس کے بعد پھر خاموشی اختیار فرمائی۔ لیکن پاس انفاس کا اثر چہرہ مبارک پر ظاہر ہو رہا تھا کچھ دیر کے بعد پھر ہم نے احوال شریفہ کے بارے پوچھا۔ پھر وہی جواب باصواب مرحمت فرمایا۔ اس کے بعد ہم نے دو تین بار معلوم کیا تو پاس انفاس اسی طرح جاری محسوس کیا۔ لیکن انفاس کریمہ دیر سے آنی شروع ہو چکی تھی۔ یہاں تک کہ جناب لطیف مطلق کی طرف خطاب مستطاب۔

"يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝ (سورہ الفجر پ۳۰ آیت 27 تا 29)

ترجمہ: اے اطمینان والی جان، اپنے رب کی طرف واپس ہو، یوں کہ تو اس سے راضی ہو وہ تجھ سے راضی پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں آ۔

میں پہنچا اور روح طیب مطیب تمام شوق سے پرواز کر کے اپنے اصل کے ساتھ جو کہ قدس مطلق ہے جا ملی۔ دنیا اور دنیا والوں کو آتش فراق میں جلتے ہوئے چھوڑ گئے۔ ے

(1) یار ما چون برخ نقاب کشید	تیرگی ہم بہ آفتاب رسید
(2) اہل کرسی وعرش وارض وسما	ہمہ گفتند کاش و واویلا
(3) کان بہای دوکون ورشک ملک	رخ بہ پوشید ز اہل ارض وفلک
(4) بود عالم ازو چون باغ وبہار	وی چو رفت است ماند چون بن خار
(5) آن جمالی کہ رشک حوران بود	رفت در قدس کو از آن جا بود
(6) عاشقان سینہ چاک وجگر کباب	ماند چون ماہیان بخشک سراب
(7) چوں نہ گریم خون درین دوری	جان گداز است در مجوری
(8) خاصہ بعد از وصال دلبر یار	کو بود دستگیر در ہمہ کار
(9) چون سموی ز ہجر یار وزید	سینہ ہا سوخت زہرہ ہا بدرید
(10) اے دریغا کہ شاہ محبوبان	وآن سہی سرو سرور خوبان
(11) ماند مارا بدین پریشانی	بہ ہزار آہ وآہ وحیرانی
(12) روز شادی چو باد صحرا رفت	شب دیجور ماتم آمد ژفت
(13) وی چو از وصل یار ساغر یافت	جگر عاشقان چو آذر تاخت
(14) کارم از دست رفت ودست از کار	دیدہ بے نور ماند ودل بے یار



روئی اور صابن مبارک جس سے
فخر الاولیاء حضرت شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کو آخری غسل دیا گیا تھا

(15) دل فگارم چرانگریم خون سینہ زارم چرانہ نالم زار

ترجمہ: (1) ہمارے محبوب نے چہرہ مبارک پر جب نقاب ڈال دیا تو تاریکی آفتاب تک پھیل گئی۔

(2) عرش اور کرسی اور زمین و آسمان والے سب نے افسوس، اور فریاد واویلا شروع کیا۔

(3) دونوں جہاں اس رشک ملک کی قیمت ہیں مگر انہوں نے زمین اور آسمان سے اپنا رخ مبارک چھپالیا۔

(4) دنیا ان سے باغ و بہار بنی ہوئی تھی جب وہ رخصت ہوگئے تو صرف کانٹے رہ گئے۔

(5) وہ حسین کہ جس پر حوران بہشتی رشک کرتی تھیں وہ مقام مقدس میں جا پہنچے کیونکہ تھے ہی اس مقام کے۔

(6) ان کے عاشقوں کا سینہ چاک ہوگیا، جگر کباب ہوگیا اور وہ خشک مٹی پر مچھلیوں کی طرح تڑپتے رہ گئے۔

(7) ہم خون کے آنسو کیوں نہ روئیں، کیونکہ اسکی مجبوری جدائی میں جان پگھل رہی ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں تو اس کی جدائی اور دوری کی وجہ سے آنکھوں سے خون برسنے لگتا ہے اور جان پگھلنے لگتی ہے۔

(8) خاص کر اس محبوب کے وصال کے بعد جبکہ پہلے وہ ہمارے کاموں میں مدد فرماتے تھے اب حیران رہ گئے ہیں۔

(9) یار کی جدائی سے ایسی زہریلی ہوا چلی کہ جس سے سینے جل گئے اور پتے

پھٹ گئے۔

(10) اے افسوس! کہ محبوبوں کے شہنشاہ اور خوبصورت اور حسینوں کے سرو سردار۔

(11) ہمیں اس سے پریشانی رہ گئی بلکہ ہزاروں آہ، افسوس اور حیرانی چھا گئی۔

(12) خوشی کا دن یوں گزر گیا جس طرح صحرا میں ہوا چلی جاتی ہے۔تاریک رات ماتم کی رات بن گئی۔

(13) انہوں نے تو محبوب کے ہاتھ سے ساغر محبت حاصل کیا مگر عاشقوں کے دلوں میں آگ بھڑکا گئے۔

(14) کام ہاتھ سے نکل گیا اور ہاتھ کام کرنے سے رہ گئے آنکھیں بے نور ہو گئیں اور دل یار کے بغیر رہ گیا۔

(15) میں دل فگار ہوں کیوں خون کے آنسو نہ بہاؤں میرا سینہ عاجز اور زخمی ہے۔ کیوں زار و زار نہ روؤں۔

حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے بعض عجیب خوارق کا ذکر

جان لیں کہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ العزیز کو کرامت اور خوارق کا اظہار ہرگز پسند نہ تھا بلکہ آنجناب کی سب سے بڑی کرامت جادۂ شریعت مطہرہ پر استقامت تھی کہ ایک سانس بھی سنت کی متابعت کے بغیر آنجناب سے باہر نہیں آتی تھی۔

کسی بزرگ نے کیا خوب کہا ہے۔

(1) راہ سنت گیر گر خواہی طریق مستقیم

کز سنن راہی بود سوئے رضائے ذوالمنن

(2) ہر مژہ در دیدۂ او چو سنان

گر زمانی زندگی خواہد سنائی بے سنن

ترجمہ: (1) اگر تو صراط مستقیم پر چلنا چاہتا ہے تو سنت کا راستہ اختیار کر کیونکہ سنتوں کا راستہ ہی اللہ تعالےٰ کی خوشنودی اور رضا کا راستہ ہے۔

(2) اے سنائی! اگر زندگی کا کوئی لحہ سنتوں کے بغیر گزارے تو اس کی آنکھ کی پلکیں اس کیلئے نیزہ اور برچھی کی طرح ہو جائیں۔

سنت نبویہ ﷺ پر استقامت سے چلنے کی وجہ تھی کہ علماء دہر اور فضلاً عصر آپؒ کے آستانہ پر جبین نیاز کو جھکاتے تھے۔ یہاں تک کہ کئی بار اس مسکین کاتب منتخب نے اپنے کانوں سے سنا کہ فرماتے تھے کہ ہمارا اصل کام سنت مصطفیٰ ﷺ کی متابعت ہے۔ جو بھی شریعت مطہرہ کے خلاف کرتا ہے چاہے وہ ہوا میں پرواز کر رہا ہو وہ نرا گدھے کی طرح ہے۔ کیونکہ کوئی اعتبار نہیں رکھتا۔ حضرت مولانا جامیؒ نے بھی نفحات الانس میں ایک بزرگ سے نقل کیا ہے کہ جو بھی اپنے ارادہ سے کرامت کے اظہار کا مدعی ہے۔ اور ولی اللہ تو وہ ہے کہ بے ارادہ اس سے کرامت ظاہر ہوتی ہے اور درحقیقت کرامت کا ظہور بے قصد کے حضرت فخر الاولیاء سے ہویدا تھا۔ چنانچہ اس بارے میں تھوڑا سا بیان کیا جاتا ہے۔ پس قصداً اظہار خوارق آنجناب سے بجائے خود اگر آپ کی دوسرے غلام سے بھی اس کا اظہار ہوتا۔ تو اس کو بھی اس پر تنبیہ و توبیخ فرما دیتے۔ اور اسے بھی معرض خطاب و عتاب فرما دیتے۔ پس اگرچہ اس عتاب سے

متعلق میں نے بہت سے واقعات سنے ہیں۔لیکن شہادت اور مثال کے طور پر ایک دو نکتہ بیان کئے جاتے ہیں۔تا کہ دعوی بلا دلیل نہ ہو۔

پہلے یہ مولوی عثمان قوم لنڈ جو کہ پیر بھائیوں میں سے ایک تھے۔اپنا دیکھا سنا واقعہ بیان کرتا ہے کہ طالبعلمی کے زمانہ میں مولوی محمد صاحب کی خدمت میں کوٹ قیصرانی میں علم حاصل کرر ہے تھے۔ایک نوجوان طالب علم نور محمد نامی ہمارا ہم درس تھا۔اور اس کو مرگی کا مرض لاحق ہو گیا" نعوذ باللہ منھا" اس کے علاج معالجہ کیلئے بہت کوشش کی گئی مگر اسے افاقہ نہ ہوا۔پس ہم طالبعلموں نے مشورہ کیا کہ اگر حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ کی خدمت میں عرض کریں دیکھتے ہیں کہ پذیرائی ہوتی ہے یا نہیں۔اگر پذیرائی نہیں ہوئی تو پھر کسی دوسرے کو عرض کرنے کی ہمت نہ ہوگی۔اس لیے کہ جو رعب و دبدبہ آپ رکھتے ہیں کوئی جرأت نہیں کر سکتا۔لیکن اتفاق سے حضرت خلیفہ محمد باران ؒ وہاں آ گئے۔ہم نے ان کی خدمت میں جا کر عرض گزاری کہ ہوسکتا ہے کہ آپ کی دعا سے بطریق کرامت اس درویش کی مشکل حل ہو جائے۔کیونکہ ایسے امور ان سے اکثر مشہور تھے۔لیکن اس وقت انہوں نے بھی ہماری گزارش پر توجہ نہ فرمائی البتہ انکار بھی نہ فرمایا۔خلیفہ صاحب تشریف لے گئے وہ معاملہ جوں کا توں رہ گیا۔القصہ کئی دن بعد ہم نے سنا کہ حضرت خلیفہ صاحب ؒ تونسہ شریف میں آئے ہیں۔ہم نے اس بیمار فقیر کو ہمراہ کیا اور تونسہ شریف میں حضور کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔اتفاقاً اس دن کسی بزرگ کا عرس تھا۔مغرب کے وقت وظائف سے فراغت کے بعد جناب فخر الاولیاء قدس سرہ لنگر خانہ میں تشریف لائے اور کرسی پر بیٹھ گئے اور اپنے روبرو گوشت،روٹی اور چاول لوگوں میں تقسیم فرمائے۔ہم بھی وہاں کھڑے تھے

تقسیم سے فراغت کے بعد لانگری کو حکم فرمایا کہ کل صبح بکرے ذبح کرنے ہیں۔ایک بکرے کی کھال جلدی اور گرم گرم نکال کر فلاں جعفر کے گھر بھیج دیں کیونکہ اس کے بیٹے کو بخار ہے اسے پہنائیں گے۔لوگوں کے درمیان میں ایک لڑکا کھڑا تھا۔اس نے عرض کی کہ یا حضرتؒ! بیمار میں تھا مجھے صحت ہوگئی ہے۔کھال بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔تعجب کے انداز میں فرمایا کہ تجھے کس طرح شفا ہوئی۔اس لڑکے نے عرض کی کہ جناب خلیفہ صاحبؒ نے مجھے مصری دم کرکے دی ہے۔اسے کھاتے ہی میں تندرست ہوگیا۔اس امر کے سننے پر فرمایا کہ خلیفہ صاحب کو بلاؤ جب ان کو بلایا گیا۔وہ حاضر ہوگئے حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے عتاب کے انداز میں فرمایا کہ اے میاں صاحبؒ! میں تمہیں افغان سمجھتا تھا۔نہیں معلوم کہ تم جولاہا ہو۔اس لئے کہ حق جل شانہٗ اپنے بندوں کے ساتھ نہایت ہی لطیف ورحیم ہے۔تیرا کیا مطلب کہ اس کے بندوں پر ایسا تصرف کرتے پھرو۔اگر ہزار آدمی میرے اس جانب اور ہزارہا آدمی میرے اس جانب یعنی میری دائیں بائیں تڑپ کر مرجائیں۔ہاتھ مبارک کا انگوٹھا اٹھایا اور فرمایا کہ میری اس نرانگلی کو بھی کوئی پرواہ نہ ہوگی کیونکہ خداوند کریم اپنے بندوں کی نسبت خود ہی لطیف ورحیم ہے۔بار بار فرماتے رہے پھر فرمایا کہ میں سمجھتا تھا کہ تو پٹھان ہے۔لیکن لگتا ہے کہ شاید جولاہے ہو۔پس بہت تنبیہ کے بعد اٹھے اور تشریف لے گئے۔مولوی عثمان کہتے تھے کہ ہم وہاں حاضر تھے اور انتہائی غمگین اور پریشان ہوگئے کہ اب ہمارا کام نہیں ہوسکے گا۔کیونکہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ خلیفہ صاحب کو سخت تنبیہ فرمارہے ہیں اور ناراضگی کا اظہار بھی فرمارہے ہیں لہٰذا یہی خیال آیا کہ کچھ عرض کرنا مناسب نہیں ہوگا۔دو تین دن درمیان میں گزرے ہم چونکہ حاجت مند

تے فرصت پا کر ہم جناب خلیفہ صاحبؒ کے پاس چلے گئے اوران سے عرض کی کہ یہ فقیر طالب علم ہے نیک سیرت ہے اور خطرناک مرض میں مبتلا ہے اس کے حق میں دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ اسے شفا عطا فرمائے۔پس خلیفہ صاحبؒ اس عرض پر کچھ دیر خاموش رہے۔اس کے بعد فرمایا کہ اگر چہ میرا دل کسی کو فائدہ پہنچانا نہیں چاہتا پھر اس امر میں حضور قبلہؒ کی مرضی بھی نظر نہیں آتی۔تھوڑی دیر پھر خاموش ہو گئے۔اس کے بعد فرمایا کہ اگر میں تمہیں کوئی دوائی سمجھا دوں تو کرو گے؟ ہم نے خوش دلی سے کہا کہ یقیناً کریں گے۔ہم سمجھ گئے کہ شفقت میں آ گئے ہیں لیکن اخفاء راز کرتے ہیں۔پس انہوں نے نہایت سستی اور آسان چیز بتا دی۔جب ہم نے ایک ہی بار وہ استعمال کرائی تو اس فقیر کو کلی شفا حاصل ہو گئی۔

حضرت خلیفۃ الرحمان

میاں محمد باران قدس سرہٗ کی کرامت

دوم یہ کہ خلیفہ صاحبؒ نے بعض دوستوں سے فرمایا کہ ایک بار حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس مبارک پر تشریف لے گئے اپنی قدیم عادت کے مطابق مجھے تونسہ شریف میں بٹھا کر چلے گئے۔ان دنوں یہ خبر مشہور ہو کر پھیل گئی کہ مغلوں کے لشکر خراسان کی طرف سے اس ملک میں آ رہے ہیں۔ان دنوں اس ملک کے لوگوں کی عادت تھی کہ خراسانیوں کی لشکر کے آنے کے وقت یہ لوگ ان کے خوف وخطر سے بھاگ کر پہاڑوں پر چلے جاتے تھے۔کیونکہ وہ ظالم تھے اور جہاں جاتے لوٹ مار کرتے تھے۔اس مرتبہ بھی ہر ایک اپنے اپنے مواضعات سے



مزار شریف خلیفہ باران محمدؒ



مزار شریف مولوی عبدالرحمٰنؒ بھڈیرا (قبرستان تونسہ شریف)



مزار مبارک خواجہ گل محمدؒ، خواجہ درویش محمدؒ (قبرستان تونسہ شریف)

بھاگ کر کوہستان پر چلے گئے۔ تاکہ ان کی شرارتوں سے بچ سکیں لیکن مجھے یعنی خلیفہ صاحب کو ایک مجذوب نے خبر دی تھی کہ خراسانیوں کا لشکر اس بار اس ملک میں داخل نہ ہوگا۔ اور دھوا شہر کے راستہ سے واپس جائیگا اس مجذوب کی خبر پر اعتماد کر کے ہم کہیں نہ نکلے۔ بلکہ تونسہ شریف میں ہی بیٹھے رہے۔ القصہ اس مجذوب کی خبر کے مطابق لشکر شہر دھوا تک آ کر واپس خراسان کی طرف چلا گیا۔ اور وہ لوگ جو بھاگ گئے تھے واپس آ گئے اور جب جناب مستطاب حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ سفر عرس مبارک سے واپس تشریف لائے۔ تو ملک سنگھڑ کے لوگوں کا یہاں سے بھاگ نکلنے اور ہمارے یہیں بیٹھے رہنے کی خبر آپ کے کانوں میں پہنچی۔ تو بندہ کو خلوت میں طلب فرمایا اور پوچھا کہ جب دوسرے لوگ یہاں سے کوچ کر گئے تو تم لوگ کیوں نہیں گئے۔ میں نے عذر پیش کی کہ غریب نواز! بار بردار اونٹ ہاتھ نہیں آ رہے تھے۔ فرمایا کہ اونٹوں کو کیا کرتے میں نے عرض کی کہ حضور ڈیوڑھی کے پردہ داروں کو اونٹوں کے بغیر ہم کس طرح لے جاسکتے تھے۔ فرمایا کہ ایک لاٹھی ہاتھ میں لے کر ان کو اپنے آگے ہانک کر لے جاسکتے تھے۔ پھر میں نے عرض کی کہ لنگر کے سامان کو میں کیسے لے جاسکتا تھا۔ فرمایا کہ اس سامان کو یہاں ڈال کر چلے جاتے۔ جب کوئی عذر باقی نہ رہا تو خاموش ہو گیا۔ پس فرمایا میاں صاحب! تم بھی ملک میں کیونکر رہ سکتے ہو۔ اور جس ملک میں حاکم بھی لاپرواہ ہوں اور البتہ حاکموں کو تمہاری کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔ جب تم یہاں اس طرح تصرف کر کے بیٹھ گئے ہو۔ اور اگر یہ مشہور ہو گیا کہ تم ایسے لوگ ہو۔ اور حاکم وقت کو اگر کسی وقت کوئی حاجت پیش آئے اور وہ تمہیں کہہ دے کہ فلاں کام ضرور کرنا ہے۔ اور تم دعا مانگو کوشش کرو کہ اس کا کام ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز

ہے تمہارا سوال قبول نہ کرے اور حاکم زور ڈال دے تو کیا کرو گے۔ پس بہتر ہے کہ ایسے حالات میں جو کام دوسرے لوگ کریں تو تم بھی اسی طرح کرو۔ کیونکہ سلامتی کی راہ یہی ہے۔ یہ مسکین کہتا ہے کہ خلیفہ صاحب نے جو مجذوب کے بارے میں اپنے دوستوں کو بتایا تھا وہ بھی اخفاء حال کیلئے تھا۔ لیکن دراصل جو تصرف تھا وہ انہی کا تھا۔ کہ انہوں نے لشکر کو واپس لوٹایا۔ جیسے کہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے۔ پس یہ معلوم ہوا کہ جب اپنے غلاموں کو اظہار کرامت پر اس طرح تنبیہ فرماتے تھے تو خود قصداً کس طرح کرتے ہوں گے۔ اور یہ لفظ بھی بار بار زبان پر لاتے تھے کہ "بر سر کشف کفش باید زد" یعنی کشف کے سر پر جوتا مارنا چاہیئے۔ لیکن چونکہ آنجناب محبوب حق تھے اس وجہ سے ان کے قصد کے بغیر ہزاروں خوارق حق تعالیٰ جل شانہٗ نے ان کے مقام و مرتبہ کو جو عنداللہ تھا ظاہر فرمایا۔ اگر لوگوں کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کیلئے شفقت و رحمت فرماتے ہوئے اگر تقاضا ہوتا، تو شریعتِ مطہرہ کے اندر رہتے ہوئے پوشیدہ طور پر وظائف عطا فرماتے یا حضرت قبلہ عالمؒ کے نام کا "پھنڈر" نذر کرنے کا حکم فرما دیتے۔ مریضوں کے علاج کیلئے پس خوردہ کھانے کا حکم فرماتے کہ "سُور المومنین شفا" یعنی مومن کے جھوٹے میں شفا ہے۔ یا پھر دوا وغیرہ کا حکم فرماتے۔ اور وہ بات جو اختیار کے پردہ سے باہر ہوتی ہرگز زبان حقائق بیان سے باہر نہ لاتے تھے۔

بارش کیلئے دُرودشریف کا وظیفہ بتایا

چنانچہ ایک مرتبہ بارش کا موسم اختتام کے قریب پہنچا اور بارش نہ ہوئی تھی۔

خلق خدا جمع ہو کر انتہائی گریہ وزاری کرتے ہوئے حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے جناب حاضر ہو کر درخواست عرض کی۔ آپ نے فرمایا کہ ستر لاکھ مرتبہ درود شریف پڑھو پس لوگ چونکہ خشک سالی سے تنگ تھے اوران کی جان پر بنی ہوئی تھی۔ ایک ہفتہ میں ایک کروڑ سے زیادہ درود شریف پڑھ کر پھر جمع ہو کر خدمت عالی میں عرض پہنچائی کہ آپ نے جو وظیفہ بتایا ہم نے پڑھا۔ پس اب بارش خدا تعالےٰ سے آپ ہی دلوائیں۔ تمام لوگ تنگ اور پریشان حال ہو گئے تھے۔ فرمایا کہ مجھ سے "بک بکا" نہ کراؤ۔ اب خدا تعالےٰ جل شانہٗ اور اس کے رسول مقبول ﷺ سے "کہنے والا" یعنی ہم اب پانے والے ہو گئے ہیں۔ حق تعالےٰ عنایت فرمائے گا۔ پس اسی دن ظہر کے وقت بادل پیدا ہوئے اور بارش خوب برسی اور رود کوہی کہ اکثر اس ملک کے لوگوں کا گزران اس پر تھا بھرپور طریقہ سے جاری ہوگئی۔ اس حد تک کہ دو ماہ برابر رود کوہی جاری رہی۔ ہر آدمی ممنون و شکرگزار ہوا۔

مریضوں کا علاج

اور مریضوں کے بارے میں جن کی صحت سے طبیب مایوس ہوتے تھے۔ مریض یا مریض کے ورثاء حضور میں آکر استغاثہ کرتے۔ تو آپؒ فرماتے کہ طبیب کے کہے پر اعتبار نہیں۔ کیونکہ وہ گمان کے تابع ہیں اس لئے کہ طب کے تمام قوانین ظنی ہیں۔ خدا تعالےٰ شفا دے گا۔ ایک مرتبہ حاجی خان کا تب بیمار ہو گئے تھے۔ آنجناب نے اس کے معالجہ کیلئے میاں واصل کو جو اس زمانے کے مشہور اور فہیم طبیب تھے۔ منگر وٹھہ سے ان کو بلایا گیا۔ جب طبیب مذکور اس مریض کے سر پر پہنچ گئے تو اس

نے دیکھا کہ پانی بڑی مشکل سے اس کے حلق سے اترتا ہے۔ مریض کو دیکھنے کے بعد حضور کی خدمت میں آئے اور عرض کی کہ اس کے علاج کا وقت نہ رہا۔ کیونکہ حاجی خان علاج کے حد سے گزر چکا ہے۔ پس آپ نے فرمایا کہ تم یہ مایوسی ظن سے بیان کررہے ہو۔ خدا تعالیٰ قادر ہے کہ شفا دے دے۔ پس عشاء کے کھانے کے بعد تھوڑا سا اپنا پس خوردہ کسی کو دیا۔ اور فرمایا کہ ان لقموں کو اپنے ہاتھ سے حاجی خان کو کھلا دو۔ وہ شخص گیا۔ میاں مذکور کا تو حال یہ تھا کہ پانی بھی اس کے حلق سے نہیں اترتا تھا۔ اس شخص نے جا کر کہا کہ مجھے حضرت فخرالاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ اپنے ہاتھ سے میں انہیں کھلادوں۔ حاجی خان سمجھ گیا کہ شفقت آ گئی ہے۔ کوئی عذر معذوری درمیان نہ لایا۔ اور اشارہ کیا کہ لے آؤ۔ اس نے دینا شروع کیا اور وہ کھانے لگا۔ جتنا تھا سارا کھا گیا کھانا بغیر تکلیف کے تھا پس جب وہ ختم ہوگیا۔ مریض مذکور نے کہا کہ مجھے فی الحال تو بالکل صحت ہے۔ پس وہ مکمل صحت یاب ہوگیا۔ اس طرح قادر بخش بلوچ جو کہ پیر بھائیوں میں سے ایک تھے۔ اسے تپ دق لاحق ہوگیا۔ تونسہ شریف میں آ کر حکیم خدایار سے جو کہ ان دنوں تونسہ شریف میں حضرت فخرالاولیاءؒ کے حکم عوام سے علاج معالجہ کیلئے رہ رہے تھے۔ حکیم مذکور نے اس کا علاج شروع کیا لیکن صحت رونما نہ ہوسکی۔ کافی دنوں کے بعد حکیم مذکور نے کہا کہ تپ دق اس بار حد سے بڑھ چکا ہے۔ اس لئے مریض قابل علاج نہ رہا۔ پس قادر بخش مذکور نے اس حکیم حقیقی روحانی یعنی حضرت فخرالاولیاء قدس سرہٗ کی خدمت میں جا کر عرض کی کہ یا حضرتؒ! حکیم صاحب نے میرا علاج کرنے سے جواب دے دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ تمہارا مرض حدِ علاج سے نکل چکا ہے۔ فرمایا کہ حکیم کے کہے پر اعتبار نہیں کیونکہ حکیم

لوگ راہ ظن سے کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائے گا۔ پس کہتے ہیں کہ اسے بھی آپ نے اپنا پس خوردہ یعنی جھوٹا کھلایا اور وہ مکمل طور پر صحت یاب ہو گیا۔

ایسے ہی ایک طالبعلم تھا گل محمد نامی جوانی کی عمر میں اسے تپدق لاحق ہو گیا اور وہ نو ماہ تک اس مرض میں مبتلا رہا، اس کے بعد حکیموں اور طبیبوں نے متفقہ طور پر کہا کہ اس کا بخار درجہ ثالث سے گزر چکا ہے۔ قابل علاج نہیں رہا۔ اس فقیر مذکور نے حضرت قبلہؒ کے حضور اظہار احوال کیا اور حکیموں کی مایوسی کے بارے میں بھی عرض کی۔ اس سے کچھ دیر پہلے وقتِ خلوت میں اتفاقاً ایک شخص نے حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی خدمت میں ایک چھوٹا خربوزہ بطور نذرانہ پیش کیا وہ ابھی رکھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کھالو۔ اللہ تعالیٰ شفا دے گا۔ گل محمد مذکور کہتا ہے کہ میں نے خربوزہ اٹھایا۔ اور اپنی جگہ پر آ کر اسے کاٹا اور کھایا اس کے کھاتے ہی مجھے یوں محسوس ہوا کہ صحت آ گئی ہے۔ پس چونکہ خربوزوں کا موسم تھا میں نے خربوزے خرید کر کھانے شروع کیے۔ تھوڑے دنوں میں تندرست و توانا ہو گیا۔ اور یہ امور مثال کے طور پر حضرتؒ کے اخفاۓ راز اور پردہ داری کے بارے میں ذکر کئے گئے ہیں۔ نہ کہ آپ کے کرامات کو ظاہر کرنے کیلئے۔ اس لئے کہ ایسے امور آنجناب کی نسبت سے قبیلہ کرامات سے نہیں ہیں۔ بلکہ اخفاۓ و پردہ داری کی مثالیں ہیں۔ "بھنڈر" نذر گزارنے کے بارے میں یہ کہ ایک مرتبہ میرے استاد محترم مولوی محمد امین صاحب کے گھر میں مہلک مرض پیدا ہوا۔ کہ ان کی زندگی کی امید کٹ گئی تھی۔ پس جب ان کی بیماری کے احوال انہوں نے حضرت قبلہؒ کے حضور عرض کیں۔ تو فرمایا کہ حضرت قبلہ عالمؒ کی بارگاہ میں بھنڈر نذر کرو جب انہوں نے نذر کی تو فوراً ہی شفاۓ کلی حاصل

ہوگئی۔ جب دوسرے دن حضرت استاد محترم زیارت کیلئے بوقت خلوت حاضر ہوئے تو حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اے فلاں! معلوم کر کہ اس بار صاحب پھنڈر کے لکھے ہوئے کو واپس کیا۔ اور کبھی کبھی خوش طبعی کے طور پر کچھ نہ کچھ فرمایا کرتے تھے اور لوگ اس پر کاربند ہوتے تھے اور مطلب میں پہنچ جاتے اور مقصد حاصل کرتے تھے اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ ان کی عادت شریفہ پردہ داری ہے چنانچہ اگر ملخ پیادہ یعنی رینگنے والی مکڑی "تڈی" لوگوں کی زراعت کو کھا جاتی تو وہ لوگ آپ کی خدمت میں استغاثہ کرتے تھے آپ خوش طبعی کے طور پر تبسم فرماتے تھے کہ "تڈی" کو کہو کہ تمہاری خوراک تو گھاس ہے اور زراعت ہماری خوراک ہے لہٰذا "تڈی" فصل کھانے سے باز آجاتی تھی۔

ایک عورت کے حلق میں خطرناک پھوڑا نکل آیا اور وہ دنبل کی صورت اختیار کر گیا۔ آپ کے پاس اس کے ورثاء حاضر ہوئے کہ اس خطرناک دنبل نے گلہ بالکل بند کر دیا ہے جس کی وجہ سے وہ کچھ کھا پی نہ سکتی ہے۔ آپ نے حکیم کو کہلا بھیجا کہ اس مریضہ کیلئے مناسب دوا تجویز کر کے علاج معالجہ کر دو۔ پس حکیم نے کوئی چیز اس دنبل پر باندھی اور عصر کے وقت پانی حلق سے نیچے گرانا شروع کیا اور عشاء کے وقت تک اسے اتنا افاقہ ہوا کوئی کھانے کی چیز اسے دی گئی اور وہ کھا گئی۔ ادھر سے حکیم علی الصبح کو آئے اس خیال کے مطابق کہ اس پھوڑے میں نشتر لگا کر پیپ وغیرہ نکال لیں گے۔ جب اس نے پٹی کھولی تو دیکھ کر حیرت میں ڈوب گیا۔ کہ وہ خطرناک دنبل کہ جس سے مریضہ کے جان کا خطرہ لاحق تھا۔ اس دنبل کے آثار سے کوئی اثر باقی نہ تھا۔ گویا ہرگز ہوا ہی نہ تھا پس بوڑھیا حیران ہوگئی۔ اور کہا کہ اے قاضی صاحب یہ تو کوئی

اور امر ہے۔ تجھے مبارک ہو۔ پس میں نے اس وقت اس کے کھانے کیلئے کوئی پرہیز نہیں کرایا اور جب میں نے دیکھا کہ کھانے بغیر تکلیف کے کھاتی ہے۔ تو حضور قبلہ کی خدمت میں گیا۔ دور سے دیکھتے ہی فرمایا کہ اے قاضی! اپنی دلہن کی حال حکایت بتا۔ میں نے عرض کی کہ میں حال ہی بتانے آیا ہوں فرمایا الحمد اللہ! حق تعالےٰ نے ہمیں تمہارے شر سے امان دی ہے۔ اور تمہاری دلہن کو دواؤں سے تندرستی حاصل ہوئی ہے۔ دیکھیئے یہاں اخفاء راز اور پردہ داری کا ایسا طریقہ سامنے لے آئے کہ سننے اور پڑھنے والا حیران رہ جاتا ہے۔

جنات تابع فرمان رہے

اگر کوئی شخص جن کی حرکت میں گرفتار ہو جاتا تو وہ حضرت کے جناب استغاثہ کرتا۔ اگر خوشی کا وقت ہوتا تو پیغام بلکہ حکام سلیمانی نافذ فرما کر ان جنوں کی طرف بھیجتے تو وہ جن آپ کے حکم سے نکل کر چلے جاتے۔ چنانچہ میاں حاجی خان کاتب نے حکایت کی کہ جب میرا بڑا بیٹا جس کا نام غلام محمد ہے۔ جب چلنے پھرنے کی حد کو پہنچے تو اس نے چلنا شروع کیا۔ لیکن ابھی تک اس نے بولنا نہ سیکھا تھا۔ بعض اوقات جب کہ ہم کمرے سے باہر بیٹھے ہوتے تھے اور کمرے کا دروازہ کھلا ہوتا تھا۔ مذکورہ بیٹا اگر کمرہ کے اندر چلا جاتا اور پھر جب واپس باہر آتا تو کوئی میٹھی چیز یا تازہ پکی ہوئی چیز دامن میں لئے باہر آجاتا تھا۔ ہم حیران ہوئے تھے۔ کہ یہ کہاں سے لایا ہے۔ کیونکہ ہمارے گھر میں اس جنس کی کوئی چیز نہیں ہے خاص کر یہ کہ اس قدر پکی ہوئی تازہ اور گرم چیز کہاں سے آئی ہے؟ تین چار مرتبہ یہ احوال ہم نے مشاہدہ کئے

نقصان پہنچنے کے خطرہ کے پیش نظر ہم نے حضور قبلہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی
خدمت میں عرض کی کہ اگر چہ ابھی تک ہمیں ان سے کوئی نقصان وغیرہ نہیں پہنچا۔ لیکن
ہم نے یہ صورت حال تین چار بار دیکھی ہے۔ آئندہ آپ مالک ہیں آپ نے فرمایا
کہ یہ جنوں کی حرکت ہے۔ تم اپنے گھر کے دروازہ پر کھڑے ہو کر مجھ سے کہو کہ یہ
میرے گھر سے دفع ہو جائیں وگرنہ اچھا نہ ہوگا۔ پس میں نے حسب ارشاد جا کر کہا
جیسے کہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ نے مجھے فرمایا تھا۔ چنانچہ وہ اثرات اس امر کے
بعد ہم نے کبھی نہ دیکھے۔

اسی طرح مولوی اللہ بخش صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم اپنے
مکان میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص لاغر جسم اور خشک شدہ چہرہ ہمارے مکان پر آیا
اور بیٹھ گیا۔ ہم نے حیرت سے اس کی شکل وصورت اور چہرہ مہرہ کو دیکھ کر اس سے
پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا کہ میں پچھی سے آیا ہوں اور جن کی حرکت
میں گرفتار ہوں۔ اور میں پیروں کے درباروں میں گیا ہوں اور بہت سے حیلے وغیرہ
کئے۔ لیکن یہ بلا مجھ سے دفع نہیں ہوئی ہے۔ اب میں یہاں آیا ہوں۔ لیکن کسی بھی
شخص سے کوئی واقفیت نہیں رکھتا اگر تم میں سے کوئی شخص "اللہ کے نام" پر مجھے ہمراہ
کر کے حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی بارگاہ میں لے جا کر میرا حال عرض کرے کہ
شاید مجھے شفا حاصل ہو جائے۔ تمہیں ثواب ہوگا پس اس وقت حاجی بلال ہمارے
پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے ان سے کہا کہ اس مسافر کا کام تیرے ذمہ ہے۔ حاجی
صاحب مذکور نے اسے ہمراہ لیا اور حضور انور کی خدمت میں چلا گیا۔ گھنٹہ دو گھنٹہ بعد وہ
واپس آ گئے۔ ہم نے دیکھا کہ اس کے چہرہ کی حالت پہلے کے مقابلے میں کچھ فرق

ظاہر کر رہی ہے۔ اس کے احوال پوچھے تو حاجی صاحب مذکور نے بیان کیا کہ اسے حضور قبلہ کی خدمت میں لے کر گیا اور اس کے احوال عرض کیئے۔ شاید کہ وہ اچھا وقت تھا۔ فرمایا کہ اے حاجی صاحب! اس شخص کو فلاں جگہ کہ جہاں ایک پیپل کا درخت کھڑا ہے۔ اس درخت کے پاس کھڑا ہو کر ہماری طرف سے کہو کہ اس غریب کو کیوں خراب کیا ہے؟ آئندہ کیلیئے اسے چھوڑ دو میں نے وہی پیغام بلکہ نافذِ حکم سلیمانی پہنچایا۔ اس سے پہلے اس شخص سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس پیغام کے پہنچانے کے سے پہلے گویا میرے کندھوں پر سو من کا بوجھ تھا جو اب اُتر گیا۔ اور میرے جسم میں طاقت پیدا ہوگئی ہے۔ میں احوال کے بارے خود جانتا ہوں کہ مجھے شفا حاصل ہو چکی ہے۔ پس ایسے امور کو پیغام کے پردہ میں درست فرماتے تھے۔ اور اگر کوئی شخص فریاد کرتا تو خصوصی کرم فرما کر ان کی فریاد سنتے اور ان کے رنج کو دور فرمادیتے۔

دریاؤں میں طغیانی آنے پر لوگوں کو بچالیا

دریاؤں میں طغیانی کے موسم میں لوگ فریاد لے کر آتے کہ ہماری زمین دریا برد ہوگئی ہے۔ تو حکم فرماتے کہ اللہ تعالےٰ کا نام کسی ڈھیلے پر پڑھ کر دریا میں ڈال دو۔ جب لوگ ایسا کرتے تو دریا وہاں پر سے واپس لوٹ جاتا۔ چنانچہ ایک مرتبہ والد بزرگوار نے اس مسکین سے اس طرح فرمایا تھا کہ ہمارے تمام کام ختم ہو چکے تھے۔ جب کہ دریا نے ہماری زمین کا ایک ڈھیلا بھی نہ چھوڑا تھا۔ کسی کو آپ نے ڈھیلا دم کر کے دیا تھا کہ اس کو وہاں ڈال دو جہاں سے زمین دریا برد ہوگئی ہے۔ جب لوگ یہ عمل کرتے تو مراد حاصل کر لیتے۔

کشف قلوب

دوسری بات کشف قلوب سے متعلق ہے کہ ہر مجلس میں لوگوں کو بارہا معلوم ہوجاتا تھا۔ لیکن جملہ امور میں اخفا پردہ داری کو خاص طور پر ملحوظ رکھتے تھے۔ ہر شخص اپنا مقصود حاصل کرتا اور آپ کے ارشادات سے قلبی معاملات کو سمجھتا اور حالات کو جان لیتا تھا۔ اور کشف سے تمام واردات قلبی کے معاملات کو کبھی کبھی اشاروں، کنایوں کے ساتھ بیان فرماتے تھے اور متعلقہ افراد حیران ہوکر لاجواب ہوجاتے تھے۔ کسی کو ہمت نہ تھی کہ اس بارے میں کچھ کہہ سکے۔ کیونکہ آپ کے رعب و دبدبہ کی وجہ سے کوئی دم نہیں مار سکتا۔ اگرچہ آپ ہر ایک سے شفقت، پیار اور انتہائی کرم سے پیش آتے تھے اور ان کے ذہن، قلب اور نیت کو بھانپ کر بات فرماتے تھے۔ چنانچہ یہ مسکین کاتب منتخب طالب علمی کے زمانے میں تونسہ شریف میں رہتا تھا۔ سر نہیں منڈاتا تھا اور سر پر بال رکھے ہوئے ہوتا تھا۔ ایک دن میں خدمت میں حاضر تھا۔ گوشۂ چشم مبارک سے اس مسکین پر خاص کرم فرمایا کہ روئے مبارک دوسری جانب کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ مولوی جو سر نہیں منڈاتے ان کی نماز جائز نہیں ہوتی۔ میں نے خیال کیا کہ شاید غسل جنابت کے وقت ہم پانی کی تری پہنچانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم نے پڑھا ہے۔ کہ "تحت کل شعر جنابۃ" یعنی ہر بال کے نیچے جنابت ہے۔ پس آخر حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ کس وجہ سے فرمارہے ہیں کہ ان کی نماز جائز نہیں ہوتی۔ یہ خیال میرے دل میں آیا کہ دوبارہ حضرتؒ نے نظر عنایت سے سرفراز فرمایا۔ کہ لفظ مبارک یوں ارشاد فرمایا کہ صاحب! سر کے بالوں پر لگانے والا روغن یعنی تیل

جو تم بقالوں سے خریدتے ہو اور اس کو تم بالوں پر لگاتے ہو وہ سارا روغن یعنی تیل ناپاک ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ان کے ہاتھ پاک نہیں ہوتے اور ان کا تمام تر کام ناپاک ہوتا ہے۔ ہرگز کافروں یعنی کراڑوں سے یہ یقین نہ رکھا جائے کہ ان کی چیزیں پاک ہوتی ہیں۔ پس بندہ نے جب اس قسم کا شافی جواب سنا تو یقین سے معلوم کر لیا کہ اگرچہ تیل کراڑ دکان داروں سے ہم نہیں خریدتے پھر بھی پاک ہاتھوں سے نہیں نکالے جاتے۔ اس پر بندہ متنبہ ہوا۔ اور اسی روز وقت نماز آنے سے پہلے سر حلق کرایا یعنی سر منڈوا دیا۔ پھر ایک روز قیلولہ کے وقت حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ' کی خدمت میں حاضر تھا۔ جبکہ آپ چارپائی پر آرام فرما رہے تھے۔ موجود لوگوں نے تبرک کے طور پر حضرتؒ کے پاؤں کو دبانا شروع کیا۔ کچھ دیر کے بعد آپ نے فرمایا جاؤ آرام کرو۔ بندہ جو کہ لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے حضرت قبلہؒ کے پاؤں مبارک کو چھونے اور مساس کرنے کی سعادت حاصل نہ کر سکا۔ کیونکہ بندہ بنگلہ کے ستون کے ساتھ ٹیک لگائے حضرت قبلہؒ کے چہرہ مبارک کے سامنے کھڑا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ حضور مجھے بھی یہی فرمائیں گے کہ جاؤ آرام کرو۔ بھلا آرام کی جگہ دنیا میں سوائے اس مکان شریف کے اور کہاں میسر آ سکتی تھی۔ مجھے جب یہ خیال آیا تو حضرت قبلہؒ اس وقت آنکھیں بند کئے ہوئے تھے۔ پھر اچانک اور فوراً آنکھیں کھولتے ہوئے فرمایا کہ "فروا الی اللہ" یعنی پس اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑو" پس ایسا کشف قلوب اور جواب باصواب ہر، ہر مجلس میں دیا کرتے تھے ہر بندہ دل ہی دل میں حیران رہ جاتا تھا۔ لیکن چونکہ یہ سب پردۂ اخفاء میں ہوتا کوئی کسی کے سامنے اظہار نہیں کر سکتا تھا اور ایسے امور ہیں ان میں سے بعض زیر قلم آ سکتے ہیں۔ اگر انہیں تفصیل سے لکھا جائے

تو ایک الگ کتاب مرتب ہو سکے گی۔ تاہم ان میں سے چند ایک بطور تمثیل حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی اخفاء پردہ داری کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ان چیزوں کی مثالیں اور ان کے علاوہ بھی کچھ باتیں ذیل میں تحریر کی جاتی ہیں۔

بادشاہوں اور حاکموں کی اصلاح

چنانچہ ان میں سے ایک یہ کہ حکومت سے معزول کرنا اور دوسرے کو تخت پر بٹھانا۔ اگرچہ اس سلسلہ میں دوسرے فقیروں اور بزرگوں کی بڑی بڑی کرامتیں نظر آتی ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو حضرت قبلہ کے جلیس وقرین رہے ہیں یعنی جن لوگوں کو حضرتؒ کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کا اور قریب ہونے کا شرف حاصل رہا ہے۔ اسے کرامت بھی تصور نہیں کرتے۔ پس جب تمہید سے فارغ ہوئے۔ بتوفیق اللہ تعالے شانہٗ تین چار امر جو کہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے عجائب وغرائب سے ہیں۔ ان میں سے بعض مشہور ہیں اور غیر مشہور۔ مشت نمونہ وخروار ذکر کیا جاتا ہے۔ تاکہ یہ منتخب اس ذکر سے خالی نہ رہ جائے۔ ان میں سے بعض کو صاحب کتاب نے مناقب شریفہ میں بیان کیا ہے۔ ان کو اپنے علم کے مطابق تلخیص کرکے تحریر کیا جاتا ہے۔

طغیانی کے باوجود دریائے سندھ کا پانی کمر تک رہا

اول یہ کہ ایک مرتبہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ اپنے قدیم دستور کے مطابق حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس مبارک پر حاضر ہوئے۔ اور عرس شریف کے اختتام پر آپ واپس ہوئے۔ اور ہم بھی ان دنوں تونسہ شریف میں علم حاصل کر رہے تھے۔ مختصر یہ کہ جب تونسہ شریف میں خبر پہنچی۔ کہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ آج

دریائے سندھ کو اس طرف عبور کریں گے۔ چنانچہ حسب عادت قدیم لوگ آپ کے استقبال کیلئے روانہ ہوئے۔ بندہ کاتب منتخب بھی اپنے بعض دوستوں کے ہمراہ استقبال کیلئے روانہ اور دریا کنارے دستی شاہ جی کے مقام پر پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ ایک شیشم کے درخت کے نیچے جو کہ اس موضع پر بہت بڑا درخت تھا۔ اترے ہوئے تھے پس ہم قدم بوسی سے مشرف ہوئے۔ ملاقات کے بعد دوسرے درویش اور علماً جو کہ حضور معلیٰ کے ہمرکاب تھے۔ وہاں پہنچ گئے اور ہم نے سنا وہ جو کہہ رہے تھے کہ آج دریا عبور کرنے کے سلسلہ میں حضرت صاحب قبلہؒ اور تمام خادموں اور درویشوں کے قافلہ سمیت عجیب واقعہ پیش آیا۔ پس ہم اس بارے استفسار اور کھوج لگانے کی تفصیل میں لگ گئے۔ اور ہم تمام ایک طریقہ سے مستفید ہوئے اور وہ یہ کہ انہوں نے بتایا کہ دریا مذکور دو جگہ سے تقسیم ہو کر جاری ہے۔ ایک حصہ مشرق کی طرف اور ایک مغربی کنارے کی طرف جاری ہے۔ لیکن چونکہ طغیانی کا موسم تھا ہر دو جگہ پر دریا کمال درجے کی موجیں مار رہا ہے۔ اور کشتی بھی ہر دو جگہ پر موجود ہوتی رہی ہے۔ پس جب حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ تمام درویشوں کے ساتھ مشرقی دریا کو کشتی سے عبور فرما کر مغربی دریا کے کنارے پر پہنچے تو دیکھا کہ یہاں کشتی موجود نہیں ہے۔ تو آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ کشتی کہاں ہے؟ اس جگہ کے بعض لوگوں نے اظہار کیا کہ غریب نواز! ملا حان نے حضور کو دریا عبور کرانے کے لئے گزرگاہ پر کشتی باندھ رکھی تھی۔ کہ علاقہ کا ضلعدار بدیال جو کہ حاکم سنگھو ناظم ملتان کی طرف سے مقرر ہوا ہے۔ سخت بدخواور کافر ہے۔ یہاں آیا کشتی کو زبردستی کھلوایا اور لے گیا۔ ملاحوں نے ہر چند منت سماجت کی اور دوسرے لوگوں نے بھی اسے کہا کہ

دو گھنٹے توقف کرو۔ کہ حضرت صاحبؒ مشرقی دریا کو عبور کر کے آ رہے ہیں اور یہ کشتی ان کیلئے کھڑی ہے۔ لیکن اس نے کسی بات پر التفات نہ کی۔ چونکہ موسم انتہائی گرم تھا دونوں دریاؤں کے درمیان ریگستان تھا کہ ہندی "تیھنگ" کہتے ہیں جو کہ بہت ہی گرم ہو چکا تھا۔ کوئی سایہ دار درخت بھی موجود نہ تھا۔ شدت گرمی سے سورج بھی تڑپ رہا تھا۔ اور نیچے سے ریتلی زمین آگ اُگل رہی تھی۔ حضرتؒ کے قافلے کے لوگ بہت ہی پریشان تھے۔ آخر حضور قبلہ کے درویشوں اور خادمین نے دوڑ بھاگ کر تین لکڑیاں تلاش کر کے لے آئے اور انہیں زمین پر گاڑ کر ان کے اوپر کمبل اور دوہر جو کہ ان کے پاس تھے ڈالدیئے۔ صرف حضور قبلہ کیلئے سایہ تیار کیا اور پنکھا ہاتھ لئے ہلا رہے تھے اور ہوا دے رہے تھے۔ لیکن گرمی بہت سخت تھی مکمل اثر ڈال رہی تھی اور لوگ پسینے سے شرابور تھے اور انتظار اس کے علاوہ تھی پس آپ نے غازی خان گورمانی کو جو حضرتؒ کے غلاموں میں سے تھے۔ اور اخلاص کے ساتھ حضرتؒ کی خدمت میں موجود تھے۔ دراصل وہ دریا کے کنارے ہی سکونت رکھتے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ کسی آدمی کو اس حاکم کی طرف بھیجو اور کہو کہ کشتی بھیج دو تا کہ درویش دریا عبور کر سکیں۔ اگر وہ انکار کرتا ہے تو پھر چند ایک تیراکی جاننے والے جوان لے آؤ تا کہ وہ فقراً کیلئے دریا عبور کرنے کے اسباب فراہم کر سکیں۔ اور نیز فقراً کو سنداریوں کے ذریعے دریا عبور کرائیں۔ القصہ وہ حاکم بہت مغرور اور بے حیا تھا۔ اس نے کشتی دینے سے صاف انکار کیا۔ ابھی غازی خان مذکور اور اس کے تیراک نہیں پہنچے تھے۔ کہ میاں خدا بخش لانگری نے حضور کی خدمت میں عرض کی کہ ایک دو سنداری موسم طغیانی کی وجہ سے ہمارے پاس ہیں۔ اگر حضور انور کی مرضی ہو تو بعض اشیاء، سامان

وغیرہ اور فقراً کو ان کے ذریعے سے دریا عبور کرالیں ۔حکم فرمایا کہ بہتر ہے شروع کرو
حق تعالیٰ آسان فرمادے گا۔اس کے بعد آپ نے قرآن شریف منگوایا۔ باوجود
اس پریشانی کے آپ اپنی عادت مبارکہ اور معمول کے مطابق ہمیشہ نماز ظہر کی ادائیگی
کے بعد تلاوت کرتے اور مقررہ منزل پڑھتے تھے۔اس دن خلاف معمول قرآن
شریف کھول کر تلاوت شروع فرمائی ۔ ارشاد کے مطابق حلقہ درویشوں میں ایک
دوجوان جو کہ کچھ تیراکی کا طریقہ جانتے تھے سنداری اٹھائی اور کچھ سامان ، پارچہ
وغیرہ سر پر رکھ کر دریا کے کنارے پر آ گئے۔انہوں نے دیکھا کہ دریا پہلی صورت سے
بھی زیادہ خطرناک اور تندوتیز موجوں کے ساتھ بہتا دکھائی دے رہا ہے لیکن کچھ زیادہ
خائف نہ ہوئے ۔اور دریا میں قدم ڈال دیئے اور چلتے گئے اور یہ تصور کئے جارہے
تھے کہ جہاں کہیں زیادہ گہرائی ہوگی وہاں سنداریوں پر سوار ہوں گے۔آخر چلتے چلتے
مغربی کنارے پر جا پہنچے لطف یہ ہے کہ شدید موجوں ،خطرناک اور تندوتیز بہاؤ سے
کہیں بھی سامنا نہ ہوا۔ بلکہ پانی کہیں بھی کمر سے اوپر نہ گزرا۔ نیز یہ کہ پانی میں تیزی
وتندی بھی ہرگز نہ تھی جو تکلیف اور پریشانی کا باعث بنتی ۔پس جو دوسرے درویش
کنارے پر کھڑے تھے اور اس حال کا مشاہدہ کررہے تھے۔ وہ لوگ جو سنداری
اٹھائے ،اشیاء وسامان وغیرہ لے کر گئے تھے واپس آ کر یہ اظہار کیا کہ دریا کے پانی
میں کہیں بھی کوئی گہرائی یا تیزی ہماری راہ میں حائل نہ ہوئی ۔ بلکہ کمر سے اوپر بھی نہیں
ہے اور نہ ہی اس میں تیز بہاؤ کی تکلیف پیش آتی ہے بلکہ ٹھہرے ہوئے پانی کی مانند
بالکل آرام سے محسوس ہوتا ہے۔ پانی بہنے کا کوئی احساس تک نہیں ہو رہا، کیونکہ قدم
بالکل آرام وسکون سے اٹھائے اور رکھے جا سکتے ہیں کوئی خلل اور دقت نہیں ۔یوں

لگتا ہے کہ جیسے خشک ہو چکا ہے اور پانی میں چلنے والا گویا خشکی پر جا رہا ہے۔ پس جب دوسرے درویشوں نے یہ حال سنا اور دیکھا تو ہر ایک نے اپنا اپنا سامان، پارچہ، دیگر اشیاء وغیرہ سر پر رکھا، کنارے پر پہنچے اور دریا عبور کر گئے اگر کوئی شخص گھوڑے والا تھا اس نے اپنے گھوڑے کو لگام سے پکڑا اور دریا عبور کیا اور گھوڑے کی "تنگ" اسی طرح خشک رہا۔ کیونکہ گھوڑے کے پیٹ تک پانی نہ پہنچا تھا، اسی طرح اونٹوں والے اونٹوں کی مہار پکڑے دریا پار کر گئے۔ دو تین آدمیوں کے پاس گدھے یا خچر تھے وہ بھی اپنی ان سواریوں کے لگام پکڑے پانی سے گزر گئے انہیں بھی پانی پیٹ تک نہ چڑھ سکا۔ اور کہیں پھسلن بھی نہ تھی اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ ایک دوست نے آنکھوں دیکھا حال سنایا کہ لمبے قد والے جوانوں اور چھوٹے قد والے لوگوں میں فرق نہ تھا سب کو پانی کمر تک رہا اوپر نہ چڑھا۔ چنانچہ انہوں نے مزید آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے بتایا کہ نور حسن ملاں سوکڑی کا قد لمبا تھا اور احمد علی بلوچ جو کہ ہنسی ومزاح میں مشہور تھا اس کا قد بالکل چھوٹا تھا دونوں سوکڑ بستی کے رہنے والے تھے وہ دونوں بھی دریا میں داخل ہوئے اور ہم نے دیکھا کہ جب وہ پانی میں جا رہے تھے تو دونوں کو پانی کمر تک ہی رہا۔ مختصر یہ کہ غازی خان اس دوران تیراک لوگوں کے ہمراہ سنداریاں ہاتھوں میں لئے آ گئے اور جب وہاں پہنچے تو ان سے پہلے ہی تمام درویش اور حضور کے قافلہ کے لوگ دریا عبور کر چکے تھے مگر حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ' جس جگہ دوہرہ کے سایہ میں چند خدام کے ساتھ تشریف فرما تھے وہیں موجود تھے۔ چنانچہ غازی خان مذکور ایک چارپائی اٹھا لایا اور سنداری اس چارپائی کے نیچے مضبوطی سے باندھ لی اور حضرت فخر الاولیاءؒ کو اس چارپائی پر بٹھا کر اور سنداری کے بادبان کو پکڑ کر پانی عبور

کر کے کنارے پر پہنچا اور جس وقت حضرتؒ اس کنارے پر پہنچے تو گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ سردار خان تنگوانی نے بھی شاید خبر سنی تھی وہ بھی کافی تیراک افراد اور سنداریاں ہمراہ لئے وہاں کنارے پر حاضر ہو گئے مگر ان کو کوئی زحمت نہ کرنی پڑی۔ ایک دوست نے یہ بھی بتایا کہ جس وقت حضور قبلہ تلاوت قرآن شریف میں مشغول تھے اس وقت درویشوں کو پانی سے گزارتے رہے۔ میاں واصل جو کہ حضور قبلہ کے منشی تھے اس سایہ کے قریب کھڑے تھے اور دریا کے احوال کو دیکھ رہے تھے تو اس وقت کہنا شروع کیا کہ آج حضرت قبلہؒ نے دریا کو "ہاتھ" کیا ہوا ہے۔ ایک اور دوست ان کے پاس کھڑا تھا۔ شاید کہ وہ خود کو زیادہ فہیم اور ذی عقل سمجھتا تھا اس کے یعنی میاں واصل کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ "اے بے عقل! خاموش کیا تم مخلوق کو غرق کرنا چاہتے ہو۔ میاں! ایسے امور میں پردہ داری درکار ہے حق یہ ہے کہ وہ دوست سمجھ گیا کہ حدیث نبوی ﷺ کے تقاضا کے مطابق یہی پردہ داری ہے۔

چاکر خان اور دوسرے لوگ بھی ان کے ہمراہ تھے جبکہ سردار خان تیراکوں کو لے کر آیا تو اس وقت حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ دریا کے کنارے سے بستی شاہ کی طرف تشریف لے جا چکے تھے اور قافلہ کے دوسرے لوگ بھی اس سے پہلے بستی شاہ مذکور میں پہنچ چکے تھے۔ ہم نے دیکھا کہ عظیم خان نامی ایک افغان جو سکھ سرکار کا ملازم تھا اور جمعدار کے حوالہ سے مشہور تھا۔ وہاں پہنچا اور کہا کہ میں نے بھی دریا عبور کرنا ہے بعض درویشوں نے اسے بتایا کہ دریا کا پانی کم ہو چکا ہے "ہاتھ" ہے اور پانی کمر تک ہے ہم سب بغیر کشتی کے دریا عبور کر چکے ہیں۔ اس نے درویشوں کی باتوں پر اعتماد کیا اور دریا یعنی پانی کی طرف چلا گیا کسی سے اس نے پوچھا کہ درویشوں نے کس جگہ سے دریا عبور کیا

ہے؟ جب اسے بتایا گیا تو اس نے اپنا سامان سر پر اٹھایا اور پانی میں قدم رکھا۔قدم رکھتے ہی پانی کی گہرائی، تندی و تیزی محسوس ہوئی، قریب تھا کہ پانی کے ساتھ بہہ جاتا مگر جلدی جلدی واپس ہوا اور بال بال بچ گیا۔اور آ کر درویشوں پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا اور کہا کہ تم نے مجھ سے مذاق کیا ہے۔اتنے میں کسی نے اس سے کہا کہ اے احمق ان درویشوں کا گزرنا ایک راز تھا جو کہ اسرارِ حق میں سے تھا۔تو دریا کی صورت نہیں دیکھ رہا کہ کس طرح خطرناک اور تند و تیز موجیں لئے بہہ رہا ہے اور چنگھاڑتا جا رہا ہے۔اور موسم کو بھی نہیں دیکھ رہا ہے کہ اس موسمِ طغیانی میں دریا میں کمی کہاں متصور کی جا سکتی ہے۔بندہ مسکین کاتب منتخب کہتا ہے کہ اس کے بعد ہم تمام حقیقت حال تک پہنچ گئے۔لیکن چونکہ واقعہ تازہ تھا اس لئے ہم نے ایک ایک دوست اور ہمراہی سے پیش آمدہ حالات کے بارے میں گفتگو کی اور چشم دیدہ حالات دریافت کئے اور مکمل معلومات حاصل کیں اور مطمئن ہو گئے۔اس کے علاوہ ہم مزید منتظر رہے کہ آیا اس بارے میں کوئی اور بندہ جسے ہم نہ سن سکے آتا ہے اور مزید کچھ بیان کرتا ہے۔مزید نہ اس وقت کسی نے کچھ بتایا اور نہ ہی بعد میں۔پس قیلولہ کے بعد جب نماز ظہر ادا فرمائی تو اس شیشم کے درخت کے نیچے حضرت قبلہؒ تشریف فرما ہوئے۔کسی شخص نے دریا کے بارے میں قیل و قال شروع کی تو حضرت فخر الاولیاءؒ نے فرمایا کہ آج غازی خان نے دریا کو کم اور "ہاتھ" کیا ہے۔غازی خان بھی محفل شریف میں حاضر تھا جب اس نے حضرت قبلہ قدس سرہٗ کی خوش طبعی کے لہجہ کو دیکھا تو کہا یا غریب نواز! ہم تو ہمیشہ دریا کے کنارے ہی وطن رکھتے ہیں اور ہم ایک دوسرے کے ہمسائے ہیں۔اس کے باوجود ہم اس سے اتنی آشنائی پیدا نہ

کر دے کہ خفیہ طور پر غازی خان کی بات مان کر کچھ رعایت برتتا۔ کچھ لحظہ بعد حضرت فخرالاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ دریائے نیل نے حضرت موسیٰ کلیم اللہؑ کی فرمانبرداری اور اطاعت کی تھی آخر ہم بھی اپنے نبی پاک حضرت صاحب لولاک ﷺ کا کلمہ پڑھتے ہیں۔

فائدہ

جان لیں کہ حضرت فخرالاولیاء قدس سرہٗ کے یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں اس پر کہ ایسے امور بھی آنجناب سے اظہار کرامت کے نہیں بلکہ محض سرکار ﷺ پر کلمہ شریف پڑھنے کی برکت سے واقع ہوئے جب کہ یہ بھی عیاں ہے کہ کلمہ شریف ہر مسلمان پڑھتا ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ کرامت کا بے مقصد اظہار قصہ کے اسباق سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ اور ایضاً یعنی محتاجوں کی حاجت روائی جو کہ سینکڑوں کی تعداد میں ریگستان کے تپتے ہوئے صحراؤں اور جھلسا دینے والی مٹی و ریت پر تڑپ رہے تھے۔ جو کچھ ہوا اس سے واضح ہیں یہ مسکین دوبارہ عرض کرتا ہے کہ ہم نے اسے عجائب سے شمار کیا ہے نہ کہ اس جہت سے کہ آنجناب نے ایسے خطرناک دریا کو بغیر کشتی کے پار کیا۔ اگر ایسے ہوتا تو بھی عجیب نہ ہوتا کیونکہ ایسے امور بہت سے بزرگوں سے معروف و منقول ہیں لیکن عجیب بات یہ ہے کہ خود آنجناب نے اسباب شرعی کے پردہ کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ کیونکہ آپ نے " کھٹ " یا چارپائی اور سنداری کی صورت میں جو دریا عبور کرنے کے اسباب ہیں ان کے ذریعے سے دریا کو عبور فرمایا۔ اور قافلہ کے سینکڑوں لوگ جو کہ اکثر عوام الناس تھے آپ جیسے اکمل ولی کے کمال برکت سے ایسے

تند وتیز موجوں والے دریا کو آسانی سے عبور کر گئے۔ گویا وہ سارے کے سارے کامل تھے اور ظاہری طور پر ذہن یہ بات سمجھنے سے قاصر ہیں کہ یہ امر دریا کے قبیلہ ادب کے پہلو سے تھا۔ شدید انتظار کی وجہ سے علماء فقراء اور درویش اور دیگر لوگ پریشان تھے کیونکہ یہ افراد محبوبِ رحمان کے ہمراہ تھے تو گویا دریا نے حق جل شانہٗ سے اجازت لے کر آپ کے ہمراہیوں کو راستہ دیا تاکہ انتظار کی شدت، گرمی کی حدت اور ریت کی تپش کی مشقت ان درویشوں اور خدام سے دور ہو جائے تاکہ آسودگی اور سلامتی کے ساتھ ساحل پر پہنچ جائیں۔

اشعار ؎

(1) مرد چوں شد راست بہ فرمان رب	ارض وسما باشد ازو پُر ادب
(2) بحر ادب ورزد و فرمان برد	نار شود سرد ز نور شد دود
(3) لشکر تائید وی باد شد	تیغ کنی لشکر آں عاد شد
(4) موم بہ بین آہن داؤد را	بادشنا سا است خط ہود را
(5) عاقل و دیوانہ ہمہ پیش رب	دوست را دوست شدہ با ادب
(6) عقل و ادب گر نبود یار شان	بہر چہ گردید ستون بر فغان

ترجمہ: (1) آدمی جب اللہ تعالیٰ کا سچا اطاعت گزار ہو جاتا ہے تو زمین اور آسمان اس کے ادب سے بھر جاتے ہیں یعنی ہر جگہ اس کا ادب واحترام ملحوظ رکھا جاتا ہے۔

(2) دریا و سمندر ادب اختیار کرتے ہیں اور فرمانبردار بن جاتے ہیں بھڑکتی آگ اور اس نور سے بھاگتی اور سرد پڑ جاتی ہے۔

(3) ہوا کی موجوں نے اس کی تائید کی لیکن جب کہ وہی ہوا قوم عاد کی بربادی کی وجہ بنیں۔

(4) لوہے کو دیکھ کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے موم بن گیا اور ہوا حضرت ہودؑ کے خط کو جانتی تھی۔

(5) عقل مند اور دیوانہ رب تعالےٰ کے سامنے ادب کے ساتھ اس کے دوست سے دوستی کرنے لگے۔

(6) عقل اور ادب اگر ان کے دوست نہ ہوتے تو ستون نے نالہ آہ کیوں کیا۔

فائدہ

دیگر یہ کہ صحیح ثبوت کے ساتھ نقل کیا گیا ہے کہ جب دریا کو کم ہونے کا حکم ہوا دریا نے آنجناب کے درویشوں کیلیے راستہ کھول دیا تھا۔اور یہ بات مشہور ہوگئی تھی۔ یہاں تک کہ جب یہ خبر قدوۃ الاولیاء حضرت مولانا مولوی خدابخش خیر پوری کے کانوں میں پہنچی تو فرمایا کہ آفرین ہو اس جوان مرد کے حوصلہ حلم، جرأت اور فراخی پر کہ دریا کو بھی باقی نہ چھوڑا اور درویشوں کے کام کو بھی بخوبی سرانجام فرمادیا۔اور اگر ایسا حوصلہ نہ فرماتے تو وہ دریا ایسا خشک ہوجاتا کہ قیامت تک چڑیا کی چونچ کے برابر پانی کی تری باقی نہ رہتی۔

تونسہ شریف میں ربیع الاول

میں اچانک لوگوں کا ہجوم

اس سے بھی عجیب تر واقعہ ایک مرتبہ یوں رونما ہوا کہ بارہ ربیع الاول شریف کی گیارہ، بارہ تاریخ ۱۲۶۳ھ کو تونسہ شریف سے ملک شمال جو کہ ملک دامان ومکلوادہ کے نام سے مشہور ہے۔ وہاں کے لوگوں نے تونسہ شریف پہنچ کر اس قدر ہجوم و مجمع کیا کہ شاید حج کے موسم میں مکہ معظمہ اور منا شریف میں ہوتا ہوگا۔ لوگ پروانہ وار حضرت فخر الاولیاءؒ کے شمع جمال جہان آراء پر ہجوم کر کے ٹوٹ پڑے۔ مشتاقانِ دید تشنہ کاموں کی طرح اس چشمہ فیض الٰہی پر جلد پہنچنا سعادت ابدی سمجھتے تھے۔ مرد اور عورتیں جمع ہو کر اور دوش بدوش ہو کر حاضر ہونے لگے کسی طرح بھی وہ منع و عتاب کے باوجود رکنے میں نہ آتے تھے۔ پس اگرچہ عاشقان دیدار نور بار سے ہمیشہ مشرف ہوتے تھے۔ لیکن اس بار لوگوں کا ہجوم اور بے قراری کا عجب سماں تھا۔ یہاں کے لوگ اور خدام یہ منظر دیکھ کر حیرت میں ڈوبے ہوئے تھے کہ یارب! یہ کیا معاملہ رونما ہو گیا ہے؟ اور اس ملک کے لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ یوں لگتا تھا کہ اس ملک کے مرد وزن جمع ہو کر ایک ہی بار انبوہ کثیر کر گئے۔ اس قدر رش ہو گیا ہے کہ خدام کیلئے کہیں بیٹھنا تک محال ہو گیا ہے۔ کنوؤں کا پانی کم پڑ گیا بلکہ پانی کا ملنا دشوار ہو گیا۔ سکون و آرام کیلئے کوئی جگہ نہ رہی۔ تمام گلی، محلے، سرائے، گزرگاہیں لوگوں سے بھر گئے۔ لیکن یہ امر حکمت سے خالی نہیں کہ آخر اتنی خلقت کس طرح آئی اور کیوں آئی؟ پس مقامی لوگ اس کے استفسار اور تجسس میں پڑ گئے۔ جس آدمی سے بھی پوچھتے تھے

مسجد و بیرونی دروازہ آستانہ عالیہ تونسہ شریف





ہر ایک یہی جواب دیتا تھا کہ فلاں رات نماز مغرب کے بعد اور عشاء سے پہلے ہم نے
خود سنا کہ کوئی پکارنے والا زور زور سے پکار رہا تھا۔ مگر ہم یہ نہ جانتے تھے کہ پکارنے
والا کون ہے؟ پکار کا عنوان یہ تھا کہ اس ماہ ربیع الاول شریف کی بارہ تاریخ جو کہ حضور
سرور کائنات ﷺ کا میلاد و وصال کی تاریخ ہے۔ اس تاریخ کو جو شخص بھی حضرت
فخر الاولیاء قدس سرہ کی زیارت اور دیدار فیض آثار سے مشرف ہوگا وہ بہشتی ہے۔ اور
دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے۔ یہ آواز سینکڑوں بستیوں، شہروں اور گاؤں میں ایک
ہی وقت میں سنی گئی۔ یہاں تک کہ ہر شہر اور ہر بستی کے لوگ یہی سمجھے کہ یہ ندا اور پکار
خاص کر اس شہر اور موضع کیلئے ہے۔ پس یہ آواز جس کو بھی پہنچتی وہ آواز اس قدر اثر
کرتی کہ سنتے ہی بے قرار ہوتا اور اسے روانگی کے بغیر صبر نہ آتا۔ اس حد تک کہ عورتیں
شیر خوار بچوں کو ان کے حال پر چھوڑ کر روانہ ہوگئیں۔ اور چونکہ کھانے پکانے کا وقت تھا
اور بعض عورتیں آٹا گوندھ رہی تھیں۔ جب یہ مبارک آواز ان کے کانوں میں پہنچی تو
ہاتھ سے آٹا دھوئے بغیر اٹھ کر دوڑ پڑیں۔ جو شخص جن شہروں اور بستیوں سے روانہ
ہو گئے تو راستوں میں فوج در فوج دوسرے شہروں سے آتے ہوئے لوگ ان سے ملتے
گئے۔ اور ایک دوسرے سے احوال پوچھتے گئے اور معلوم کرتے گئے۔ کہ یہ ندائے
سعادت غیبی آواز تھی جو کہ کسی ایک گاؤں، شہر اور علاقہ کیلئے مخصوص نہ تھی۔ بلکہ ہر شہر،
گاؤں اور دیہات وغیرہ تک سنی گئی۔ القصہ ایسا جذبہ اور کشش اس ملک کے لوگوں
میں پیدا ہوئی کہ تقریباً ستر، اسی گروہ تھے کہ روانہ ہوئے۔ راستہ میں کہیں نہ رکے اور
آرام تک نہ کیا۔ اور نہ انہیں کھانا پینا یاد رہا۔ بلکہ بغیر کسی سواری کے پیدل چل کر
سات، آٹھ پہر میں خود کو تونسہ شریف میں پہنچایا اور اپنے مطلوب پر فائز ہوئے اور

اپنے مقصود پر حاضر ہوئے۔ حالت یہ تھی کہ ان لوگوں کے پاؤں میں چھالے پڑے ہوئے تھے۔ لیکن راستے میں ان کو احساس تک نہ ہوا۔ جب وہ یہاں پہنچے تو ان میں چلنے اور قدم اٹھانے کی طاقت نہ تھی۔ مختصر یہ کہ جب رات بے پناہ ہجوم واژدحام سے گزری۔ جب دن آیا تو رش اس قدر بڑھ گیا کہ دن کے اول وقت حضرت قبلہؒ کو وظائف پڑھنے بھی نہ دیا گیا۔ اگر دروازے اور کھڑکیاں بند کرتے تھے تو وہ لوگ دروازے توڑنے لگ جاتے تھے۔ پس بعض مقربوں اور خادموں نے جسارت کر کے عرض کی کہ حضور خود اس قدر کشش اور کرم پروری فرماتے ہیں اور اس کے بعد پھر خود ہی تنگ طبع ہو جاتے ہیں۔ یہ حضور کی کرم نوازی اور رحم دلی کیمطابق نظر نہیں آرہا کہ مکمل ان کے حال پر توجہ مبذول فرمائیں۔

؎ یامکن باپیل باناں دوستی　　　یابنا کن خانہ خود مثل پیل

ترجمہ: یا ہاتھی والوں سے دوستی نہ کر یا پھر اپنا گھر کا دروازہ ہاتھی داخل ہونے کے قابل بنادے۔

فرمایا کہ تم لوگ ہمیشہ ہماری صحبت میں رہتے ہو میری عادت اس قسم کے کاموں کی طرف نہیں ہوتی۔ لیکن جو کچھ بھی ہوتا ہے اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ لیکن اس طریقہ کے بارے سوچو کہیں ہمارا وظیفہ فوت نہ ہو جائے۔ پس خدام نے عرض کی کہ اگر حضور کا حکم اور مرضی ہو تو آپ خود تشریف لا کر سجادہ شریف پر ظاہر یعنی بغیر کسی پردہ اور آڑ کے تشریف فرما ہو جائیں اور بے شک اپنے وظائف میں مشغول ہو جائیں اور ہم ہر بنگلہ شریف کے شمالی اور جنوبی دروازے کھول کر ان پر کھڑے رہیں گے۔ اور زائرین کو جنوبی دروازہ سے داخل کریں گے اور انہیں یہ

جائیں گے کہ وہ دیدار فیض آثار پر نظر ڈالتے ہوئے شمالی دروازہ سے باہر نکلتے جائیں۔ فرمایا کہ اس ہجوم کیلئے واقعی اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ نہیں۔ لہٰذا ایسے ہی کر لو تاکہ میرے وقت پر پڑھنے جانے والے وظائف فوت نہ ہوں۔ پس ایسا ہی شروع کیا اور اس قدر رش ہوا جیسے کہ حضرت بابا صاحب قدس سرہٗ کے بہشتی دروازہ پر ہوتا ہے۔ لوگ جنوبی دروازہ سے داخل ہوتے اور دیدار زیارت کرتے ہوئے شمالی دروازہ سے باہر جاتے گئے۔ اپنے مقررہ وظائف سے فارغ ہو کر اپنی عادت و معمول کے مطابق تقریباً دو پہر دن تک حویلی شریف میں تشریف فرما رہے۔ اس وقت اس ملک کے مرد، عورتیں بوڑھے اور جوان جن کے پاؤں میں چھالے پڑے ہوئے تھے۔ حویلی میں داخل ہوئے اور وہ وسیع و عریض حویلی لوگوں سے اس حد تک بھر گئی کہ بیٹھنا کیا بلکہ کھڑے ہونے کیلئے بھی جگہ نہ رہی۔ الحمدللہ! تمام امیدواران اور زائران زیارت سے مشرف ہو کر اور بہشتی بن کر اپنے اپنے وطن کی طرف روانہ ہو گئے۔

فائدہ

جان لیں کہ یہ اژدھام و ہجوم اس ندائے غیب کی وجہ سے ہوا جو کہ عجائبات الٰہی سے ہے۔ اور یہ اس قدر واضح اور اظہر من الشمس ہے کہ کسی شخص سے پوشیدہ نہیں اس لئے کہ ایسا واقعہ نہ کسی ولی اللہ سے منقول ہے اور نہ ہی کسی کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ وہ جو بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ایسی بات حضرت بابا صاحب قدس سرہٗ یا حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ سے واقع ہوا محض وہم و خیال ہے اس لئے کہ حضرت بہاؤالدین قدس سرہٗ اس معنی کے مظہر ہو گئے تھے اور خود اپنے جمال

ولایت سے مخلوق خدا کو فیوض و برکات عطا فرماتے کوچوں، گلیوں اور بازاروں میں
تشریف لے گئے تھے کہ حق جل شانہٗ کی طرف سے ایسی ندا مخلوق خدا نے سنی اور نہ ہی
ان تک پہنچائی گی۔ اور اس محبوب بارگاہ الٰہی نے ہرگز ایسا اظہار اپنی طرف سے کبھی
نہیں کیا۔ بلکہ عنایت الٰہی اس کی مقتضی ہوئی کہ خود بخود مخلوقِ خدا غیبی ندا سے اتنی بڑی
مسافت سے دوڑتے دوڑتے پہنچ گئے۔ اور اپنے اپنے سر آستان پر رکھ دیئے۔ اور
حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی انکساری اس وقت قابل دیدنی تھی۔ اور کوئی لفظ
شریعت مطہرہ کے خلاف ان کی زبان مبارک سے نہ نکلا۔ پس اُن کے اور اِن کے
درمیان عظیم فرق ہے۔ لیکن حضرت بابا صاحب قدس سرہٗ نے اتفاق سے اپنا حال
پوشیدہ رکھا۔ خود فرمایا کہ درحقیقت وہ آواز میرے دل کے کانوں میں سنوائی گئی۔ نہ
کہ مخلوقات کو سنائی اور مخلوق جمع ہوئی ہو لیکن یہاں دو امر کے بارے سوال پیدا ہوتا
ہے۔

1- یہ کہ اس ایک ہی ملک میں ایسے ندائے جان فزا کی آخر اس تخصیص کی وجہ کیا
ہے؟

2- یہ کہ اس تخصیص کی وجہ ماہ ربیع الاول شریف کی بارہ تاریخ کیوں رکھی گئی؟

پس یہ فضیلت، اہمیت اور تخصیص اس بنا پر ہے۔ کہ ایسے امور کا تفویض حق تعالےٰ کے
ہاں اور اس کے واقفان اسرار کو دیکھنا اور جاننا چاہیئے۔ کیونکہ اسرار غیب کو ظن و تخمین
سے حکم کرنا مناسب حال سے ظاہر ہے۔ پنہاں یعنی پوشیدہ نہیں ہے۔

؎ سر حق را کس نداند جز خدا ہم چنین اسرار ہائی اولیاء

ترجمہ: اللہ تعالےٰ کے راز کو سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی نہیں جانتا ایسے ہی اولیاء کے

اسرار کو بھی کوئی نہیں جانتا۔ اور بغیر قصد کے ایسے عجیبہ کے اظہار میں شبہ نہیں کیا جاسکتا۔

دوسرا عجیب واقعہ

مولوی یار محمد سوکڑی سے میں نے سنا۔ اس نے آنکھوں دیکھا حال بیان کیا کہ ایک شخص یار محمد خان نامی افغان تونسہ شریف میں رہتا تھا۔ شروع میں وہ دولت مند تھا۔ نیز یہ کہ تونسہ شریف کے افغان خاندان میں وہ صاحب ثروت شخص تھا لیکن آخر میں آ کر غریب اور نادرا ہوا۔ اتفاق سے وہ شمال کی طرف چلا گیا۔ واپسی کے وقت وہ اونٹ پر کجاوے میں سوار ہو کر آ رہا تھا۔ جب وہ ڈونہ کے موضع پر جو کہ تونسہ شریف سے تقریباً پانچ، چھ کوس کے فاصلہ پر شمال کی طرف واقع ہے وہاں پہنچا۔ باجرہ کے فصل پکنے کا موسم تھا۔ جب اس نے مذکورہ موضع پر باجرہ کے خوشوں کو پکا ہوا دیکھا۔ ساربان کو جو اونٹ کی مہار کو پکڑے ہوئے تھا۔ اس سے کہا کہ تھوڑے سے خوشے اس کھیت سے کاٹ کر مجھے دیدو۔ پس اس نے خوشے توڑنے اور کاٹنے شروع کیے۔ شاید سرکاری کاردار ایک کونے سے دیکھ رہا تھا۔ اور یار محمد خان کو اس کی خبر نہ تھی۔ پس جب بہت سارے خوشے توڑے گئے تو وہ کاردار پہنچ گیا اور اونٹ کی مہار پکڑ کر حاکم وقت کے پاس لے گیا۔ اس حاکم کا نام گہنور تھا اور بزدار قوم سے تھا۔ مذکور موضع میں دیوان خانہ تھا۔ اس کے پاس لے گیا۔ اور بتایا کہ اس شخص نے ایسا نقصان کیا ہے گہنور مذکور انتہائی بدخواور خشک طبع تھا اس نے بہت گرمی دکھائی۔ اس کے بعد کہا کہ اس نقصان کا جرمانہ پانچ سو روپیہ ہے۔ لیکن تیرے بزرگوں کا لحاظ کرتا ہوا۔ تجھے باقی

جرمانہ معاف کرتا ہوں مگر گھر پہنچ کر دس روپے ضرور بھیج دو۔ یہ یاد رکھیں کہ وہاں تجھ

سے دس روپے وصول کرنے کوئی نہیں آئے گا۔ ہاں اگر دس روپے نہ بھیجے تو پھر وہاں

آنے پر تجھ سے پانچ سو روپے ہی وصول کئے جائیں گے۔ اور پھر یہ سارا معاملہ

حضرت صاحبؒ کے پاس بیان کیا جائے گا۔ پس خان مذکور تونسہ شریف پہنچ گیا۔

حضور قبلہؒ کی قدم بوسی سے مشرف ہوا۔ اس کے بعد عرض رساں ہوا۔ کہ غریب نوازؒ!

بندہ سے ایسا قصور و گناہ سرزد ہوا کہ اس وقت گھنور بزدار نے دس روپے جرمانہ ڈالا ہے

اور میں ایک روپیہ بھی ادا کرنے کی سکت نہیں رکھتا۔ بندہ حضور کے دامن سے وابستہ

ہے آگے آپ مالک ہیں۔ چونکہ خان مذکور نے خود ہی اقرارِ گناہ کیا۔ مکمل پذیرائی

ہوئی۔ کیونکہ آپ کی عادت شریفہ ایسی ہی کریمانہ تھی۔ پس یار محمد سوکڑی نے بتایا کہ

اس دن عصر کے وقت حضرت قبلہؒ نے بندہ کو دو مراسلے دیئے اور فرمایا کہ ایک محمد ڈونہ

اس موضع کے زمیندار کے نام ہے اور دوسرا گھنور بزدار کے نام، تم جیسے ہی شام کو موضع

مذکور میں جاؤ گے اور فجر کی نماز بھی وہاں ہی ادا کرو گے پہلے تو محمد ڈونہ سے ملاقات

کرو گے اور جب وہ ہمارے خط کا مطالعہ کرے گا تو تجھے ہمراہ لے کر گھنور بزدار کے

پاس جائے گا۔ پس اسے بھی وہ ہر دو مراسلہ دے گا اور پھر ان سے جواب لے کر جلدی

جلدی واپس آجاؤ گے۔ القصہ میں شام کو اپنے گھر سے روانہ ہوا۔ چلتا گیا یہاں تک

کہ جب وہاں پہنچا تو فجر کی جماعت کھڑی ہو چکی تھی۔ میں نے نماز ادا کی اور وہ محمد

ڈوناں مذکور بھی جماعت میں شامل تھا۔ نماز سے فراغت کے بعد میں میں نے حضرت

فخر الاولیاء قدس سرہٗ کا نوازش نامہ اسے دے دیا۔ اس نے پڑھا اور مجھے کہا کہ کچھ

توقف کریں اشراق ادا کر کے چلیں گے۔ اگرچہ گھنور مذکور سے کوئی خیر کی امید نہیں۔

لیکن حضور قبلہ کے فرمان کے بموجب مجبور ولاچار ہو کر اس کے پاس جائیں گے۔
مختصر یہ کہ اشراق کی ادائیگی کے بعد دیوان خانہ میں اس حاکم کے پاس گئے اس وقت
وہ آئینہ ہاتھ میں لئے بیٹھا تھا اور حجام اس کی ناک اور پیشانی کے بال چن رہا تھا۔
جب ہم نے مراسلہ عالیہ اس کے سامنے رکھا تو اس نے پڑھا اور حقیقت حال معلوم
کر کے انتہائی غصہ کے ساتھ آئینہ ہاتھ سے پھینک دیا۔ اور جل بھن کر کہا کہ اس نے
آخر اپنے باپ کو بتا ہی دیا لہٰذا اب اس سے پورے پانچ سو روپے وصول کئے جائیں
گے۔ پس نامہ بر یار محمد مذکور نے یہ احوال دیکھ کر اور سن کر واپس تونسہ شریف کو روانہ
ہو گیا۔ ابھی تک حضرت فخر الاولیاء قدس سرہ' اپنی ڈیوڑھی شریف میں سے تشریف فرما
نہ ہوئے تھے۔ کہ وہ حضرت قبلہؒ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ قدم بوس ہوئے۔ من
وعن تمام مذکورہ کیفیت عرض کی۔ پس حضرت صاحب قدس سرہ' سن کر خاموش
ہو گئے۔ پھر اٹھ کر ڈیوڑھی شریف میں تشریف فرما ہوئے القصہ جب اس دن ظہر کی
نماز ادا فرمائی اور قرآن کریم کی منزل کی تلاوت مکمل کی شیخ محمد جو کہ اسد خان صوبہ دار
سنگھڑ کے وزیر تھے۔ حضرت قبلہؒ کی بارگاہ میں شرف زیارت کیلئے حاضر ہوئے۔ اور
نماز عصر تک رہے اور نماز کے بعد قدم بوس ہو کر رخصت ہوئے اس وقت بعض
حاجت مندوں کے کام آپ نے ان کے ذمہ لگا دیئے۔ اور اس نے صدق دل سے
اجازت طلب کی اور اسے جانے کی اجازت عطا ہوئی۔ یار محمد سوکڑی کہتا ہے کہ جب
میں نے اس حال کا مشاہدہ کیا اور جب شیخ مذکور نے پیٹھ پھیری تو میں خاموشی سے
حضور قبلہ کے قریب ہوا۔ اور عرض کی کہ یا حضرتؒ! یار محمد خان افغان کے جرمانہ کا کام
بھی شیخ صاحب کے سپرد فرما دیں۔ کیونکہ وہ غریب اور بہت نادار ہے۔ اتنے میں

مجھے اپنے دست مبارک سے ایسا دھکا دیا کہ میں جا کر دیوار سے لگ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد شیخ مذکور نظروں سے اوجھل ہو گیا پھر بندہ کی طرف نظر عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ کام اسے کہنے کا نہ تھا جہاں کہنے کی تھی وہاں کہا جا چکا ہے۔ پس جب وہ رات گزر گئی صبح پو پھٹنے کے وقت رات کی تھکاوٹ کی وجہ سے اذان فجر کے بعد تھوڑی دیر کیلئے آپ چارپائی پر لیٹ گئے۔ فرماتے ہیں کہ اس وقت بعض دوست حاضر ہو کر پاؤں مبارک پر تیل ملنے لگے بندہ یعنی یار محمد سوکڑی بھی اس دن دوسرے خدام کے پہنچنے سے پہلے حاضر خدمت ہوا۔ خوش طبعی کے طور پر فرمایا۔ اے! اس کے دلالو! یعنی گہنور بزدار کو گذشتہ رات قوم کھوسہ کے لوگ اپنے وطن سے آئے اور اسے قتل کر گئے۔ میں نے عرض گزاری کہ غریب نواز! اگرچہ گہنور مذکور مقہور و مقتول ہو گیا۔ مگر یار محمد خان افغان کو تو اس سے کوئی فائدہ نہ پہنچا کہ یادداشت کی بندی جرمانہ والی تو دفتر میں موجود ہو گی جو حاکم بھی اس کا قائمقام ہو گا اسے دیکھ کر دس روپے اس سے وصول کرے گا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ اس بندی کو بھی جلا کر گئے ہیں کیونکہ بندی یعنی رجسٹر ایک جگہ شہتیر کے متصل بندھی ہوئی تھی اس جگہ کو بھی آگ لگا دی گئی ہے وہ جگہ بندی سمیت بالکل جل گئی ہے۔ پس دن ہوا متواتر خبر پہنچی کہ گہنور مذکور مردمان کھوسہ کے ہاتھوں قتل کیا گیا ہے اور وہ اس کی جگہ اور دیوان خانہ کو بھی جلا کر گئے ہیں۔ حضرت شیخ المشائخ قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

ای رو بہک چرا نہ نشستی بجائے خویش

باشیر پنجہ کردی دیدی سزائے خویش

ترجمہ: اے کمینی لومڑی تو اپنی جگہ چین سے کیوں نہ بیٹھ سکی تو نے شیر کے ساتھ پنجہ

آزمائی کی اور اپنی سزا دیکھ چکی ہے۔

چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد　　　میل او در طعنۂ مردان کند

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے کہ کسی کی بے پردگی کرے تو وہ شخص نیک پاک لوگوں کے بارے میں بے ادبی کر بیٹھتا ہے یا بے ادبی کرنے کا سوچتا ہے۔

فائدہ

جان لیں کہ اس سے پہلے دو امر حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے عجائبات سے مذکور ہوئے جو کہ محض رحمت اور ظہور جمال تھا اور یہ تیسری مثال جمالی اور جلالی ہر دو پر مشتمل ہے جو کہ بہ نسبت یار محمد خان وغیرہ مظلوموں کی معافی کی نوعیت کا مکمل ظہور جمال تھا بہ نسبت اس ناہنجار مقتول کے کہ اس کی نوعیت بوجہ اس کے کردار و عمل کے ظہور جلال تھا۔ تاکہ تو جان سکے کہ وہ ذات، صفات جمالی کا مصدر تھی چونکہ کبھی کبھار نبی علیہ السلام بھی صفات جلال میں جلوہ گری فرماتے تھے۔ لیکن یہ حکمت عظیمہ کے ضمن میں ہوتا رہتا تھا۔ جب کہ اس اَمر کے لئے کچھ لوگ ایسے ظالموں کے ظلم سے چھٹکارہ پائیں اگر نکتۂ نظر دیکھا جائے تو اس ظالم کے حق میں فی الحقیقت جمال تھے اگرچہ بصورت جلال ظاہر ہوئے تھے اور آئندہ کیلئے ظالموں کو ظلم سے باز رکھنے کی سعی فرماتے تھے۔

تیسرا عجیب واقعہ

جناب میاں عبداللہ نامی بزدار جو کہ والیٔ ملتان حضرت خواجہ حافظ محمد جمال صاحب قدس سرہٗ کے باصفا مریدوں میں سے تھے۔ اور حضرت فخر الاولیاءؒ سے بہت

محبت رکھتے تھے اور پہاڑی مرد تھے۔ بہت ہی سادہ دل، نیک طینت اور مستقل مزاج معلوم ہوتے تھے۔ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ سے زیادہ تر ستر احوال نہ فرماتے تھے جیسے کہ دوسرے لوگوں سے فرماتے تھے۔ لہٰذا بعض خاص احوال بھی بتادیا کرتے تھے ایک رات بندہ کاتب منتخب کو ان کے پاس بیٹھنے کا اتفاق ہوا اور یہ اتفاق حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے وصال کے بعد ہوا تھا بندہ نے ان سے پوچھا کہ اے میاں عبداللہ! آپ کو حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی صحبت میں زیادہ اٹھنے بیٹھنے کا اتفاق رہا تو کیا آپ نے حضرت قبلہؒ کے عجائبات میں سے بھی کوئی چیز دیکھی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے حضرتؒ سے بہت سے عجائبات دیکھے ہیں لیکن دیگر کے علاوہ دو امر جو کہ میں نے خاص طور پر ملاحظہ کئے ہیں وہ سب سے عجیب تر ہیں۔ میں نے پوچھا کہ وہ کون سے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ۔

چوتھا عجیب واقعہ

پہلی بات یہ کہ جب میرے مرشد کریم حضرت خواجہ حافظ محمد جمال ملتانی قدس سرہٗ کی وصال کی خبر پہاڑ میں اس کمترین غمگین کے کانوں میں پہنچی تو اس فقیر کے دل و جان پر اس قدر غم والم پہنچا کہ بیان نہیں کرسکتا پس میں غم زدہ ہو کر پہاڑ سے روانہ ہوا تو نسہ مقدسہ پہنچا اور نماز مغرب کے بعد عشاء سے پہلے میں حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی زیارت اور شرف قدم بوسی سے مشرف ہوا اور میں نے حضرتؒ کی بارگاہ میں اس قدر گریہ وزاری شروع کی کہ مجھ میں اس وقت کچھ بولنے اور سانس لینے تک کی سکت نہ تھی۔ جب شکستہ جانوں کے اس مرہم نے میرا یہ حال ملاحظہ فرمایا تو زبان

حقائق بیان سے حتی الوسع مجھے تسلی دینے کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ اے میاں عبداللہ! اس قدر گریہ نہ کرو کیونکہ مردانِ خدا ہرگز نہیں مرتے بلکہ ہماری طرح زندہ ہیں۔ وہاں ان کی خدمت میں جاؤ اور جو کچھ چاہو عرض کرو وہ تمہاری سنیں گے اور توجہ فرمائیں گے۔ لیکن مجھ پر گریہ وزاری اس قدر غلبہ کر چکی تھی کہ کسی طرح بھی تسلی نہ ہوتی تھی۔ پس آپؒ نے مجھے اپنے پاس بٹھایا اور انتہائی کرم اور شفقت سے فرمایا کہ یہ لفظ حضرت خواجہ حافظ صاحبؒ کے مزار شریف پر حاضر ہو کر خلوت کے وقت سرہانے کے قریب بیٹھ کر پڑھ لو تو وہاں تمہاری تسلی ہو جائے گی۔ پس جب تیسرے دن کے بعد تونسہ شریف سے روانہ ہوا تو منزلیں طے کرتا ہوا آخر ملتان پہنچ گیا اور اپنے مرشد کریم کے مزار شریف پر حاضر ہوا۔ اور جس وقت مزار شریف کو میں نے لوگوں سے خالی پایا تو ان کے فرمائے ہوئے اور بتائے ہوئے لفظ کو میں نے پڑھا چنانچہ اس لفظ کے پڑھتے ہی میرے پیر کامل قدس سرہٗ مزار مبارک سے باہر تشریف لائے اور میں انکے قدموں پر گر پڑا۔ تو حضرت قبلہؒ مجھ سے فرمانے لگے کہ اے میاں عبداللہ! تجھے حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے فرمان پر یقین نہ آیا جو کہ انہوں نے تجھے فرمایا تھا کہ "مردانِ خدا نہیں مرتے "یقین جان کہ ہم مردہ نہیں ہیں۔ جس وقت، جب بھی، جو کوئی ہمارے پاس آتا ہے، ہم اسے دیکھتے ہیں اور وہ جو بھی سوال کرتے ہیں ہم سنتے ہیں تم تسلی کرلو۔ پس پھر آپؒ اپنے مزار شریف میں لوٹے اور میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ لیکن میاں عبداللہ مذکور نے حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے بتائے ہوئے لفظ کو بیان نہ کیا۔

پانچواں عجیب واقعہ

دوسری عجیبہ یہ ہے کہ ایک روز نماز اشراق کے بعد میں حجرہ شریف کے دروازہ پر پہنچا اور دروازہ بند ہونے کی وجہ سے میں نے دروازہ کے شگاف سے دیکھا تو حضرت فخرالاولیاء قدس سرہ مصلے شریف پر مجھے نظر نہ آرہے تھے میں نے گمان کیا کہ شاید وضو تازہ کرنے کیلئے بیت الخلاء گئے ہوں گے۔ پھر میں نے آفتابہ کی جگہ پر نظر ڈالی جہاں کہ مقررہ جگہ بنگلہ شریف کے اندر آفتابہ رکھا ہوتا تھا میں نے دیکھا کہ آفتابہ وہیں رکھا ہوا ہے۔ حیران ہوا کہ اس وقت حضرتؒ کی عادت شریف کہیں جانے کی بھی نہ تھی اور حجرہ میں بھی نظر نہیں آرہے ہیں پس اسی حیرت میں بار بار شگاف میں سے اندر دیکھتا رہا کچھ دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ حجرہ شریف کے جنوب مغربی کونے سے دیوار کے درمیان سے مصلے پر تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ پس کچھ دیر میں نے توقف کیا اور پھر حجرہ شریف میں داخل ہوا۔ قدم بوسی سے مشرف ہوا میں نے دیکھا کہ ابھی تک آپ کی سانس تیز تیز چل رہی تھی جس طرح کوئی تیز دوڑتا ہے اور سانس پھول جاتی ہے یہی صورتحال تھی۔ پس مجھے دیکھتے ہی فرمایا اے میاں عبداللہ اب وقت اور ایسے موقع پر نہیں آنا چاہئے تھا۔

چھٹا عجیب واقعہ

جب میاں عبداللہ نے مذکور دونوں امور بیان کئے تو بتایا کہ تیسرا عجیبہ ان سے بھی عجیب تر ہے۔ لیکن کسی کے سامنے نہیں بیان کرتا کیونکہ حضرت قبلہؒ کی مرضی اس کے انکشاف کرنے کی نہ تھی۔ اگر بیان کرتا ہوں تو ہوسکتا ہے مجھے کوئی نقصان پہنچے۔

اس مسکین کاتب منتخب نے ان سے کہا کہ پیر بھائیوں کے سامنے شیخ کامل ؒ سے متعلق ایسے امور کے اظہار کرنے میں کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ تسلی کریں اور بلا جھجک بیان کریں۔ چونکہ وہ سادہ دل مرد تھے مجھے کہا کہ تم ہی ذمہ دار ہو مجھے کوئی نقصان نہ پہنچے۔ میں نے کہا کہ حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی بارگاہ سے یہی امید ہے کہ ہرگز نقصان نہ ہوگا کیونکہ ایسے امور کا بیگانوں کے سامنے اظہار کرنے سے مضرت کا اندیشہ ہوتا ہے۔ نہ کہ پیر بھائیوں کے سامنے پس اس نے بیان کیا کہ ایک دن شام کے وقت میں شرف زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ وہ وقت آپ کے بنگلہ شریف میں بیٹھنے کا تھا جب میں نے جھانک کر دیکھا اور غور کیا تو بنگلہ شریف میں شمالی دیوار سے مغربی دیوار تک اور جنوبی دیوار سے شرقی دیوار تک حتیٰ کہ چھت تک آپ کے وجود مبارک سے بھرا ہوا تھا اس ہیبت کے دیکھتے ہی مجھ پر اس قدر خوف طاری ہوا کہ میں کانپنے لگا اور میں کانپتا ہوا آہستہ آہستہ بمشکل قدم اٹھاتا ہوا واپس ہوا اور بنگلہ شریف کے باہر دیوار کے ساتھ بڑی مشکل سے بیٹھ گیا۔ جب کافی دیر کے بعد میری کپکپی اور لرزہ ختم ہوا۔ پھر اٹھا اور حیرت سے دیکھتا رہا تو میں نے دیکھا کہ ہیبت سابقہ کے ساتھ مصلے پر آپ تشریف فرما ہیں۔ پس میں بنگلہ شریف کے اندر چلا گیا قدم بوس ہوا پس میری طرف التفات فرماتے ہوئے فرمایا کہ اے میاں عبداللہ! تمہیں ایک بار میں نے منع کیا کہ ہمارے پاس بے وقت نہ آیا کرو کیا تمہیں یاد نہ رہا۔ پھر بے وقت آئے ہو آئندہ خیال کرو۔ اور ایسے وقت نہ آیا کرو اور یہ معاملہ مخفی رکھو۔ والسلام

اشعار ؎

(1) کار خاصان خدا با حق سپار — تا نباشی پیش حق تو شرمسار

(2) رازہا دارند با حق اے پسر　　　کہ ندارد ہیچ کس زانہا خبر

(3) حق نیابت داد شان را اے ولید　　　زامر کن باشد بدست شان کلید

(4) گر بمیرانند ور زندہ کنند　　　نائب حق اند در ہر چون و چند

(5) تو چہ دانی رازہائ اولیاء　　　شپرک را نسبتے کو با ضیاء

ترجمہ: (1)　خاصان خدا کے کاموں کو حق تعالیٰ کے سپرد کر۔ اس لئے کہ تو کہیں حق تعالیٰ کے سامنے شرمندہ نہ ہو جائے۔

(2)　اے بیٹے! وہ تو حق تعالیٰ کے ساتھ کئی راز و نیاز رکھتے ہیں کیوں کہ ان کے بارے میں کوئی دوسرا خبر دار نہیں ہوتا۔

(3)　اے بیٹے! حق تعالیٰ نے ان کو اپنی نیابت عطا کی ہے۔ اس لئے کہ "امر کن" کی چابی حق تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں دی ہے۔

(4)　اگر وہ مارتے ہیں یا اگر وہ زندہ کرتے ہیں وہ ہر لحاظ سے حق تعالیٰ کے نائب ہیں۔

(5)　تو اولیاءؒ کے رازوں کو کیا جانتا ہے یعنی تیرا ویسا ہی حال ہے جیسے کہ چمگاڈر کو روشنی و نور سے کوئی نسبت نہیں۔

منقبت و مناجات از کاتب فارسی مسّودہ

خاتمہ و تشریح مناجات حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کے بارے میں "۔ (ذوقی)

(1) نور محمد چو علم برافراخت　　　نوبت نوبت بہ جہان جلوہ ساخت

(2) خواجہ سلیمان چو بنوبت رسید　　　سرّ وجود است کزو شد پدید

(3) چشم بکشا جلوهٔ دیدار بین — رخِ پُر نور او انوار بین

(4) چشم دل از وہم وگمان پاک کن — پس نظر دل سوئے آن پاک کن

(5) تا کہ اُفتد پرتو از روئی او — بر دل تو تا کہ بری بوئی او

(6) مست شوی چونکہ بہ بویش رسی — بر سر مقصود ز کویش رسی

(7) کوئی وی آن گلشن باغ وفا است — کہ ہمہ را مامن وجائے عطا است

(8) دامن او بہر مقام بلند — عروهٔ وثقی است بجستہ بخند

(9) طوبی کہ تعبیر ز قرب حق است — قرب حق نفی شک مطلق است

(10) شک چون شود دور یقین در رسید — معنی طوبی است کہ آمد پدید.

(11) صورت او ہر کہ تماشا کند — از دو جہان زود تحاشہ کند

(12) از دو جہان رَست بموئی رسید — پردهٔ پندار ز چشمش درید

(13) صورت او چونکہ چنین ہا کند — معنی او را کہ تمنا کند

(14) آنکہ بیرون است ز وہم وقیاس — معنی او، اوست تو نیکو شناس

(12) چونکہ روئی رفت ز پیش اے پسر — وحدت محض است تو نیکو نگر

(16) مور چہ مسکین چہ تمنا کند — بر فلک کہنہ سلیمان رسد

(17) صدر نشین اوست بہ ملک ابد — کس چہ تواند کہ از و دم زند

(18) مُلک ومَلک بستہ بفتراک او — جن وبشر پی سپر خاک او

(19) ختم نبیان محمد ﷺ شده — ختم ولیان ہم از و سر زده

(20) حسن وی آن مظہر نور خدا است — کہ بہ کمالش دل وجانہا فدا است

(21) شمع جمالش کہ خدا بر فروخت — خاطر عشاق چون پروانہ سوخت

(22) آنچه ملاحت به رخش جلوه کرد — یوسف مصری هم از آن بوی نبرد

(23) درج عقیقش بنوائی کلام — داروی مجروح شده والسلام

(24) هر سخنش مایه یکی انتظام — وصف جوامع شده باو تمام

(25) بود مسیحا که به ایام او — زنده شدی مرده به اکرام او

(26) چونکه شدی زنده سخن ور شدی — بعد زمانی به عدم در شدی

(27) لیکن بدین خواجه ز انفاس او — هر که شود زنده نمیرد پس او

(28) زندهٔ پاینده شود از دمش — آنکه گرفت از دل و جان دامنش

(29) ذوقی بیچاره چون این حال دید — از سخنش مایهٔ اقبال چید

(30) صرف زمانی که به این کار کرد — چند ورق طبلهٔ عطار کرد

(31) بخت کسی که چو رهبر شود — طالب این طبلهٔ از فر شود

(32) گرچه بمعنی نه رسد دست او — بوئی برد تا که شود مست او

(33) هر ورق اوست حیات ابد — هر سخنش توشهٔ راه رشد

(34) حاصل او معرفت ذوالجلال — طالب حق راست چو آب زلال

(35) چون به نهایت نه رسد این مرام — ختم نمائیم به دعا والسلام

(36) یارب این فیض که در ذات اوست — در دو جهان مایهٔ برکات او

(37) دار مسلم تو به اولاد او — تا نفخ صور باد امداد او

(38) روز و شب تا که بود جلوه ساز — کار جهان باد از یشان بساز

(39) خاصه به آن ذات که او برتر است — بر سر این اهل صفا سرور است

(40) منتخب از امر وی آمد تمام — سالک ره باد از و بانظام

(41) بندہ کہ این کار بسر بر گرفت	بہر رضائی دل او در گرفت

(42) ورنہ کجا طاقت این کار داشت	یا بہ ہنر قوت این بار داشت

(43) یا رہم این ہدیہ جھد المقل	دار پذیر الضعیف اہل دل

(44) خاصہ بہ پیش شہ مردان راہ	کوست بہ ہمت شہ دین را پناہ

(45) در نگاہش ز حسودان دہر	در کنف خویش بہ پایان دہر

ترجمہ: (1) خواجہ نور محمد قدس سرہٗ نے جب اپنا جسم لہرایا تو باری باری دنیا میں روشنی پھیلتی گئی۔

(2) خواجہ سلیمان قدس سرہٗ تک جب نوبت پہنچی تو ان کے وجود سے برکات کا ظہور ہوا۔

(3) آنکھ کھول اور دیدار کے جلوے دیکھ ان کے نورانی چہرے سے انوار کا نظارہ کر لے۔

(4) دل کی آنکھ کو وہم و گمان سے پاک کر اس کے بعد اس پاک کی طرف چشم دل سے نظر کر۔

(5) تا کہ اس کے پر نور چہرہ کی جھلک پَرتو تجھ پر پڑ جائے تا کہ تو دل میں بھی اس کی خوشبو کی مہک لے جائے۔

(6) جب تجھے اس کی خوشبو پہنچے گی تو، تو مست ہو جائے گا پھر اس کے کوچے میں ہی منزل مقصود پائے گا۔

(7) ان کا کوچہ باغ وفا کا کوچہ ہے۔ کیونکہ وہ سراسر امن و عطا کی جگہ ہے۔

(8) ان کا دامن ہر مقام پر بلند ہے۔ تقویٰ کا مرکز ہے اور انتہائی مبارک ہے۔

(9) طوبیٰ کا مقام قربِ حق کا مقام ہے۔ اور قربِ حق نے نفی کو توڑ دیا کیونکہ یہ مطلق اور یقینی ہے۔

(10) شک جب دور ہوتا ہے تو یقین آ جاتا ہے یہ طوبیٰ کا معنی ہے جو کہ آشکار ہوتا ہے۔

(11) ان کی صورت کو جو بھی دیکھ لیتا ہے۔ دونوں جہانوں سے جلد بے نیاز ہو جاتا ہے۔

(12) دونوں جہانوں سے چھٹکارہ پا کر مولیٰ تک پہنچ جاتا ہے گمان کا پردہ اس کی آنکھوں سے ہٹ جاتا ہے۔

(13) ان کی صورت چونکہ اس طرح رہنمائی کرتی ہے کہ دیکھنے والا حقیقت تک پہنچنے کا آرزومند ہو جاتا ہے۔

(14) وہ جو کہ وہم اور قیاس سے باہر ہے اس کی حقیقت وہ خود ہے تو اچھی طرح پہچان لے۔

(15) اے بیٹے! چونکہ دوئی سامنے سے دور ہو چکی ہے محض وحدت ہی تو اچھی طرح دیکھ لے۔

(16) سلیمان آسمان کہنہ پر پہنچ گئے اب چیونٹی بے چاری کیا تمنا کرے۔

(17) ملک ابد کا وہی صدر نشین ہے کہ کوئی اس بارے میں کیا دم مار سکتا ہے۔

(18) ملک اور فرشتے اس فتراک سے باندھے ہوئے ہیں۔ جن اور انسان اس کی گرد کے حوالے ہیں۔

(19) انبیاء کرام علیہم السلام کا سلسلہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ختم ہو چکا ہے اور

ولیوں کے خاتم نے بھی اس سے سر مارا ہے۔

(20) ان کا حسن مظہر نور خدا ہے کیونکہ ان کے کمالات پر دل و جان قربان ہیں

(21) ان کے حسن کی شمع جو کہ خدا تعالےٰ نے روشن کیا ہے اس پر عاشقوں کے دل پروانہ کی طرح جل گئے ہیں۔

(22) جس حُسنِ ملاحت نے ان کے چہرہ پر جلوہ نمائی کی ہے تو یوسف مصر نے ان سے کوئی بو بھی حاصل نہ کی ہے۔

(23) ان کے عقیق جیسے چہرے سے آواز کلام کا علاج بھی مجروح ہو گیا اور سلامتی ہوان پر۔

(24) ان کی ہر بات مردہ ہڈیوں کو زندگی بخشتی ہے۔ جامع اوصاف کی انتہا ہو گئی۔

(25) اگر مسیحا ان کے زمانے میں ہوتے تو ان کے اکرام سے مردے زندہ ہو جاتے۔

(26) چونکہ تو زندہ ہو گیا اور بولنے لگا۔ جو کہ زمانہ تک جیتا اور زندہ رہا۔

(27) لیکن اس خواجہ صاحبؒ کی پھونک یعنی توجہ سے جو زندہ ہو جاتا ہے پھر وہ نہیں مرتا۔

(28) ہر وہ شخص جو دل و جان سے ان کا دامن پکڑتا ہے وہ ان کے دم سے زندۂ جاوید ہو جاتا ہے۔

(29) ذوقی بے چارے نے جب یہ حال دیکھا تو ان کے اوصاف کا کلمات سے خوش نصیبی کی دولت سمیٹنا شروع کیا۔

(30) جو وقت اس کام پر صرف کیا تو اس میں چند اوراق خوشبوؤں سے مہکتے ہوئے

تیار کر لئے۔

(31) خوش نصیبی جب اس کی رہبری کرتی ہے تو وہ ان خوشبودار اوراق کا طالب ہو جاتا۔

(32) اگر حقیقت تک اس کی رسائی نہ بھی ہو مگر وہ ان سے خوشبو پا کر مست ضرور ہو جاتا ہے۔

(33) اس کا ہر ورق ابدی زندگی لیے ہوئے ہے اور ان کی ہر بات راہ ہدایت کا توشہ ہے۔

(34) اس کا حاصل اللہ تعالےٰ کی معرفت ہے۔اور حق کے طلب گاروں کیلئے آب حیات کی مانند ہے۔

(35) چونکہ اس حقیقت کی کوئی انتہا نہیں اس لئے سلامتی کی دعا کے ساتھ ہم اسے ختم کرتے ہیں۔

(36) اے رب تعالےٰ ! یہ فیض جو کہ ان کی ذات مبارک سے متعلق ہے دونوں جہانوں میں ان کی برکتوں کا ثمر ہیں۔

(37) ان کی اولا د امجاد کو صبح قیامت تک عطا ہوتا رہے۔

(38) رات اور دن جب تک طلوع وغروب ہوتے رہیں تو دنیا میں ان کی اولاد کے تمام کام سازگار رہیں۔

(39) خاص کر وہ ذات جو برتر ہے اہل صفا کے سروں پر اس رہنما کا سایہ قائم رہے۔

(40) ان کے فرمان وحکم کے تحت منتخب ختم ہوا راہ کے سالک اس منظم طریقے سے

سیدھی راہ پاتے رہیں۔

(41) بندہ نے جب اس کام کی ذمہ داری سنبھال لی تو دراصل حصول خوشنودی کیلئے دل نے اسے خوشی سے قبول کیا۔

(42) ورنہ اس کام کی طاقت کہاں تھی اور نہ ہی اس بوجھ کو اٹھانے کی ہمت اور صلاحیت تھی۔

(43) اپنی ناتمام اور پیہم کوشش سے یہ ہدیہ پیش کرنے کے قابل ہوا جو کہ اہل دل نے اسے بخوشی قبول کیا۔

(44) خاص کر مردان راہ کے بادشاہ کی بارگاہ میں کسے ہمت ہے کہ اس دین پناہ شہنشاہ کی خدمت میں لب کشائی کر سکے۔

(45) زمانے کے حاسدوں سے اسے محفوظ رکھنا اور زمانہ کے اختتام تک اپنی پناہ میں رکھنا۔

مناجات مقبول

حضرت فخر الاولیاء قدس سرہٗ کی بارگاہ میں مریدوں، عقیدت مندوں اور فریادیوں کی دستگیری کیلئے مناجاتِ مقبول۔

(ذوقی)

(1) اے شاہ شاہانِ جہاں — دی آفتاب ملک جان

شہباز اوج لامکان — عنقائی مغرب بے نشان

خواجہ سلیمانؒ دستگیر

(2) ماہِ منور روئی تو — اہل ولان برکوئی تو

مستی کنان بر بوئی تو — ساجد شدہ ہمہ سوئی تو

خواجہ سلیمانؒ دستگیر

(3) مرشرع را برہان توئی — ہم قبلۂ عرفان توئی

ہم رہبر ایمان توئی — این جملہ را ہم جان توئی

خواجہ سلیمانؒ دستگیر

(4) نام تو فخر الاولیاء — ذات تو نور کبریا

پیش تو آصف برخیا — ساجد ز قلب بے ریا

خواجہ سلیمانؒ دستگیر

(5) عالم گرفتہ نور تو — بر عرش و کرسی شور تو

ہم پیش حق منظور تو — رحم و کرم دستور تو

خواجہ سلیمانؒ دستگیر

(6) حکم سلیمانی بہ تو — نور مسلمانی بہ تو

اسرار رحمانی بہ تو — انوار سبحانی بہ تو

خواجہ سلیمانؒ دستگیر

(7) داری خصال احمدی — حسنت جمال ایزدی

نورت کمال سرمدی — بے شک مثال احمدی

خواجہ سلیمانؒ دستگیر

(8) من بندہ درگاہ تو افگندہ سر در راہ تو
تشنہ برای نگاہ تو نگہی بکن ای شاہ تو
خواجہ سلیمانؒ دستگیر

(9) این پردہ پندار من شد در نہان خونخوار من
نالم ازین آزار من رحمی بحال زار من
خواجہ سلیمانؒ دستگیر

(10) تو شاہ شاہان من گدا جان بر قدم سازم فدا
گویم کہ از بہر خدا از آستان نکنم جدا
خواجہ سلیمانؒ دستگیر

(11) دارم امید بیکران از حضرت سلطان جان
رحم اے سلیمان زمان لِلّٰہ مرا از درمران
خواجہ سلیمانؒ دستگیر

(12) دل در غمت بیمار شد از دیدگان خونبار شد
سوزم کہ ہجرت نار شد وصل تو بس دشوار شد
خواجہ سلیمانؒ دستگیر

(13) از من خطا ہا و جفا وز تو عطا ہا و وفا
این عادت اہل صفا بل کار خاص مصطفا
خواجہ سلیمانؒ دستگیر

(14) این خستہ را دلشاد کن — از درد و غم آزاد کن
بالطف خویش یاد کن — راہ خودش ارشاد کن
خواجہ سلیمانؒ دستگیر

(15) دادی صلاہائی کرم — بردند خلقان بہرہ ہم
ہر کس بہ قسمت بیش و کم — من ہم گدائے تو شدم
خواجہ سلیمانؒ دستگیر

(16) ضامن توئی ہر کار را — واقف توئی اسرار را
درمان توئی بیمار را — مطلب رسان بے کار را
خواجہ سلیمانؒ دستگیر

(17) غرقم بگرداب گنہ — فریادم از نفس تباہ
دستم بگیر اے بادشاہ — تا وار ہم از واہمہ
خواجہ سلیمانؒ دستگیر

(18) دل در کمندت بند شد — زین بند خود خورسند شد
کز بند دانش مند شد — شکر خدا کین بند شد
خواجہ سلیمانؒ دستگیر

(19) ذوقیؔ گدا بے چارہ ام — مغلوب نفس امارہ ام
از حال خود آوارہ ام — جز تو کہ داند چارہ ام
خواجہ سلیمانؒ دستگیر

(20) چارہ بکن اے چارہ گر   باشم زلطفت بہرہ ور

دردامنت دارم مقر   دنیاو عقبیٰ در حشر

خواجہ سلیمانؒ دستگیر   (تمت بعونہ تعالیٰ)

ترجمہ: بند نمبر (1) اے دنیا کے بادشاہوں کے بادشاہ، اے روح کی ملکیت کے آفتاب اور لامکان کی بلندیوں کے شہباز اور ملک مغرب کے بے نشان عنقا اور اے خواجہ شاہ سلیمانؒ مدد فرما۔

بند نمبر (2) تیرا چہرہ چمکتا ہوا چاند ہے، اہل دل تیرے کوچے میں پڑے ہوئے ہیں اور تیری خوشبو سونگھ کر مستی کر رہے ہیں۔ اور سارے تیری طرف ہو رہے ہیں۔ اے خواجہ شاہ سلیمانؒ مدد فرما۔

بند نمبر (3) خاص کر شریعت کے تم برہان ہو اور معرفت کے قبلہ ہو۔ ایمان کے رہبر ہو اور ان سب کی جان ہو۔ اے خواجہ شاہ سلیمانؒ مدد فرما۔

بند نمبر (4) تیرا نام فخر الاولیاء ہے، تیری ذات نور کبریا ہے تیرے سامنے آصف بن برخیا بے ریا قلب سے ساجد ہے یعنی سر خم کئے ہوئے ہے۔ اے خواجہ شاہ سلیمانؒ مدد فرما۔

بند نمبر (5) تیرا نور ولایت دنیا میں پھیل گیا، عرش و کرسی پر تیرا شہرہ ہے۔ حق تعالیٰ کے تم مقبول ہو، رحم اور کرم فرمانا تیرا دستور ہے۔ اے خواجہ شاہ سلیمانؒ مدد فرما۔

بند نمبر (6) سلیمانی حکم تجھ سے ہے، مسلمانی کا نور بھی تجھ سے ہے۔ رحمانی راز تجھ میں ہیں اور سبحانی انوار بھی تجھ میں ہیں۔ اے خواجہ شاہ سلیمانؒ مدد فرما۔

بند نمبر (7) تجھ میں حضور نبی کریم ﷺ کے اخلاق حسنہ اور خصائل مبارکہ موجود

ہیں۔اور تیرا حسن جمال احمدیؐ کا مظہر ہے۔اور تیرے ولایت میں سرمدی کمال ہے
بے شک تو مثال احمدی ﷺ کی جھلک رکھتا ہے۔اے خواجہ شاہ سلیمانؒ مدد فرما۔

بند نمبر(8) میں تیری بارگاہ کا غلام ہوں۔اور تیری راہ میں، میں نے سر خم کیا ہوا ہے۔
میں تیری نگاہِ کرم کا پیاسا ہوں۔اے خواجہ شاہ سلیمانؒ مدد فرما۔

بند نمبر(9) مجھ پر گمان کا پردہ پوشیدہ طور پر خونخوار بن کر حائل ہو چکا ہے۔میں اس تکلیف کی وجہ سے روتا ہوں میرے حال زار پر رحم فرما۔اے خواجہ شاہ سلیمانؒ مدد فرما۔

بند نمبر(10) تو بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور میں گدا گر اور منگتا ہوں میں اپنی جان تیرے قدموں پر نثار کرتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ خدا واسطے مجھے اپنے آستانہ سے دور نہ کرنا۔اے خواجہ شاہ سلیمانؒ مدد فرما۔

بند نمبر(11) میں سلطان جان سے بے پناہ امید رکھتا ہوں۔اس لئے عرض گزار ہوں کہ لِلّٰہ مجھے اپنے در مبارک سے دور نہ فرما۔اے خواجہ شاہ سلیمانؒ مدد فرما۔

بند نمبر(12) دل تیری جدائی کے غم میں بیمار ہو گیا۔آنکھوں سے خون برسنے لگا میں جلنے لگا ہوں کیونکہ تیری جدائی آگ بن گئی ہے۔اور تیرا وصل بہت مشکل ہو چکا ہے۔
اے خواجہ شاہ سلیمانؒ مدد فرما۔

بند نمبر(13) مجھ سے خطائیں اور جفائیں سرزد ہوئیں اور تیری طرف سے عطائیں اور وفائیں ہوتی ہیں اہل صفا کی یہی عادت کریمانہ ہوتی ہے بلکہ یہ طریقہ عنایت و کرم حضور پر نور ﷺ کا ہے۔اے خواجہ شاہ سلیمانؒ مدد فرما۔

بند نمبر(14) اس عاجز کو خوش فرما دیں درد اور غم سے آزاد کر دیں۔اپنی مہربانی سے یاد فرمائیں اور اپنی کی طرف رہبری فرما دیں۔اے خواجہ شاہ سلیمانؒ مدد فرما۔

بند نمبر(15) تم نے اپنی سخاوت و کرم کی صلاحیتیں عطا کی ہیں۔ اور کثرت سے لوگ بھی اپنا اپنا حصہ اپنی قسمت کے مطابق لے گئے ہیں۔ میں بھی تیرا منگتا ہوں۔ اے خواجہ شاہ سلیمانؒ مدد فرما۔

بند نمبر(16) ہر کام کا تو ہی ضامن ہے اور تم ہی تمام رازوں سے آشنا ہو بیمار کا علاج تم ہی ہو اور بے کار کو مطلب و مقصد تک پہچانا تیرا کام ہے۔ اے خواجہ شاہ سلیمانؒ مدد فرما۔

بند نمبر(17) میں گناہوں کے بھنور میں غرق ہوں۔ میں اپنے تباہ حال نفس کے بارے آپ سے فریاد کرتا ہوں۔ اے شہنشاہ میری مدد فرما تا کہ وہم اور شک سے چھٹکارہ پا سکوں۔ اے خواجہ شاہ سلیمانؒ مدد فرما۔

بند نمبر(18) میں تیری محبت میں قیدی بنا اس قید میں، میں خوش ہو گیا۔ اس بند سے عقل مند ہو گیا۔ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ میں اس کمند محبت میں قید ہوا۔ اے خواجہ شاہ سلیمانؒ مدد فرما۔

بند نمبر(19) اے ذوقیؔ میں بے چارہ گداگر ہوں اور سرکش نفس سے مغلوب ہوں اپنے حال سے سرگرداں ہوں۔ تیرے بغیر میرا علاج کوئی نہیں جانتا۔ اے خواجہ شاہ سلیمانؒ مدد فرما۔

بند نمبر(20) اے چارہ گر میری چارہ گری فرما تا کہ تیری مہربانی سے بہرہ ور ہوسکوں۔ اور میں نے تیرے دامن میں پناہ لی ہے دنیا میں اور عقبیٰ میں اور محشر میں اے خواجہ شاہ سلیمانؒ مدد فرما۔ (اللہ تعالےٰ کی مدد سے اختتام کو پہنچا)

"تکمیل تاریخ منتخب المناقب شریف"

(1)	بستم از صفر بہ نصف خمیس	این فراغت مرا شداست انیس
(2)	شکر کز عون کردگار مجید	رقم این منتخب بہ ختم رسید
(3)	چونکہ گشتم بس از فراغت آن	سن تاریخ ہجرتی پرسان
(4)	گفت ہاتف مراز خلق نکو	طیبہ توشہ قیامت گو(۱۲۸۸،۱ھ)

ترجمہ(1) بیس صفر کی تاریخ جمعرات کو دو پہر کے وقت اس تحریر کی فراغت میرے لئے محب ودوست بن گیا۔

(2) شکر ہے کہ کردگار کی مدد سے اس منتخب کی تحریر اختتام کو پہنچی۔

(3) جب میں اس تحریر کی تکمیل کر چکا تو میں نے اس کی سن ہجرت کی تاریخ پوچھی

(4) تو فرشتے نے مجھے حسن خلق اور پیار سے بتایا کہ یہ تحریر تیرے لئے قیامت کا پاکیزہ اور بہترین توشہ ہے۔

دعائے تکمیل

(1)	یاالٰہی زروئی خواجہ من	شہ سلیمان تونسوی مسکن
(2)	تا یکم ساز رتو بہ ام بپذیر	بخش ہر جرم از صغیر و کبیر

(3) دردو عالم مرا خوار مکن درحشر گاہ شرمسار مکن

آمین یارب العالمین ثم آمین

ترجمہ: (1) اے اللہ تعالےٰ میرے خواجہ روئی زیبا کے صدقے میں جو شاہ سلیمانؒ ہیں اور تونسہ شریف ان کا مسکن ہے۔

(2) مجھے تائب بنا اور میری توبہ قبول فرما اور میرے تمام صغیرہ وکبیرہ گناہ بخش دے۔

(3) دونوں جہانوں میں مجھے ذلیل ورسوا نہ کرنا اور قیامت کے میدان میں شرمندہ نہ کرنا۔(آمین ثم آمین)

کاتب منتخب کی طرف سے استغاثہ ومناجات

(از خدا بخش ذوقی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(1) ای سلیمانؒ زمانی دستگیری کن مرا — قطب حق غوث جہانی دستگیری کن مرا

(2) مطلع نور محمد فخر دین احمدی — اے نظام انس وجانی دستگیری کن مرا

(3) اے کلیم طور عرفان مِنکَ یَحیَ المَعرِفَتُ — دہ دلم راز ندگانی دستگیری کن مرا

(4) مصدر رحمہ محمد مظہر حُسنِ حَسن — اے جمال جاودانی دستگیری کن مرا

(5) کشتۂ محمود درملک حقیقت بالیقین — مؤرَدِ فیض حقانی دستگیری کن مرا

(6) اے علمدارِ شریعت بل طریقت رااَعلَم — اے سراج مسلمانی دستگیری کن مرا

(7) چون کمالت رانہایت نی خرد علامۂ — کے رند نفس بیانی دستگیری کن مرا

(8) از نصیر الدین محمودی چراغ بے زوال — روشنی جسم وجانی دستگیری کن مرا

(9) درمیان جملہ محبوب الٰہی کشتۂ — اے نظام الدین ثانی دستگیری کن مرا

(10) باسعادت چون فرید از گنج شکر معرفت — کردۂ شکر فشانی دستگیری کن مرا

(11) بختیار معرفت برہانی اندر چشتیاں — قطب اقطاب زمانی دستگیری کن مرا

(12) چون معین الدین اجمیری بدنیا آخرت — خلق را کہف وامانی دستگیری کن مرا

(13) عین عثمانی وہارونت شدند اہل ولان　مقتدائی عارفانی دستگیری کن مرا

(14) اے شریف حاجیان کعبۂ قرب اللہ　وہ چہ مخدوم جہانی دستگیری کن مرا

(15) در مقام قرب حق مودود گشتی از وُدود　واقف سرنہانی دستگیری کن مرا

(16) یوسف مصر حقیقت ناصر دین نبیؐ　صدر دفتر واصلانی دستگیری کن مرا

(17) محرم سر خفی آبی محمد چشتی　بحر مواج معانی دستگیری کن مرا

(18) از فراست بن فرسانہ ابی احمد شدی　قطب ابدال زمانی دستگیری کن مرا

(19) اصل شجرہ چشتیاں اسحاق راہستی ثمر　بہر ما خوش سایہ بانی دستگیری کن مرا

(20) از علوّ دینور بودن تو شد ممشاد شاد　شادیٔ اہل ولانی دستگیری کن مرا

(21) آن امانت کیش امین الدین ہبیرہ دادہ است　کردہ خوش پاسبانی دستگیری کن مرا

(22) از سدادت در شریعت چوں حذیفہ گشتہ　مرغ عرش لامکانی دستگیری کن مرا

(23) در طریقت اد ہمت از ہمعنان سبقت نمود　نعم ابراہیم ثانی دستگیری کن مرا

(24) ہمچون بوالفیض فضیل عیاض، فیاض جہان　چشمۂ فیض حقانی دستگیری کن مرا

(25) در فضائل معرفت بوالفضل عبدالواحدی　افضل اندر عابدانی دستگیری کن مرا

(26) در مراحل بصرۂ عرفان چو بی النصر الحسن　پیشوائی سالکانی دستگیری کن مرا

(27) محرم سر حقائق شہ علی المرتضیٰ　معدنِ کنز نہانی دستگیری کن مرا

(28) در جناب مستطاب سرور پیغمبران　خاص تر از خاص گانی دستگیری کن مرا

(29) آنچہ بر پیغمبر آورد است جبریل امین　ہر ہمہ را نیک دانی دستگیری کن مرا

(30) در مقام نحن اقرب چون مراقب می شوی　فارغ از کون و مکانی دستگیری کن مرا

(31) من کہ عاصی تر خدا نخشم سگ درگاہ تو　عاقبت خیرم کنانی دستگیری کن مرا

(32) گر چہ بس عاصی ترم اما گرفتم دامنت　ننگ افغانان چو دانی دستگیری کن مرا

(33) چون مرا از اوّل بہ چندین عیب ہا پذ رفتۂ — پس ز درگا ہم مرانی دستگیری کن مرا

(34) خوان دعوت خویش چون ہر نیک و بد کردی فراخ — بہرہ مجرم دہانی دستگیری کن مرا

(35) آید از مجرم جرائم وز کریم آید کرم — از کرم کن مہربانی دستگیری کن مرا

(36) چونکہ بر مولا جنایت بندہ مجرم بود — از جنا جہار ہانی دستگیری کن مرا

(37) این قدر رشد کا فیم اندر دو عالم شدم — از سگانی آستانی دستگیری کن مرا

(38) دشمنان من ہمہ از ظاہری و باطنی — بیخ شان از بن کنانی دستگیری کن مرا

(39) خواہی از درگاہ حق بازیٔ این مجرم تباہ — کن شفاعت چون توانی دستگیری کن مرا

(40) نفس و شیطان بر من مسکین چون غالب گشتہ اند — آشکارا و نہانی دستگیری کن مرا

(41) الغیاث اے شہ سلیمانؒ الغیاث والغیاث — زین دو رہزن دو جہانی دستگیری کن مرا

(42) دستگیرم ای سلیمانؒ عاجز و در ماندہ ام — دستگیر عاجزانی دستگیری کن مرا

(43) ای سلیمانؒ حشمتا ملک سلیمانی بہ تو شد — شد عطاٗ آسمانی دستگیری کن مرا

(44) از چنیں ملک سلیمانؒ کم نگر دو ذرہٗ — گر تو آزادم کنانی دستگیری کن مرا

(45) چونکہ در برج حقیقت ز آسمان معرفت — آفتاب چشتیانی دستگیری کن مرا

(46) نقشبندی، سہروردی و قادری از فیض تو — یافتہ گنج معانی دستگیری کن مرا

(47) خواجہ شیخ المشائخ ای سلیمانؒ پیر من — ضامنِ ہر دو جہانی دستگیری کن مرا

(48) ای سلیمانؒ گر چہ در ظاہر بہ آخر آمدی — فخر نور اوٗلانی دستگیری کن مرا

(49) زانکہ علہ غائی از باقی علل آخر بود — در وجود کن فکانی دستگیری کن مرا

ترجمہ: (1) اے زمانی کا سلیمانؒ میری مدد فرما اور اے قطب حق اور دنیا کا فریاد رس میری مدد فرما۔

(2) اے نور محمدی کا مطلع اور دین احمدی کا فخر اے جنوں اور انسانوں کا نظام

میری مدد فرما۔

(3) اے عرفان کے طور کے کلیم تجھ سے معرفت میں حیات نو آئی میرے دل کو بھی زندگی عطا فرما اور میری دستگیری فرما۔

(4) حضرت محمد ﷺ کی حمد و وصف کے آپ ثنا گو ہیں اور ان کے حسن کے آپ مظہر ہیں اور اے جاودانی جمال والے میری مدد فرما۔

(5) ملک حقیقی میں آپ یقیناً شہیدِ محمود ہیں آپ پر حقانی فیض وارد ہوتا ہے میری دستگیری فرما۔

(6) اے شریعت کے علمدار بلکہ طریقت کے عَلَم اے مسلمانی کے روشن چراغ میری مدد فرما۔

(7) جبکہ آپ کے کمال کی نہایت نہیں تو کسی علاّمہ کا عقل کب دم، مارنے کی جرأت کرسکتا۔

(8) آپ کو حضرت خواجہ نصیر الدین محمودؒ سے چراغ بے زوال حاصل ہے آپ جسم اور جان کی روشنی ہیں میری دستگیری فرمائیں۔

(9) سب کے درمیان میں آپ حضرت محبوب الٰہیؒ ہیں اور آپ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ ثانی ہیں میری دستگیری فرمائیں۔

(10) سعادت کے ساتھ حضرت شیخ فریدؒ کیطرح شکر معرفت کے خزانہ سے تو نے شکر بانٹ دی ہے۔

(11) مغفرت میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی مثال ہیں سلسلہ عالیہ چشتیہ میں قطب الاقطاب ہیں میری دستگیری فرمائیں۔

(12) دنیا میں اور آخرت میں حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کی طرح ہیں دنیا کے لئے امن وسکون کی جگہ ہیں میری دستگیری فرمائیں۔

(13) اہل دلوں کیلئے آپ مین حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی مانند ہیں۔ عارفوں کے آپ مقتدا ہیں میری دستگیری فرمائیں۔

(14) آپ حضرت خواجہ حاجی شریف زندنیؒ کی طرح قرب الٰہی کا کعبہ ہیں۔ واہ سبحان اللہ! آپ دنیا کے کیسے مخدوم ہیں میری دستگیری فرمائیں۔

(15) ربّ ودود کی طرف سے قرب حق میں حضرت مودود چشتیؒ ہو چکے ہیں پوشیدہ رازوں سے خوب واقف ہیں میری دستگیری فرمائیں۔

(16) مصر حقیقت کے یوسف ہیں اور دین نبی کریم ﷺ کے مدد کرنے والے ہیں واصل لوگوں کے صدر دفتر ہیں میری دستگیری فرمائیں۔

(17) سرِّ خفی کے جاننے میں حضرتِ ابی محمد چشتی قدس سرہٗ ہیں معانی کے بحرِ مواج ہیں میری دستگیری فرمائیں۔

(18) دانائی میں ابن فرسانہ ابی احمد کی طرح ہیں زمانہ کے قطب وابدال ہیں میری دستگیری فرمائیں۔

(19) چشتیوں کے اصل شجرہ شریف حضرت خواجہ اسحاق شامیؒ کے آپ ثمر ہیں اور ہمارے لئے خوبصورت سائبان ہیں میری دستگیری فرمائیں۔

(20) بلندی شان سے ترا دینور ہونے سے خواجہ ممشادؒ خوش ہوگئے۔

(21) وہ امانت جو حضرت امین الدین ہبیرہؒ کو عطا ہوئی ہے آپ نے بڑی خوبصورتی سے اس کی پاسبانی کی ہے میری دستگیری فرمائیں۔

(22) شریعت پر ثابت قدمی میں آپ حضرت حذیفہؓ کی طرح ہیں آپ مرغِ لامکان کے پرندہ ہیں۔

(23) طریقت میں آپ حضرت ادہمؒ کی ہمتائی میں سبقت لے گئے ہیں درحقیقت آپ حضرت ابراہیم ادہمؒ ثانی ہیں میری دستگیری فرمائیں۔

(24) آپ حضرت خواجہ ابوالفیض فضیل بن عیاضؒ کی طرح فیاض جہان ہیں اور حقانی فیض کا چشمہ ہیں میری دستگیری فرمائیں۔

(25) فضائل معرفت میں ابوالفضل عبدالواحدؒ کی مانند ہیں اور عابدوں میں آپ کو فضیلت حاصل ہے میری دستگیری فرمائیں۔

(26) آپؒ شہر معرفت کے مراحل میں حضرت ابوالنصر حسن بصریؒ کی طرح ہیں۔

(27) شنشاہ ولایت حضرت علی المرتضیٰؓ کے حقائق اسرار کو جاننے والے ہیں اور محرم راز ہیں آپؒ چھپے ہوئے خزانوں کے معدن ہیں میری دستگیری فرمائیں۔

(28) حضور پُرنور سرور انبیا ﷺ کے جناب میں آپ مقبول ہیں اور سرکار دو جہان ﷺ کی بارگاہ اقدس کے خاصان میں سے ہیں میری دستگیری فرمائیں۔

(29) جو کچھ حضرت پیغمبر پاک ﷺ پر جبرائیل علیہ السلام رب کی طرف سے لے کر آئے ہیں آپؒ اسے اچھی طرح جانتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں میری دستگیری فرمائیں۔

(30) نَحْنُ اَقْرَبُ کے مقام پر جب آپ مراقب ہوتے ہیں تو ذات اقدس میں محو ہو کر دنیا و مافیہا سے الگ ہو جاتے ہیں میری دستگیری فرمائیں۔

(31/32) میں خدا بخش اگرچہ بہت ہی گنہگار ہوں لیکن آپ کا دامن میں نے پکڑا

ہے. لہذا افغانوں کی شرم اور لاج آپ کے ہاتھ ہے آپ خوب جانتے ہیں میری دستگیری فرمائیں۔ کیونکہ میں آپ کے در کا سگ ہوں میری عاقبت کی خیر فرمائیں۔

(33) چونکہ مجھے پہلے ہی اتنے گناہوں کے باوجود آپ نے قبول فرمایا ہے پس اپنی بارگاہ سے مجھے نہ بھگانا میری دستگیری فرمائیں۔

(34) آپؒ نے اپنا دستر خوان ہر نیک و بد کیلئے کشادہ کر رکھا ہے اس مجرم و گنہگار کو بھی حصہ عطا فرمائیں اور میری دستگیری فرمائیں۔

(35) مجرم سے جرائم ہی سرزد ہوتے ہیں اور کریم کی طرف سے ہمیشہ کرم ہی کرم ہوتا ہے اپنے کرم سے مجھ پر مہربانی فرما اور میری دستگیری فرما۔

(36) چونکہ بندہ مجرم کا تاوان مولا پر ہوتا ہے اس لئے مجھے جرائم سے بچائیں۔

(37) مجھے یہی کچھ کافی ہے کہ دونوں عالم میں آپؒ کے آستان کے سگان سے ہوں۔

(38) میرے تمام ظاہری اور باطنی دشمنوں کو نیست و نابود فرمادے اور میری مدد فرمائیں۔

(39) آپؒ کرم فرمائیں اور مجرم کا درگاہ حق میں بازو تھام لیں جب آپؒ شفاعت کر سکتے ہیں تو میری شفاعت فرمائیں اور میری دستگیری فرمائیں۔

(40) نفس اور شیطان مجھ مسکین پر غالب ہو چکے ہیں۔ ظاہر اور پوشیدہ میری مدد فرمائیں اور میری دستگیری فرمائیں۔

(41/42) اے خواجہ شاہ سلیمانؒ مدد فرمائیں اور مدد فرمائیں۔ دونوں جہانوں کے ان دو رہزنوں سے مجھے بچائیں اور میری دستگیری فرمائیں۔ میں عاجز اور درماندہ

ہو چکا ہوں مجھ عاجز کی مدد فرمائیں۔

(43) اے خواجہ شاہ سلیمانؒ آپ جاہ و حشمت والے ہیں اور ملک سلیمانی آپؒ کے پاس ہے یہ آسمانی عطا ہے میری دستگیری فرمائیں۔

(44) اتنے بڑے ملک سلیمانؒ سے کوئی ذرہ برابر کم نہیں ہوگا اگر مجھے آزاد کرادیں۔

(45) چونکہ برج حقیقت میں آسمان معرفت سے آپؒ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے آفتاب ہیں میری دستگیری فرمائیں۔

(46) نقشبندی، سہروردی اور قادری آپؒ کے در فیض سے بے پناہ گنج معانی پاگئے ہیں میری دستگیری فرمائیں۔

(47) اے شیخ المشائخ کے خواجہ، اے خواجہ شاہ سلیمانؒ میرے پیرو مرشد آپؒ میرے دونوں جہانوں کے ضامن میری دستگیری فرما ہیں میری دستگیری فرمائیں۔

(48) اے خواجہ شاہ سلیمانؒ اگرچہ آپ بظاہر آخر میں آئے ہیں لیکن آپؒ پہلوں کے فخر ہیں۔ میری دستگیری فرمائیں۔

(49) کیونکہ علت غائی تمام علتوں سے آخر ہوتی ہے۔ میری دستگیری فرمائیں۔

نقشہ تواریخ اعراس مشائخ عظام سلسلہ چشتیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

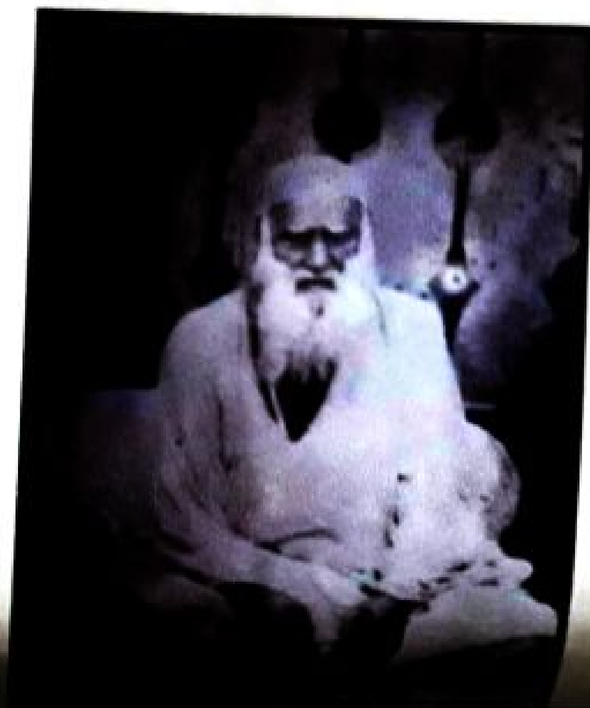
محرم الحرام	صفر المظفر	ربیع الاول	ربیع الثانی	جمادی الاول	جمادی الآخر
۴ حضرت خواجہ حسن البصری انصاریؒ	۵ حضرت خواجہ حاجی محمد غوث صاحب مہارویؒ	۱۲ رحمۃ للعالمین سید دو عالم حضرت محمد ﷺ	۱۴ حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی چشتیؒ	۱۲ حضرت خواجہ شیخ سراج الحق والدینؒ	۱ حضرت خواجہ ناصر الحق والدین ابی احمد بن فرسنافہؒ
۱۴ حضرت خواجہ ممشاد علو دینوریؒ	۷ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ	۳ حضرت خواجہ فضیل ابن عیاضؒ	۱۸ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ	۲۶ حضرت خواجہ سلطان ابراہیم بن ادہم بلخیؒ	۲۳ حضرت خواجہ مولانا فخر جہاں کریم الدہلویؒ
	۲۶ حضرت خواجہ شیخ محمود عرف راجنؒ	۱۴ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکیؒ	۱۶ حضرت خواجہ غلام ذکریا صاحب تونسویؒ	۲۷ تا ۲۹ حضرت خواجہ اللہ بخش کریم ثانی تونسویؒ	۵ تا ۷ حضرت خواجہ خان محمد تونسویؒ
۵ حضرت خواجہ شیخ فرید الدین گنج شکر	۲۶ حضرت خواجہ شیخ علم الحق والدینؒ	۲۳ حضرت خواجہ شیخ کلیم اللہ جہان آبادیؒ		۲۷ حضرت خواجہ میاں الحاج کریم بخش مہارویؒ	
	۲۷ حضرت خواجہ شیخ عبدالواحد بن زیدؒ	۲۹ حضرت خواجہ شیخ محمدؒ			
	۲۸ حضرت خواجہ شیخ یحییٰ مدنیؒ				

رجب	شعبان	رمضان	شوال	ذیقعد	ذی الحج
۱ حضرت خواجہ قطب الحق والدین مودود چشتیؒ		۱۸ حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دھلویؒ	۵ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ	۱۲ حضرت خواجہ شیخ نظام الدین اورنگ آبادیؒ	۳ قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ
۶ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ		۲۱ سیدنا حضرت خواجہ علی ابن ابی طالبؑ	۷ حضرت خواجہ امین الدین ابی ہبیرہ البصریؒ	۲۷ حضرت خواجہ کمال الدین علامہؒ	۱۳ تا ۱۵ حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰ صاحب تونسویؒ
۱۰ حضرت خواجہ حاجی شریف زندنیؒ			۴ حضرت خواجہ سدیدؒ الدین حذیفہ المرعشیؒ	۲۸ حضرت خواجہ شیخ حسن محمد چشتیؒ	۲۰ حضرت خواجہ شیخ جمال الدین عرف جمن صاحبؒ
۱۳ حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتیؒ			۱۱ تا ۱۳ حضرت خواجہ حافظ سدید الدین تونسویؒ		۲۱ تا ۲۳ حضرت خواجہ میاں محمد حامد صاحب تونسویؒ

نوٹ: حسب امکاں عرس کے دن کلام اور طعام کے ساتھ ایصالِ ثواب کریں اور ہمیشہ اس پر عمل پیرا رہیں۔

سجادگان تونسہ شریف

ثانی کریم حضرت شاہ اللہ بخش تونسوی



حافظ محمد موسیٰ صاحب تونسوی



حضرت حافظ محمد سدید الدین صاحب تونسوی



حضرت خواجہ میاں محمد حامد صاحب تونسوی



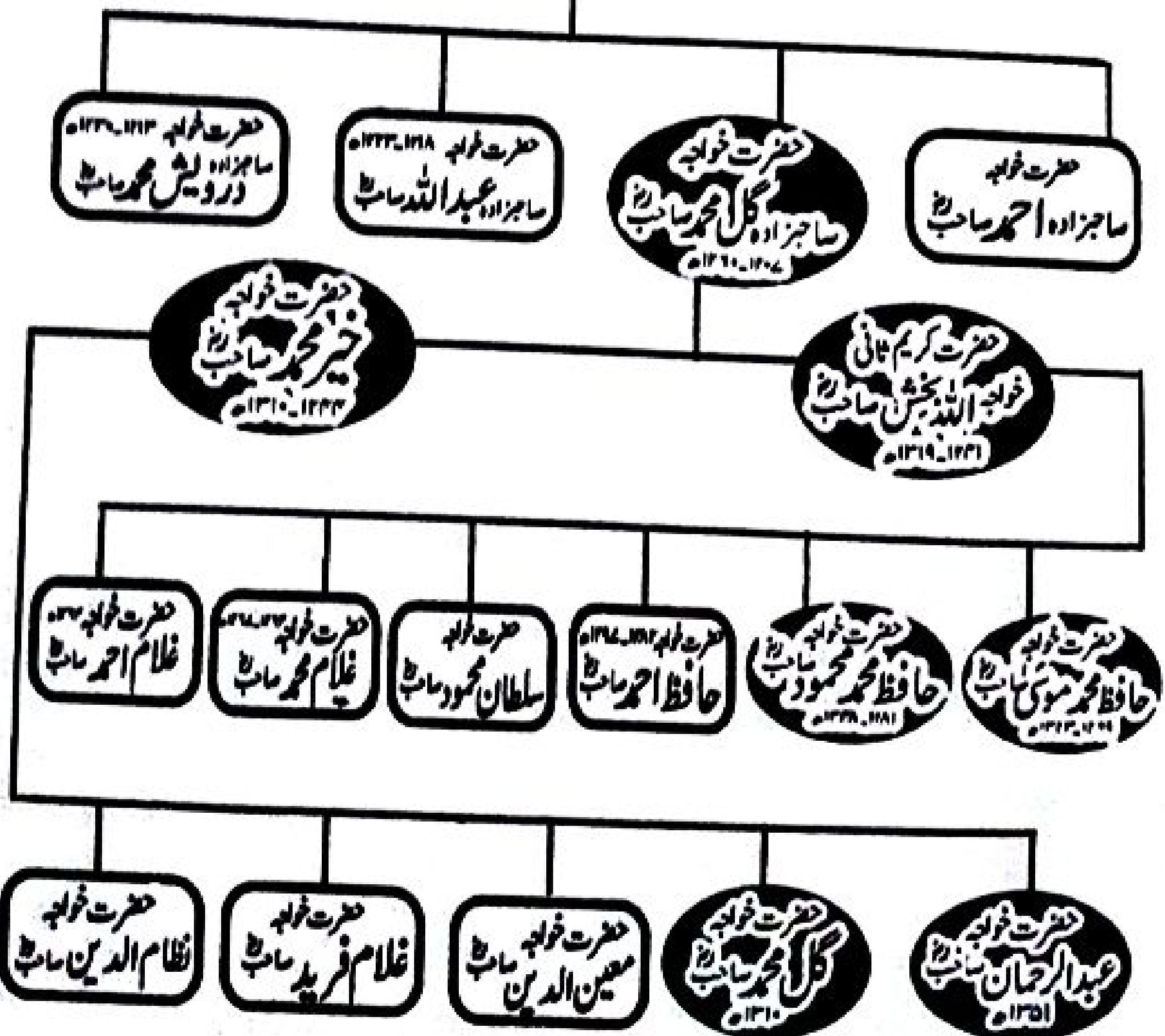
حضرت خواجہ خان محمد صاحب تونسوی



شجرہ مبارک

حضرت قطب الاقطاب غوث زمان
خواجہ شاہ محمد سلیمان صاحب تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۱۸۳ـ۱۲۶۷ھ

حضرت اعلیٰ خواجہ
شاہ محمد سلیمان صاحب
۱۱۸۳ـ۱۲۶۷ھ



حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰ صاحبؒ
۱۲۹۹ـ۱۳۴۲ھ

حضرت خواجہ محمد حامد صاحبؒ
۱۲۹۲ـ۱۳۵۰ھ

حضرت خواجہ گل محمد صاحبؒ

حضرت خواجہ محمد یوسف صاحبؒ

حضرت خواجہ عبداللہ صاحبؒ

حضرت خواجہ غلام زکریا صاحبؒ

حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ
۱۳۲۳ـ۱۳۹۹

حضرت خواجہ حافظ سدید الدین صاحبؒ

حضرت خواجہ درویش محمد صاحبؒ

حضرت خواجہ محمد موسیٰ صاحبؒ

حضرت خواجہ عبدالوہاب صاحبؒ

حضرت خواجہ حافظ محمد یوسف صاحبؒ
۱۳۹۸ھ

حضرت خواجہ علم الدین صاحبؒ

حضرت خواجہ حامد حسن صاحبؒ

حضرت خواجہ خالد حسن صاحبؒ

حضرت خواجہ عطاء اللہ صاحب

حضرت خواجہ محمد مسعود صاحب

حضرت خواجہ غلام اللہ بخش صاحبؒ

حضرت خواجہ روح اللہ عبداللہ ابن علی عطا

حضرت خواجہ علی عباس صاحب

حضرت خواجہ خان محمد صاحب

حضرت خواجہ فرید صاحب

حضرت خواجہ عطا حسنین صاحب

حضرت خواجہ محمد مسعود صاحب

حضرت خواجہ عبدالحامد علی صاحب

حضرت خواجہ غلام سدید الدین صاحب

حضرت خواجہ سلیمان جعفر صاحب

حضرت خواجہ غلام یحییٰ صاحب

حضرت خواجہ غلام یونس صاحب

حضرت خواجہ غلام سلیمان صاحب

حضرت خواجہ غلام ہندال صاحبؒ

حضرت خواجہ عبدالوہاب صاحبؒ

حضرت خواجہ عبدالمطلب صاحب

حضرت خواجہ غلام الیاس صاحب

حضرت خواجہ غلام عباس صاحبؒ

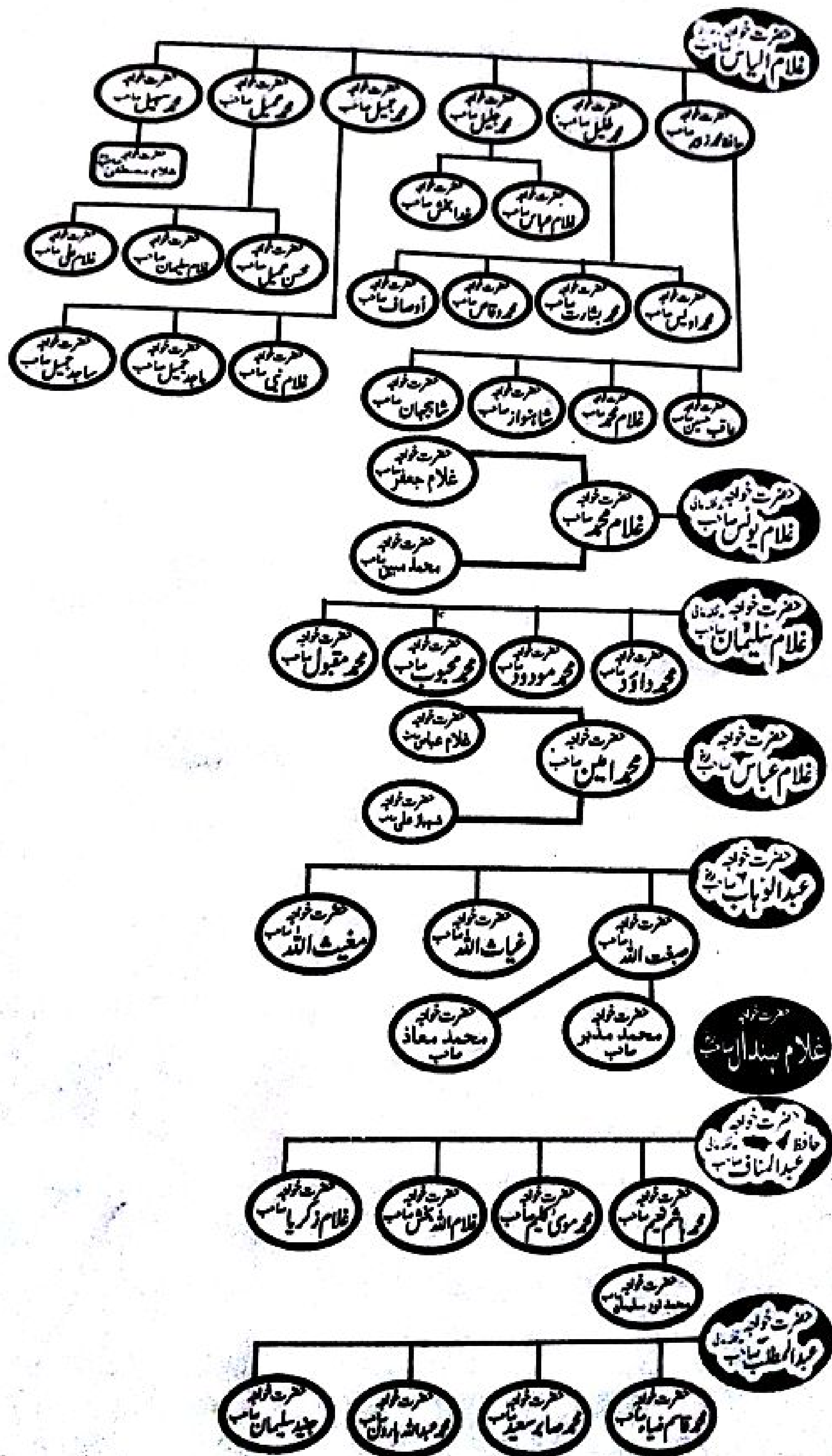
حضرت خواجہ اسحاق صاحب

حضرت خواجہ حافظ عبدالستار صاحب

حضرت خواجہ ادریس صاحب

حضرت خواجہ غلام یزدانی صاحب




حضرت خواجہ
غلام الیاس صاحب
غلام مصطفیٰ
غلام علی صاحب
غلام سلیمان صاحب
غلام نبی صاحب
ماجد جمیل صاحب
ساجد جمیل صاحب
غلام عباس صاحب
اوصاف صاحب
محمد وقاص صاحب
محمد بشارت صاحب
محمد اویس صاحب
شاہجہان صاحب
شاہنواز صاحب
غلام محمد صاحب
غلام جعفر صاحب
غلام محمد صاحب
غلام یونس صاحب
محمد یسین صاحب
غلام سلیمان صاحب
محمد مقبول صاحب
محمد محبوب صاحب
محمد مودود صاحب
محمد داؤد صاحب
غلام عباس
محمد امین صاحب
غلام عباس صاحب
شہباز علی
عبدالوہاب صاحب
مغیث اللہ صاحب
غیاث اللہ صاحب
صبغت اللہ صاحب
محمد معاذ صاحب
محمد مدثر صاحب
غلام صندل صاحب
حافظ عبدالمناف صاحب
غلام زکریا صاحب
غلام اللہ بخش صاحب
محمد موسیٰ کلیم صاحب
محمد قاسم فہیم صاحب
عبدالمطلب صاحب
جنید سلیمان صاحب
محمد صابر سعید صاحب
محمد قاسم ضیاء صاحب

حضرت خواجہ
حافظ محمد محمود صاحبؒ
۱۲۸۱ـ۱۳۴۸ھ

حضرت خواجہ
حافظ احمد صاحبؒ

حضرت خواجہ
غلام قطب الدین صاحبؒ

حضرت خواجہ
غلام نصیر الدین صاحبؒ

حضرت خواجہ
غلام فرید شہید صاحبؒ

حضرت خواجہ
غلام نظام الدین صاحبؒ

حضرت خواجہ
حافظ احمد صاحبؒ

حضرت خواجہ
غلام مجتبیٰ صاحب

حضرت خواجہ
غلام مرتضیٰ صاحب

حضرت خواجہ
غلام مصطفیٰ صاحب

حضرت خواجہ
احمد سعید صاحب

حضرت خواجہ
محمد غوث صاحب

حضرت خواجہ
محمد محمود صاحب

حضرت خواجہ
محمود احمد صاحب

حضرت خواجہ
مسعود احمد صاحب

حضرت خواجہ
مقصود احمد صاحب

حضرت خواجہ
خضر محمود صاحب

حضرت خواجہ
محمد حماد صاحب

حضرت خواجہ
محمد ذیان صاحب

حضرت خواجہ
محمد مرتضیٰ صاحب

حضرت خواجہ
شہزاد احمد صاحب

حضرت خواجہ
شیراز احمد صاحب

حضرت خواجہ
فرحان مجتبیٰ صاحب

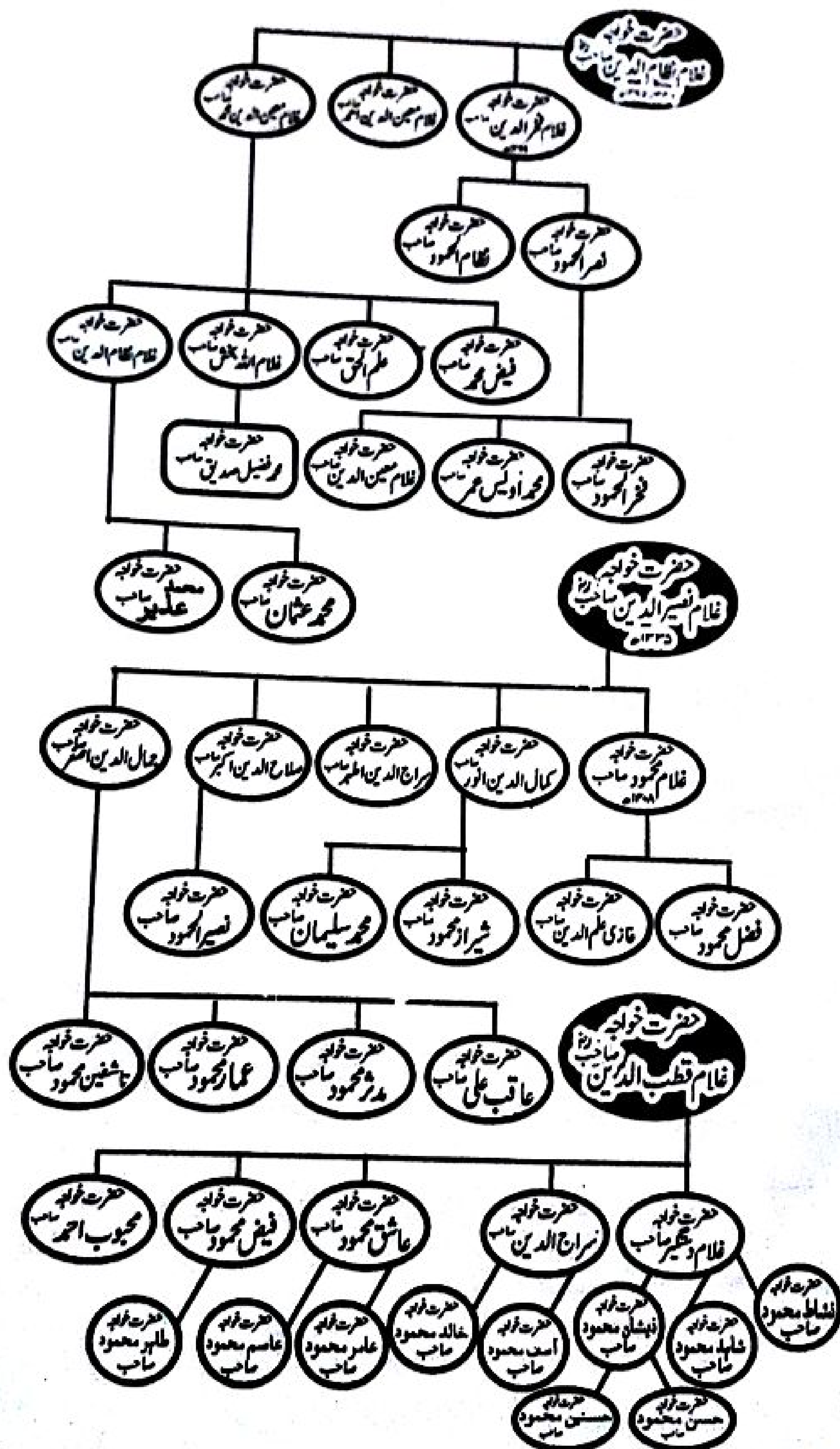
حضرت خواجہ
عرفان مجتبیٰ صاحب

حضرت خواجہ
ذیشان مجتبیٰ صاحب

حضرت خواجہ
محمد جنید صاحب

حضرت خواجہ
محمد نشاط صاحب

حضرت خواجہ
محمد حسنات صاحب


حضرت خواجہ غلام نظام الدین صاحب
حضرت خواجہ غلام فخر الدین صاحب
حضرت خواجہ نصر المحمود صاحب
حضرت خواجہ نظام المحمود صاحب
حضرت خواجہ فیض محمد صاحب
حضرت خواجہ علم الحق صاحب
حضرت خواجہ غلام اللہ بخش صاحب
حضرت خواجہ غلام نظام الدین صاحب
حضرت خواجہ فخر المحمود صاحب
حضرت خواجہ محمد اویس عمر صاحب
حضرت خواجہ غلام معین الدین صاحب
حضرت خواجہ محمد عثمان صاحب
حضرت خواجہ غلام نصیر الدین صاحب
۱۳۳۵ھ
حضرت خواجہ غلام محمود صاحب
حضرت خواجہ کمال الدین انور صاحب
حضرت خواجہ سراج الدین اطہر صاحب
حضرت خواجہ صلاح الدین اکبر صاحب
حضرت خواجہ جمال الدین اظہر صاحب
حضرت خواجہ فضل محمود صاحب
حضرت خواجہ غازی علم الدین صاحب
حضرت خواجہ شیراز محمود صاحب
حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحب
حضرت خواجہ نصیر المحمود صاحب
حضرت خواجہ غلام قطب الدین صاحب
حضرت خواجہ عاقب علی صاحب
حضرت خواجہ مدثر محمود صاحب
حضرت خواجہ عمار محمود صاحب
حضرت خواجہ غلام دستگیر صاحب
حضرت خواجہ سراج الدین صاحب
حضرت خواجہ عاشق محمود صاحب
حضرت خواجہ فیض محمود صاحب
حضرت خواجہ محبوب احمد صاحب
حضرت خواجہ نشاط محمود صاحب
حضرت خواجہ شاہد محمود صاحب
حضرت خواجہ ذیشان محمود صاحب
حضرت خواجہ آصف محمود صاحب
حضرت خواجہ خالد محمود صاحب
حضرت خواجہ عامر محمود صاحب
حضرت خواجہ عاصم محمود صاحب
حضرت خواجہ طاہر محمود صاحب
حضرت خواجہ حسنین محمود صاحب
حضرت خواجہ حسن محمود صاحب

- حضرت خواجہ خیر محمد صاحب رح ۱۲۴۴ـ۱۳۱۰ھ
  - حضرت خواجہ عبدالرحمان صاحب رح ۱۳۵۱ھ
    - حضرت خواجہ غلام علی صاحب
      - حضرت خواجہ رحمت علی صاحب
      - حضرت خواجہ عبدالرحمان صاحب
      - حضرت خواجہ ناصر علی صاحب
      - حضرت خواجہ محمد امین صاحب
      - حضرت خواجہ محمد سبحان صاحب
        - حضرت خواجہ غلام علی صاحب
        - حضرت خواجہ محمد علی صاحب
    - حضرت خواجہ درویش محمد صاحب
      - حضرت خواجہ غلام زین العابدین صاحب
      - حضرت خواجہ غلام قاسم صاحب
        - حضرت خواجہ ابوالفضل عباس صاحب
        - حضرت خواجہ محمد حسن رضا صاحب
      - حضرت خواجہ غلام علی اکبر صاحب
        - حضرت خواجہ سجاد حسین صاحب
      - حضرت خواجہ غلام علی اصغر صاحب
        - حضرت خواجہ باقر علی صاحب
        - حضرت خواجہ عون محمد صاحب
  - حضرت خواجہ گل محمد صاحب رح
    - حضرت خواجہ عطا محمد صاحب
    - حضرت خواجہ خیر محمد صاحب
      - حضرت خواجہ شہاب الدین صاحب
        - حضرت خواجہ خیر محمد صاحب
        - حضرت خواجہ محمد محمود صاحب
      - حضرت خواجہ عطا محمد صاحب
        - حضرت خواجہ گل محمد صاحب
        - حضرت خواجہ محمد سلامت صاحب
          - حضرت خواجہ محمد عثمان صاحب
          - حضرت خواجہ محمد عارف صاحب
        - حضرت خواجہ عطا محمد صاحب
      - حضرت خواجہ محمد جمال صاحب
        - حضرت خواجہ محمد نعیم جمال صاحب
        - حضرت خواجہ محمد مظہر جمال صاحب
        - حضرت خواجہ غلام اللہ بخش صاحب
          - حضرت خواجہ محمد ارسلان صاحب
          - حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحب

